ندائے حرم

صدر دفتر مدرسہ صولتیہ (مکہ معظمہ) کراچی کا ماہوار رسالہ

مرتبہ

جلد ادارہ صدر دفتر عدد

ندائے حرم کا مقصد!

(۱) دارالعلوم حرم صولتیہ (مکہ معظمہ) کے اغراض و مقاصد کی اشاعت اور ان کی تکمیل کے لیئے کوشش۔

(۲) دارالعلوم حرم صولتیہ مکہ معظمہ کے سرپرستوں اور معاونین کرام کو اس کے اہم اور ضروری حالات سے روشناس کرانا

(۳) مسلمانانِ ہند کو اسلامی دنیا کی اہم تحریکاتِ علمی و معاشرتی جدوجہد اور ملی و فنی خدمات سے باخبر کرنا۔

ندائے حرم کا مسلک

(۱) دارالعلوم حرم صولتیہ (مکہ معظمہ) کے زیر سایہ ایک باہمہ مرکزی تحریک ہے۔ اس لیئے مجلہ ندائے حرم مرکز اسلام کی آواز ہے

(۲) دارالعلوم حرم صولتیہ (مکہ معظمہ) غیور باہمت مسلمانانِ ہند کی خدا کے گھر میں ۷۵ سالہ مشترکہ یادگار ہے۔ اس لیئے ندائے حرم کو اختلافی امور سے احتراز ہوگا۔ (۳) سیاسی معاملات اور ملکی و بین الاقوامی سیاست سے تعلق نہ ہوگا۔

ندائے حرم کے قواعد و ضوابط

(۱) ندائے حرم پابندی وقت کے ساتھ ہر انگریزی ماہ کی ۱۵ تاریخ کو کم از کم ۴۰ صفحات پر شائع ہوتا ہے۔

(۲) عدم وصولی کی صورت میں ۲۵ تاریخ تک اطلاع دیکر دوسرا رسالہ طلب فرمائیں - اس کے بعد دفتر معذور ہوگا

(۳) ماہنامہ ندائے حرم دارالعلوم حرم صولتیہ (مکہ معظمہ) کے سرپرستوں اور خاص معاونین کی خدمت میں ہدیۃً پیش کیا جاتا ہے۔

(۴) جواب طلب امور کے لیئے محصول ڈاک آنا چاہیئے۔

(۵) اشتراک سالانہ: تین روپے - فی پرچہ ۴ر بیرون پاکستان و ہندوستان سے ۵/- ، تسلنگ (۵ر) نمونہ مفت

(۶) رسالہ کے متعلق تمام ضروری خط و کتابت منتظم رسالہ ندائے حرم سے ہونی چاہیئے۔

(۷) منی آرڈر کے کوپن پر اپنا نام و پتہ معہ چٹ نمبر صاف تحریر فرمایئے تاکہ ارشاد کی تعمیل جلد ہو سکے۔

(۸) اجرت اشتہارات ہر حالت میں پیشگی آنا چاہیئے۔

ترسیل زر کا پتہ

معتمد عمومی (صدر دفتر دارالعلوم حرم صولتیہ (مکہ معظمہ) ۱۱۴ جمشید کوارٹرس کراچی ۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

زمزم کی موج ہی نہیں بحرِ کرم ہوں میں — اے حق نیوش سن کہ ندائے حرم ہوں میں

Tele Address:-
Saulatiya Karachi
Saulatiya MECCA

ندائے حرم

تار کا پتہ
صولتیہ - کراچی
صولتیہ - مکہ

مدیر مسئول:- ضیاء الدین احمد

عدد ۸ | بابت ماہ شعبان ۱۳۶۷ھ مطابق جون ۱۹۴۸ء | جلد ۸

"غیبی آواز"

(از ابوالاسرار مولانا رمزی اٹاوی — جودھ پور)

پھر گرمیِ توحید سے اک آگ لگا دو — جذبات کے شعلوں کو ثریا سے ملا دو
آفاق کے روزن سے بلا جھانک رہی ہے — ایسے میں محمد کے غلاموں کو جگا دو
ایماں کی حرارت لیے پھر آگ سے کھیلو — گرداب کی موجوں کو شرربار بنا دو
یہ شام و سحر شمس و قمر کس کے لئے ہیں — دنیا ہے یہ کس کے لئے دنیا کو بتا دو
سجدے میں گریں چیخ کے سب خوف کے مارے — پھر ضربِ بتکاری سے پہاڑوں کو ہلا دو
مشرق سے اچھل کر گرو مغرب کے افق پر — اِک جستِ جہانگیر زمانے کو دکھا دو
تخلیق کرو اپنے ارادوں سے بلندی — پستی کے مکینوں کو ستاروں میں بسا دو

"جو اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ" کے دلدادہ ہیں رمزی!
مومن کی بھی ہے شرط انھیں یاد دلا دو

مسلمانانِ ہند کا صدقۂ جاریہ اور فیضِ عام

دار العلوم حرم صولتیہ مکہ معظمہ

کے

اصحابِ فکر و بصیرت کے تازہ مشاہدات

۸

شکر ہے کہ اللہ تعالےٰ نے زیارت کا شرف بخشا مجھے اتفاق سے ریاحی بیماری کا دورہ جو اکثر ہوجاتا ہے یک بیک ہوا - جس سے دل پر برا اثر پڑا اور میں نقل و حرکت سے مجبور ہو گیا - بدقت تمام میں نے ہمت کر کے دار الشفاء صولتیہ" میں آکر علاج شروع کیا -

یہاں کے حسنِ انتظام کو بغور دیکھا - حکیم محمد یامین صاحب و حکیم محمد نعیم صاحب دونوں حضرات مریضوں کی کثرت کے باوجود فرداً فرداً اطمینان اور تسلی بخش سلوک اور الفاظ کے ساتھ ہر مریض کا حال دریافت کرتے رہے اور نسخہ تجویز کرتے رہے - کسی کو یہ شکایت کا موقعہ نہ ہوا کہ حکیم صاحبان نے بیماری بغیر سنے دوائی دی - یہ بڑی بات ہے - دوائیں نہایت عمدہ زود اثر دستیاب ہوتی ہیں - جس سے مریض کو جلد افاقہ ہوتا ہے سارا انتظام جیسا کہ اچھے شفا خانہ میں ہونا چاہیئے یہاں موجود ہے ، خدا کا شکر ہے - خدا اسے اور ترقی دے -

(خان صاحب) مجتبےٰ اشرف
پلیڈر و میونسپل کمشنر بنارس
۱۴ ذی الحجہ ۱۳۶۵ھ

منی آرڈر کے کوپن میں اپنا نام و پتہ صاف اور خوشخط لکھئے -

(مدیر)

اثرات

آخری اور فیصلہ کن بات !

اسلامی زندگی کا مقصد

آپ اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ انسان کی عملی زندگی اس کے زاویۂ نگاہ پر مبنی ہوتی ہے جس طرز کا زاویۂ نگاہ ہوگا اسی طرز کا عمل ظہور میں آئے گا یہ کبھی نہ ہوگا کہ نظریہ اور خیال کچھ ہو اور عمل کا رنگ دوسرا ہو۔ ایک بچہ کو دیکھئے کہ وہ آگ کی روشنی کی نسبت ایک نظریہ قائم کرتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ آگ میں روشنی ہے، آگ میں سرخی ہے آگ میں خوبصورتی ہے اس لئے وہ اسے کھلونا سمجھ کر اس کی طرف دوڑتا ہے اور اسے پکڑنے کی کوشش کرتا ہے ایک دوسرا شخص آگ کی حرارت اور روشنی پر یہ نظریہ قائم کرتا ہے کہ وہ دنیا کی اصل ہے اور اس میں اتنی شکتی ہے کہ جنگلوں کو بھسم کر ڈالے۔ لہٰذا وہ اپنے اس خیال کے مطابق عمل کی بساط بچھاتا ہے اور اسے اپنا معبود سمجھ لیتا ہے ایک تیسرے شخص کا زاویۂ نگاہ یہ ہے کہ آگ نہ تو کھلونا ہے اور نہ ایسی برتر ہستی ہے کہ معبود بن جائے، وہ صرف آگ ہے جس کا اگر صحیح استعمال کیا جائے تو اس سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے چنانچہ یہ شخص آگ سے کام لے گا اس سے کھانا پکائے گا اور اس کی حرارت سے سردی کو دور کرے گا۔

اب دیکھئے تین شخصوں نے آگ کے متعلق تین قسم کے خیال قائم کئے اور خیال کے مطابق عمل کی راہیں جدا ہو گئیں، لہٰذا ضروری ہے کہ اپنا طرزِ عمل متعین کرنے کے لئے پہلے یہ سمجھ لیا جائے کہ ہمارا زاویۂ نگاہ، ہمارا مقصد اور ہمارا خیال کیا ہے جب تک مقصد متعین نہ ہوگا عمل میں ہم آہنگی، ربط، استحکام اور تسلسل پیدا نہ ہو سکے گا

اس سلسلے میں سب سے پہلے ہمیں یہ سوچنا چاہیئے کہ مسلمان کا مقصد اور زاویہ نگاہ کیا ہے؟ اور زندگی کس مقصد کے لئے ہے یا زندگی ہی مقصد ہے؟ کیا مسلمانوں کی زندگی محض اس لئے ہے کہ کمائے، کھائے اور مر جائے؟ کیا اس کی اسلامیت کے حدود اربعہ یہ ہیں کہ کسی ملک پر حکومت کرے، عہدوں کی قاشوں پر منہ کو ہاتھ مارے، اپنے اقتدار کا سکہ جمائے اور نیشنلزم کی بنیادوں پر تعصبیہ حقوق کی میزان کھڑی کرے؟ اگر مسلمان کی زندگی کا مقصد صرف یہ ہے تو پھر انہیں اسلام کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ یہ مقصد اسلام کے بغیر بھی حاصل ہو سکتا ہے اور غیر قومیں اسلام سے بے نیاز ہو کر یہ حاصل کر بھی رہی ہیں۔

تو پھر سوال یہ ہے کہ مسلمان کی زندگی کا مقصد کیا ہے

وہ دنیا کی بھیڑ بھاڑ میں ایک بھیڑ کا اضافہ کرنے کے لئے پیدا ہوا ہے یا اس کی زندگی کے خط و خال ایسے ہیں جو نظام تمدن اور ضابطۂ حیات میں خاص امتیاز رکھتے ہیں؟ اگر مسلمان کی زندگی کا کوئی خاص مقصد ہے اور ان کا ایک خاص زاویۂ نگاہ ہے جس پر ان کی عملی زندگی کو مبنی ہونا چاہیئے تو وہ کیا ہے؟ قرآن اعلان کرتا ہے کہ مسلمان کی زندگی کا نصب العین اور زاویۂ نگاہ کسی قوم اور ملک کی نہیں پوری انسانیت اور ساری کائنات کی اصلاح ہے :-

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ط

(تم بہترین امت ہو اور تمہارا ظہور اس لئے ہوا ہے کہ انسانیت کو نفع پہنچاؤ اور نفع رسانی کی صورت یہ ہے کہ تم اچھی باتوں کا حکم کرتے ہو اور بُری باتوں سے روکتے ہو)

یعنی مسلمان کا مقصدِ زندگی یہ ہے کہ وہ اپنے نفس سے مکارمِ اخلاق کی شہادت دے کر انسانیت کی اخلاقی تربیت کرے اور راہ کے ان کانٹوں کو ہٹائے جو انسانیت کی حقیقی ترقی میں خود انسان نے بو رکھے ہیں۔ اور اعمال کی ایسی چمن بندی کرے کہ اس کا کوئی پھول کملائے اور سوکھنے نہ پائے۔

اگر مسلمان کا مقصدِ زندگی یہ ہے کہ وہ نہ صرف یہ کہ خود چوری نہ کرے بلکہ چوروں کے ہاتھ کاٹے نہ صرف یہ کہ خود شراب نہ پیے بلکہ شرابیوں کو سزا دے نہ صرف یہ کہ خود نفس کی غلامی سے بچے بلکہ حرامکاروں اور بدمشربوں کو کوڑے لگائے، نہ صرف یہ کہ غیر اللہ کے آگے نہ جھکے بلکہ نوعِ بشری کے ایک ایک فرد کو خدا پرست، خدا ترس اور عارف باللہ بنائے نہ صرف یہ کہ خود عدل کرے اور ظلم کو مٹائے بلکہ ہر انسان کو عادل بنائے نہ صرف یہ کہ مکارمِ اخلاق اعمالِ صالحہ اور تزکیۂ نفس کا نمونہ بنے بلکہ پوری انسانیت کو اس سانچہ میں ڈھال کر ایک صالح نظام، ایک پاکیزہ تمدن اور ایک شائستہ تہذیب قائم کر دے تو ہم پوچھتے ہیں کہ ایسے مسلمان نظامِ شمسی کے اسی کرہ میں بستے ہیں، یا ان کا مسکن اور مولد و بوم کرۂ مریخ ہے۔ اگر یہ مسلمان اسی زمین پر بستے ہیں تو سوال یہ ہے کہ ان کی عملی زندگی کیا ہے، اس کے اثرات و نتائج کیا ہیں اور انسانی تمدن سے کس حد تک اس کا ثبوت ملتا ہے؟ اگر مسلمان کی عملی زندگی اسلامی مقصد کا مظہر نہیں، اگر مسلمان مسلمان ہو کر بھی اپنی اسلامیت پر نفس کی شہادت پیش نہ کر سکا، اور نظمِ انسانی اس شہادت کا ثبوت مہیا نہ کر سکی تو مسلمان چاہے حکومت کرے اور ہمالیہ کی بلند ترین چوٹی پر اپنا پرچم لہرائے یا آفتاب کو مٹھی میں لے لے اور کہکشاں پر آشیانہ بنائے وہ خیر امت کے لقب کا مستحق نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کے ظہور و نمود کا مقصد فوت ہو گیا۔ اس کے حاشیۂ زندگی پر امتیازی نقوش نہ ابھر سکے اور اس کے ذریعہ عالم انسانیت میں کوئی انقلاب برپا نہ ہو سکا! حکومت کرو عیش اڑاؤ، ترقی کی وادیوں کو عبور کرو اور چار دانگ عالم میں سطوت و جبروت کا ڈنکا بجاؤ مگر اسلام کا مطالبہ تو یہ ہے کہ دنیا کی اصلاح کرو، انسانیت کو مکارمِ اخلاق کی چوٹی پر پہنچاؤ

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ط

(اس شخص سے احسن اور انفع، اور کون ہوگا جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرکے اعلان کرے۔ میں مسلمان ہوں۔)

اگر مسلمان کا مقصد اور زاویۂ نگاہ یہ ہے جو اوپر مذکور ہوا تو یقیناً اس طرزِ عمل بھی اسی کے مطابق ہوگا، مگر مسلمانوں کا طرزِ عمل کیا ہے۔ اس کی کشتی کس رو پر چل رہی ہے؟ اور اس کی گفتار و کردار کا انداز کیا ہے؟- اگر ان سوالا،

جواب یہ ہے کہ نظام انسانی میں مسلمان کی اخلاقی قوت غلبہ پا چکی ہے اور وہ دنیا کی ہر برائی کو چیلنج کر کے ایک امتیازی شان پیدا کر چکا ہے تو ہمیں کہنے دیجئے کہ مسلمان کامیاب ہے۔ اور مبارک ہے وہ دنیا جسے اس کے مسکن بننے کا فخر حاصل ہوا۔ لیکن اگر جواب یہ ہے کہ مسلمان، صرف یہ کہ دوسروں کو چوری سے نہیں روکتا بلکہ خود بھی چوری کا مرتکب ہوتا ہے، نہ صرف یہ کہ زانیوں اور شرابیوں کو کوڑے نہیں لگاتا بلکہ اس جرم میں خود کوڑے کھاتا اور سزا پاتا ہے، نہ صرف یہ کہ دوسروں کو خدا ترس اور خدا پرست بنائے، خود غیروں کے آگے جھکتا اور ان کے نام سے لرزتا ہے۔ نہ صرف یہ کہ دوسروں کو قسط و عدل پر قائم کرے، خود ظلم و جور کی تخم ریزی کرتا ہے، نہ صرف یہ کہ انسانیت کو نیکی کا سبق دے اور برائی کی جڑ اکھاڑے، خود برائیوں کی فیکٹریاں کھولتا اور معصیت کے پرزے تیار کرتا ہے۔ نہ صرف یہ کہ دنیا کو حدود اللہ سے آشنا کرے، خود ایک ایک حد کو توڑتا اور قانون شریعت کی خلاف ورزی کرتا ہے، نہ صرف یہ کہ دلوں سے نفرت دور کرے، خود دنیا کو اسلام سے نفرت دلاتا اور خلق کو اللہ کی راہ سے روکتا ہے تو صاف مطلب یہ ہوا کہ اس کی زندگی کا کوئی مقصد نہیں۔ اگر ہے تو صرف یہ ہے کہ عیش کرے، حکومت کے در و بست پر قابض ہو، عہدوں پر ہاتھ مارے اور "قومی" حقوق کے لئے جنگ کرے۔ مگر یہ مقصد اسلام کا مقصد نہیں۔ اس میں تو کفار بھی برابر کے شریک ہیں اور انھیں اس میں مسلمانوں سے زیادہ انہماک ہے۔ اگر مسلمان مسلمان رہنا چاہتا ہے تو اسے ہر میدان میں اسلام کی راہ سے آنا پڑے گا۔ اسے اسلام کے نظام نامہ پر دستخط کر کے حکومت کرنی ہوگی تاکہ اپنے نفس سے اسلام کی شہادت دے کر اصلاح عالم کی ذمہ داریوں کو سنبھال سکے اور ہر بدی کی جڑ کاٹ کر دنیا کو امن و سلامتی، عدل و مساوات، نیکی اور اخلاق کی دولت دے سکے۔

دنیا میں انسانوں کی کمی نہ تھی، قوموں کا قحط نہ تھا، نسلوں اور قبیلوں کی تلاش نہ تھی۔ اگر مسلمان کا ظہور محض قوم کی حیثیت سے ہوتا تو یہ بھیڑ میں ایک بھیڑ کا اضافہ تھا۔ مگر نہیں مسلمان تو ایک اعلیٰ مقصد کو لے کر پیدا ہوا ہے ایسا مقصد کہ اگر اس کا ظہور نہ ہوتا تو حیات انسانی کی کوئی گرہ نہ کھلتی۔ یعنی اصلاح خلق، تنظیم حیات، تزئین اخلاق، امر بالمعروف، نہی عن المنکر۔ ایک مسلمان کا کام یہ ہے کہ وہ دوسروں سے زیادہ سے زیادہ محبت کرے تاکہ دوسرے بھی زیادہ سے زیادہ مانوس ہو کر اس کے پیغام کو سنیں اور شہادت علی النفس سے متأثر ہو کر اپنے اعمال کی اصلاح کریں۔ مگر دیکھئے آج پوری انسانیت مسلمان کے نام سے بھاگتی ہے۔ ہر جماعت مجبور ہے کہ مسلمان سے نفرت کرے اور اس کے اعمال سے کانوں پر ہاتھ رکھے مگر یہ تو مسلمان کا نہیں اسلام کا نقصان ہے اور مسلمان اپنے غیر اسلامی اعمال سے اسلام کی راہ میں روک بن گئے ہیں۔ یہ مسلمان ہے اس سے بچو، یہ مسلمان ہے اس سے ہوشیار رہو۔ یہ مسلمان ہے اس کی نگرانی کرو۔ یعنی مسلمان یعنی جرائم پیشہ، مسلمان یعنی بدی اور شرارت کا مرادف، مسلمان یعنی ہر قسم کی معصیتوں کا مرتکب، ایسے مسلمان کو دیکھ کر دنیا اسلام سے بھاگ رہی ہے اور اسلام کا مقصد خود مسلمان کی غیر اسلامی زندگی سے فوت ہو رہا ہے۔ آہ! جس قوم کا امتیازی نشان تھا شُھَدَاءَ عَلَی النَّاسِ اسے آج دنیا نے خدا کا عذاب سمجھ رکھا ہے اور اس کی وجہ سے اسلام کی حالت یہ ہے کہ:۔

فلیبک علی الاسلام من کان باکیا

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ

جناب خان بہادر حاجی وجیہ الدین صاحب پانیر آرمس کمپنی کراچی

یہ ایک حقیقت ہے کہ ہر علمی و دینی تحریک اور اسلامی ادارہ کی کامیابی کیلئے جس طرح سرمایہ ایک اہم اور ضروری چیز ہے اسیطرح دینی و ملی ضروریات کا احساس و فرض شناسی اسکی بقا و ترقی کے لئے بنیاد کا حکم رکھتی ہے۔ الحمد للہ کہ اُمت مسلمہ میں احساس ذمہ داری و فرض شناسی کے جذبات پیدا ہو رہے ہیں جو ایک رحمت و فال نیک ہے۔ اس حقیقت کے ثبوت کے لئے جناب خان بہادر حاجی وجیہ الدین صاحب کی بافیض ہستی کو پیش کیا جا سکتا ہے۔

دہلی میں دار العلوم حرم صولتیہ کے صدر دفتر کی تباہی و بربادی سے اس مرکزی درسگاہ کو جو نقصان پہونچا ہے وہ اہل نظر اور حقائق بیں حضرات سے مخفی نہیں اور جس کا مجملاً اظہار وقتاً فوقتاً ملک کے اسلامی جرائد و ندائے حرم کے صفحات پر بھی ہو چکا ہے۔

دہلی میں دفتر کی تباہی کے بعد ہمارے سامنے سب سے اہم سوال اسکے دوبارہ قیام اور فوری بحالی کا تھا تاکہ جو سلسلہ امداد اس بین الاقوامی مرکزی درسگاہ کے لئے اس دفتر کے ذریعہ جاری تھا وہ زیادہ عرصہ تک بند نہ رہے، قرول باغ سے افتاں و خیزاں ہم خدا کے فضل سے سلامت نکل آئے اور تقریباً تین ماہ جامع مسجد دہلی کے علاقہ میں مستقل قیام امن کے منتظر رہے تاکہ صدر دفتر اور ندائے حرم بدستور دہلی میں ہی قائم و جاری رہیں۔ مگر قدرت کو یہ منظور ہی نہ تھا ۳۰ نومبر ۱۹۴۷ء کو بادل ناخواستہ ہمیں دہلی چھوڑ کر لاہور آنا پڑا۔ لیکن کراچی کو قیام دفتر کے لئے بوجوہ ترجیح دینی پڑی اس دوران میں حاجی صاحب موصوف کے ہمدردانہ پیغامات اور مفید مشورے برابر ہمیں لاہور میں ملتے رہے۔ آخر بتلاش مکان کراچی آنا ہوا، اور موصوف کی مسافر نوازی و مہمانی کا نہ صرف شرف حاصل ہوا بلکہ مقامی طور پر آپ کی اور آپ کے صاحبزادگان حاجی حافظ جمیل الدین احمد و حاجی حافظ فرید الدین احمد صاحبان کی پوری پوری اعانت اور رہنمائی ہمارے شامل حال رہی۔ کراچی میں مکان کا مسئلہ بہت ہی اہم اور دشوار ہے۔ اگر یہاں حصول مکان کو جوئے شیر لانے سے تشبیہ دی جائے تو یہ ہرگز مبالغہ نہ ہوگا، جو حضرات حصول مکان میں یہاں صعوبتیں برداشت کر چکے ہیں یا اب سرگرداں ہیں وہی حاجی صاحب کے اس احسان عظیم اور ایثار کا اندازہ لگا سکتے ہیں جو آپ نے دار العلوم حرم صولتیہ مکہ معظمہ پر فرمایا ہے۔

یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ ہمارے حاجی صاحب قبلہ کو جو تعلق و خلوص دار العلوم حرم صولتیہ مکہ معظمہ اور اسکی علمی و عملی تحریکات سے رہا ہے اور اب بھی ہے۔ اُسی کی بنا پر کراچی میں مکان کا اہم مسئلہ اُس، لامکان کے گھر کی اس مرکزی اور علمی درسگاہ کے لئے موصوف کی فراخدلی، حوصلہ مندی اور جذبہ خلوص و دینداری سے حل ہو گیا۔ آپنے بخوشی اپنا مسکونہ مکان نہایت کم ساہ شرائط پر دفتر کے لئے مخصوص فرما کر اس دور ابتلاء و آزمائش میں قربانی کی ایک روشن مثال قائم فرما دی ہے۔ قیام دفتر کے بعد ہمیں سب سے پہلے دار العلوم حرم کے لئے جو امدادی رقم وصول ہوئی وہ آپ ہی کا عطیہ

مبلغ تین سو بائیس روپئے آٹھ آنے تق خیر کی ہم نے سب سے پہلی رسید جاری کرکے اس کو باعث خیر و برکت اور فال نیک سمجھا۔ اسی کے ساتھ دفتر کے لئے بعض ضروری اشیاء ڈیسک رایک الماری وغیرہ بھی عنایت فرماکر اَلسّٰابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ کی فہرست میں اپنا نام درج کرالیا۔ موصوف ہمارے صدر شکریہ کے متمنی نہیں ہیں، انکا معاملہ صرف خدا کے ساتھ ہے۔ اسی کی خوشنودی اور رضا جوئی کے لئے آپ نے یہ سب کچھ کیا ہے۔ مگر ہمارا فرض ہے کہ ہم ایسے محسنین و مخلصین کا شکریہ اپنی اور کارکنان دارالعلوم حرم صولتیہ مکہ معظمہ کی جانب سے ادا کریں دارالعلوم حرم کے علمائے کرام اساتذہ اور طلباسے ہماری درخواست ہے کہ وہ کعبہ کے زیر سایہ آپ کو، آپ کے صاحبزادگان اور خاندان کو اپنی مخلصانہ دعاؤں میں ہمیشہ یاد رکھیں۔ یہ بھی خدائے تعالیٰ کا فضل ہے کہ وہ اپنی عطا کردہ نعمتوں کے صحیح مصرف اور جائز استعمال کی توفیق عطا فرمائے۔ الحمد للہ یہ نعمت عظمیٰ حاجی صاحب اور آپ کے خاندان کو میسر ہے جو یقیناً دین و دنیا کی فوز و فلاح کا باعث ہے۔

خان بہادر شیخ محمد عیسیٰ صاحب الہ آباد

آپ کی ذات گرامی ہمارے ملک کے متولیان اوقاف کے لئے قابل مثال نمونہ ہے۔ کاش کہ آپکا نمونۂ عمل صحیح اقدام، جذبۂ خلوص اور احساس فرض شناسی دیگر متولی صاحبان و منتظمین اوقاف کے لئے مشعل راہ ثابت ہو۔

آپ وقف شیخ عبد الصمد صاحب مرحوم الہ آباد کے متولی ہیں، آپ کی فرض شناسی سے مبلغ بارہ سو روپیہ سالانہ وقف مذکور سے دارالعلوم حرم مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کو ہمیشہ بلا یاد دہانی وقت پر ملتے رہے ہیں۔ لیکن اس مرتبہ دہلی میں صدر دفتر کی تباہی اور ہمارے وہاں سے ہجری انتقال کی وجہ سے آپ اب تک یہ رقم ارسال نہ فرما سکے تھے۔ کراچی میں قیام دفتر کے بعد ہم نے دفتر کے پتہ سے آپ کو مطلع کیا تو آپ نے یہ معلوم ہوتے ہی حسب سابق مبلغ بارہ سو روپیہ دارالعلوم حرم صولتیہ کے لئے اور مبلغ یکصد روپیہ مستحقین مکہ مکرمہ کیلئے بذریعہ بنک ڈرافٹ ہمیں ارسال فرماکر جس اولوالعزمانہ احساس مذہب، حرم پاک سے سچی محبت و عقیدت، اور دارالعلوم حرم کی مرکزی تحریک سے دلی تعلق و لگاؤ کا ثبوت پیش فرمایا ہے وہ ایک قابل تقلید نمونہ ہے۔ اگر تمام متولیان اوقاف اس نمونہ کو سامنے رکھکر اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو پورا کرنے لگیں تو یہ یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ ہمارا اہم قومی ادارہ عوام کی امداد و عام چندوں سے بالکل بے نیاز ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ خان بہادر صاحب کے دلی مقاصد اور نیک ارادے پورے فرمائے اور حسن نیت کا اجر عظیم آپ کو نصیب ہو۔

کلکتہ کے ایک قدیم مخلص معاون در اخفا پسند محسن

اسکو اللہ تعالیٰ کا انعام سمجھنا چاہیئے کہ وہ اپنی عطا کردہ دولت کے صحیح اور جائز مصرف کی توفیق رفیق فرمائے اور اپنی خوشنودی و رضاجوئی کے لئے کسی کو منتخب فرمائے۔ کلکتہ میں ہمارے ایسے ایک خوش قسمت مخلص موجود ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے نیکیوں کے لئے منتخب فرمایا ہے۔ اور جو دارالعلوم حرم صولتیہ کو ہمیشہ یاد رکھتے ہیں اور اس کی طرف اکثر دست کرم بڑھاتے رہتے ہیں

اس عالم اور مقبول بارگاہ ہستی کا ذکر خیر بار ہا ان صفحات پر آچکا ہے۔ آپ کے فیض کرم سے اہل حرم کی دستگیری ابھی ہوتی رہتی ہے۔ حافظ حقیقی انکو، ہمیں اور جملہ مسلمانوں کو اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ آمین۔

دہلی میں دفتر کی تباہی و بربادی کے بعد موصوف کو ہمارے پتہ کی تلاش تھی، ہم نے قیام دفتر کے بعد کراچی سے آپ کو اپنی سلامتی اور دفتر کے پتہ کی اطلاع دی، جواباً جو مکتوب ہمیں موصول ہوا ہے اس کا مختصر اقتباس ہدیۂ ناظرین ہے:

"آپ کا خط مورخہ یکم مئی مع خیریت و کیفیت سے آگاہی ہوئی۔ کچھ عرصہ ہوا دہلی سے جناب ... ... صاحب کلکتہ تشریف لائے تھے ان سے یہ معلوم کرکے کہ گو مالی نقصان تو بہت زیادہ ہوا مگر خدا تعالیٰ نے جانیں بچالیں جہاں نقصان کا افسوس ہوا وہاں جناب کی خیریت معلوم کرکے اطمینان بھی ہوا۔ یہ بھی ان سے معلوم ہوا تھا کہ ابھی دفتر کا قیام عمل میں نہیں آیا۔ لاہور یا کراچی میں آئندہ آپکا دفتر قائم کرنے کا خیال ہے، اب جناب کے خط سے معلوم ہوا کہ کراچی میں دفتر قائم ہوگیا ہے، اللہ تعالیٰ مدد فرمائے میں اگرچہ گزشتہ سال انہی دنوں میں دہلی میں تھا، کئی بار حاضر ہونے کا ارادہ بھی کیا مگر پریشانیوں میں ایسا الجھا رہا کہ حاضر نہ ہوسکا اور مدرسہ کے لئے جو پیش کرنا چاہتا تھا وہ پیش نہ کرسکا۔ اب عریضہ ہذا کے ہمراہ ایک ڈرافٹ چونتیس سو روپیہ کا ردانہ خدمت ہے۔ اسمیں سے دو ہزار روپیہ مدرسہ صولتیہ کیلئے ایک ہزار گزشتہ سال کا جو حاضر نہ کرسکا اور ایک ہزار اس سال کے، یہ دو ہزار تو مدرسہ کے ہیں۔ بارہ سو روپیہ میں سے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں دو مگر منتخب کرکے انکی امداد سال بھر تک کی جائے۔ اور دو سو روپیہ آپ دفتر کراچی کی مختلف ضروریات کی تکمیل میں صرف فرمائیں۔ دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ اخفائے نام کیلئے پھر یاد دہانی کر رہا ہوں امید ہے کہ آپ اس کا خیال فرمائیں گے۔"

کیسا نیک اور پاک جذبہ ہے۔ خدا کی ذات پاک سے امید ہے کہ مخلص اور بلند ہمت معطی کا جذبۂ اخلاص ضرور مقبول ہوگا۔ ہم حسب ہدایت اخفائے نام کے لئے مجبور ہیں۔ آپ کی ذات ہمارے رسمی شکریہ کے الفاظ سے بہت ارفع ہے، اخفائے نام کی تاکید اس امر کی بین دلیل ہے کہ آپ اپنا معاملہ صرف اللہ تعالیٰ سے رکھنا چاہتے ہیں اور اسی سے اجر و ثواب کے متمنی ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی حسن نیت کو قبول فرمائے۔

دہلی میں دارالعلوم حرم کے دفتر کی تباہی سے مالیہ کا متاثر ہونا ضروری امر تھا اس موقعہ پر آپ کی اس بروقت و گرانقدر امداد کیلئے ہم صدر دفتر کراچی اور ارکان دارالعلوم حرم مدرسہ صولتیہ کی طرف سے آپ کا شکریہ ادا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے اور آپکے نیک ارادے پورے فرمائے۔ آمین۔

ضروری تصحیح

گزشتہ ماہ کے ندائے حرم بابت ماہ مئی ۱۹۴۸ء میں سرورق کے دوسرے صفحہ پر دفتر کے پتہ میں مبتلا ۱۰۲ جمشید کوارٹرس سہو کتابت سے شائع ہوگیا ہے۔ ناظرین کرام براہ کرم دفتر کا صحیح پتہ ۱۱۲ جمشید کوارٹرس کراچی ۳ اپنی یادداشت میں درج فرمالیں۔

(مدیر)

بصائر

اسلام اور سیاستِ عادلہ

امتِ مسلمہ کے فرائض اور ذمہ داریاں

(۱)

"چونکہ ہندوستان میں پاکستان کا قیام عمل میں آگیا ہے۔ اس لیئے قدرتی طور پر سوال ہوگا کہ اسلام میں حریتِ شخصی اور اعتقادی کا مقام کیا ہے اور مسلمانوں کا نظام حکومت کن اصول پر مبنی ہے؟ ذیل میں اس سوال کا جواب دینے کی کوشش کی گئی ہے جو علامہ عبدالوہاب خلاف مفتش محاکم شرعیہ مصر کی کتاب "السیاستہ الشرعیہ" سے ماخوذ ہے۔ امید ہے کہ ناظرین کرام اس اہم مضمون کو سمجھے اور اسکی روح کو قایم رکھنے کی کوشش کریں گے۔" (ندائے حرم)

جن بنیادوں پر نظام حکومت استوار ہوتا ہے اس کی ایک اہم شق یہ ہے کہ افراد کے حقوق کس حد تک تسلیم کئے گئے ہیں۔ اور مساواتِ باہمی کو کن بنیادوں پر مستحکم کیا گیا ہے؟ آپ کسی دستورِ حکومت کے بنیادی اصول پر نظر ڈالیئے۔ آپ کو حریت اور مساوات کے باب میں بڑے بڑے دعوے ملیں گے اور ان میں ایسے امور کی تشریح بھی موجود ہوگی جو حریت اور مساوات کو تسلیم کرتے ہیں۔ غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ انسانی حقوق صرف دو چیزوں پر مبنی ہیں۔

(۱) حریت فردی (۲) مساوات

مساوات سے مراد یہ ہے کہ حقوق مدنی اور سیاسی میں پوری یکسانیت ہو، افراد میں اونچ نیچ کا امتیاز باقی نہ رہے، قانون اور اسکے مقاصد میں سب کا حصہ برابر ہو!

حریت شخصی کا مطلب یہ ہے کہ ہر شخص اپنے ذاتی معاملات میں آزاد ہو، وہ اپنے نفس، اپنی عزت، اپنے مال، اپنے مقام اور اپنے تمام حقوق میں آزاد ہو۔ صرف اتنی شرط ہے کہ اسکی آزادی دوسروں کی آزادی اور حقوق میں مخل نہ ہو۔ زیادہ غور کروگے تو معلوم ہوگا کہ حریت ذاتی، چند قسم کی آزادیوں پر مشتمل ہے۔

(۱) حریت ذات

(۲) حریت مقام

(۳) حریت ملک

(۴) حریت اعتقاد

(۵) حریت رائے

(۶) حریت تعلیم وتربیت

ہر کسی شخص یا اشخاص کو یہ آزادیاں میسر ہیں تو بلا تامل کہا جا سکتا ہے کہ وہ حریت شخصی سے کامل طور پر بہرہ ور ہیں۔ اسلام جو غلاموں کو آزاد کرانے اور محکوموں کو ذلت سے نجات دلانے آیا ہے، دیکھنا یہ ہے کہ حریت شخصی اور اس کے لوازم کے بارے میں اس کی تعلیم کیا ہے اور وہ اپنی رعایا کو کس حد تک حریت دینے کے لیے تیار ہے

حریت فردی

اسلام میں حریت شخصی مکمل طور پر تسلیم کی گئی ہے اور ان تمام موانعات کو دور کیا گیا ہے جو اس راہ میں حائل ہو سکتی ہیں۔ یہ ضرور ہے کہ اسلام نے اوامر ونواہی کے حدود مقرر کر کے ان کے توڑنے والوں کے لیے سزا مقرر کی ہے۔ ان میں بعض سزائیں تو وہ ہیں جن کی نوعیت اور کیفیت تفصیل کے ساتھ بتا دی ہے اور جنہیں قرآن کی زبان میں حدود اللہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ بعض سزائیں وہ ہیں جنہیں دیدہ ور حکام کی ذمہ داری پر چھوڑ دیا گیا ہے اور جنہیں عام طور پر تعزیرات کہا جاتا ہے۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اسلام میں جرم وہی ہے جو حدود الٰہی سے تجاوز کر جائے اور سزا بھی وہی ہے جو شریعت اور اس کے مقتضیات کے مطابق ہو!

علماء کا اتفاق ہے کہ دی سزائیں جائز ہیں جو نص سے ثابت ہوں۔ نیز اصل اقتباس سے جو سزائیں تجویز کی جائیں گی وہ اسلام میں معتبر ہوں گی۔ قرآن کریم میں ہے۔

فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِیْنَ ۔ زیادتی کا بدلہ صرف ظالموں کو ملے گا۔

نیز فرمایا۔

فَمَنِ اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَیْهِ	جو تم پر زیادتی کرے تم بھی
بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ	اس کے مطابق زیادتی کا جواب دو۔

اب اسلام میں نہی (ممنوع) کا مطلب یہ ہوا کہ ظالم کے سوا سزا کسی اور کو نہ دی جائے، امر (حکم) یہ ہے کہ ظالم کو جو سزا دی جائے وہ اس کی شرارت سے زیادہ نہ ہو۔ یعنی سزا شرع کے مطابق ہی دی جا سکتی ہے۔ قیاس کو اس میں کوئی دخل نہیں ہے!

کتاب وسنت پر جتنا بھی غور کیا جائے یہی معلوم ہوگا کہ اسلام نے ظلم اور ایذا رسانی کا کامل طور پر سد باب کیا ہے۔ خواہ وہ مسلمان ہو یا ذمی۔ ہر شخص کو اپنی حریت ذات وامان عطا کی گئی ہے اور ایسا انتظام کیا گیا ہے کہ کوئی شخص بے گناہوں پر ظلم نہ کرنے پائے۔

حریت مقام

اسلام میں مسکن، مقام اور مکان کی حریت کو کھلے طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔ جلا وطنی کی سزا محض ایک سزا ہے جسے قرآن نے اس صورت میں جائز رکھا ہے کہ زمین پر فساد پھیلے اور اشرار اپنی حرکتوں سے باز نہ آئیں۔ ارشاد ہے:

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ	جو لوگ خدا اور اس کے رسول سے
یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ	نبرد آزما ہوں، یا زمین میں فساد
وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ	پھیلائیں۔ وہ اس لائق ہیں کہ انہیں
فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا	قتل کر دیا جائے یا ان کے ہاتھ پاؤں
اَوْ یُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ	جانب مخالف سے قطع کر دیئے جائیں
اَیْدِیْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ	یا انہیں جلا وطن کر دیا جائے۔
مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا	
مِنَ الْاَرْضِ	

غرض اسلام میں بطور سزا جلا وطنی کو تسلیم کیا گیا ہے ورنہ وہ حریت مسکن کا سب سے بڑا حامی ہے۔ قرآن کا ارشاد ہے۔

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ ۔

اے اہلِ ایمان۔ اپنے گھروں کے سوا غیروں کے گھروں میں داخل نہ ہونا سوائے اس صورت کے کہ تم گھر والوں سے مانوس ہو جاؤ اور سلام دے لو (ان گھر والوں پر کہ تمہاری آمد ناگوار نہ گزرے) اور یہ طریقہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ اگر تم اس نصیحت کو گرہ میں باندھو۔ پھر اگر گھر میں کوئی نہ ہو تو بغیر اجازت کے قدم بھی نہ رکھو۔ جب تک اجازت نہ ہو تم کو۔

دیکھئے کس صفائی اور وضاحت سے حریت مسکن کو تسلیم کیا گیا ہے۔ اور یہ وہ اصلِ عظیم ہے جو حریت شخصی کی جان ہے۔

حریت ملکیت

اسلام نے ملکیت کے تصرف کو جائز رکھا ہے اور خرید و فروخت، کرایہ اور قرض کو بھی جائز قرار دیا ہے۔ لیکن اس تصرف کی صحت کے لیے یہ شرط رکھی ہے کہ متصرف کی حریت، اس کی رضامندی اور اس کے اختیار پر حرف نہ آنے پائے۔ چنانچہ مالی مبادلہ کا رکن اول "تراضی" یعنی رضامندی ہے چنانچہ فرمایا ہے

لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ

تم آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق مت کھاؤ۔ سوائے اس کے کہ وہ مال تجارت ہو اور باہمی رضامندی سے معاملہ طے پاگیا ہو۔

اسلام میں جابجا ایک دوسرے کے مال پر تعدی کرنے اور زبردستی غیر کے مال پر قبضہ کرنے کے تحت ممانعت کی گئی ہے۔

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ

ناحق ایک دوسرے کا مال آپس میں مت کھاؤ اور حکام کی طرف اس لیے رجوع نہ کرو کہ لوگوں کا مال ہڑپ کر جاؤ۔

چور اور غاصب کے لیے جو سزا اسلام نے مقرر کی ہے اس کی بنیاد بھی حریت ملکیت ہے۔ پیغمبر اسلام کا ارشاد ہے۔

لَا يَحِلُّ لِاَحَدٍ اَنْ يَّاْخُذَ مَتَاعَ اَخِيْهِ لَاعِبًا وَّلَا جَادًّا فَاِنْ اَخَذَهٗ فَلْيَرُدَّهٗ عَلَيْهِ ۔

کسی کے لیے جائز نہیں کہ ہنسی یا ظلم کے طور پر اپنے کسی بھائی کا مال ہتھیا لے۔ اگر کوئی ایسا کرے تو اسے مال کو واپس کر دینا چاہیے۔

اسلام ملکیت کا پورا احترام کرتا ہے اور کوئی حکم ایسا نہیں دیتا جو مالک کو اپنے مال کے انتفاع سے روک دے۔

حریت اعتقاد

اسلام نے توحید اور ایمان کی بنیاد بحث و نظر پر رکھی ہے نہ کہ جور و جبر پر۔ اسلام کہتا ہے کہ ہر شخص اپنی نظر و بصیرت کے مطابق جو عقیدہ چاہے اختیار کرے۔ اس نے کائنات پر غور و فکر کی دعوت اسی لیے دی ہے کہ انسان جس طرح خدا کے افعال پر غور کرتا ہے۔ اسی طرح وہ خدا کے قول (وحی) پر بھی نظر ڈالے اور قلبی اطمینان کے بعد حق کو قبول کرے! قرآن نے اس مقولہ کی کہ

بَلْ قَالُوْٓا اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ

انھوں نے کہا ہم تو اپنے باپ دادا کو اسی طریقہ پر پایا ہے اور ہم تو ان ہی کے نقش قدم پر چلیں گے۔

سخت مذمت کی ہے اور فرمایا ہے کہ بڑوں کی تقلید حق کا کوئی معیار نہیں ہے۔ قرآن نے جبر و اکراہ کے ساتھ ایمان کی نفی کی ہے۔ وہ کہتا ہے۔

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ — دین میں کوئی زبردستی نہیں کیونکہ ہدایت اور گمراہی میں امتیاز قائم ہو چکا ہے

دوسری جگہ فرمایا۔

اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ — کیا تم لوگوں کو زبردستی مسلمان بنانا چاہتے ہو؟ (ایسا نہیں ہو سکتا)

ایک داعی حق کے لیے سب سے بڑا ذریعہ تذکیر اور موعظہ حسنہ ہے۔

فَذَكِّرْ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ — نصیحت کئے جاؤ۔ تمہارا کام تو فقط نصیحت کرنا ہے۔ تم لوگوں پر داروغہ بنا کر نہیں بھیجے گئے۔

اسلام نے غیر مسلموں کے لیے اس امر کی آزادی تسلیم کر لی ہے کہ وہ اپنے دینی شعائر قایم کریں۔ اپنے معابد میں جائیں، اپنی مذہبی رسوم پوری کریں۔ اس حریت عمل کی بنیاد رسول کریمؐ کا یہ ارشاد ہے کہ

لهم مالنا وعليهم ما علينا۔ — وہ ہمارے دکھ سکھ میں برابر کے شریک ہونگے۔

حضرت عمرؓ کے زمانہ میں اہل ایلیا سے جو عہد نامہ کیا گیا اس میں مرقوم ہے کہ

"اہل ایلیا کو جان و مال کی آزادی دیجاتی ہے۔ ان کے کلیسا آزاد رہیں گے، انھیں نقصان نہیں پہنچایا جائیگا۔ انہیں دین بدلنے پر مجبور نہیں کیا جائیگا، انھیں خواہ مخواہ تکلیف نہیں دیجائے گی۔ نہ ان کی صلیبوں اور دوسری مذہبی چیزوں کو برباد کیا جائیگا"

ان دلائل سے معلوم ہوا کہ اسلام نے حریت اعتقاد کی پوری آزادی دی ہے اور دین کے بارے میں کسی پر جبر کو جائز نہیں رکھا ہے (باقی آیندہ)

پاکستان میں نماز جمعہ

ہندوستان کے مسلمانوں کا ہمیشہ حکومت سے یہ مطالبہ رہا کہ انہیں جمعہ کے روز دوپہر کے وقت نماز کی چھٹی دیجائے اور سرکاری طور پر یہ منظور بھی کر لیا گیا تھا۔ اقلیتوں کے صوبوں میں واقعی بدرجہ اتم اس پر عمل تھا۔ لیکن آج پاکستان کے دارالحکومت یا دیگر مقامات میں دیکھئے اذان کے بعد بھی تمام کام حسب معمول چلتے رہتے ہیں اور نماز کی طرف کوئی توجہ نہیں حالانکہ اسلامی قانون کے ماتحت جمعہ کی نماز کے وقت خرید و فروخت حرام ہے۔ لیکن فرزندان اسلام اس کی قطعاً پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنے پروگرام میں فرق نہیں لاتے۔ ہم مسلمانوں سے پوچھتے ہیں کہ آخر انھیں ناسازگار حالات میں اپنے مذہبی فرائض کی ادائیگی کا احساس کیوں ہوتا ہے۔ نماز کا خیال اگر مسلمانوں کو ہوگا تو وہاں جہاں دس پانچ ہونگے اور ایسے مقامات پر جہاں اسکی مخالفت کا بھی امکان ہو۔ مسجد کے سامنے باجا بجانے کا خیال پیدا ہوگا تو وہاں جہاں ان کی تعداد ۳، ۴ فیصدی ہوگی اور جہاں کے فسادات میں انکو جام شہادت پینے کے زیادہ امکانات ہوتے ہیں آخر مسلمان اپنی اس افسوسناک حالت پر کبھی غور بھی کرینگے؟

(نظام بحوالہ مخبر عالم)

حج ۱۳۶۷ھ ۱۹۴۸ء

حکومتِ سعودیہ عربیہ کا اعلان

اخراجاتِ حج وزیارت بابت ۱۳۶۷ھ مطابق ۱۹۴۸ء

		آنہ	روپیہ
	ٹیکس فیکس برائے معلم وزمزمی ووکیل جدہ ودیگر امور خیریہ علاوہ کرایہ جات سفر	۸	۴۸۶
از جدہ تا مکہ آمد ورفت	درجۂ اول چھوٹی موٹر (ٹیکسی) میں	—	۸۰
	درجۂ دوم لاری اوتوبس میں	—	۴۰
	درجۂ سوم لاری میں	۱۲	۲۶
از مکہ تا منیٰ وعرفات آمد ورفت	درجۂ اول چھوٹی موٹر (ٹیکسی) میں	—	۱۲۰
	درجۂ دوم لاری اوٹوبس میں	—	۶۰
	درجۂ سوم لاری میں	—	۴۰
مدینۂ منورہ آمد ورفت	درجۂ اول چھوٹی موٹر (ٹیکسی) میں	—	۳۲۰
	درجۂ دوم لاری اوٹوبس میں	—	۱۶۰
	درجۂ سوم لاری میں	۱۲	۱۰۶
کرایہ شقدف اس میں داخل نہیں وہ علیحدہ ادا کرنا ہوگا	کرایہ اونٹ از جدہ تا مکہ آمد ورفت	—	۱۳
	کرایہ اونٹ از مکہ تا منیٰ وعرفات	—	۲۰
	کرایہ اونٹ مدینۂ منورہ آمد ورفت	۱۲	۱۶
	کرایہ شقدف از جدہ تا مکہ فی کس	—	۴
	" " از مکہ تا جدہ فی کس	—	۴

کرایہ اونٹ از جدہ تا مکہ فی کس آمد و رفت — روپیہ ۔۔۔

" " از مکہ تا منیٰ و عرفات فی کس آمد و رفت — سے

۱ - دریا اور ہوائی جہازوں سے آنے والے ہر حاجی سے جہازوں کی کمپنیاں قرنطینہ کی فیس مبلغ چھیاسٹھ روپے بارہ آنہ کرایہ جہاز کے ساتھ وصول کرکے جدہ میں مقامی حکومت کو ادا کرتی ہیں۔

۲ - خشکی کے راستے سے آنیوالے ہر حاجی کو قرنطینہ کی فیس مع لاری ٹیکس حدود مملکت میں داخل ہونے پر ادا کرنی ہوگی۔

۳ - ہر ایک حاجی ۳۰ سیر تک سامان اپنے ہمراہ بلا کرایہ لے سکتا ہے۔ اس سے زیادہ سامان پر مقررہ اجرت ادا کرنی ہوگی

۴ - حاجیوں کا ذاتی سامان بغیر ٹیکس چنگی پاس کیا جائیگا کھانے پینے کی اشیاء پر پچاس سیر تک چنگی نہیں لی جائیگی۔

۵ - جدہ میں دو رات کے قیام کے بعد ہر رات کے قیام کے معاوضہ میں ایک ریال فی کس وکیل کو ادا کرنا ہوگا۔ چار دن کی اجرت دینے کے بعد بھی اگر حجاج کو جدہ میں قیام کرنا پڑا تو ان سے کوئی اجرت نہیں لی جائیگی۔

۶ - کرایہ مکان مکہ - کرایہ خیمہ عرفات - کرایہ خیمہ یا مکان منیٰ - حق خدمت مزدور مدینہ - کرایہ مکان مدینہ - مکہ میں سامان لانے اور لے جانے کی مزدوری - ان مذکورہ امور کے لیئے کوئی خاص رقم اخراجات حج کے بیان میں مقرر نہیں کی گئی ہے حاجیوں کی مرضی پر ان امور کو چھوڑ دیا ہے وہ جو طریقہ اپنے لیئے مناسب سمجھیں اختیار کر سکتے ہیں۔

۷ - قیام مدینہ منورہ

ہر حاجی مدینہ منورہ میں پندرہ روز تک موٹر کمپنی کو بلا کوئی معاوضہ دیئے ہوئے قیام کر سکتا ہے۔ جو اس مدت سے زیادہ قیام کرنا چاہیں انھیں مندرجہ ذیل شرح بموجب فیس ادا کرنی ہوگی۔

جو مقررہ مدت سے زیادہ بیس روز تک قیام کرنا چاہیں		۲۰ ریال عربی
" " " ۳۰ " " "		۳۰ "
" " " ۴۰ " " "		۴۰ "

جو حاجی کسی مدت کے ختم ہونے سے پہلے واپس ہونا چاہیں انھیں پوری مدت کی رقم ادا کرنی ہوگی۔

۸ - مقررہ مقدار سے زیادہ سامان پر مندرجہ ذیل کرایہ لیا جائیگا خواہ موٹر پر ہو یا اونٹ پر۔

	قروش سعودی
۱ - از جدہ تا مکہ فی سیر	۱
۲ - از مکہ تا جدہ فی سیر	۱
۳ - از مکہ یا جدہ تا مدینۂ منورہ فی سیر	۳

۹ - حجاج کا ضروری سامان جدہ سے مکہ تک اور مکہ سے جدہ تک موٹر میں جا سکتا ہے۔ باقی تمام غیر ضروری سامان اسی اجرت سے اونٹ پر جائیگا۔

۱۰ - جتنے اقسام کے سکے حجاج ادا کریں وہ ایسے ہوں جنکے استعمال کا حق سعودی حکومت کو بلا کسی پابندی کے حاصل ہو۔

ضروری اطلاع

مندرجہ ذیل بیان میں حجاج کرام کو اس رقم کی مفصل کیفیت سے مطلع کیا جاتا ہے جو ہر حاجی سے وصول کی جاتی ہے اور جن اداروں اور مدوں میں اسے تقسیم کیا جاتا ہے۔

	ریال عربی
اصل رقم جو ہر حاجی سے وصول کی جاتی ہے	½۴۰۱
اس رقم کا تعلق خاص حکومت سے ہے۔	ریال عربی ۲۰۰

(جو افراد حجاج کی خدمت انجام دیتے میں حصہ لیتے ہیں)

	ریال عربی
معلم کا حق خدمت	۱۵
زمزمی کا حق خدمت	۳ ½
وکیل جدہ کا حق خدمت	۷
جدہ میں دو شب کی قیام کا کرایہ مکان	۲
سامان کی اٹھوائی آتے اور جاتے وقت	۴
خادم کی اجرت	½
برائے شیخ المطوفین مع ان کے ممبران کمیٹی	½
ذیب معلموں کے لیے (وہ معلم جن کے نام حاجی نہیں آتے ہیں)	½
نقیب المعلمین جدہ کا حق خدمت	۱
نقیب المعلمین مکہ	½

رفاہ عامہ اور قومی اداروں کے لیے

	ریال عربی
برائے نہر زبیدہ مکہ معظمہ	۳۰
برائے نہر زرقاء مدینہ منورہ	۱۵
برائے " عزیزیہ جدہ	۱۰
برائے " بلدیہ مکہ مکرمہ	۲۵
برائے " " مدینہ منورہ	۱۵
برائے " " جدہ	۱۰
یتیم خانوں کے لیے	۱۲
جمعیۃ الاسعاف الخیری (فرسٹ ایڈ) کے لئے	۱۰

۱۰۴ ½

کراچی سے عازمین حج کے لئے خاص انتظامات

رمضان سے پہلے دو جہاز جائیں گے۔

حکومت پاکستان نے اپنے ایک پریس نوٹ میں اعلان کیا ہے کہ جو عازمین حج رمضان المبارک سے قبل تشریف لے جانے کا ارادہ رکھتے ہیں ان کی راحت رسانی کے لیے حکومت نے دو جہازوں کا انتظام کرلیا ہے جو کراچی بندر سے روانہ ہونگے۔ ان کے لئے سرکاری حج بکنگ آفس سے ٹکٹ خریدنے کا کوئی انتظام نہیں ہوگا اسلئے عازمین حجاز کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ براہ راست گرامہ نرونگ کمپنی دو واشرٹ کراچی سے معاملہ کریں جو مغل لائن کمپنی کے ایجنٹ ہیں یہ کمپنی تخت کا انتظام کردیگی۔

انتباہ - کراچی میں حاجیوں کا کیمپ فی الحال خالی نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں مہاجرین مقیم ہیں اسلئے جو عازمین حج قبل از رمضان حجاز جانے کا ارادہ رکھتے ہوں وہ کراچی میں اپنے قیام کا خود بندوبست کریں رمضان بعد طریقہ

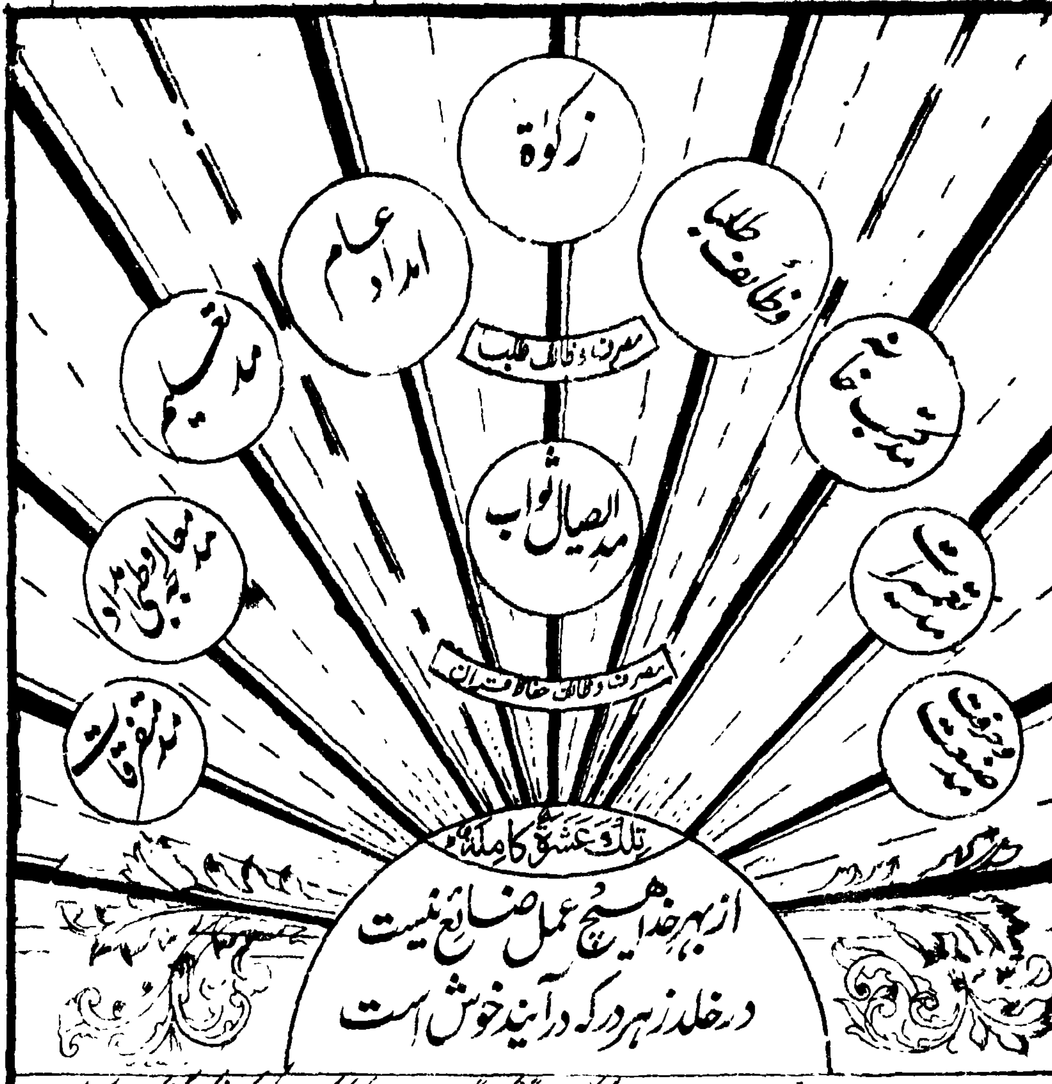
حج کے لیے جو انتظامات ہونگے ان کا اعلان جلد ہی کیا جائیگا۔ واضح ہو کہ ساحل جدہ پر اُترتے ہی سعودی حکومت ہر عازم حج سے مبلغ ۴۸۶ روپے ۸ روصول کرے گی۔ اس لیے جن عازمین حج میں اتنی استطاعت نہ ہو وہ عزم سفر نہ کریں۔

قبل از رمضان عازمین حج کے لیے جہازوں کی روانگی

مقام روانگی	نام جہاز	تاریخ روانگی	کیفیت
بمبئی	اسلامی	۲۰ر جون ۱۹۴۹ء	براہ کراچی جدہ جائیگا۔
کراچی	"	۲۳ر جون ۱۹۴۹ء	سیدھا جدہ جائیگا
کراچی	اکبر	۲۶ر جون ۱۹۴۹ء	" "

کرایہ تا جدہ { فرسٹ کلاس آمد و رفت معہ خوراک ۱۰۵۰ روپیہ
وشہ (ڈیک) " " " ۳۵۳

اس کرایہ میں قرنطینہ کامران، حفظان صحت جدہ اور کشتی کا کرایہ شامل نہیں ہے جو ۳۶۷ روپے ۸ر ہوتا ہے۔



دار العلوم حرم صولتیہ مکہ معظمہ مختلف امور خیر کا مجموعہ ہے اور ہر نیک کام اپنی جگہ نیکی ہے مگر اس عقیدہ پر یقین کیجئے کہ مکہ معظمہ کی ایک نیکی لاکھ نیکیوں کے برابر ہے دار العلوم صولتیہ کی ان مدات میں سے جس مد کو آپ مفید اور ضروری سمجھیں اُس کی ترقی کے لئے اپنی گرامی توجہ مبذول فرمائیے تاکہ خدا کے گھر میں کعبہ کے زیر سایہ آپ کا یہ چھیتر سالہ کار خیر آپ کی نیکیوں کا بہترین نتیجہ پیدا کرسکے

لاکھ میں ایک ہی بندے لاؤ نہ دے ایک تو دے — ایک کے بدلے میں دے لاکھ صلے اکبر

حد سے باہر نہیں اس ایک کے بدلے لاکھ — دین کا مدرسہ جو حرم کے اندر

جو یہاں جمع کیا وہ یہیں برباد ہوا

جو دیا نام حسنہ جمع ہے اللہ کے گھر

توشۂ آخرت

لنچنگ!

امریکہ کی تہذیب میں نسلی تعصب کا پیوند

اسلام میں "لنچنگ" کا مرادف کوئی لفظ نہیں ہے۔ امریکہ میں یہ لفظ ایجاد ہوا۔ وہیں اس پر عمل ہوا اور وہیں سے دنیا واقف ہوئی کہ اس لفظ کی حقیقت کیا ہے! لنچنگ Lynching ایک لاقانونی قانون کا نام ہے جسکی رو سے امریکہ کی سفید آبادی کو یہ کلی اختیار ہے کہ وہاں کے حبشیوں کو کسی سفید عورت کے چھیڑنے پر خود ہی سزا دیدیں اور سزا بھی نہایت سنگدلانہ، یعنی پھانسی، زندہ جلا ڈالنا، درخت پر لٹکا کر گولی کرنا۔ اس سلسلہ میں ذیل کا مضمون لندن کے اخبار "ڈیلی ہیرلڈ" سے ترجمہ کیا جاتا ہے جو مسٹر آرتھر دیب کے قلم کا رہین منت ہے۔ (ندائے حرم)

امریکہ کے ایک قصبہ (Alabama) میں "لنچنگ" نے پھر سر اٹھایا ہے اور لوگ اس تازہ حادثہ سے بڑی دلچسپی کا اظہار کر رہے ہیں، قصبہ کے میئر کی اتفاقیہ مداخلت سے ایک اٹھارہ سال کا حبشی تباہی سے بچ گیا، ہجوم نے تو اپنا کام کر ہی لیا تھا یعنی اس نے حبشی کے گلے میں پھندا ڈالا اور اسے پھانسی پر لٹکا دیا، میئر کی فوری مداخلت سے اس غریب کی جان بچی! امریکن لوگ حبشی کی اس خوش قسمتی پر متعجب ہیں اور انھیں حیرت ہے کہ اسکے ساتھ وہی سلوک کیوں نہ ہوا جو ایک دوسرے قصبہ کے حبشی کے ساتھ حال ہی میں ہو چکا ہے اور جسکے ۲۸ قاتل عدالت سے بری ہو چکے ہیں۔ باوجود اس کے کہ انھوں نے اعتراف کیا کہ حبشی کے قتل میں ان سب کا حصہ تھا مگر پھر بھی وہ سب بری کر دیئے گئے!

یہ اس امریکہ کا حال ہے جو مساوات انسانی اور "تہذیب" کا علمبردار سمجھا جاتا ہے اور آج دنیا کی آنکھیں جسکی تہذیب سے خیرہ ہیں اور قومیں اپنے ملک کے قوانین اسکے قانون کی بنیاد پر بنانے میں فخر و اطمینان محسوس کرتی ہیں۔

کالے کوے

شروع شروع میں جب سفید قوموں کا میل جول حبشیوں سے ہوا تو انھوں نے انکو "کالے کوے" کہہ کر پکارنا شروع کیا جب کوئی سفید باشندہ کسی حبشی کو مخاطب کرتا تو اسے جم کرو (Jim crow) کہہ کر پکارتا یعنی او کالے کوے! پھر جب غلامی کے کیمپ توڑے گئے تو سفید باشندوں نے حبشیوں پر اقتدار قائم رکھنے کے لئے ظالمانہ قوانین بنوائے اور رنگ و نسل کی آگ بھڑکائی۔ اس وقت سے امتیازی قوانین کا نام (Jim crow laws.) پڑا۔ جو اب امریکہ کے قانون کا کوئی حصہ نہیں، لیکن وہ پبلک کا عام اور پرائیویٹ قانون بن گیا ہے اور جس پر سفید لوگ عمل کر کے دکھاتے ہیں۔ اگرچہ امریکہ کے قانون کی دفعہ ۱۷ میں سفید اور کالوں کو برابر حقوق دیئے گئے ہیں تاہم عمل یہ ہے کہ کوئی حبشی ریل میں سفید فام باشندوں کے ساتھ سفر نہیں کر سکتا، انکے لئے "کالے کووں کی ٹرین" مخصوص ہے۔ ریلوے اسٹیشنوں پر "کالے کووں" کے ویٹنگ روم علٰحدہ ہیں۔ اور کیا مجال کہ کوئی حبشی سفید باشندوں کے کمروں میں قدم رکھ سکے!

یہی حال اسکولوں کا ہے کہ حبشیوں کے بچے صرف حبشی اسکولوں میں تعلیم پاسکتے ہیں۔ اسی طرح کوئی حبشی عام گرجاؤں میں داخل نہیں ہوسکتا، عام سینماؤں میں انکا گزر محال ہے، اور بہت سے شہروں میں تو حبشیوں کے لئے سڑکیں بھی علیحدہ ہیں، اور عام شاہراہوں پر چلنا انکے لئے سخت ممنوع ہے اور بعض مقامات پر حبشیوں کو سفید لوگوں کو دیکھتے ہی اپنی ٹوپی اُتار لینی پڑتی ہے اور ہر حبشی پر لازم ہے کہ اگر اسکے لئے کوئی سڑک مخصوص نہیں ہے تو وہ سفید لوگوں کو دیکھتے ہی راستہ سے ہٹ جائے!

تہذیب کا دیوالہ

جن حبشیوں کو حق رائے دہی حاصل ہے وہ اسے استعمال نہیں کرسکتے جب تک کہ وہ ایک خاص ٹیکس ادا نہ کردیں!

نیویارک میں اب تک کوئی حبشی سفید لوگوں کے ہوٹلوں میں داخل نہیں ہوسکتا۔ جنوبی شہروں میں انکے لئے اس سے بھی زیادہ مصیبت ہے۔ معمولی معمولی باتوں پر مار پیٹ سفید لوگوں کا ایک عام مشغلہ ہے۔ جن فیکٹریوں میں سفید لوگ اور حبشی ایک جگہ کام کرتے ہیں وہاں حکومت کو سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور حبشیوں کی حفاظت کے لئے سخت قوانین نافذ ہیں پھر بھی غریب حبشی نسلی تعصب کا شکار ہوئے بغیر نہیں رہتے۔

امریکہ کا مستقبل عملی مساوات اور سفید و کالی قوموں کو ایک سطح پر رکھنے میں ہے، مگر امید نہیں کہ امریکہ عملی مساوات قائم کرنے میں فی الحال کوئی کامیابی حاصل کرسکے گا۔ واقعہ یہ ہے کہ جس امریکہ کا دعویٰ ہے کہ وہ تہذیب و تمدن میں اکثر ممالک پر فائق ہے اور جسکے پاس اعلیٰ سے اعلیٰ قوانین موجود ہیں اس میں دنیا کی یہ تہذیب سوز رسم جس کا نام "لینچنگ" ہے اپنی پوری قوت کے ساتھ موجود ہے، جس نے انسانوں کے ایک طبقہ کو حیوانوں سے بدتر بنا رکھا ہے!

عام خیال یہ ہے کہ جن حبشیوں کی جانوں کو نقصان پہونچتا ہے ان کے ورثار کو معاوضہ دلانے کے لئے امریکن کانگریس ایک قانون پاس کرے گی۔ اگر ایسا قانون بن بھی گیا تو اس سے ظلم کا انسداد نہ ہوگا بلکہ اسے ایک حد تک قانونی جواز حاصل ہوجائے گا۔

۱۹۰۰ء میں امریکہ کے اندر ۱۱۵ حبشی لنچ کیئے گئے، (یعنی عوام نے اپنے اختیارات سے انھیں پھانسی پر چڑھایا یا زندہ آگ کی نذر کردیا) ۱۹۳۰ء میں یہ تعداد گھٹتے گھٹتے ۱۵ تک رہ گئی اور ۱۹۴۵ء میں اس قسم کا صرف ایک حادثہ پیش آیا۔ تاہم یہ ظالمانہ رسم اب تک باقی ہے اور نسلی امتیازات نے ایک کروڑ تیس لاکھ حبشیوں کی زندگی کو اجیرن بنا رکھا ہے، ممکن ہے کہ ایشیا کی بیداری امریکہ کا دماغ درست کردے۔ اور انتقامی کارروائی امریکن باشندوں کی آنکھیں کھولدے!

معذرت

ہمیں افسوس ہے کہ مولانا محمد عبد الرحمٰن خاں صاحب صدر حیدرآباد اکاڈیمی کے مضمون "تاریخ اسلام پر ایک طائرانہ نظر" کی ساتوی قسط ہمیں بہت تاخیر سے موصول ہوئی۔ جبکہ ندائے حرم کی کتابت مکمل ہوکر کاپیاں پریس کو جاچکی تھیں۔ اس لیئے ہم ناظرین کرام سے معذرت خواہ ہیں۔ انشاءاللہ آئندہ ماہ کے ندائے حرم میں یہ ساتویں قسط ہدیۂ ناظرین کی جائیگی۔

(مدیر)

حقوق نسواں

(از جناب خلیل الرحمن صاحب ایم اے بی ایل کلکتہ)

کچھ عرصہ سے ہندوستان کے ان تمام صوبوں میں جہاں تعلیم نسواں کی طرف توجہ ہو رہی ہے سنا جاتا ہے کہ عورتوں کو حقوق ملنے شروع ہو گئے۔ لیکن آپ نے یہ غور کرنے کی زحمت بھی گوارا نہ فرمائی کہ ان حقوق کا مطلب کیا ہے؟

رسموں کی پابندی نے نکاح، خلع، مہر، طلاق وغیرہ کے جو حقوق سلب کئے تھے کیا وہ عورتوں کو واپس مل گئے؟ کیا ان مسلم خواتین کو جنہیں شرعی وراثت سے رواج نے محروم کر دیا تھا ترکے ملنے لگے؟ کیا انہیں یہ حق حاصل ہو گیا کہ لڑکیوں کی تعلیم کے لئے اعلیٰ پیمانہ پر اسکول، کالج اور زنانہ یونیورسٹیاں قائم کریں؟ کیا تعلیم یافتہ خاتون میں یہ صلاحیت پیدا ہو گئی کہ وہ تصنیف اور تالیف کے شعبوں میں مردوں کا مقابلہ کریں؟ کیا عورتیں آمادہ ہو رہی ہیں کہ میدان جنگ میں حریف کے مقابلہ کے لئے وہ اپنی صفیں الگ قائم کریں؟ کیا نئی روشنی اور نئی تہذیب نے ان کے دلوں میں وہ حوصلے پیدا کر دیئے کہ وہ عزم، استقلال، صبر، عفت، حیا، ایثار و خودداری، جاں نثاری، جاں بازی، بلند ہمتی میں عائشہؓ، فاطمہؓ، رضیہ، نورجہاں یا زیب النساء کے نقش قدم پر چلیں؟ کیا انہیں وہ حقوق مل گئے کہ وہ سینا، الزبتھ، اور جان آف آرک کی زندہ مثالیں قائم کر کے دنیا کو دکھا دیں کہ پردہ نشین عصمت مآب دیویاں اب بھی اپنے اندر وہ خوبیاں رکھتی ہیں جن پر ہندوستان کو بجا طور پر ناز ہو سکتا ہے۔ مگر ایسا نہیں ہوا۔

حقوق نسواں سے مطلب یہ ہے کہ عورتوں کو گھر کے ہر ملازم، خانساماں، باورچی، دربان، بیرا، چپراسی، چوکیدار فراش، مہتر اور مالی سے بے پردہ گفتگو کرنے کی اجازت مل گئی انہیں یہ حق حاصل ہو گیا کہ وہ کوچوان، ڈرائیور، شوفر، دھوبی اور درزی کو بلا کسی رکاوٹ کے اپنے سامنے بلا لیں۔ انہیں اجازت مل گئی کہ وہ مردانے ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر اپنے معزز غیر مردوں کے مہذب دوستوں کے ساتھ برج کھیلا کریں کھلے بند مردوں کے ساتھ سینما اور تھیٹر میں شریک ہوں۔ ہاکی فٹ بال اور کرکٹ کے میچ دیکھیں۔ شام کو ہوا خوری کے بہانے میدانوں اور پارکوں میں اپنی نفیس اور ریشمی و چمکدار ساڑھی پہنے اور لونڈر میں ڈوبی ہوئی بنکر ہر آنے اور جانے والے کو اپنی طرف متوجہ کریں۔ یہی وہ حقوق ہیں جو رفتہ رفتہ اعلیٰ طبقہ کے تعلیم یافتہ گھرانوں میں ملنے شروع ہو گئے ہیں ممکن ہے موجودہ طرز تعلیم کے مخالفین جدید تہذیب پر مٹنے والی خواتین کے دماغی اُتار چڑھاؤ کو موجودہ تعلیم کا پیش خیمہ سمجھیں۔ لیکن میری رائے ناقص میں اس کی کورانہ تقلید کی بنا پر کوٹ پتلون اور ہیٹ نے شیروانی پائجامہ اور ترکی ٹوپی کی جگہ لی۔ اسی وقت سے ہمارے نقطہ نگاہ میں بھی انقلاب رونما ہوا۔ نوجوانوں کے دماغ مغرب کی زہریلی ہوا سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ جہاں کالج سے نکلے

سکے بعد آئی سی۔ ایس۔ آئی پی ڈپٹی کلکٹر۔ ڈپٹی مجسٹریٹ وکیل اور بیرسٹر بن کر نکلے۔ وہاں "صاحب بہادر" بننے کا شوق دامنگیر ہوا۔ اگر یہ شوق اسی حد تک محدود رہتا تو چنداں مضائقہ نہ تھا، مگر اس کے ساتھ "ان صاحب بہادر" کو یہ بھی خیال پیدا ہوا کہ ان کی رفیقۂ حیات "میم صاحب" کہلائیں پھر کیونکر ممکن تھا کہ کلب اور ہوٹلوں میں ڈانسنگ پارٹی اور ڈنروں میں سینما اور کارنیوالوں میں وہ اپنی نوخیز دماغ والی بے خبر نازک قوم زہرہ جبینوں کو اپنے ساتھ نہ لیجاتے؟ یہ مردوں ہی کی "روشن خیالی" کا نتیجہ ہے۔

آج کل سوسائٹی میں پیدا کانہ پھرنے والی خواتین انگریزی نوشت و خواند کی طرف غیر معمولی توجہ کر رہی ہیں لیکن کیا اس لئے وہ شوہر کی ذمہ داریوں میں برابر کی شریک نہیں؟ کیا اس لئے کہ وہ اپنے گھروں کو خوش اسلوبی کے ساتھ آراستہ کریں؟ کیا اس لئے کہ ان کی زندگی قابل تقلید ہو اور دوسروں کے لئے مثالی بنیں؟ نہیں صرف اس لئے کہ سوسائٹی میں انکی قدر و منزلت بڑھے، لوگ ان کی تعظیم کیلئے کھڑے ہوجایا کریں اور وہ مرد اور عورت کے باہمی میل جول کے موقعوں پر انداز سحر آفریں کے ساتھ اپنے دوستوں کا استقبال کریں اور نئے دوستوں سے تعارف کرتے وقت متبسم ہونٹوں سے "ہاؤ ڈو یو ڈو ویری پلیزڈ ٹو میٹ یو" کہتے ہوئے شیک ہینڈ کریں لکھنا پڑھنا اس لئے نہیں سیکھا جاتا کہ خدا اور اس کے رسول کی باتیں معلوم ہوں بلکہ اس لئے ہے کہ بے حجابی کا پارٹ پوری طرح ادا کرسکیں۔ اے کاش اگر میموں کی تقلید ہی منظور ہے تو تحمل، استقلال، محنت، جفاکشی، سرگرمی، جد و جہد، عزم، حوصلہ اور اولوالعزمی ہیں ان کا مقابلہ کیوں نہیں کرتیں، کیا ہماری خواتین کے لئے راحت پسندی، عیش، آرام، سیر و تفریح نمایش اور ظاہرداری ہی قابل تقلید باتیں ہیں۔ (مخبر عالم)

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْت

ہمیں ایک معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا کہ حال ہی میں ہمارے مخلص معاون جناب حافظ مقبول احمد صاحب (کلکتہ) کی رفیقۂ حیات نے سفر آخرت اختیار کیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْن۔ آپکی اس خانہ ویرانی سے ہمیں دلی صدمہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو اپنی آغوشِ رحمت میں لیکر بلند مراتب عطا فرمائے۔ اور آپکو صبر جمیل کی توفیق ارزانی ہو۔ دارالعلوم حرم کے اساتذہ، طلباء اور علماء کرام سے ہماری درخواست ہے کہ وہ مرحومہ کیلئے در کعبہ دعائے مغفرت فرمائیں۔ نظامت مدرسہ سے ہمیں توقع ہے کہ خاص طور پر قرآن خوانی کا انتظام فرماکر مرحومہ کے لئے ایصال ثواب کا اہتمام فرمائیں گے۔

ناظرین کرام سے گذارش ہے کہ خط وکتابت کے وقت چٹ نمبر کا ضرور حوالہ دیں۔

(مدیر)

حکما اور خلفاء

مسلمان سلاطین کی علمی خدمات

خلفاء کے دربار میں علم اور علماء کی کس حد تک قدر و منزلت کی گئی؟ اس کا اندازہ ذیل کے تاریخی واقعات سے ہو سکے گا۔

جرجیس بن بختیشوع جندیساپوری خلیفہ منصور کا طبیب تھا اس شخص کو بہت بڑا فاضل اور اپنے زمانہ کا بے نظیر طبیب تسلیم کیا گیا ہے اس کی ایک بیوی بہت سن رسیدہ تھی یہ خبر سنکر خلیفہ منصور نے ازراہ کرم اس کے پاس تین بڑی خوبصورت لونڈیاں بھیجدیں، جرجیس نے یہ کہکر لونڈیوں کو واپس کر دیا کہ میرا مذہب اجازت نہیں دیتا کہ جب تک میری بیوی زندہ ہے کوئی اور شادی کر سکوں،، خلیفہ منصور یہ جواب سُن کر بہت خوش ہوا اور اس کا مرتبہ تمام وزیروں سے بھی بالا کر دیا۔ جب جرجیس بیمار ہوا تو خلیفہ منصور خود پاپیادہ اس کی عیادت کو گیا۔ بیماری کے ایام میں خلیفہ نے جرجیس سے کہا تم اسلام قبول کر لو تاکہ نجات پاؤ۔ جرجیس نے جواب دیا مجھے اپنے ماں باپ کے ساتھ ہی رہنا پسند ہے خواہ وہ دوزخ میں ہوں یا جنت میں ہوں! یہ سُنکر منصور ہنس پڑا اور حکم دیا کہ جرجیس کو اس کے وطن روانہ کر دیا جائے، اگر وہ راستہ ہی میں مرجائے تو اسے اس کے آبائی قبرستان میں دفن کیا جائے، اسی کے ساتھ جرجیس کو دس ہزار اشرفیاں بھی بطور انعام عطا کیں۔

اسی خلیفہ منصور کے دربار میں نوبخت اور اس کا بیٹا ابوسہل دونوں باوجود آتش پرست ہونے کے شاہی منجم کے منصب پر سرفراز رہے ابوسہل کی اولاد کو اسلام کی دولت نصیب ہوئی اور وہ سب اعلیٰ درجہ کے منجم اور علم الافلاک کے ماہر تھے۔

حکیم بختیشوع

خلیفہ ہارون کے دربار میں بختیشوع طبیب اور اس کا بیٹا جبرئیل اور یوحنا بن ماویہ نصرانی سریانی ان سب کو بہت بڑا اقتدار حاصل تھا۔ یوحنا بن ماویہ کو خلیفہ رشید نے علم طب اور دیگر فنون کی قدیم کتابوں کا عربی میں ترجمہ کرنے پر مامور کیا تھا اور وہ رشید کے زمانہ سے متوکل علی اللہ کے عہد تک یہی خدمت انجام دیتا رہا۔ یوحنا بن ماویہ اپنے مکان میں درس اور مناظرہ کی ایک شاندار مجلس ترتیب دیا کرتا تھا اور جس طرح کی مجلس مذاکرہ ہر علم و فن اور ہر زبان کے علم و ادب پر بحث کرنے کے لئے یوحنا بن ماویہ کے مکان پر منعقد ہوا کرتی تھی ایسی اور کوئی مجلس شہر بغداد تو کیا تمام اسلامی قلمرو میں کہیں نہیں ہوتی تھی!

مامون الرشید کے ایام میں ایک اور عیسائی فاضل مسمیٰ یوحنا بطریق جو مامون کا مصاحب اور گہرا دوست تھا علوم طب

اور فلسفہ کی کتابوں کا ترجمہ کرنے پر مامور کیا گیا سہل بن شاپور اور اس کے بیٹے شاپور کی عیسائی ہونے کے باوجود بہت قدر کی جاتی تھی۔ سہل بن شاپور جندیساپور کے شفاخانہ کا طبیب اعلیٰ مقرر کیا گیا تھا!

خلیفہ معتصم عباسی کا طبیب سلمویہ بن بنان نصرانی نہایت معزز و محترم تھا جس وقت اس کا انتقال ہوا خلیفہ نے اس کا سخت ماتم کیا اور حکم دیا کہ اسے عیسائیوں کے طریقہ پر دفن کیا جائے جس کے مصارف خزانہ عامرہ سے ادا کئے گئے!

ایک دلچسپ واقعہ

حکیم بختیشوع بن جبرئیل ایک دن خلیفہ متوکل علی اللہ کے پاس گیا یہ شاہی طبیب تھا خلیفہ نے اسے اپنے پہلو میں بٹھا لیا طبیب مذکور رومی حریر کی قبا پہنے ہوئے تھا جس میں پہلو کے قریب تھوڑی سی سیون کھل جانے سے ایک سوراخ پیدا ہو گیا تھا، خلیفہ کو باتیں کرتے کرتے کیا سوجھی کہ اس شگاف کو انگلی سے چھیڑنا شروع کر دیا یہانتک کہ سیون کھلتے کھلتے خلیفہ کی انگلی چولی سے نیچے اور دامن کے قریب تک پہنچ گئی! اسی اثنا میں خلیفہ نے طبیب سے دریافت کیا۔

"تمہیں یہ کیونکر معلوم ہو جاتا ہے کہ خبطی اور سودائی شخص اب قید و بند میں رکھنے کا محتاج ہو گیا ہے؟"

بختیشوع نے جواب دیا۔ جبکہ وہ اپنے طبیب کی قبا کو فضول طریقہ پر چھیڑ کر چولی تک پھاڑ ڈالے تو ہم اسے فوراً رسیوں میں جکڑ دیں گے، خلیفہ متوکل یہ جواب سن کر اتنا ہنسا کہ ہنستے ہنستے دہرا ہو گیا!

متوکل ہی کے عہد میں ارسطو وغیرہ حکمائے یونان کی کتابوں کا مشہور مترجم حنین ابن اسحٰق نصرانی بڑا ذی مرتبہ شخص گذرا ہے چونکہ اس نے عالم شباب ہی میں ترجمہ کرنے کی مہارت پیدا کر لی تھی اس لئے متوکل نے اسے ترجمہ کرنے پر مامور کر دیا اور جس قدر وہ ترجمہ کرتا تھا ان ہی اوراق کے برابر سونا تول کر اس کو عطا کیا جاتا تھا

خلیفہ راضی کے عہد حکومت میں متی بن یونس نصرانی کو شاہی دربار اور تمام خاص و عام سب کی نگاہوں میں خاص عزت و اقتدار حاصل ہوا، یہ شخص منطق کا بہت بڑا عالم اور جملہ علوم عقلیہ کا ماہر کامل تھا، مشہور مسلمان فلسفی ابو نصر فارابی نے علوم عقلیہ میں اس کے سامنے زانوے شاگردی طے کئے تھے۔

اسی طرح قسطا بعلبکی عیسائی تھا جو حنین کا معاصر اور حکومت اسلام کا فلاسفر مانا گیا ہے، خلفائے عباسیہ نے اس کو بغرض ترجمہ کتب بغداد میں طلب کیا تھا، ان ہی لوگوں میں ابو الفرج بن الطیب نامور فلسفی اور عالم بھی تھا جس کی نسبت مسلم ہے کہ فرقہ جاثلیق کا سررشتہ دار اور بغداد کے عیسائیوں میں بہت ہی سربرآوردہ شخص تھا، وہ شفاخانہ عضدی میں جو عضد ولہ دیلمی کا بنایا ہوا تھا مطب کیا کرتا تھا اور شیخ بوعلی سینا کا ہم عصر تھا۔ شیخ الرئیس اس کے علاج معالجہ اور طبی قابلیت کا تو معترف تھا مگر اس کے فلسفہ کا قائل نہیں چنانچہ اس نے ابو الفرج پر چند و زندار اعتراضات بھی کئے ہیں اس طرح جن لوگوں کو خلفائے اسلام عزت و احترام کی نظروں سے دیکھتے تھے ان میں سے ایک شخص شہر کا لقہ صابئین (ستارہ پرست) کا عالم ثابت بن قرہ حرانی بھی ہے اس نے نامور عالم علم فلک محمد بن موسیٰ بن شاکر کے گھر میں تربیت پائی اور علوم

فلسفہ میں جو مرتبہ ان سے حاصل ہوا وہ کسی اور کو حاصل نہیں ہوا، اسی طرح ثابت، ابراہیم اور سنان بھی ستارہ پرست تھے، مگر مسلمانوں نے ان کی قدر و منزلت اس حد تک کی کہ اس سے بڑھ کر ممکن نہیں ہے۔

مسلمان حکما یہاں ان مسلمان فضلا، حکما اور فلاسفوں کے تذکرہ کی ضرورت نہیں جنہوں نے علم و حکمت کی خدمت میں اپنی ساری عمریں گذار دیں اور جن کی وجہ سے علوم عقلیہ کو بے حد فروغ حاصل ہوا اور جنہوں نے خلفا کے درباروں میں خاص عزت و شہرت حاصل ہوئی، مثلاً مسلمان فلسفی ابی یوسف یعقوب الکندی کا حال مخفی نہیں وہ علم طب فلسفہ، ہیئت اور حساب میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا اور اس کے ساتھ فن موسیقی کا بھی ماہر تھا اس نے بھی دوسرے علما کی طرح قدیم کتب کے ترجمہ کا کام کیا اور قدیم فلسفہ یونان کی بہت سی کتابیں عربی میں اس طرح ترجمہ کیں کہ انکے دقیق اور مشکل مقامات کو شرح و بسط کے ساتھ حاشیے چڑھا کر حل کر دیا ایسے ہی موسیٰ ابن شاکر کے بیٹوں محمد، احمد اور حسن کا نام بھی علم و شہرت کا سرمایہ دار ہے جنہوں نے کرۂ ارض کی مسافت اور اس کا محیط و قطر دریافت کرنے میں بے نظیر محنت برداشت کی، شیخ الرئیس بن سینا کا خود اس کی قوم میں کیا درجہ تھا؟ تاریخ سے بخوبی اس کا پتہ چل سکتا ہے یہاں تک کہ وہ شمس الدولہ کا وزیر مقرر ہوا، فارابی نے سیف الدولہ بن حمدان کے دربار میں جو رسوخ پایا وہ بھی قابل لحاظ ہے!

موازنہ یہ اس عہد کا ذکر ہے جبکہ تمام یورپ میں ایک مدرسہ کا بھی وجود نہ تھا اور پادریوں کا عام اعلان تھا کہ "جہالت زہد و اتقا کی ماں ہے"

مسلمانوں نے اس زمانہ میں علم و حکمت کی شمع روشن کی جبکہ یورپ میں اہل علم کو زندہ جلایا جا رہا تھا، علماء و فضلاء کو شکنجے میں کسا جا رہا تھا ارباب رسوخ کو کوڑے مار مار کر بیہوش کیا جا رہا تھا، ٹیکہ لگانے کی مخالفت اس لئے کی جا رہی تھی کہ وہ مسلمانوں کی ایجاد ہے دوربینوں کے موجدین کو اس لئے قید تنہائی میں رکھا جا رہا تھا کہ وہ شیطان کے پیرو اور کتاب مقدس کے دشمن ہیں!

دار العلوم حرم صولتیہ مکہ معظمہ کا نصاب اور مدت تعلیم

خدا کے فضل سے مدرسہ اپنے تعلیمی مقصد میں ایک کامیاب نتیجہ تک پہنچ چکا ہے۔ اور موجودہ نظام عام اپنے اثر اور مرکزی ضرورتوں کے لحاظ سے قابلِ اطمینان عملی صورت ہے۔

مدرسۂ صولتیہ کا اپنا نظام تعلیم ہے جو مرکزِ اسلام کی اہمیت اور مقامی خصوصیت کے پیشِ نظر سب کے لیے یکساں طور پر افادی حیثیت سے مرتب کیا گیا ہے۔

مدرسہ میں مدتِ تعلیم چودہ سال ہے اور یہ مدت چار شعبوں پر منقسم ہے،

۱۔ شعبۂ تحضیری (پرائمری)	مدتِ تعلیم ۳ سال
۲۔ ″ ابتدائی (مڈل)	″ ۴ ″
۳۔ ″ ثانوی	″ ۴ ″
۴۔ ″ عالی	″ ۳ ″
	۱۴ سال

خلفائے راشدین کا نمونۂ حکومت

قیامِ پاکستان کے بعد مسلمانوں کی طرف سے پیہم یہ مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ مسلمانوں کے اس ملک میں نظامِ اسلامی جاری و نافذ کر کے نام کے پاکستان کو حقیقی پاکستان بنا دیا جائے اور آئین ساز اسمبلی قانونی طریقہ سے یہ فیصلہ کر دے کہ یہاں کی حکومت کا مذہب اسلام ہوگا، یہاں بادشاہت اللہ تعالیٰ کی ہوگی اور حکومتِ پاکستان اللہ تعالیٰ کے قوانین و احکام کو نیابتاً جاری و نافذ کرے گی اور یہ کہ صاف الفاظ میں فیصلہ کیا جائے کہ ہمارے لئے نمونۂ عمل نہ امریکہ و برطانیہ ہے اور نہ روس نہ ترکی ہے نہ ایران اور نہ کوئی اور یورپی یا ایشیائی ملک بلکہ ہمارے لئے نمونۂ حکومت حضرات خلفائے راشدین کا دورِ خلافت ہے اور ہم ان حضرات کے طریقۂ کار کے مطابق نظامِ ملک کو چلائیں گے۔"

ہم نے بھی یہی مطالبہ پیش کیا اور شمس الاسلام کے صفحات پر بارہا اس کا تذکرہ کیا۔ اس مطالبہ کے جواب میں نظامِ اسلامی سے اپنی اغراضِ مشومہ کی بنا پر بھاگنے والے لوگ طرح طرح کے لایعنی اور فضول اعذار پیش کیا کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اسلام، قرآن، اللہ، رسول کے نام پر اپنا مقصد حاصل کرنے کے بعد اب ان سب سے بے وفائی کر کے نظامِ قرآنی کے بجائے یورپ کا نظامِ سرمایہ داری یا دینِ اشتراکیت جاری کریں اور ایک لادینی حکومت کی بنیادیں قائم کر کے من مانی کارروائیاں کرتے رہیں تاکہ جمہوریت میں استبداد کا دیو پایہ کوب ہو اور لوگوں کو کہا دیا جائے کہ یہ آزادی کی نیلم پری ہے۔ یا انصاف و مساوات اور مزدور دوستی کے فریب میں افرادِ قوم کے جائز شخصی حقوق اور فطری آزادی کو بھی سلب کیا جائے۔ مقصد ان اغراض کے لئے خود یا ان کی طرف سے قوم میں سے چند ناسمجھ اور ان کے دامِ فریب میں گرفتار لوگ ان کی طرف سے وکیل بن کر پیش کر دیتے ہیں، ان سب کا جواب دیا جا رہا ہے اور ہر طرح سے اتمامِ حجت ہو رہا ہے، چنانچہ ایک صاحب نے مطالبہ کے اس جزو پر کہ خلفائے راشدین کا دورِ خلافت ہمارے لئے نمونۂ عمل ہوگا اعتراض کیا اور فرمایا کہ اس صدی میں چودہ سو سال قبل کے زمانہ کا ایک نظامِ حکومت ہمارے لئے کس طرح نمونہ بن سکتا ہے، وہ زمانہ اور تھا، ملک اور تھا، لوگوں کی طبیعتیں اور تھیں، اس قدر تمدن، تہذیب اور شہریت اس وقت نہ تھی جس قدر اب ہے۔ اس دور میں تیروں، تلواروں، زرہوں اور ڈھالوں، گھوڑوں اور اونٹوں کے سوا اور کوئی سامانِ جنگ نہ تھا، اب تو رائفلوں اور مشین گنوں کو چھوڑ کر دور مار توپوں، راکٹ بموں، ایٹم بموں، ہوائی جہازوں، بحری بیڑوں اور ٹینکوں وغیرہ کا زمانہ ہے۔ ہر چیز بدلی ہوئی ہے اس لئے نظامِ حکومت بھی بدلا ہوا ہونا ضروری ہے۔

چالاک لوگ اپنی زبان درازیوں سے ہمیشہ تلبیس کر کے حق کو چھپانے اور ناحق کو حق دکھانے کی کوشش کرتے رہے ہیں، یہاں بھی قوتِ بیانی اور طلاقتِ لسانی سے غلط مقدمات کو جوڑ کر ایک غلط نتیجہ نکالا جا رہا ہے۔ ہم کو بھی تسلیم ہے کہ زمانہ بدلا ہوا ہے، ملک بدلا ہوا ہے، گرد و پیش کے حالات اور ہمسایہ ممالک اور دنیا کی دوسری حکومتوں کی حالت بھی بدلی ہوئی ہے، ایجادات و اختراعات اور نئے نئے سامانِ جنگ کی وجہ سے طرزِ جنگ بھی اور ہے لیکن اس کے باوجود بھی یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ خلفائے راشدین کا دورِ خلافت ہمارے لئے نمونۂ عمل نہیں بن سکتا۔

جب ہم یہ کہتے ہیں کہ پاکستان میں طرزِ حکومت دورِ خلافتِ راشدہ کی طرح ہو تو اس کا مطلب یہ بھی نہیں ہوتا کہ پاکستانی فوج جدید اسلحۂ جنگ میں سے کسی چیز کا استعمال نہ کرے بلکہ ٹوٹی پھوٹی پرانی تلواریں رکھا دہ بین یا [illegible] حکومت اور باشندگانِ ملک موٹروں لاریوں ریل گاڑیوں تار برقی ٹیلیفون ہوائی اور بحری جہازوں وغیرہ وغیرہ مفید آرام دہ ایجادات سے استفادہ چھوڑ دیں اور نہ ہمارا یہ مقصد ہے کہ کھانڈ کپڑا گھی آٹا وغیرہ ضروریاتِ زندگی مہیا کرنے کے لئے کارخانے اور ملیں نہ بنائی جائیں بلکہ کھڈیوں ہی سے محدود مقدار میں موٹا جھوٹا کپڑا تیار کیا جائے اور چکیوں سے آٹا پیسا جائے اور بس۔ نہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ منڈیوں بازاروں میں موجودہ دور کے مصنوعات و ایجادات اور جائز زیب و زینت کی اشیاء کی فروخت بند ہو اور بازار بے رونق ہو جائیں بلکہ ہمارے کہنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ تمدن کی تمام ترقیوں سے جتنا بھی استفادہ ہو سکے کیا جائے مگر مملکت کے ہر شعبہ میں اور تمام انفرادی و اجتماعی معاملات میں اصل روح وہی کارفرما ہو جو اس دورِ سعادت میں تھی، خیالات و نظریات وہی ہوں اعتقادات اور سوچنے سمجھنے اور تمام حالات پر غور کرنے کیلئے زاویۂ نگاہ اور طرزِ تدبر و تفکر وہی ہو، اخلاقی اقدار وہی ہوں جیسے معروف و منکر کا معیار وہی ہو، ملک کا صدرِ اعظم اپنے آپ کو عام مسلمانوں سے کمتر سمجھے، وہ یہ نہ خیال کرے کہ میں قوم کا آقا اور مخدوم ہوں اور لوگ میرے بندے اور خادم بن کر رہیں گے بلکہ اپنے کو قوم کا خادم تصور کرے اور قوم کے ادنیٰ فرد اور ایک بڑھیا عورت کو بھی یہ جرأت حاصل ہو کہ وہ پوری دلیری کے ساتھ اپنا جائز حق اس سے طلب کر سکے اور وہ یہ مطالبہ کو سن کر چیں بہ جبیں نہ ہو بلکہ خندہ پیشانی کے ساتھ معذرت کر کے اس کا مطالبہ پورا کرے ملک کے گورنر اور کمشنر، ڈپٹی کمشنر، تحصیلدار، تھانیدار اور پٹواری اور دوسرے ارکانِ حکومتِ وقت فرعون نہ ہوں کہ مظلوموں کی داد رسی کی بجائے ان پر اور ظلم ڈھاتے ہوں اور ان کے دربارِ عالی تک کسی غریب محتاج کی رسائی نہ ہو اور جب تک رشوت کے مال حرام سے ان کی جیب گرم نہ ہو اس وقت تک کسی کی بات تک سننے کے روادار نہ ہوں بلکہ وہ یہ سمجھیں کہ ہر غریب محتاج کی دادرسی اور ہر مظلوم کی حمایت خدا وند تعالیٰ کی طرف سے ہمارا فریضہ ہے اور بہر صورت ہمیں اپنی یہ ذمہ داری پوری کرنی چاہیے۔ پاکستان کا نظام دورِ خلافتِ راشدہ کی طرح ہو اس سے مطلب یہ ہے کہ جس طرح اس دور میں بنیادی طور سے یہ بات طے شدہ تھی کہ انسان انسان پر حکومت نہیں کر سکتا، خواہ حکومت والا وہ انسان ایک فردِ واحد ہو یا انسانوں کے متعدد افراد کی ہیئتِ اجتماعیہ ہو بلکہ حاکم تو اللہ تعالیٰ ہی ہے اور تمام انسان اسی کے محکوم ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے قوانین و احکام اپنے ایک برگزیدہ اور آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے انسانوں کی ہدایت کیلئے بھیجے اور خدا کے اس رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالیٰ کے ٹھیک منشا کے مطابق پوری تشریح و تفصیل کے ساتھ ان احکام کو پیش کیا ایک نظامِ حکومت تیار کر کے خدا کے قوانین و احکام کو نافذ و جاری کیا اور ہر طرح سے تکمیل کے بعد وہ دنیا سے تشریف لے گئے۔ ان کے وصال کے بعد اس نظام و آئین پر ایمان لانے والوں نے بعینہٖ اس نظام کو چلانا چاہا اور ان قوانین و احکام کے مطابق انفرادی اور اجتماعی زندگی گذارنے کا ارادہ کیا۔ تمام مسلمان خدائے تعالیٰ کے احکام کو نیابتاً نافذ کرنے والے تھے مگر اجتماعیت کا تقاضا تھا کہ یہ نیابت سب کی طرف سے برضامندیٔ افرادِ قوم ایک فردِ واحد میں منحصر کی جائے چنانچہ یہ نیابت ایک خلیفہ میں مرتکز ہوتی گئی۔ وہ خلیفہ اہلِ حل و عقد اور اس نظام کو پورے طور سے سمجھنے والے اربابِ بصیرت اور صاحبِ علم و تقویٰ حضرات کے مشورہ سے خدا کے احکام جاری کرتا رہا اور اسی طرح ایک بہترین مملکت وجود میں آئی تو پاکستان میں بھی بنیادی طور سے یہ فیصلہ ہونا چاہیے کہ یہاں بھی حکومت اللہ تعالیٰ کی ہے کوئی انسان خواہ

بڑے سے بڑا کیوں نہ ہو اور انسانوں کی کوئی جماعت اور کوئی اسمبلی خواہ وہ کیسے ہی بڑے سے بڑے اہلِ دماغ سے بنی ہوئی ہو اس ملک میں قانون ساز نہیں ہو سکتی۔ خداوند تعالیٰ نے کے قوانین و احکام قرآن مجید اور احادیثِ رسول کے مجموعوں میں موجود ہیں کوئی متقی، پرہیزگار اور ان احکام کو جاننے والا قوم کی طرف سے خلیفہ بن کر متقیوں اور احکام جاننے والے صاحبِ بصیرت افراد کے مشورہ اور مدد سے ملک میں ان احکام کا نفاذ و اجراء کرتا ہے جو اصول و ضوابط قرآن و حدیث میں موجود ہیں ان میں ذرہ بھر تبدیلی کا امکان نہیں اور وہ قیامت تک اٹل اور ہر زمانہ میں اور ہر ملک میں مستحق نفاذ ہیں۔ ہر دور میں اس دور کے ضروریات اور پیش آمدہ مسائل کو انھی اصولوں کی روشنی میں حل کیا جائے گا اور ان سے سرِ مو انحراف کی اجازت نہیں کوئی بڑے سے بڑا قانون دان اور اہلِ دماغ اور دنیا کی کوئی اسمبلی ان میں کچھ بھی ترمیم و تنسیخ نہیں کر سکتی ہاں کچھ چیزیں ایسی بھی ہیں کہ خدا تعالیٰ نے انسان کو ان کے متعلق اجازت دی ہے کہ ان کے ترک و اخذ میں ان پر کوئی گرفت نہیں اور حدود کے اندر رہ کر وہ ان امور کیلئے ضوابط قوانین بنا سکتے ہیں اور درحقیقت ایسے قوانین بھی خدائے تعالیٰ کے قانونِ اباحت کے تحت میں ہوتے ہیں۔

مندرجہ بالا تفصیل سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ موجودہ تمدنی ترقیوں کے باوجود اور تمام ترقی یافتہ ایجادات سے پورا استفادہ کر کے بھی نظامِ اسلامی جاری کیا جا سکتا ہے، ایک اسلامی حکومت میں بھی اسلامی فوج تمام جدید آلات جنگ سے مسلح ہوگی، ٹینک، توپیں، ہوائی جہاز وہ بھی بنائے گی مگر فرق یہ ہوگا کہ لادین حکومتوں کے ارکان ان آلاتِ حرب کو فتنہ و فساد کے پھیلانے اور مظلوموں کو تباہ کرنے کے لئے استعمال کر رہے ہیں اور اسلامی حکومت کے چلانے والے خداوند تعالیٰ کی مرضی اور قانون کے خلاف ایک کارتوس بھی نہیں ضائع کریں گے بلکہ ان سامانِ جنگ کا استعمال وہاں ہوگا جہاں خدا کا قانون اجازت دیتا ہے اور صرف اس لئے

ان چیزوں کو کام میں لایا جائے گا کہ فتنہ و فساد ختم ہو، انسانوں کی حکومت مٹ جائے، ظالموں سے مظلوموں کو نجات حاصل ہو اور ہر ملک میں خدا کا قانونِ عدل جاری ہو تاکہ انسانوں کو امن و چین کی پاک زندگی نصیب ہو۔ یا مثلاً اسلامی حکومت میں بھی ریڈیو اسٹیشن ہوں گے مگر موجودہ لادین حکومتوں کی طرح اس مفید آلہ کو نغمہ و سرود، چنگ و رباب، فضول ڈراموں، بے ادب ادیبوں کے بیکار مقالوں، غزل گو شاعروں کی غزلوں اور جھوٹ اور کذب و افترا کی اشاعت کے لئے استعمال نہ کیا جائے گا بلکہ وہاں سے خداوندی احکام و قوانین، اخلاقی تعلیمات، مفید و نتیجہ خیز مقالات اور قوم کو حقیقی طور سے مضبوط کرنے والے مضامین کی اشاعت و تبلیغ ہوگی، ہر قسم کے کارخانے ضرور ہوں گے مگر سرمایہ دار مالکوں کو یہ اجازت نہ ہوگی کہ مزدوروں کی جائز مزدوری دبا دبا کر وہ دن بدن موٹے ہوتے جائیں اور شب و روز کام کرنے والے مزدور اور ان کے بال بچے بھوکے اور ننگے پھریں بلکہ ان کو مزدوروں کے ساتھ عدل و انصاف کرنے پر مجبور کیا جائیگا اور پسینہ خشک ہونے سے قبل ہی مزدور کو اس کی اجرت دلائی جائیگی منڈیوں، بازاروں میں رونق اور چہل پہل رہے گی، دکانوں ہوٹلوں کی زینت و خوبصورتی جتنی بڑھائی جا سکے بڑھائی جائے گی مگر اسلامی حکومت اس کو برداشت کبھی نہ کرے گی کہ وہ مدفن شراب خانوں، جاندار کی تصویروں، سنیماؤں، بھنگ افیون کے ٹھیکوں یا اور اسی قسم کے ناجائز اور مخربِ اخلاق کاموں کی وجہ سے ہو یا دھوکہ و فریب، ناواقفوں کو ٹھگنے، سٹہ بازی اور بلیک مارکیٹ سے منڈیوں کا کاروبار چلتا ہو۔ تجارت کو خوب ترقی دی جائے گی مگر خدا اور رسول کے احکام و قوانین اور اصول و ضوابط کے ماتحت ہی سب کچھ کیا جائے گا۔ الغرض یہ بالکل ایک فضول اور لایعنی اعتراض ہے، ان معترضین نے یا تو نظامِ اسلامی کو دیکھا ہی نہیں یا جان بوجھ کر اپنی خود غرضیوں کی وجہ سے یہ تلبیس کیا کرتے ہیں۔

اصل میں نظامِ اسلامی سے ان لوگوں کو خوف زدہ ہونے کی

ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ اس نظام میں ان کو عیاشی و سفاہیت ہر چیز سے ہر طرح کی لطف اندوزی لوٹ کھسوٹ اور خود مختارانہ اقتدار کے مواقع حاصل نہ ہو سکیں گے۔ اب پاکستان میں ایک طرف تو لاکھوں غریب محتاج، اپاہج بیکار نانِ جویں کو ترستے ہیں عصمت مآب شریف زادیاں ستر پوشی تک کے لئے کپڑا نہیں پاتیں گرمی سردی سے بچنے کے لئے سر چھپانے کے واسطے جھونپڑی تک میسر نہیں اور دوسری طرف چند مخصوص افراد قوم کے خزانہ پر مسلط ہیں اور گرانبار مشاہروں اور الاؤنسوں سے خزانۂ پاکستان کو خالی کر رہے ہیں اور بھوکی ننگی قوم سے حاصل کی ہوئی رقمیں بھر شراب و کباب اور چنگ و رباب کی نذر ہو جاتی ہیں پارٹیوں میں اڑائی جاتی ہیں۔ دیبا و حریر کے جوڑوں غازہ و پوڈر اور سامانِ آرائش و زینت میں صرف کی جاتی ہیں کہیں مرغابیوں کے شوق کے خاطر مرمریں تالاب بنائے جاتے ہیں اور کہیں کوٹھی کی زینت کے لئے ۳۰ ہزار روپیہ باغیچہ پر خرچ کیا جا رہا ہے اور اگر پاکستان میں نظامِ حکومت کے لئے فاروقی دور کا نمونہ ہو تو یہ عیاشیاں اور مستیاں پھر کہاں گوارا کی جائیں گی بلکہ اس وقت تو سادگی ہوگی اور قوم کے ادنیٰ فرد کی طرح ان کو بھی کھانا پینا، پہننا اور رہنا سہنا ہوگا۔

گذشتہ اشاعت میں ہم نے اردو انگریزی اخبارات کے حوالہ سے شاہانِ پاکستان کے مشاہروں اور الاؤنسوں کی ایک سرسری سی فہرست شائع کرکے لکھا تھا کہ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ سلطنت میں امیر المومنین بن کر کس طرح زندگی گزاری تھی اور موجودہ "اسلامی حکومت" کے ارکان و عمال کس رنگ میں قومی خزانہ کو تباہ کر رہے ہیں اس پر بھی یہی کہا گیا کہ "صاحب! وہ دور اور تھا اور اب دور اور ہے اس زمانہ میں سادگی ہو سکتی تھی اب حکومت کا ایک رکن اور قوم کا رہنما سادگی کے ساتھ گذارہ کر ہی نہیں سکتا۔ وہ مجبور ہے کہ ہر معاملہ میں اپنی شان دکھائے تب غیروں کی نگاہ میں وہ عزیز ہو سکتا ہے ورنہ پھر اس کو لوگ حقارت کی نگاہوں سے دیکھیں گے" موجودہ زمانہ کے مسلمانوں کی ذہنیتوں کو دیکھ کر ہم نے خود لکھتے ہوئے اس قسم کے اعتراض کو محسوس کیا تھا اور دفع دخل مقدر کے طور پر آخر میں یہ الفاظ لکھ دیے تھے:۔

"یہ درست ہے کہ زمانہ کی تبدیلی اور تمدن کی ترقی سے اس دور اور اس دور کے اخراجات و ضروریات میں فرق ضرور پڑے گا لیکن اتنا بھی تو نہیں۔ اگر ان حضرات خلفائے راشدین کی طرح بننا مشکل ہے تو کم از کم اس راہ پر تو چلنا چاہیے اور کچھ جھلک تو ان کی ہونی چاہیے۔"

اہلِ نظر حضرات کے لئے تو ان مجمل الفاظ میں تفصیلی جواب مل گیا مگر بعض لوگوں کے لئے تفصیل کے ساتھ بیان کیے بغیر چارہ نہیں۔ اول تو یہ کہنا ہی غلط ہے کہ سادگی کے ساتھ اس زمانہ میں گذارا نہیں ہو سکتا اگر اُس زمانہ کے اعتبار سے وہ سادگی تھی جس کا نمونہ خلفائے راشدین نے پیش کیا تو اس لحاظ سے موجودہ دور کی رنگینیوں کے اعتبار سے بھی سادگی کا جو معیار مقرر کیا جاتا ہے وہ ایک ایسا معیار ہے کہ اس پر عمل کرنے میں حقیقتاً کوئی دقت نہیں جس قدر عام افرادِ قوم اپنی ضروریاتِ زندگی کے لئے خرچ کیا کرتے ہیں اگر اس قدر سا خراجات لئے جائیں تو بات درست ہوتی مگر یہاں تو یقیناً اسراف و تبذیر اور بلا ضرورت اخراجات سے کام لیا جا رہا ہے۔ اگر خداوند تعالیٰ کا خوف، قیامت کا یقینِ کامل اور اپنی ذمہ داریوں کا احساس ہو تو خود بخود ہر شخص یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ میری اصلی ضروریات کیا ہیں؟ اور وہ کونسی سرحد ہے جہاں سے آگے بڑھ کر خرچ کرنے کے لئے مجھے قومی خزانہ میں سے ایک پیسہ لینا بھی حرام و ناجائز ہے۔

خود ہم کو بھی لکھتے ہوئے شرم آتی ہے کہ ہم مسلمانوں کے سامنے ایک غیر مسلم کا قول و عمل پیش کرتے ہیں مگر کیا کریں جب مسلمان ہی آج دور میں اسلام کو ناممکن العمل اور اسلامی احکام کی پابندی کو موجبِ حقارت و ذلت سمجھتے ہیں تو ان کو غیرت دلانے کے لئے "مسلم آمیز کافر" کا نمونہ

پیش کیے بغیر چارہ نہیں۔ گاندھی جی اس صدی کے بہت بڑے لیڈر تھے گری ہوئی ہندو قوم کو انھوں نے ترقی دی اور دنیا میں روشناس کیا۔ وہ انگریزی تعلیم یافتہ اور مغربی قوانین کے ماہر تھے۔ ۱۹۳۷ء میں جب ہندوستان کے سات صوبوں میں کانگریس کی وزارتیں قائم ہوئیں تو وزیروں کو حکومت کا کاروبار چلانے کے بارہ میں گاندھی جی نے ہریجن اخبار میں ایک پیغام دیا اور تمدن و تہذیب اور رنگینیوں و عیاشیوں کے اس زمانہ میں انھوں نے یہی ہدایت دی کہ میں تم کو رام چندر جی اور کرشن کے متعلق نہیں کہہ سکتا کیونکہ وہ تاریخی شخصیتیں نہیں ہیں تم کو دنیا کی ان دو ہستیوں کے طریقہ کار پر چلنے کی ہدایت کرتا ہوں جنھوں نے عدل و انصاف کا بہترین نظام قائم کیا یعنی حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ چنانچہ گاندھی جی کے مشورہ کے مطابق کانگریسی وزراء نے ۵۰۰ روپیہ ماہوار تنخواہ لی حالانکہ اور صوبوں میں وزراء کی تنخواہ تین ہزار روپیہ تھی۔ ایسی قول کو چھوڑ دیجئے۔ کہا گیا ہے کہ کسی شخص کی عظمت کا اندازہ اس کی موت کے بعد خوب ہو جاتا ہے گاندھی جی کے قتل کے بعد عالمگیر ماتم سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ موجودہ دور میں ان کی کتنی بڑی شخصیت تھی مگر ان کی سادگی دیکھئے ایک دھوتی پہننا معمولی غذا کھانا بکری کا دودھ پینا اور اکثر جا کر بھنگیوں کی بستی میں ایک کٹیا کے اندر رہنا۔ ہمیشہ سادہ ہی لباس رکھا وقت کے سب سے بڑے بادشاہ جارج پنجم سے ملے تو اسی ہیئت میں انگلستان کے وزراء اور پارلیمنٹ کے ممبروں اور بڑے سے بڑے انگریزوں سے ملاقات کی تو اسی لباس میں ہندوستان کے وائسرائوں سے گھنٹوں گفتگو کی ان کے ہاں عزت مہمان بن کر گئے مگر اپنی حالت میں کچھ تبدیلی نہ کی۔ اس زمانہ ہی میں انتہائی سادگی کے باوجود انکی شان میں کوئی فرق نہیں آیا اور کسی نے ان کو حقارت و اہانت کی نگاہوں سے نہیں دیکھا۔ سر کرپس وزارتی مشن کے دوسرے ممبر روز ویلیٹ اور صدر ٹرومین کے ذاتی نمائندے یورپ و ایشیاء کے دوسرے ممالک کے سفیر غیر ملکی اخبار نویس سب کے سب پوری عقیدت کے ساتھ ان کے پاس اس جھونپڑی میں جا کر حاضر ہوتے جو بھنگیوں کی بستی میں بنائی گئی تھی۔

یہ مثال صرف اس لئے عرض کر دی کہ اس دور میں بھی مطلقاً سادگی ذلت و حقارت کا سبب نہیں اگر کیرکٹر کی مضبوطی اور قوت ارادی کی پختگی ہو تو اب بھی دنیا مسخر ہو سکتی ہے۔ ہمارے لیڈروں اور حکومت کے ارکان کو غیروں کی نظروں میں اپنا وقعت اور شان بڑھانے کیلئے اسکی ضرورت نہیں کہ فلک بوس عمارتوں میں رہیں اور ایرانی قالینوں اور ریشمیں پردوں سے کوٹھیوں کو مزین کریں بلکہ ان کو چاہیے کہ ایمان و ایقان اور اخلاق و کردار کے رعب سے دنیا کو مرعوب کریں۔ وہی فرمایا تھا حضرت فاروقؓ اعظم نے اس وقت جبکہ آپ شام تشریف لے گئے اور فوج کے بعض افسروں کو دیکھا کہ انھوں نے اپنا باس بھی بدل دیا ہے تو آپ نے اس پر تنبیہ فرمائی۔ انھوں نے عذر پیش کیا کہ یہ غیر مسلموں کا ملک ہے اگر ہم پھٹے پرانے کپڑوں میں سادگی کے ساتھ رہیں تو یہ لوگ ہماری عزت نہ کریں گے تو آپ نے فرمایا کہ دوسروں کی نگاہوں میں عزت بڑھانے کے لئے ایسا کام کرنا ہی نہیں چاہیئے ذلنا قوم اعزنا اللہ بالاسلام ہم مسلمانوں کو تو اللہ تعالیٰ نے اسلام کی عزت دی ہے۔

پس درحقیقت یہ سب حیلے حوالے اور بہانے ہیں اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ رسولؐ اور قرآن و اسلام کے نام پر پاکستان تو بنا دیا مگر اب "پاپی من" اس پر آمادہ نہیں کہ پاک صاف ہو کر رہیں ؎

مسجد تو بنا دی شب بھر میں ایماں کی حرارت والوں نے
من اپنا پرانا پاپی تھا برسوں میں نمازی بن نہ سکا

(باقی صفحہ ۳۰ پر)

مُلّا راج

دین اسلام کے احکام و قوانین پر عمل کرنے کیلئے ایک خود مختارانہ ریاست اور نظام قرآنی کے اجراء و تنفیذ کیلئے ایک آزاد خطۂ ملک ضروری ہونے کے نام سے پاکستان کا مطالبہ شروع کیا گیا تھا اور قوم کے افراد نے اسی جذبۂ دینی کے ماتحت ساتھ دیا تھا چنانچہ پاکستان بن گیا اب مطالبہ ہو رہا ہے کہ اس خود مختار ریاست پاکستان میں احکام و قوانین اسلام جاری و نافذ کردو اور فرنگی نظام کو بدل کر الٰہی نظام حکومت اختیار کرو تو جواب میں بہت سے ائمہ یورپ کے مقتدی اور دین فرنگ کے ملا کچھ اعذار پیش کرتے اور کچھ بہانے تراشتے ہیں جب ان تمام اعذار کی حقیقت واضح کی جاتی ہے اور ان بہانوں کے تار و پود کو بکھیر دیا جاتا ہے تو پھر جِز بِز ہو کر تحکمانہ لب و لہجہ میں کہہ دیتے ہیں کہ "یہ سب مولویوں کا شور و غوغا ہے وہ چاہتے ہیں کہ پاکستان میں مُلّا راج قائم ہو جائے مگر ہم مُلّا راج کبھی قائم نہ ہونے دیں گے" اگر ملا راج سے ان لوگوں کا مقصد وہ نظام اسلامی ہے جس کو مولوی جانتے ہیں اور اس کے برحق ہونے کا یقین رکھتے ہیں تو پھر اس میں کوئی شک نہیں کہ صرف مولوی اور مُلّا ہی نہیں بلکہ پاکستان کے تمام دیندار مسلمان بڑے بڑے انگریزی تعلیم یافتہ اور جدید علوم و فنون کے ماہر... لیکن ساتھ ہی پختہ مسلمان... اور خود مسلم لیگ ہی میں سے بعض حضرات یہ مطالبہ کرتے ہیں یہ صرف چند مُلّاؤں کا بے معنی شور و غوغا نہیں بلکہ یہ ایک حقیقت ہے اور فرنگی ملاؤں کے علی الرغم یہ ہو کر رہیگا۔ اگر انگریز اور ہندو سے پاکستان منوایا جا سکتا ہے تو قوم ہی کے ووٹوں سے منتخب ارکان اسمبلی سے کلمہ طیبہ بھی پڑھوایا جا سکتا ہے اور اگر ملا راج سے یہ لوگ مطلب یہ لیتے ہیں کہ چند آ اپنے لئے عہدے حاصل کرنے اور اقتدار کی کرسیوں پر قبضہ جمانے کیلئے شور و غل مچا رہے ہیں تو بالکل جھوٹ ہے نہ علماء اپنی ذاتی وقار اور خاندانی اور طبقاتی اقتدار کیلئے یہ مطالبہ پیش کرتے ہیں اور نہ بفضلہ تعالیٰ علماء دین ان فرنگی ملاؤں کی طرح اس قدر خود غرض اور فریب کار ہیں کہ ہر معاملہ میں .... ملک و ملت اور دین و مذہب کے مفاد کی بجائے اپنے فوائد کو مقدم رکھیں اور ذاتی مفاد پر اسلام کا لیبل لگا کر قوم کو دھوکہ دیں۔ اس سلسلہ میں یہ بات بالکل واضح ہے کہ اسلام میں اسلامی احکام و قوانین کے علم حاصل کرنے اور ان کو جاری و نافذ کرنے کیلئے کسی مخصوص طبقہ کی تخصیص ہی نہیں اسلئے نظام اسلامی جاری کرنے کیلئے کسی مخصوص گروہ کی اجارہ داری بھی نہ رہیگی۔ خود یہی فرنگی ملا فرنگی قانون کے علم و عمل کو چھوڑ کر اور ان کے بجائے قانون اسلام کو سیکھ کر اور اس پر چل کر مُلّا بن جائیں گے اور اگر ملا راج قائم ہو گیا تو اس "ملا راج" میں اقتدار و وقار حاصل ہو سکتا ہے اعدات کو کرسیاں حاصل ہیں اسلئے ان حضرات کو گھبرانے اور پریشان ہونے کی [illegible] نہیں شیخ الاسلام حضرت مولٰنا شبیر احمد صاحب عثمانی نے کو ملتان کے ایک عظیم الشان جلسہ میں پاکستان میں نظام اسلامی کے اہم موضوع پر ایک مدلل و مؤثر تقریر کرتے ہوئے ملا راج کے اس اعتراض کا ذکر فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ بہت سے لوگ اس مطالبہ کو ملا راج سمجھ کر اور کہہ کر اپنی پریشانی کا اظہار کرتے ہیں مگر میں نے ان لوگوں سے کہا کہ بھائی ہم لوگ آپ کی طرح کرسیوں اور اقتدار کے طالب نہیں ہم ملا لوگ یہ نہیں چاہتے کہ افسر اور حاکم بن جائیں لیکن وہاں یہ ضرور چاہتے ہیں کہ افسر اور حاکم ملا بن جائیں اور اب پاکستان میں ان افسروں اور حاکموں کو ضرور ملا بننا ہی پڑے گا

اردو لکھیئے — اردو پڑھیئے

اردو بولئے

زائرین بیت اللہ سے ایک گذارش

اور

عازمین حج کے لئے مفید مشورہ

ہر سال ہمارے ملک سے عازمین حج کی ایک کافی تعداد ارضِ حرم جاتی ہے۔ ایام حج کی مصروفیت، وقت کی تنگی اور مشاغلِ حج، یہ تمام ایسے موانع ہیں جن پر بلند ہمت و باذوق اور علم دوست حضرات ہی دار العلوم حرم صولتیہ تک پہونچنے کا وقت نکال سکتے ہیں۔ بالقصد ارادہ نہ کیا جائے ہنگامی مجبوریاں سدّ راہ بنتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہر سال ہندوستانی حجاج کرام کی ایک بڑی تعداد دار العلوم حرم کو بچشم خود نہیں دیکھ سکتی۔

سعادت ابدی، حاضری حرم محترم اور حج بیت اللہ کا شرف اس سال اگر اللہ تعالیٰ نصیب فرمائے تو اپنے مقدس سفر کی مبارک فرصت کے لمحات میں یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ ارضِ مقدس میں اپنی اس علمی مشترکہ یادگار کو بھی بچشمِ خود دیکھ لیں۔ سننے اور دیکھنے میں جو فرق ہے اس کا اندازہ آپ بخوبی خود کرلیں گے کہ چھیاسٹھ سال سے خدا کے گھر میں جو علمی اور مذہبی کام ہو رہا ہے وہ موجودہ حالت میں کس حوصلہ پرور دور سے گذر رہا ہے اور مدرسہ اس میں کہاں تک ترقی کی استعداد اور قوت موجود ہے۔ یہ ایک پیغام ہے جس کا سننا اور اس پر توجہ فرمانا آپ کا قومی فرض ہے۔

سالہا شد کز برائے یک نگاہ
انتظارت می کشم در کوئے تو

اگر آپ عازم حج ہیں تو سطور ذیل پر ایک نظر ڈال لیجئے، بہت ممکن ہے کہ ان میں آپ کے لئے کوئی مفید اور بہتر بات پیش کی گئی ہو جو اس مبارک سفر میں آپ کے سکون و دلجمعی کا باعث ہو۔

(۱) خدا کے عزیز مہمان مکہ معظمہ میں حسب سابق کارکنان مرکزی دفتر دار العلوم حرم صولتیہ مکہ معظمہ سے ہر وقت مفید مشورہ اور ممکن امداد حاصل کرسکتے ہیں۔

(۲) اس مبارک سفر میں احباب و اعزا کے پُرمسرت خطوط پورے اہتمام و احتیاط کے ساتھ قابل اطمینان طریقہ سے مکہ معظمہ، مدینہ منورہ اور جدہ میں ملنے کا ذریعہ یہی ہو سکتا ہے کہ آپ اپنی ڈاک مرکزی دفتر دار العلوم حرم صولتیہ ہندیہ پوسٹ بکس ۱۱۲ مکہ معظمہ کے توسط سے منگائیے۔ زائرین بیت اللہ کی اس خدمت کو سالہا سال سے ایک اہم فرض سمجھ کر انجام دیا جاتا ہے۔ مزید سہولت کیلئے یہ صورت بھی ہوسکتی ہے کہ آپ کے متعلقین و اعزا آپ کے نام کے خطوط اصدر دفتر کراچی کو بھیجتے رہیں جو آپ کو بروقت مرکزی دفتر دار العلوم حرم صولتیہ مکہ معظمہ کے ذریعے ملتے رہیں گے۔ اس امر کا لحاظ رکھنا چاہیے کہ یہ خطوط مختصر ہوں یا ایک کاغذ پر دونوں طرف لکھے گئے ہوں اور صرف دریافت خیریت اور خانگی حالات پر مشتمل ہوں۔

(۳) حجاز مقدس پہونچنے کے بعد آپ کی دلی خواہش ہوگی کہ آپ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے غربا اور مستحقین کی حسبِ استطاعت امداد کریں، اس لئے اگر آپ کو حرمین شریفین کے صحیح مستحقین، پردہ نشین غریب بیوگان اور یتیموں کی تلاش ہو تو کارکنان مرکزی دفتر دار العلوم حرم آپ کی مکمل

رہنمائی کریں گے اور آپ اپنے ہاتھ سے اون بے یارومددگار محتاجین کی امداد کر کے ان کی سچی دعائیں حاصل کرسکیں گے۔

(۴) دارالعلوم حرم صولتیہ مکہ معظمہ حجاز میں ہندوستان کے مسلمانوں کا واحد قومی ادارہ ہے اس کے بانی مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد رحمۃ اللہ صاحب کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ کے عہد مبارک سے ہندوستانی حجاج کی رقوم مدرسہ میں بطور امانت رکھنے کا دستور چلا آرہا ہے۔ اس غیر ملک میں رقم کا تحفظ اور اس کی طرف سے بے فکری ایک اہم چیز ہے۔ مکہ معظمہ پہونچنے کے بعد سب سے پہلے آپ اپنی رقم مرکزی دفتر دارالعلوم حرم میں محفوظ کر کے رسید امانت حاصل کر لیجئے اور دفتر کے اوقات میں جب وقت آپ کو ضرورت ہو اپنی امانت میں سے بقدر ضرورت لیتے رہیئے۔

(۵) حج کے زمانہ میں مرکزی دفتر کا وقت حسب ذیل ہے:۔

۳ بجے مکہ معظمہ کے وقت سے (طلوع آفتاب سے اندازاً تین گھنٹہ بعد)

۱۰ بجے تک (غروب آفتاب سے دو گھنٹہ قبل)

(۶) اس مقدس سفر میں تفصیلی حالات اور صحیح مسائل حج کے لئے کتاب "رفیق حج" قیمت ۱ر مولوی احتشام الحسن صاحب کاندھلہ ضلع مظفر نگر سے۔ کتاب "الحج" قیمت ۴ر معہ محصولڈاک شروانی پرنٹنگ پریس علی گڈھ سے۔ کتاب "کلید جنت" الحاج چودھری عبدالحمید صاحب ججوہا بی۔ سی۔ ایس (ریٹائرڈ) گوجرانوالہ سے "دعا طواف کعبہ" بلا قیمت حاجی محمد احمد صاحب مالک بخش کمپنی کولوٹولا اسٹریٹ کلکتہ سے "طواف کعبہ کی دعائیں" حاجی شیخ محمد شریف صاحب تاجر چرم محلہ پورانیکا سیالکوٹ سے ۸ر محصولڈاک بھیج کر "طواف اور سلام" ۵ر محصولڈاک ورجسٹری بھیجکر خان بہادر حاجی وحیدالدین صاحب ایم۔ بی۔ ای پانیر آرمس کمپنی وکٹوریہ روڈ صدر کراچی یا صدر دفتر دارالعلوم حرم صولتیہ مکہ معظمہ ۱۱۲ جمشید کوارٹرس کراچی ۳ سے طلب فرمائیں۔ یہ کتابیں آپ کے لئے مفید اور رہبر سفر ثابت ہوں گی۔

ضروری نوٹ۔ دہلی میں دفتر کی تباہی و بربادی کے بعد دارالعلوم حرم صولتیہ مکہ معظمہ کا صدر دفتر کراچی میں قائم کیا گیا ہے حسب ذیل پتہ اپنی یادداشت میں نوٹ فرمالیں:۔

صدر دفتر دارالعلوم حرم صولتیہ (مکہ معظمہ) ۱۱۲ جمشید کوارٹرس کراچی ۳

اِقتباسات

انگریزی کی ایک مستند تاریخی کتاب سے

"۶۳۷ء سے لیکر ۱۰۹۹ء تک یروشلم برابر مسلمانوں کے قبضہ میں رہا اس مدت میں اس کی تاریخ پُرامن رہی۔

پورے سات نہیں، پورے سات سو برس! یہ بات کچھ تھوڑی ہوتی ہے۔ اتنے دن یروشلم پر مسلمانوں کا مسلسل قبضہ رہا۔ یہود کے قبلہ اور مسیحیوں کے مزار مقدس، بیت المقدس پر مسلمان سلاطین جیسے کچھ ظاہر ہے کہ اچھے بُرے، نرم، سخت، عادل و ظالم، سب ہی طرح کے تھے۔ کچھ کم سات سو برس تک حاکم مطلق کی حیثیت سے رہے۔ اور تاریخ کی شہادت ہے کہ جب یہود پر ظلم ہوا نہ مسیحیوں پر! —— اور پھر اس کے قبل بھی تو یہود و النصاریٰ کا مقدس مرکز مسلمانوں کے ہاتھ میں ۶۳۷ء سے لیکر ۱۰۹۹ء تک ساڑھے چار سو سال سے اوپر رہ چکا تھا۔ جب کیا ہوا تھا؟ اس کا جواب بھی اپنوں کی نہیں، غیروں کی زبان سے سنیئے۔

۶۳۷ء میں خلیفہ عمرؓ رومی مسیحیوں کو نکال کر اس پر قابض ہوگئے اور اس کی احتیاط رکھی کہ شہر کو کسی طرح کا نقصان نہ پہونچنے پائے"

(ان سائیکلو پیڈیا برٹانیکا، جلد ۱۳ صفحہ ۷۲۰، طبع چہار دہم)۔

—— یہ وہی عمر فاروقؓ ہیں، جنکی سختیوں اور سخت گیریوں کے افسانے مشہور ہیں!۔

اور پھر فاروق اعظمؓ نے کلیسا کے اندر جس طرح نماز پڑھنے سے احتیاط رکھی، یہ کہکر کہ کہیں مسلمان میرے اس عمل کو سند بنا کر اسے مسجد نہ قرار دے لیں اور عباسی خلیفہ ہارون الرشید نے جس طرح کلیسائے اعظم کی کنجیاں بھی بادشاہ شارلمین کے حوالہ کردی تھیں، اور اس نے شکرگزار ہو کر وہاں بھی زائرین کے لئے ایک مہمان سرا تعمیر کرادی، وغیرہ وغیرہ، تاریخ کے معلوم و معروف واقعات ہیں —— تو جس قوم کی غیروں کے ساتھ مسلسل و مستقل رواداری اور حسن سلوک کے یہ مستند معتبر واقعات تاریخ کے صفحات پر ثبت ہیں۔ اس کے متعلق یہ سوال —— اٹھاتے وقت، سوال کرنے والوں کو شرم نہیں آتی، کہ پاکستان میں ہندو مندروں اور سکھ گردواروں کا کیا حشر ہوگا؟ —— آخر دولت آصفیہ کا کیا معاملہ ہندو مندروں دیولوں، اور گردواروں کے ساتھ صدیوں سے جاری ہے؟

یا پھر یہ طے کرلیا گیا ہے کہ ماضی کی طرف سے کان، اور حال کی طرف سے آنکھ، دونوں بند ہی رکھی جائیں گی! (صدق)

غیروں کی شہادت

نامور انگریزی روزنامہ اسٹیٹسمین کے اڈیٹر مسٹر اسٹیفن کی چشمدید شہادت اسٹیٹسمین کے صفحات پر

لاہور ۱۲ اپریل ۔ چھوٹے بڑے ہر طبقہ کے سکھوں سے مجھ سے امرتسر میں حال ہی میں ملاقات ہوئی تھی ۔ وہ سب تردد و تشویش میں مبتلا تھے کہ خدا جانے ان کے مقامات متبرکہ کے ساتھ پاکستان میں کیا گزر رہی ہو حکام پاکستان کے اطمینان بخش بیانات ان کے کانوں تک پہونچ چکے تھے لیکن ان کے دلوں میں نہیں اترتے تھے ۔ سکھ مسلم تعلقات کی نوعیت کچھ ہو ہی گئی اس طرح کی تھی ۔ لاہور پہونچتے ہی میں نے اس کا ذکر مسلمان ملاقاتیوں سے کیا ۔ مرکزی اور صوبہ دار دونوں حکومتوں نے مجھ سے کہا تم جب اور جس گوردوارہ کا معائنہ کرنا چاہو ، بلا تامل کر سکتے ہو ——— میں نے سکھوں کے محبوب ترین گردوارہ ننکانہ صاحب کا جو لاہور سے ۵۰ میل دور ہے اور خاص شہر لاہور کے مشہور شہید گنج گوردوارہ کا نام لے دیا

میں آج ان دونوں کا معائنہ کر لیا ۔ انھیں کا نہیں بلکہ ننکانہ صاحب کے قریب کے تین اور گردواروں کا ، نیز لاہور کی جامع مسجد سے متصل ڈیرا صاحب گردوارہ کا اور مہاراجہ رنجیت سنگھ کے مقبرہ کا بھی ۔ میں اپنے مشاہدہ کی بنا پر شہادت دیتا ہوں کہ پچھلے مشاہدات کے باوجود ، یہ سب ہمارے مشہور مقامات مقدسہ (جن میں سے صرف ایک میں سکھ باقی نہیں اور باقی سب جگہوں سے مدت ہوئی کہ وہ چلے گئے ہو) مجھے نہ صرف اس وقت تک محفوظ ، بلکہ آئندہ کے لئے ہر ممکن خطرہ سے محفوظ نظر آئے میں نے بغرض احتیاط ننکانہ صاحب کے فوٹو بھی لے لیے ۔ وہاں گوردوارہ کے منیجر مع اپنے ۳۰۰ ماتحتوں کے برابر فسادات کے قبل سے موجود ہیں تنہائی محسوس کرنے کے باوجود یہ لوگ خاصے خوش بلکہ پرامید ہیں ، اور ان کے تعلقات مسلمان پولیس کے ساتھ جو انکی حفاظت کر رہی ہے مجھے تو دوستانہ ہی نظر آئے ۔ حفاظتی انتظام مکمل تھا ۔ میں نے دیکھا کہ پولس کے دیدبانی کے برجوں چھتوں کے اوپر سے انجام دے رہے ہیں ۔ — (اسٹیٹس مین ۔ ۱۰ ۔ اپریل ۱۹۴۸ء)

سکھوں اور ہندوؤں کے دل میں کوئی کیسے اتار دے کہ مسلمان حکومت یہ جو کچھ بھی کر رہا ہے یہ وقتی مصلحت شناسی سے ہو یا نہو ، بہرحال اس کا مذہبی فرض تھا ——— ذمی یعنی مسلم حکومت کی غیر مسلم رعایا ...... رعایا کی جان کی ، مال کی عزت و آبرو کی اور ان سب کے علاوہ ان کی عبادت گاہوں کی حفاظت ، یہ تو اسلامی حکومت کے ذمہ واجب رہتی ہے ۔ (صدق)

حاجیوں کے لئے دو جہازوں کی پیش کش

اخبار انجام کراچی ذمہ دار ہے کہ محمدی اسٹیم شپ کمپنی نے پاکستان گورنمنٹ نے حجاج کے لیے دو جہاز فراہم کرنے کی پیش کش کی ہے ۔

موج کوثر

بابت ماہ جمادی الثانیہ و رجب ۱۳۶۷ھ

اپنے جانے والے عزیزوں، دوستوں اور بزرگوں کو یاد رکھئے تاکہ آنیوالے آپ کو یاد رکھیں، اپنے خاندان کے مرحومین کے لیے [illegible] ایصال ثواب کرائیے۔ یاد رکھئے کہ مکہ معظمہ میں ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ نیکیوں کے برابر ہے۔ جو روپیہ آپ اپنے ملک میں خرچ کرتے ہیں اسکو مکہ معظمہ میں خرچ کرکے ایک لاکھ گنا ثواب حاصل کیجئے۔

اس کی آمدنی وظائف حفاظ میں صرف کی جاتی ہے

نمبر شمار	ایصال ثواب	مرسل رقم	رقم
۱	حسب نیت معطیہ	محترمہ شہر بانو بیگم صاحبہ مرسلہ جناب حکیم معظم علی صاحب آنولہ	لعـہ ۳۹
۲	بروح شوہر معطیہ	محترمہ زینت بیگم صاحبہ مرسلہ	للعہ ۴ ر
۳	حسب نیت معطی	جناب حکیم معظم علی صاحب آنولہ	للعـہ ۳۴
۴	بروح محبوب علی صاحب (مرحوم)	جناب حکیم سعادت علی صاحب مرسلہ جناب حکیم معظم علی صاحب آنولہ	ـہ ۳۰
۵	حسب نیت معطی	جناب الیس نثار احمد صاحب گورکھ پور	عـہ ۱۲
۶	بروح والد مرحوم	جناب سید شرافت علی صاحب مرسلہ جناب حکیم معظم علی صاحب آنولہ	صہ ۵
۷	״	جناب خلیل احمد صاحب رچھارڈ	۲ [illegible]
۸	״	جناب حاجی عبدالمالک صاحب رچھارڈ	صہ ۵ ر
۹	״	جناب حاجی محمد ادریس صاحب رچھارڈ	صہ ۵ ر
		میزان کل	۱۳۶ [illegible]

صحیفہ سعادت

معاونین کرام اور محسنوں کے اسماء گرامی

فہرست رقوم عطیات و امداد دار العلوم حرم صولتیہ مکہ معظمہ - بذریعہ صدر دفتر ۱۲ اجمشید کوارٹرس کراچی

بابت ماہ جمادی الثانیہ سنہ ۱۳۶۷ھ

اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ ہر مہینہ کی فہرست اسماء معاونین کرام کی اشاعت دوسرے ماہ کے نمبر میں ہوا کرے گی مندرجہ تفصیلات میں اگر کوئی غلطی ہو تو براہ کرم دفتر کو مطلع فرمائیے۔ باعث شکر گزاری ہوگا۔

نمبر شمار	نمبر رسید جلد	نام نامی	رقم	مد	نمبر شمار	نمبر رسید جلد	نام نامی	رقم	مد
۱	رسید جلد ۶۵	جناب خان بہادر حاجی صلاح الدین صاحب کراچی	۳۲۲	زکوۃ	۱۴	نمبر ۲ جلد ۲۳	محترمہ والدہ صاحبہ منعم صاحب پانی پتی بابت ماہ ستمبر ۴۷ء		امداد
۲	۶۶ ؍؍	محترمہ زینب بیگم صاحبہ مرسلہ جناب حکیم معظم علی صاحب آنولہ	۱۰	تعلیم	؍؍	؍؍	تا اپریل ۴۸ء		عام
۳	۶۷ ؍؍	؍؍ شہر بانو بیگم صاحبہ ؍؍	۱۰		۱۵	۵ ؍؍	جناب ایم انوار العزیز صاحب لکھنؤ		زکوۃ
۴	۶۸ ؍؍	محترمہ زینب بیگم صاحبہ ؍؍	۱۰	الغیاث			لبسی سید سیر احمد صاحب اشرفی سفیر مدینہ		
۵	۶۹ ؍؍	؍؍ فضل النساء بیگم صاحبہ ؍؍	۱۰	وظائف طلبہ	۱۶	رسید جلد ۹۷	عثمانیہ بک ڈپو کلکتہ		زکوۃ
۶	۷۰ ؍؍	جناب حکیم سعادت علی صاحب ؍؍		الغیاث	۱۷	۹۸ ؍؍	جناب سید نیاز احمد ظہور احمد صاحبان رجبار روڈ		امداد عام
۷	۷۱ ؍؍	؍؍ حکیم معظم علی صاحب آنولہ ؍؍	۱۰		۱۸	۹۹ ؍؍	جناب عبد الحمید صاحب و اہلیہ صاحبہ ؍؍		؍؍
۸	۷۲ ؍؍	جناب ایس نثار احمد صاحب گورکھپور		؍؍	۱۹	۱۰۰ ؍؍	جناب عبد الستار صاحب ؍؍		؍؍
۹	۷۳ ؍؍	جناب سید اکرام الدین صاحب جمرود			۲۰	رسید جلد	؍؍ امیر احمد صاحب ؍؍		؍؍
۱۰	رسید نمبر جلد ۲۹۲	جناب نظام الدین احمد صاحب میانوالی		زکوۃ	۲۱	نمبر ۲ ؍؍	؍؍ محمد اسرائیل صاحب ؍؍		؍؍
۱۱	رسید جلد ۲۹۳	جناب شرافت علی صاحب مرسلہ جناب حکیم معظم علی صاحب آنولہ		الغیاث	۲۲	۳ ؍؍	؍؍ خلیل احمد صاحب ؍؍		
۱۲	۲ ؍؍	جناب حاجی میاں خاں صاحب مرسلہ ؍؍		وظائف طلبہ	۲۳	۴ ؍؍	؍؍ ڈاکٹر فیاض احمد صاحب ؍؍		
۱۳	۳ ؍؍	جناب حکیم کرم علی خاں صاحب ؍؍ ؍؍		؍؍	۲۴	۵ ؍؍	؍؍ حاجی اسفندیار خاں صاحب ؍؍		؍؍

نمبر شمار	نمبر رسید جلد	نام نامی	رقم	مد	نمبر شمار	نمبر رسید جلد	نام نامی	رقم	مد
۲۵	۶ جلد	جناب حاجی عبدالسلام صاحب رچھا روڈ	۵/	رسید چندہ	۴۹	۲۲۴ ۵۴	جناب عبدالحکیم صاحب رچھا روڈ	عـہ/	[illegible]
۲۶	۷ 〃	〃 〃 عبدالمجید محمد حسین صاحبان 〃	معہ/	〃	۵۰	〃 ۵۵	〃 عبداللطیف صاحب 〃	〃	〃
۲۷	۸ 〃	مسٹر عبدالرحمن صاحب 〃	عـہ/	〃	۵۱	〃 ۵۶	〃 حکیم محمد اسمٰعیل صاحب 〃	〃	〃
۲۸	۹ 〃	جناب مولوی عبدالرشید صاحب 〃	عـہ/	〃	۵۲	〃 ۵۷	〃 حکیم رحیم بخش صاحب 〃	〃	〃
۲۹	جلد	جناب عقیل الرحمن صاحب 〃	عـہ/	〃	۵۳	〃 ۵۸	〃 احمد ولی خانصاحب 〃	〃	〃
۳۰	۱۱ 〃	جناب خلیل احمد صاحب 〃	عـہ/	〃	۵۴	〃 ۵۹	〃 ضیاء السد صاحب 〃	〃	〃
۳۱	۱۲ 〃	جناب المجید عبدالبشیر صاحبان 〃	عـہ	〃	۵۵	〃 ۶۰	〃 محمود صاحب 〃	〃	〃
۳۲	۱۳ 〃	جناب حاجی عبدالمالک صاحب 〃	عـہ	〃	۵۶	〃 ۶۱	〃 منیر احمد 〃 〃	〃	〃
۳۳	۱۴ 〃	جناب عزیز احمد خانصاحب 〃	۶/	〃	۵۷	〃 ۶۲	〃 کلو صاحب 〃	〃	〃
۳۴	۱۵ 〃	جناب مشیت اللہ صاحب 〃	۶/	〃	۵۸	〃 ۶۳	مسٹر عبداللطیف صاحب 〃	〃	〃
۳۵	۱۶ 〃	جناب رحیم بخش صاحب دیکھوری	۸/	〃	۵۹	〃 ۶۴	جناب حکیم محمود حسن صاحب 〃	〃	〃
۳۶	۱۷ 〃	جناب المجید صاحب عرف تلن رچھا روڈ	۶/	〃	۶۰	〃 ۶۵	جناب عبدالحمید صاحب عرف حاجی عبدالملک صاحب 〃	〃	〃
۳۷	۱۸ 〃	جناب جمیل الرحمن صاحب 〃	عـہ/	〃	۶۱	〃 ۶۶	〃 بندو خانصاحب 〃	〃	〃
۳۸	۱۹ 〃	جناب حاجی محمد بشیر صاحب 〃	عـہ/	〃	۶۲	〃 ۶۷	〃 حمید ماسٹر صاحب 〃	〃	〃
۳۹	۲۰ 〃	جناب نذیر احمد صاحب 〃	سے/	〃	۶۳	〃 ۶۸	〃 عبدالکریم صاحب کنڑہ	〃	〃
۴۰	۲۱ 〃	جناب حاجی محمد ادریس صاحب 〃	عـہ/	زکوٰۃ	۶۴	〃 ۶۹	جناب عبدالحمید صاحب نانکار	عـہ	〃
۴۱	۲۲ 〃	جناب ملا نظیر احمد صاحب 〃	عـہ	رسید چندہ	۶۵	〃 ۷۰	〃 عبدالمجید صاحب بہیڑی	عـہ	〃
۴۲	۲۳ 〃	محترمہ عابدہ بی بی صاحبہ پورالالکاد	ـہ/	〃	۶۶	〃 ۷۱	〃 مشیت اللہ صاحب کنڑہ	عـہ	〃
۴۳	۲۶۶ جلد	جناب ماسٹر عنایت رسول صاحب ایجا	ـہ/	〃	۶۷	〃 ۷۲	〃 عبدالغفور صاحب رچھا روڈ	عـہ	〃
۴۴	۱۷ 〃	جناب ظہور احمد عبدالستار صاحبان 〃	ـہ/	〃	۶۸	〃 ۷۳	محترمہ اہلیہ صاحبہ سیٹھ ظہور احمد صاحب 〃	عـہ	〃
۴۵	۱۸ 〃	جناب حاجی نذیر صاحب 〃	ـہ/	〃	۶۹	〃 ۷۴	〃 〃 〃	عـہ	〃
۴۶	۱۹ 〃	〃 قاضی عبدالسلام صاحب 〃	ـہ/	〃	۷۰	〃 ۷۵	〃 〃 عبدالرحمن صاحب 〃	عـہ	〃
۴۰	۲۰ 〃	محترمہ اہلیہ صاحبہ حافظ اشفاق رسول صاحب 〃	ـہ/	〃	۷۱	〃 ۷۶	〃 نیاز احمد صاحب 〃	عـہ	〃
۴۸	[illegible] جلد	جناب عبدالحنان صاحب 〃	عـہ/	〃			میزان کل آمدنی ماہ جمادی الثانی ۱۳۶۹ھ	[illegible]	

صحیفہ سعادت بابت ماہ رجب المرجب ۱۳۶۷ ہجری

نمبر شمار	نمبر رسید	نام نامی	رقم	مد
۱	۷۷ صفحہ ۱۲	محترم والدہ محمد صمصام الحق صاحب جوشی پور دھور	[illegible]	فدیہ نماز
۲	۷۹	ایک صاحب خیر بذریعہ محمود احمد مقصود احمد صاحب	تام	زکوٰۃ
۳	۷۶	جناب حاجی محمد احمد صاحب باڑی دہلوی کراچی	۶ / ر	امداد
۴	۷۷	جناب حاجی غلام محمد صاحب لاہور	[illegible]	[illegible]
۵	۷۸	" المدد تا صاحب بذریعہ حاجی امام الدین صاحب سلانوالی	۶ /	"
۶	۷۹	" غلام محمد صاحب " "	[illegible]	"
۷	۸۰	" حاجی غلام محمد صاحب دار بڑن	[illegible]	امداد
۸	۸۱	" خان بہادر محمد مسلم صاحب کراچی	[illegible]	زکوٰۃ
۹	۸۲	ایک اختصار پسند صاحب خیر خواہ اللہ کلکتہ	[illegible]	زکوٰۃ
۱۰	۸۳	" " "	ما / ر	امداد
۱۱	۸۴	جناب خان بہادر نواب محمد عیسیٰ صاحب عالیہ آباد از دفت شیخ عبد الصمد صاحب بابت مختصہ مالِ سنہ	[illegible]	"
۱۲	۸۵	جناب حاجی محمد خان صاحب آواری فرخ آباد	[illegible]	زکوٰۃ
۱۳	۸۶	" " احسان الٰہی صاحب ملتان چھاؤنی	[illegible]	امداد
۱۴	۸۷	" منظور النور بیگ صاحب کیرود	[illegible]	زکوٰۃ
۱۵	۸۸	" " ایک اختصار پسند صاحب خیر خواہ اللہ از بیٹ آباد	ما / ر	"
۱۶	۸۹	جناب شیخ محمد یوسف صاحب بھکا بازار	ما م	زکوٰۃ
۱۷	۹۰	" محمد سلیمان صاحب بتوسط جناب حافظ محمد سعید صاحب	[illegible]	خیرات زکوٰۃ
۱۸	۹۱	جناب حاجی محمد ایوب صاحب دفتر صاحب موصوف	[illegible]	"
۱۹	[illegible]	محترمہ والدہ صاحبہ خالد منعم عباس کراچی	عصر /	"

نمبر رسید	نام نامی	رقم	مد
[illegible]	جناب مولوی غلام محمد صاحب بہاولپور بابت ماہ ستمبر	صہ /	امداد طلبا
۲۱ / ۷ / "	جناب چودھری عطا محمد صاحب بذریعہ حاجی امام الدین صاحب سلانوالی	صہ /	وظائف طلبا
۲۲ / ۸ / "	جناب چودھری ارشاد صاحب بذریعہ حاجی امام الدین صاحب سلانوالی	صہ /	"
۲۳ / ۹ / "	جناب احمد صاحب بذریعہ حاجی امام الدین صاحب سلانوالی	عصر /	[illegible]
۲۴	آمد فی بمد الشتراک ماہنامہ ندائے حرم	[illegible]	[illegible]
	میزان کل بابت ماہ رجب المرجب	[illegible]	[illegible]

اخقر

ضیاء الدین احمد عفی عنہ

صدر دفتر دار العلوم حرم مولتیہ (مکہ معظمہ)

نمبر ۱۴ جمشید کوارٹرس

کراچی ۳

مغربی پاکستان سے بعد رمضان حجاج کے لئے جہازوں کا انتظام

برائے سنہ ۱۹۴۸ء

چونکہ جہازوں میں ملنے والی جگہ نہایت ہی محدود ہے۔ اس لئے حکومت پاکستان نے رمضان شریف کے بعد امسال حاجیوں کو لے جانے والے جہازوں کو کنٹرول میں رکھنے کا فیصلہ کیا ہے۔ جو عازمین حج مشرقی پاکستان سے تعلق رکھتے ہیں وہ منتظر رہیں۔ اسی قسم کا اعلان اگر کوئی پورٹ حج چاٹگام بھی کرنے والے ہیں۔

عازمین حج نوٹ کرلیں کہ سعودی عرب کی حکومت نے اپنا ٹیکس ۴۸۹ روپے آٹھ آنہ فی کس مقرر کیا ہے جو جدہ پہنچتے ہی فوراً ادا کرنا پڑے گا علاوہ حج کا پورا خرچہ جس میں مدینہ شریف کی زیارت بھی شامل ہے حسب ذیل ہے۔

کراچی سے جہاز میں جانیوالے عازمین حج کے پورے خرچ کا تخمینہ

(بعد رمضان المبارک)

(۱) جہاز میں عرشہ اور اونٹ پر سفر ۱۶۷۵ روپیہ

(۲) جہاز میں عرشہ اور حجاز میں تھرڈ کلاس موٹر لاری ۱۸۷۵ رر

(۳) جہاز میں سکینڈ کلاس اور حجاز میں سیکنڈ کلاس موٹر ۲۳۷۵ رر

(۴) جہاز میں فرسٹ کلاس اور حجاز میں فرسٹ کلاس بس ۲۹۰۰ رر

(۵) جہاز میں فرسٹ کلاس اور حجاز میں ڈی لکس کار ۳۲۰۰ رر

جو عازمین حج چاٹگام سے روانہ ہونگے ان میں عرشہ کے لیے ۷۵ روپے اور فرسٹ کلاس کے لیے ۲۲۵ روپے مندرجہ بالا خرچہ سے زیادہ دینا پڑیگا کیونکہ یہ کا اعلان جہاز ران کمپنیاں جلد کرنیوالی ہیں۔

۳۔ جو حضرات مغربی پاکستان سے عزم حج رکھتے ہیں، انہیں مقررہ فارم پر بنام حج بکنگ آفس حاجی کیمپ کراچی بذریعہ رجسٹری درخواست بھیجنا چاہیے۔ مطلوبہ فارم بلا قیمت پورٹ حج کمیٹی یا پراونشل حج کمیٹی پشاور، لاہور کے دفتروں، نیز حج بکنگ آفس کراچی سے حاصل کیجا سکتی ہے۔

۴۔ درخواست۔ اگر مقررہ فارم پر نہیں مگر اس میں حسب ذیل باتیں ہیں تو وہ بھی قبول کرلی جائے گی۔ اندراجات مطلوبہ یہ ہیں۔

(۱) نام (بلاک حروف میں)

(۲) نام والد یا شوہر (اگر کوئی ایسا بچہ بھی ساتھ ہے جس کی عمر ایک سال تک ہے تو اسکی ماں یا سرپرست کا نام درج کیا جائے جس کے ساتھ بچہ جا رہا ہے۔

(۳) عمر

(۴) موجودہ مستقل سکونت کا پتہ

(ا) نمبر مکان

(ب) روڈ/اسٹریٹ

(ج) گاؤں۔ شہر

(د) ڈاکخانہ

(ہ) ٹیلیگراف آفس

(و) پولیس اسٹیشن

(ز) ضلع

(ح) صوبہ یا ریاست

(۵) خط و کتابت کا پتہ

(ا) نمبر مکان

(ب) روڈ / اسٹریٹ

(ج) گاؤں [illegible] شہر

(د) ڈاکخانہ

(ہ) ٹیلیگراف آفس

(و) پولیس اسٹیشن

(ز) ضلع

(ح) صوبہ یا ریاست

(۶) فرسٹ کلاس، سکنڈ کلاس یا عرشہ کس کلاس کا واپسی ٹکٹ چاہیئے۔

(نوٹ) سکنڈ کلاس کے صرف چند ہی ٹکٹ مل سکیں گے۔

(۷) اگر فرسٹ کلاس کا ٹکٹ نہ مل سکا تو کیا آپ فرسٹ کلاس یا عرشہ یا جو بھی مل جائے سفر کریں گے۔

(۸) اگر آپ دوسرے ساتھیوں یا ملازموں کے ساتھ سفر کرنا چاہتے ہیں تو مندرجہ ذیل تفصیلات درج کیجئے۔ اور یہ بھی لکھیئے کہ اگر آپ کے ساتھیوں یا ملازموں کو ٹکٹ نہ مل سکے تو کیا آپ تنہا سفر کر سکیں گے۔

ہمراہیوں کی مفصل کیفیت

نام	پتہ	تاریخ درخواست
(ا) ...	...	...
(ب) ...	...	...
(ج) ...	...	...

(۹) رقم جو ادا کی گئی ...

(ا) کیسے ادا کی گئی۔ نقد، منی آرڈر، بنک ڈرافٹ، یا بیمہ

(ب) نام ڈاکخانہ یا بنک یا مقام جہاں ادائیگی عمل میں آئی ہو

(۱۰) درخواست بھیجنے کی تاریخ۔

(۱۱) درخواست کنندہ کے دستخط یا نشان انگوٹھا۔

۵۔ ہر عازم حج کو علیحدہ درخواست دینی چاہیئے۔ ایک سال کی عمر تک کا بچہ اگر ہو، بلا ٹکٹ جا سکتا ہے مگر پھر بھی اسے "حاجی" تصور کیا جائیگا۔ اس کے لئے بھی علیحدہ درخواست دی جائے۔ اگر عازمین حج کا کوئی گروپ ایک ساتھ سفر کرنا چاہتا ہے تو ان سب کی درخواستیں ایک ہی لفافہ میں بند کر کے بھیجی جا سکتی ہیں۔ مگر ہر شخص کی درخواست علیحدہ ہونا چاہیئے۔ جو درخواست اس قدر بدخط لکھی ہو گی کہ پڑھی نہ جائے یا جس کے ساتھ مطلوبہ رقم موصول نہیں ہو گی اس پر توجہ نہیں کیجائیگی۔

۶۔ ہر عازم حج کو جس کی عمر ایک سال سے زیادہ ہے حج بکنگ افسر کراچی یا [illegible] کو اپنی درخواست کے ساتھ سو روپیہ بطور پیشگی جمع کرا کر پیشگی ادا کرنا ہوگا۔ بقیہ [illegible] جہاز ران کمپنی روانگی کی بندرگاہ پر وصول کرے گی۔

۷۔ عازمین حج کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ جہاں تک ممکن ہو وہ اپنی رقم بنک ڈرافٹ کے ذریعہ سے حج بکنگ افسر کراچی کے نام بھیجیں۔ اگر رقم بذریعہ منی آرڈر ارسال کی جائے تو منی آرڈر کوپن پر اس شخص کا نام ضرور درج کر دیا جائے جس کی طرف سے رقم بھیجی گئی ہے۔

۸۔ درخواست دہندگان کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ اپنے پاس ڈاکخانہ وغیرہ کی تمام رسیدیں رکھیں تاکہ حج بکنگ افسر کے سامنے پیش کر سکیں اگر مطالبہ کریں۔

۹۔ لوکل (مقامی) درخواستیں حج بکنگ آفس میں ہر کام کے روز دس بجے صبح سے ایک بجے دن تک لی جائینگی۔ جمعہ کے دن درخواستیں صرف ۱۲ بجے دوپہر تک لیجائیں گی۔

۱۰۔ عازمین حج کو اپنے لئے جہاز منتخب کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں ہوگا۔ لیکن حج بکنگ افسر صاحب ان کی خواہش کا حتی الامکان خیال رکھیں گے۔ الغرض سفر کے لیے جہاز طے کرنے کا آخری فیصلہ حج افسر صاحب کریں گے۔

۱۱۔ جہاز میں جگہ دلوانے کے لیے حج بکنگ افسر صاحب اس [illegible] خیال رکھیں گے کہ درخواستیں پہلے کون کون سی پہنچی تھیں۔ [illegible] و ضوابط کیا ہیں اور صوبہ کے لئے نشستوں کا کوٹہ کتنا ہے۔

۱۲۔ جن عازمین حج کی درخواستیں منظور ہو جائیں گی، ان کے نام حج [illegible] ریزرویشن کارڈ مع مفصل ہدایات ماہ اگست کے پہلے ہفتہ میں جاری کریں گے۔ جہاز کا ٹکٹ صرف ان لوگوں کو مل سکے گا جن کے پاس ریزرویشن کارڈ ہوگا اور جسے بوقت خریداری ٹکٹ پیش کرنا چاہیئے جن لوگوں کو ریزرویشن کارڈ مل جائے وہ مندرجہ کارڈ بندرگاہ میں تاریخ مقررہ پر پہنچیں۔ پہلے نہ آئیں۔

۱۳۔ جن لوگوں کو ریزرویشن کارڈ نہ پہنچیں وہ اپنے گھر سے نہ چلیں کیونکہ ان کے لئے جہاز میں جگہ کی گارنٹی نہیں کی جا سکتی۔ ناکام امیدواروں کو ان کا روپیہ منی آرڈر فیس وضع کر کے، حج سیزن (باہر جانے کے لیے) ختم ہونے کے بعد جلد از جلد بھیج دیا جائیگا۔

۱۴۔ جن امیدواروں نے پار سال حج بکنگ آفس نئی دہلی کو روپیہ بھیجا تھا، اور جنھیں نہ جگہ ملی تھی اور نہ ان کا روپیہ ان کو ابھی تک واپس ملا ہے۔ ان کو چاہیے کہ جدید رقم اور جدید درخواست مقررہ فارم پر حج بکنگ افسر کراچی یا جائنٹ ہوم افسر گورنمنٹ آف انڈیا نئی دہلی کو دیں اور اس میں ادائیگی رقم کے بارے میں پوری تفصیلات درج کریں۔

۱۵۔ غیر ملکی عازمین حج اپنی درخواست جہاز میں جگہ کے لئے اپنے ملک کے نمائندے متعینہ پاکستان کے نام بھیجیں اگر صورت ایسی ہو کہ ان کے ملک کا کوئی سرکاری مستند نمائندہ پاکستان میں نہ ہو تو وہ اپنی درخواست پاکستان کی

وزارت امور خارجہ وتعلقات دولت مشترکہ گورنمنٹ پاکستان کراچی کے نام براہ راست ارسال کریں۔ لیکن وہ اپنا روپیہ بذریعہ بنک ڈرافٹ صرف حج بکنگ افسر کراچی کے نام بھیجیں۔

۱۶- عازمین حج کو بسواری طیارہ حجاز بھیجنے کا مسئلہ بھی زیر غور ہے۔ جس کے بارہ میں جداگانہ اعلان کیا جائیگا

۱۷- حج بکنگ افسر کا روپیہ قبول کر لینے سے حکومت پاکستان پر اس بات کی کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوگی کہ جہاز میں ضرور جگہ دلائی جائے۔

شائع کردہ

وزارت امور خارجہ وتعلقات دولت مشترکہ حکومت پاکستان

طابع و ناشر حافظ ضیاء الدین احمد نے مشہور آفسٹ لیتھو پریس کراچی میں چھپوا کر مدد دفتر دار العلوم حرم صولتیہ (مکہ معظمہ) ...

Sep. 78

ندائے حرم

صدر دفتر مدرسہ صولتیہ (مکہ معظمہ) کراچی کا ماہوار رسالہ

مرتبہ

ادارہ صدر دفتر

عدد ۱۱ — جلد ۸

ندائے حرم کا مقصد!

(۱) دار العلوم حرم صولتیہ (مکہ معظمہ) کے اغراض و مقاصد کی اشاعت اور اس کی تکمیل کے لئے کوشش۔
(۲) دار العلوم حرم صولتیہ (مکہ معظمہ) کے سرپرستوں اور معاونین کرام کو اس کے اہم اور ضروری حالات سے روشناس کرانا۔
(۳) مسلمانان ہند کو اسلامی دنیا کی اہم تحریکاتِ علمی و معاشرتی جدوجہد اور علمی و فنی خدمات سے باخبر کرنا۔

ندائے حرم کا مسلک

(۱) دار العلوم حرم صولتیہ (مکہ معظمہ) کعبہ کے زیر سایہ ایک باہمہ مرکزی تحریک ہے اسلئے مجلہ ندائے حرم مرکزِ اسلام کی آواز ہے۔
(۲) دار العلوم حرم صولتیہ (مکہ معظمہ) غیور و باہمت مسلمانانِ ہند کی خدا کے گھر میں ۷۵ سالہ مشترکہ یادگار ہے اس لئے ندائے حرم کو اختلافی امور سے احتراز ہوگا۔ (۳) سیاسی معاملات اور ملکی و بین الاقوامی سیاست سے تعلق نہ ہوگا۔

ندائے حرم کے قواعد و ضوابط

(۱) ندائے حرم پابندی وقت کے ساتھ ہر انگریزی ماہ کی ۱۵ تاریخ کو کم از کم ۴۸ صفحات پر شائع ہوتا ہے۔
(۲) عدم وصولی کی صورت میں ۲۵ تاریخ تک اطلاع دے کر دوسرا رسالہ طلب فرمائیں۔ اس کے بعد دفتر معذور ہوگا۔
(۳) ماہنامہ ندائے حرم دار العلوم حرم صولتیہ (مکہ معظمہ) کے سرپرستوں اور خاص معاونین کی خدمت میں ہدیۃً بھی پیش کیا جاتا ہے۔
(۴) جواب طلب امور کے لئے محصول ڈاک آنا چاہیے۔
(۵) اشتراک سالانہ۔ تین روپے فی پرچہ ۴ بیرون پاکستان و ہندوستان سے ۱/۲ ۷ شلنگ (۴۰) نمونہ مفت
(۶) رسالہ کے متعلق تمام ضروری خط و کتابت منتظم رسالہ ندائے حرم سے ہونی چاہیے۔
(۷) منی آرڈر کے کوپن پر اپنا نام و پتہ مع چٹ نمبر صاف تحریر فرمائیے تاکہ ارشاد کی تعمیل ہو سکے۔
(۸) اجرت استہار ہر حالت میں پیشگی آنی چاہیے۔

ترسیلِ زر کا پتہ

معتمد عمومی صدر دفتر دار العلوم حرم صولتیہ (مکہ معظمہ) صولتیہ منزل ۱۴۲/۲ جمشید کوارٹر کراچی ۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

زمزم کی موج ہی نہیں بحر کرم ہوں میں اے حق نیوش سُن کہ ندائے حرم ہوں میں

TELE Address:- SAULATIYA Karachi SAULATIYA Mecca.

ندائے حرم

تار کا پتہ صولتیہ۔ کراچی صولتیہ۔ مکہ

مدیر مسئول:- ضیاء الدین احمد

عدد ۱۱ | بابت ماہ ذیقعدہ ۱۳۶۷ھ مطابق ماہ ستمبر ۱۹۴۸ عیسوی | جلد ۸

بحضور سید المرسلین (صلی اللہ علیہ وسلم)

(منجانب امت عاصی بزبانِ شوقؔ امرتسری)

اے پیشوائے مرسلیں، اے سبز گنبد کے مکیں — دنیا میں امت آپ کی اب ہے ہلاکت کے قریں

اے دافعِ رنج و بلا، اے قاطعِ مرض و الم — ہم بے کسوں کا بھی ذرا، سنئے تو کچھ حالِ حزیں

اے باعثِ کون و مکاں، اے سرورِ ہر دو جہاں — تیرے سوا ہم کو نہیں ملتی جہاں میں جا کہیں

علم و عمل، خُلق و کرم، رعب و وقار و زور و زر — ہر وصف ہے رخصت ہوا، جاتے رہے دنیا و دیں

وہ قوم سب سے پست اب اقوام عالم میں ہوئی — جس قوم کے تھا ایک دن سارا جہاں زیرِ نگیں

بدنام ہیں ہر کام میں، اتنے ذلیل و خوار ہیں — مشرک بھی یوں ہیں طعنہ زن، مسلم بھی پنپا ہے کہیں

اپنی ندامت آپ ہیں خود کہہ رہے ہیں برملا — اب مذہبِ اسلام اور مسلم ہیں بس زیرِ زمیں

ہیں معترف اس بات کے، ہم باخبر ہیں حال سے — جز شامتِ اعمال کے ہوتا کوئی ابتر نہیں

گو اس جہانِ حال میں اقوامِ عالم کی طرح — ماضی مسلماں قوم کا شرمندۂ معنیٰ نہیں

ہیں کائنات دہر کے دورِ زماں سے باخبر — مشہور عالم ہے یہی "گاہے چناں گاہے چنیں"

ہیں سہارا آپ ہی ہم عاصیوں کے واسطے — ہو کرم کی اک نظر یا رحمۃ للعالمیں!

یہ ہے بیان امتِ عاصی زبانِ شوقؔ سے
بہرِ خدا کیجئے کرم، اے غمگسارِ مذنبیں

ندائے حرم کا مقصد!

(۱) دار العلوم حرم صولتیہ (مکہ معظمہ) کے اغراض و مقاصد کی اشاعت اور اس کی تکمیل کے لئے کوشش۔

(۲) دار العلوم حرم صولتیہ (مکہ معظمہ) کے سرپرستوں اور معاونین کرام کو اس کے اہم اور ضروری حالات سے روشناس کرانا۔

(۳) مسلمانان ہند کو اسلامی دنیا کی اہم تحریکاتِ علمی و معاشرتی جدوجہد اور علمی و فنی خدمات سے باخبر کرنا۔

ندائے حرم کا مسلک

(۱) دار العلوم حرم صولتیہ (مکہ معظمہ) کعبہ کے زیر سایہ ایک باہمہ مرکزی تحریک ہے اسلئے مجلہ ندائے حرم مرکزِ اسلام کی آواز ہے۔

(۲) دار العلوم حرم صولتیہ (مکہ معظمہ) غیور و باہمت مسلمانانِ ہند کی خدا کے گھر میں ۷۵ سالہ مشترکہ یادگار ہے اس لئے ندائے حرم کو اختلافی امور سے احتراز ہوگا۔ (۳) سیاسی معاملات اور ملکی و بین الاقوامی سیاست سے تعلق نہ ہوگا۔

ندائے حرم کے قواعد و ضوابط

(۱) ندائے حرم پابندی وقت کے ساتھ ہر انگریزی ماہ کی ۱۵ تاریخ کو کم از کم ۴۰ صفحات پر شائع ہوتا ہے۔

(۲) عدم وصولی کی صورت میں ۲۵ تاریخ تک اطلاع دے کر دوبارہ رسالہ طلب فرمائیں۔ اس کے بعد دفتر معذور ہوگا۔

(۳) ماہنامہ ندائے حرم دار العلوم حرم صولتیہ (مکہ معظمہ) کے سرپرستوں اور خاص معاونین کی خدمت میں ہدیۃً بھی پیش کیا جاتا ہے۔

(۴) جواب طلب امور کے لئے محصول ڈاک آنا چاہیے۔

(۵) اشتراک سالانہ۔ تین روپے فی پرچہ ۴ ؍ بیرون پاکستان و ہندوستان سے ½۷ شلنگ (۸ ؍) نمونہ مفت

(۶) رسالہ کے متعلق تمام ضروری خط و کتابت منتظم رسالہ ندائے حرم سے ہونی چاہیے۔

(۷) منی آرڈر کے کوپن پر اپنا نام و پتہ مع چٹ نمبر صاف تحریر فرمائیے تاکہ ارشاد کی تعمیل ہو سکے۔

(۸) اجرت اشتہار ہر حالت میں پیشگی آنی چاہیے۔

ترسیلِ زر کا پتہ

معتمد عمومی صدر دفتر دار العلوم حرم صولتیہ (مکہ معظمہ) صولتیہ منزل ۱۴/۱۱۲ جمشید کوارٹر کراچی ۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اے حق نیوش سُن کہ ندائے حرم ہوں میں زمزم کی موج ہی نہیں بحرِ کرم ہوں میں

TELE Address SAULATIYA Karachi SAULATIYA Mecca.

ندائے حرم

تار کا پتہ
صولتیہ۔ کراچی
صولتیہ۔ مکہ

مدیر مسئول:۔ ضیاء الدین احمد

عدد ۱۱ | بابت ماہِ ذیقعدہ ۱۳۶۷ھ مطابق ماہ ستمبر ۱۹۴۸ء عیسوی | جلد ۸

بحضور سید المرسلین (صلی اللہ علیہ وسلم)

(منجانب امت عاصی بزبانِ شوقؔ امرتسری)

اے پیشوائے مرسلیں، اے سبز گنبد کے مکیں — دنیا میں امت آپ کی اب ہے ہلاکت کے قریں
اے دافعِ رنج و بلا، اے قاطعِ مرض و الم — ہم بے کسوں کا بھی ذرا، سنئے تو کچھ حالِ حزیں
اے باعثِ کون و مکاں، اے سرورِ ہر دو جہاں — تیرے سوا ہم کو نہیں ملتی جہاں میں جا کہیں
علم و عمل، خُلق و کرم، رعب و وقار و زور و زر — ہر وصف ہے رخصت ہوا، جاتے رہے دنیا و دیں
وہ قوم سب سے پست اب اقوام عالم میں ہوئی — جس قوم کے تھا ایک دن سارا جہاں زیرِ نگیں
بدنام ہیں ہر کام میں، اتنے ذلیل و خوار ہیں — مشرک بھی یوں ہیں طعنہ زن، مسلم بھی بنتا ہے کہیں
اپنی ندامت آپ ہیں خود کہہ رہے ہیں بر ملا — اب مذہبِ اسلام اور مسلم ہیں بس زیرِ زمیں
ہیں معترف اس بات کے، ہم باخبر ہیں حال سے — جز شامتِ اعمال کے ہوتا کوئی ابتر نہیں
گو اس جہانِ حال میں اقوامِ عالم کی طرح — ماضی مسلماں قوم کا شرمندۂ معنیٰ نہیں
ہیں کائنات دہر کے دورِ زماں سے باخبر — مشہورِ عالم ہے یہی "گاہے چناں گاہے چنیں"
ہیں سہارا آپ ہی ہم عاصیوں کے واسطے — ہو کرم کی اک نظر یا رحمۃ للعالمیں!

یہ ہے بیانِ امتِ عاصی زبانِ شوقؔ سے
بہرِ خدا کیجئے کرم، اے غمگسارِ مذنبیں

اثرات

مصائب کا فلسفہ
اور
اس پر غلبہ پانے کی راہیں

انسان پر مصیبتیں کیوں آتی ہیں؟ مسلمانوں کو امتحان میں کیوں ڈالا جاتا ہے؟ خدا تو رحیم و کریم ہے، اس کی شان تو یہ ہے کہ اس کی رحمت و رافت کا ہر وقت ظہور ہوتا رہے۔ انسان کو مصیبت میں ڈال کر اسے کیا ملتا ہے؟ وہ تو انسان کی بھلائی اور برائی سے پاک ہے، نیکوں کی نیکیاں اس کے حسن میں کوئی اضافہ نہیں کرتیں اور بدوں کی بدیاں اس کے جمال پر کوئی دھبہ نہیں لگاتیں۔ پھر کیا بات ہے کہ مسلمانوں پر مصائب ٹوٹ رہے ہیں اور انھیں ہر چہار اطراف سے بربادیوں کی دعوت دی جارہی ہے؟

جہاں تک خدا کی ذات کا تعلق ہے وہ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ

اگر کسی بستی کے لوگوں میں (زندگی کی) صلاحیت موجود ہو تو تمہارا رب انھیں ظالمانہ طور پر ہلاک نہیں کرتا۔

جب تک کسی بستی کے لوگ سر سے پیر تک نہ بگڑ جائیں اور ان کا خمیر فاسد نہ ہو جائے وہ برباد نہیں کئے جاتے۔ لیکن جب ان کا قوام بگڑ جاتا ہے ان میں زندہ رہنے کی صلاحیت نہیں رہتی اور وہ ان شرائط کو پورا کرنے سے قاصر رہ جاتے ہیں جو آبرومندانہ زندگی کی بنیاد ہیں تو ان کی اجل آپہنچتی ہے اور ان کی کمزوری خود زہر بن کر انھیں ہلاک کر ڈالتی ہے۔

تباہ ہونے والے صرف خارجی اسباب کا کھوج لگاتے ہیں لیکن ان ناسوروں کو نہیں دیکھتے جن میں فساد کا مواد پکتا اور زہر کا ڈنک تیار ہوتا ہے۔

خدا تو کسی کو مصیبت میں نہیں ڈالتا تو پھر مصیبت آتی کہاں سے ہے؟

وَمَا اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ۔ تمہاری مصیبت خود تمہارے اپنے ہاتھوں کی کمائی ہے، اور تمہارے بہت سے کرتوت تو ایسے ہیں کہ ان سے درگذر کیا جاتا ہے۔

انسان جو بوتا ہے سو کاٹتا ہے، جیسا کرتا ہے ویسا بھرتا ہے، جو قوم اپنے ہاتھوں اپنے مزاج کو خراب کر ڈالتی ہے۔ غفلت میں سرشار رہتی ہے اپنی صلاحیتوں کو معطل کر دیتی ہے۔ اپنے اخلاق کو گھن

لگا دیتی ہے تو انسان کا مصائب میں مبتلا ہونا ناگزیر ہے۔ جب زہر خوری کا لازمی نتیجہ موت ہے تو بداعمالی کے نتیجہ میں بربادی کیوں ظہور میں نہ آئے؟ إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ ۔ خدا کا قانون اور اس کی گرفت سخت ہے۔ اس میں دیر اور ڈھیل ضرور ہے مگر تعطل نہیں ہے۔ یہ صحیح ہے کہ خدا کسی پر ظلم نہیں کرتا مگر یہ بھی یقینی ہے کہ اس کا قانون بے اثر بھی نہیں رہتا۔

انسان کی ایک عجوبہ زائی یہ ہے کہ مصیبت پڑی تو وہ مایوس ہو جاتا ہے، یا مصیبت دور ہونے پر مغرور ہو جاتا ہے۔

وَلَئِنْ أَذَقْنَا الْإِنسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنَاهَا مِنْهُ إِنَّهُ لَيَئُوسٌ كَفُورٌ ۔ وَلَئِنْ أَذَقْنَاهُ نَعْمَاءَ بَعْدَ ضَرَّاءَ مَسَّتْهُ لَيَقُولَنَّ ذَهَبَ السَّيِّئَاتُ عَنِّي إِنَّهُ لَفَرِحٌ فَخُورٌ ۔ جب ہم انسان کو نعمیں عطا کر کے چھین لیتے ہیں تو وہ مایوس ہو کر کفر کے کنارے جا کھڑا ہوتا ہے اگر اسے مصیبتوں کے بعد اپنی رحمت سے حصہ دیتے ہیں تو فخر کے ساتھ کہنے لگتا ہے کہ مصیبتوں کے دن بیت گئے اور بربادیوں سے جان بچی۔

یہ خود فراموشی کی حد ہے کہ انسان اعتدال پر نہیں آتا، جہاں تکلیف پہنچی مایوسی کے گڑھے میں جا گرا کیا مجال کہ اپنی قسمت کو تھام کر حالات کی سازگاری کا انتظار کرے اور ہمت کے ساتھ واقعات پر نگاہ جمائے اور پھر جہاں راحت پہنچی اور تکلیف سے نجات ملی، بدستور غفلت شعاری میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ نہ عبرت پذیری، نہ احساس غیرت نہ تلافی مافات کی فکر صرف لن ترانیاں ہانکتا ہے کہ دیکھو ہم قسمت کے جال سے کیسے نکلے حالانکہ اس کا فرض تھا کہ رحمت سے محرومی پر متنبہ ہوتا اور وہ ابتلاء مصیبت سے نکلنے کے لئے توبہ واستغفار کرتا، چھٹکارہ پانے پر گرمجوشی اور سرگرمی کا ثبوت دیتا، اور جو ایسا کرتا ہے وہ یقیناً کامیاب ہوتا ہے۔

تباہی کی ایک علامت یہ ہے کہ انسان راحتوں پر مطمئن ہو جائے اور آنے والے انقلاب سے آنکھیں بند کر لے، انقلاب اپنے ساتھ لڈو اور سیب نہیں لاتا، یہ تو موت اور بربادی کی رولنگ مشین بن کر آتا ہے زندہ قوم وہ ہے جو راحتوں میں بھی انقلاب کے تصور سے بیگانہ نہ رہے اور وقت سے پہلے سیلاب کا رخ بدلنے کی تیاری کر لے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَعْبُدُ اللَّهَ عَلَىٰ حَرْفٍ ۖ فَإِنْ أَصَابَهُ خَيْرٌ اطْمَأَنَّ بِهِ ۖ وَإِنْ أَصَابَتْهُ فِتْنَةٌ انقَلَبَ عَلَىٰ وَجْهِهِ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ ۔ کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو بے دلی کے ساتھ اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ اگر انہیں بھلائی ملتی رہے تو مطمئن رہتے ہیں مگر مصیبت نازل ہوتے ہی منہ بگاڑ لیتے ہیں۔ یہ لوگ نہ دنیا کے نہ دین کے، اس سے بڑھ کر نقصان اور کیا ہو سکتا ہے۔

اگر عیش اڑانے کا موقعہ مل جائے تو سمجھتے ہیں کہ ہماری عبادت کا صلہ مل رہا ہے اور جہاں امتحان میں پڑے شکایات کے دفتر کھل جاتے ہیں کہ عبادت گذار رہو کے مریں اور گنہگار مزے اڑائیں۔ بدوں کیلئے سب کچھ اور نیکوں کے لئے مصائب اور آلام! حالانکہ اگر نماز روٹی کا بدل نہیں ہو سکتی، اگر روزہ حج کا بدل نہیں ہو سکتا تو یہ کیوں قیاس کر لیا جائے کہ عبادت توپ و تفنگ، اور ایٹم بم کا بدل ہو سکتی ہے اگر لڑو گے تو شکست یقینی ہے، خواہ کتنی ہی نمازیں پڑھو، روٹی کے بغیر پیٹ نہیں بھرے گا، خواہ لا الٰہ کی کتنی ہی ضربیں لگا لو۔

آپ نے مصیبتوں کی داستان سن لی، آپ نے سن لیا کہ انسان کی تباہی کے اسباب کیا ہیں۔ اب ان تباہیوں سے نجات پانے کا گر بھی معلوم کر لیجئے:۔

وَلَا تَيْأَسُوا مِن رَّوْحِ اللَّهِ ۖ إِنَّهُ لَا يَيْأَسُ مِن رَّوْحِ اللَّهِ

إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ۔ خدا کی رحمت سے ناامید نہ ہو جانا خدا کی رحمت سے تو وہی لوگ مایوس ہوتے ہیں جن کا پیشہ کفر (انکار) ہے۔

امید اور ناامیدی پر بڑی فلسفیانہ بحثیں ہیں، جو لوگ قنوطی ہیں وہ کفر اور انکار کے بندے ہیں اور ان کے سینوں میں وہ روشنی نہیں ہے جو ان کے سفر میں شمع راہ بن سکے، قنوطیت محض نفی ہے اور نفی سے نیستی تو پیدا ہو سکتی ہے، ہست و بود کی جلوہ نمائی نہیں ہو سکتی، ایمان ایک ایجابی حقیقت ہے جس سے زندگی کے ولولے اور عمل کے جذبے ابھرتے ہیں، مومن، جس کے اندر ایمان کا فانوس روشن ہو اپنی راہ آپ پیدا کرتا اور اپنے احول کا خود خالق بنتا ہے۔ اور امید کی اسٹیم سے نظام زندگی کا جہاز چلاتا ہے، وہ گرتا ہے۔ ٹھوکر کھاتا ہے، ناکام ہوتا ہے، لٹتا پٹتا ہے مگر پھر اٹھتا، پھر بھاگتا پھر کامیاب ہو کر اپنے چراغ سے دوسرے چراغ جلاتا ہے، امید کی طاقت اس کی اصل توانائی ہے اور خدا کی رحمت پر بھروسہ اس کا اصلی راس المال ہے۔ وہ امید کے ساتھ آگے بڑھتا ہے۔ امید کی طاقت سے مصائب کو شکست دیتا ہے اور امید کے خطوط پر اپنی زندگی کی گاڑی چلاتا ہے، ہر چیز کو فنا ہے امید کو فنا نہیں، ہر طاقت کمزور پڑ سکتی ہے امید کی طاقت کمزور نہیں پڑ سکتی۔ ہر مصیبت کا علاج امید، ہر تباہی کا مداوا امید۔ ہر شکست کا بدل امید۔ ۔ ۔ امید! امید!! امید!!!۔ ہر مصیبت کی ایک ہی دوا امید!

لیکن امید اور رجائیت کی طاقت ہم کہاں سے حاصل کریں؟ اس کا سر چشمہ وہ ذات ہے جس کی بارگاہ میں ناامیدی کے لئے کوئی گنجائش نہیں۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُبِينًا۔ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَاعْتَصَمُوا بِهِ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِي رَحْمَةٍ مِنْهُ وَفَضْلٍ وَيَهْدِيهِمْ إِلَيْهِ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا۔

اے انسانو! تمہارے پاس تو تمہارے رب کی طرف سے برھان آچکا ہے اور ہم نے تم کو جگمگاتی روشنی عنایت کی ہے۔ پس جو شخص خدا پر یقین رکھتا اور اس کا دامن تقدس پکڑتا ہے تو ہم اسے اپنی رحمت کی چادر میں ڈھانک لیں گے اور اس پر اپنے فضل کی بارش کریں گے اور اسے ایسی راہ پر ڈال دیں گے جو صاف، سیدھی اور ہموار ہو گی۔

یعنی انسان کو برہان دیا گیا، روشنی بخشی گئی۔ اب تمہارا کام یہ ہے کہ ایمان باللہ کی طاقت کو مضبوط بناؤ اور خدا کی بخشی ہوئی روشنی سے کام لو۔ اس کے بعد دیکھو کہ خدا کی رہنمائی کس طرح تمہارے شامل حال رہتی ہے اور تمہاری زندگی کا ستارہ کس طرح چمکتا ہے۔

پس مصائب سے نہ گھبراؤ، کیونکہ وہ زندگی کا لازمہ ہیں، گھبرانے کی چیز یہ ہے کہ تم ناامید ہو کر بیٹھ جاؤ اور آزمائش سے عبرت حاصل نہ کرو۔ آؤ مصائب کو جھیلنے کی طاقت خدا کی بارگاہ سے ملیگی۔ ایمان باللہ کی روح کو زندہ کرو اور مصائب کے پہاڑوں کو دھوئیں کی طرح اڑا کر کامیابی کو مجبور کردو کہ وہ تمہارا قدم چومے اور تمہیں چشمۂ زندگی کے کنارے پر لگا دے۔

واللہ الموفق والمستعان وعلیہ التکلان۔

عربی سیکھئے

عربی پڑھئے

بصائر

نعرۂ تکبیر

"اے اللہ! عمر ابن الخطابؓ کو اسلام کی قوت بنادے۔"

یہ وہ دعا ہے جو سرورِ کونین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے کی تھی۔

یکایک عمر ابن الخطابؓ نے اپنی تلوار کمر میں لگائی اور کوہ صفا کے دامن میں ایک مکان کے دروازہ پر جا دستک دی۔ یہ مکان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیام گاہ تھا ——— ! ایک صحابی دروازہ پر آئے اور واپس جا کر اطلاع دی کہ "عمر ابن الخطابؓ تلوار سے مسلح دروازہ پر کھڑے ہیں" ——— جواب حضورؐ نے نہیں، حضرت حمزہؓ نے دیا "جاؤ اس کو اندر آنے کی اجازت دو، اگر نیک ارادے سے آیا ہے تو بہتر ورنہ ہم اس کو اسی کی تلوار سے قتل کر دیں گے" حضورؐ نے فرمایا "ہاں اس کو اجازت دو" ابھی عمرؓ آنے بھی نہ پائے تھے کہ حضورؐ پیغمبرانہ عزیمت کے ساتھ کھڑے ہو کر آگے بڑھے۔ عمرؓ سے ملے ان کی چادر کو پکڑ کر زور سے جھٹکا دیا اور فرمایا:۔

"خطاب کے بیٹے کس ارادہ سے آیا ہے؟ خدا کی قسم ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تو اس وقت تک باز نہ آئے گا جب تک کہ خدا تجھ پر کوئی شدید آفت نہ نازل کر دے۔"

عمرؓ نے عرض کیا:۔

"یا رسول اللہ میں اسلئے حاضر ہوا ہوں کہ اللہ پر، اس کے رسول پر اور اس کے نازل کئے ہوئے قرآن پر ایمان لاؤں۔"

تاریخ کا بیان ہے کہ جب آنحضرتؐ نے یہ الفاظ سنے تو بے ساختہ نعرۂ تکبیر بلند فرمایا ——— اللہ اکبر ——— یہ تھا وہ دن جب اسلام کی روحانی قوت نے عمر ابن الخطابؓ کے سنگ و فولاد دل کو فتح کیا، اور یہ تھی وہ ساعت جب پہلی بار یہ معلوم ہوا کہ نعرۂ تکبیر کس موقعہ پر بلند کیا جاتا ہے اور کتنی قوت کے ساتھ بلند کیا جاتا ہے۔ اس زمانہ میں نعرۂ تکبیر روزمرہ کا کام ہو گیا، درحقیقت یہ فتح و جنگ کا نعرہ ہے، اس کو فتح و جنگ کے وقت ہی بلند کرنا چاہیئے، اور فاتحین کا ہی حق ہے کہ وہ یہ نعرہ بلند کریں۔

موتِ عشق

سالارِ لشکرِ اسلام حضرت خالد بن ولید نے الیس کی جنگ اور حیرہ کی صلح سے فارغ ہو کر شہنشاہِ ایران کو پوری دلیرانہ عزیمت کے ساتھ اپنے خط میں لکھا تھا:۔

"تم ہمارے نظام میں داخل ہو جاؤ، ہم تم کو اور تمہاری حکومت کو اس کے حال پر قائم رہنے دینگے، بصورت دیگر یاد رکھو کہ میرے ساتھ وہ سپاہی ہیں جو موت کے اتنے ہی عاشق ہیں جتنے تم زیست کے۔"

یہ تھی اسلامی زندگی، مسلمانوں کے کمانداروں اور ان کے سپاہیوں کی زندگی، مردوں کی طرح زندگی کے ہر محاذ پر جیتے تھے، زندگی اصل مقصد نہ تھی، بلکہ یہ مقاصد کے تابع تھی، یہی وہ بہادر تھے جو موت سے عشق کرتے تھے اور زندگی کے عاشقوں کو محاذِ باطل پر موت کا

ذائقہ چکھاتے تھے، انھوں نے موت سے عشق کیا، تمام ملت اسلامیہ زندہ ہوگئی، ہم زندگی پر جان دیتے ہیں۔ اس لئے قوموں کے درمیان ہماری زندگی کا عنوان ہی غائب ہے، ہمیں زندگی اتنی عزیز ہے کہ ہم قلت وکثرت کے خطرہ سے خائف ہیں، اور زندگی کے لئے مرے جاتے ہیں مگر اقبال مرحوم کا قول یاد رکھئے ؎

"اگر خواہی حیات اندر خطر زی"

سیاحت کا تاریخی تعلق تجارت سے

ساتویں اور نویں صدی ہجری میں مسلمان تجار ایک طرف مشرق میں بری اور بحری راستوں سے چین پہنچے تو دوسری طرف جنوب میں انھوں نے زنجبار اور افریقہ کے دور افتادہ سواحل کا پتہ چلایا، مغرب میں بحر ظلمات کے کنارے تک جا پہنچے، شمال میں روس کے اندر پھیل گئے۔

سیراف کے سلیمان التاجر کی مشرق بعید کی سیاحتوں کا حال ایک گمنام مصنف نے ۸۵۱ء میں لکھا، یہ پہلی کتاب ہے جس سے ہندوستان کے سواحل کی نسبت عربوں کی معلومات کا پتہ چلتا ہے سلیمان ہی وہ شخص ہے جس نے چین کے متعلق بھی معلومات بہم پہنچائیں روس کے متعلق سب سے پہلا قابل اعتماد بیان احمد بن فضلان بن حماد نے شائع کیا، جو ۹۲۱ء میں المقتدر کی طرف سے بلغاریوں کے پاس دریائے والگا کے کنارے بھیجا گیا تھا، ذکی ولیدی کی کوشش سے احمد کے سفرنامہ کا مکمل نسخہ مشہد کے کتب خانہ میں مل گیا ہے۔ المسعودی نے بھی ان مسلمان تاجروں کا ذکر کیا ہے جو لیبیا میں بڑے پیمانہ پر تجارتی کاروبار کرتے تھے۔

یہ معلومات ہمارے اور ندائے حرم کے دیرینہ مخلص ذکر مفرما حیدرآباد کے مشہور سائنسداں جناب مولانا محمد عبدالرحمٰن خاں صاحب سابق پرنسپل عثمانیہ کالج حال صدر حیدرآباد اکاڈمی نے معجم البلدان کے مصنف یاقوت حموی کے حوالہ سے اپنے ایک مقالہ میں پیش فرمائی ہیں۔

سچے دل سے غور کیجئے آج سے نو سو سال قبل مسلمان ہونے کے کیا معنی تھے۔ مسلمانوں کی ہمت، عزیمت اور حوصلہ مندی کی رفتار کیا تھی۔

وہ قافلہ جو ساڑھے تیرہ سو سال قبل مکہ معظمہ سے خارج البلد کیا گیا تھا صرف تین سو سال کی مدت میں کہاں سے کہاں پہنچا؟ اور کن راہوں سے پہنچا۔ اسلام کو تجارت سے کیا تعلق تھا مسلمانوں نے اس تعلق کو کہاں پہنچا کر دم لیا اور اس کے کیا نتائج مرتب ہوئے؟ انھوں نے تجارت کیلئے سیاحت کی اور سیاحت کیلئے تجارت کی۔ اسی کے ساتھ تبلیغ اسلام کو اپنا نصب العین قرار دیا اور ان دونوں سلسلوں کو اسلام کی اشاعت اور ترقی کیلئے وقف رکھا۔ آج نہ تجارت ہے نہ سیاحت، نہ اسلام کی اشاعت کا نصب العین! کیا ہم اب بھی اپنی زندگی کے حقیقی عنوان پر غور نہ کرینگے؟۔ عمائدین، دولتمند تجار اور اکابر قوم سے اس کے عملی جواب کی ملت متوقع ہے۔

پاکستانیوں کیلئے عبرت

مسٹر محمد افضل وزیر حکومت مشرقی پاکستان نے جو حال میں افغانستان کے جشن آزادی واستقلال میں شرکت کرکے کابل سے واپس آئے ہیں ایک نمائندہ پریس کو مندرجہ ذیل بیان دیا ہے کاش کہ یہ ہمارے لئے عبرت آموز ہو۔

"ہم نے کابل میں بہت سے ڈنر کھائے اور بہت سی اجتماعات اور ضیافتوں میں شرکت کی، لیکن ان تمام اجتماعات کی بڑی خصوصیت یہ تھی کہ ایک بھی افغان خاتون ان میں شریک نہ تھی۔ حکومت افغانستان کی ہدایت کے موافق برقعہ پوشی کا

رواج ہے۔ سب پابند مذہب اور سیدھے سچے لوگ ہیں۔ یہ بات دیکھکر روح وایمان تازہ ہوتا تھا کہ ہر افغان خواہ وہ کہیں ہو نماز کے وقت یہ اہم فریضہ ادا کرتا ہوا نظر آتا تھا۔

افغانستان میں کوئی قانونِ اسلحہ نہیں۔ ہر افغان گھر سے مسلح ہو کر نکلتا ہے، ورنہ وہ خود کو نامکمل سمجھتا ہے۔ فوجی خدمت لازمی ہے۔ ہر افغان کو ۱۸ سے ۴۲ سال کی عمر تک لازمی فوجی تربیت حاصل کرنی پڑتی ہے۔ افغانستان میں ایک طاقتور فوج اور ایک زبردست ہوائی بیڑہ موجود ہے۔

شہر کابل سطح سمندر سے ۶ ہزار فٹ بلند ہے اور واقعی ہر لحاظ سے جنت نظیر ہے۔ کابل کی آب و ہوا ہندوستان کے تمام پہاڑی شہروں سے بہتر ہے۔"

علامہ اقبال کی حاضر جوابی

پروفیسر خواجہ عبدالحمید صاحب ایم اے نے علامہ اقبال کے چند جواہر ریزے حوالہ قرطاس کئے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں۔ کیمبرج کے زمانہ میں چند ہمعصروں سے مذہب پر بحث چھڑ گئی۔ ایک صاحب پوچھنے لگے مسٹر اقبال یہ کیا بات ہے کہ جتنے پیغمبر اور بانیانِ مذہب دنیا میں آئے۔ وہ بلا استثنار ایشیا میں مبعوث ہوئے۔ یورپ میں ایک بھی پیدا نہیں ہوا؟۔ ڈاکٹر صاحب نے جواب دیا۔ بھئی شروع شروع میں اللہ میاں اور شیطان نے اپنا اپنا پینترا اچھالا۔ اللہ میاں نے ایشیا کو پسند کیا اور شیطان نے یورپ کو۔ اسی لئے اللہ میاں کی طرف سے جو پیغمبر آئے وہ ایشیا میں مبعوث ہوئے۔ وہ صاحب بول اٹھے تو پھر شیطان کے پیغمبر کیا ہوئے؟ جواب دیا یہ تمہارے میکاؤلی اور مشہور اہلِ سیاست اس کے رسول ہیں:

آج دنیا بھر کی سیاست پر یہ شیطان کے پیغمبر ہی چھائے ہوئے ہیں۔ دنیا کی کافر و مشرک قوموں کو تو ان کی پیروی کرنی ہی تھی۔ کیونکہ ان کے مذاہب ان کی سیاسی فلاح و رہبری سے محروم تھے۔ مگر غضب تو یہ ہے کہ دنیا کے وہ مسلمان بھی جو اپنے پاس اسلام جیسا مکمل نظام حیات اور کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کی ہدایت و رہنمائی لئے بیٹھے ہیں۔ وہ بھی انہی "پیغمبروں" کا دامن تھامے ہوئے ہیں۔ مسلمانوں کے باثر و اقتدار سرمایہ دار ہی مسلمانوں کے سیاہ و سپید کے مالک بنے ہوئے ہیں اور یہ اشتراکیت سرمایہ داری اور لادین جمہوریت پر ایمان لائے ہوئے ہیں۔

معذرت

ہمیں افسوس ہے کہ مولانا محمد عبد الرحمن خانصاحب صدر حیدرآباد اکاڈیمی کے مضمون "تاریخ اسلام پر ایک طائرانہ نظر" کی نویں قسط ڈاک کے نظام میں گڑبڑ کی وجہ سے ہمیں موصول نہیں ہوئی اس لئے ہم ناظرین کرام سے معذرت خواہ ہیں۔ انشاء اللہ آئندہ ماہ کے ندائے حرم میں یہ نویں قسط ہدیہ ناظرین کی جائیگی۔

مدیر

قرطبہ

از جناب غلام رسول صاحب ازہر

کوئی قرطبہ کے کھنڈر جا کے دیکھے
مساجد کے محراب و در جا کے دیکھے
حجازی امیروں کے گھر جا کے دیکھے
خلافت کو زیر و زبر جا کے دیکھے
جلال ان کا کھنڈروں میں یوں ہے چمکتا
کہ ہو خاک میں جیسے کندن دمکتا

اسلامی اسپین کو صحیح طور پر جاننے اور سمجھنے کے لئے اگرچہ ہمارے بہترین تاریخی ماخذ و شواہد سرزمین اندلس ہی میں مذہبی جنون کی نذر ہوگئے۔ اور جو باقی بچے ان کو زمانہ کی دستبرد نے ملیا میٹ کر دیا۔ لیکن پھر بھی جو تھوڑا بہت مواد ہمیں ملتا ہے اس سے اسلامی اسپین کی اس عدیم المثال تہذیب و ثقافت اور شوکت و عظمت کا اندازہ ضرور ہو جاتا ہے جو کئی سو سال تک اہل مغرب کے لئے مشعل راہ رہی اور جس نے مٹ جانے پر بھی اپنے مٹا دینے والوں کو ایک نئی تہذیب سے نوازا۔

عیسائی مورخین اسلامی تاریخ لکھتے وقت ہمیشہ معاندانہ رویہ اختیار کرتے ہیں اور بجائے اس کے کہ وہ ایک غیر جانبدار مبصر و راوی کی طرح واقعات اور نتائج کو ان کے اصلی رنگ اور صحیح حالت میں پیش کر کے علمی تحقیق میں اپنے ذوق سلیم کا ثبوت دیں وہ اکثر اپنے ارثی بغض و عناد کی تشفی کے لئے ان کو مسخ شدہ صورت ہی میں پیش کرتے ہیں۔ تاہم جب کبھی تعصب کی پٹی ان کی آنکھوں سے ڈھلک جاتی ہے تو لامحالہ حقیقت اپنی تمام جلوہ آفرینیوں کے ساتھ دنیا کے سامنے آجاتی ہے۔ ایک عیسائی مورخ اپنے بھائیوں کی اس "معاندانہ روش" کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہے:

"تہذیب کی شعاعیں سب سے پہلے اسپین پر ہی پڑیں جس نے بعدہٗ تمام عیسائی دنیا کو جگمگا دیا۔ یہ قرطبہ اور طلیطلہ کے دبستان ادب ہی تو تھے جہاں یونانی علم و حکمت کی سرد پڑنے والی چنگاریوں کو نہ صرف جمع کیا گیا بلکہ ان کو نہایت احتیاط سے ہمارے لئے محفوظ بھی کیا۔ آج ہماری بہت سی اہم ایجادات اور مفید دریافتیں عرب فطانت اور محنت ہی کی مرہون منت ہیں! . . . . . اور عرب، بجائے اس کے کہ ہمارا دور جدید اُن کا شکریہ ادا کرے ـــــ شکریہ جس کے وہ یقیناً مستحق ہیں ـــــ ان پر اکثر ہمارے ادب نو کی طفولیت کو بگاڑنے اور خراب کرنے کا الزام دھرتا ہے!"

مسلمانوں کے عہد عروج میں مشرق و مغرب میں تین شہر تہذیب و تمدن کا مرکز رہے ہیں۔ فلسطین، بغداد اور قرطبہ۔ موخر الذکر یورپ میں سب سے زیادہ بارونق اور پر وقار تھا اور ایک نہایت ہی مخصوص تمدن کا حامل۔ مشہور افریقی عرب مورخ احمد المقری ابن الحجاری کے حوالہ سے قرطبہ کا ذکر ان الفاظ میں کرتا ہے۔

"اندلس کے بڑے شہروں میں بلا ریب قرطبہ کو فضیلت حاصل ہے قرطبہ بنو امیہ کے عہد حکومت میں قبۃ الاسلام تھا۔ نیز وہ علماء کے لئے دارالاجتماع، سلاطین بنی امیہ کا پایہ تخت اور یمن اور معد کے مشہور و معروف قبائل کا مسکن تھا۔ دنیا کے ہر گوشہ سے اس مخزن علم و حکمت میں طلباء جوق در جوق آتے تھے تاکہ فقہا اور علماء سے جن کی قرطبہ میں بڑی بہتات تھی وہ بالمشافہ تحصیل علوم کرسکیں۔ اندلس میں قرطبہ کو وہی حیثیت حاصل تھی جو اعضاء بدن میں سر کو حاصل ہے۔"

القصہ قرون وسطیٰ میں قرطبہ کا شمار یورپ کے سب سے زیادہ متمدن شہروں میں ہوتا تھا۔ اس میں ایک لاکھ تیرہ ہزار گھر تھے اکیس مشمولے تھے ستر دارالمطالعے، ان گنت کتابوں کی دکانیں، لاتعداد مسجدیں اور محلات تھے۔ بنابریں اسے ایک بین الاقوامی شہرت حاصل تھی زائرین اور مسافروں کے دلوں پر اس کی عظمت و سطوت کا سکہ خود بخود بیٹھ جاتا تھا۔ شہر میں کئی کئی میل لمبی سڑکیں اور شاہراہیں تھیں جن پر قرطبہ کے دو رویہ عالیشان مکانات کے بالاخانوں کی روشنیاں چراغاں کرتی تھیں، قرطبہ کی سڑکوں پر عوام کی سہولت کے لئے روشنی کا بہترین انتظام تھا۔ جب کہ اس کے سات سو برس بعد تک بھی لندن جیسے دارالحکومت کے عوام کو سڑکوں اور شاہراہوں پر روشنی نصیب نہ ہوئی۔ قرطبہ کی سڑکیں نہایت صاف و شفاف اور ہموار تھیں۔ درآنحالیکہ صدیوں بعد بھی پیرس کی یہ حالت تھی کہ جس شخص نے بارش کے روز اس میں قدم رکھا۔ وہ ٹخنوں تک کیچڑ اور گارے میں دھنس گیا۔ جس زمانے میں آکسفورڈ یونیورسٹی کے علماء نہانے کو ایک جاہلانہ رسم گردانتے تھے اس سے صدیوں پیشتر قرطبہ کے سائنسدان نہایت ہی آرام دہ غسلخانوں میں نہایا کرتے تھے۔

سلاطین یورپ کو جب کبھی کسی جراح، معمار، مغنی یا خیاط کی ضرورت محسوس ہوتی تو وہ بلا جھجک قرطبہ کی طرف ہی نظر دوڑاتے اور رجوع کرتے تھے۔ اسلامی دارالحکومت کی شہرت المانیہ تک کے دور دراز ملکوں میں پہنچ چکی تھی جہاں ایک سیکسن راہبہ نے اسے "نگینۂ عالم" کہہ کر پکارا تھا۔

اسلامی تاریخ اسپین میں سنہ ۹۶۱ء تا سنہ ۱۰۰۲ء کا زمانہ مغرب کا زرین دور شمار ہوتا ہے۔ فی الحقیقت یہ الحکم ثانی اور الحاجب المنصور کا عہد حکومت ہے۔ جس میں یورپ اور افریقہ میں اسلام کو انتہائی عروج حاصل ہوا۔

الحکم ایک عالم اجل تھا اور علماء کا بہترین مربی اور قدردان، علماء کو وہ نہایت ہی معقول مشاہرے اور وظائف دیا کرتا تھا۔ خاص قرطبہ میں اس نے ستائیس ایسے اسکول کھولے جہاں مفت تعلیم دی جاتی تھی۔ قرطبہ کی یونیورسٹی جس کی بنیاد عبدالرحمن ثالث نے رکھی تھی الحکم کے زمانہ میں اس کا شمار دنیا کی بہترین تعلیمی درسگاہوں میں ہوتا تھا۔ اس میں تعلیم حاصل کرنے کیلئے نہ صرف اسپین سے عیسائی اور مسلم طلبہ آتے تھے بلکہ یورپ، افریقہ اور ایشیا کے دور دراز ممالک سے بھی تشنگان علم جوق در جوق آتے تھے۔ الحکم نے اس مسجد کی عمارت میں جس میں قرطبہ کی یونیورسٹی واقع تھی مزید توسیع کرائی اور سیسہ کی نالیوں کے ذریعہ اس میں پانی کا انتظام کیا اور بازنطینی صناعوں سے اس پر نہایت ہی عمدہ پچی کاری کرائی۔

الحکم نے مشرق سے یونیورسٹی کے لئے اساتذہ منگوائے اور ان کی تنخواہوں کے سلسلے میں اوقاف کا انتظام کیا۔ قرطبہ یونیورسٹی کے پروفیسروں میں سے ایک "ابن القوطیہ" تھا جو گرامر پڑھایا کرتا تھا۔ اور اسی طرح وہاں بغداد کا مشہور ماہر لسانیات ابو علی القالی بھی تھا جس کی مشہور و معروف تصنیف "امالی" آج بھی عرب ممالک میں پڑھی جاتی ہے۔

یونیورسٹی کے علاوہ دارالسلطنت میں ایک نہایت ہی شاندار لائبریری تھی۔ الحکم مبصر کتابیات تھا۔ اس کے کارندے اسکندریہ دمشق اور بغداد تک کے کتب خانوں کو چھان مارتے تھے اور ہر قسم کے مفید مخطوطات خرید لیتے تھے۔ چنانچہ اس طرح جو کتابیں جمع ہوئیں کہا جاتا ہے کہ ان کی تعداد چار لاکھ تھی اور جن کے مضامین کی فہرست چوالیس مجلدات پر مشتمل تھی۔ الحکم جو مسلم خلفا میں غالباً سب سے بڑا عالم تھا کئی ایک نسخوں کو خود بھی کام میں لایا اور بعض مخطوطات پر اپنے حواشی بھی چڑھائے۔ کتابیں جمع کرنے کا اسے اس قدر شوق تھا کہ کتاب الاغانی کے سب سے پہلے نسخے کے حصول کے سلسلے میں جس کو الاصبہانی عراق میں تصنیف کر رہا تھا اس نے ایک ہزار دینار پیشگی بھجوائے تھے۔ اس کے دور حکومت میں تمام اندلس میں علم و فضل کا عام چرچا تھا۔ ڈوزی ایک ولندیزی مستشرق تو جوش و خروش میں آکر یہاں تک کہہ دیتا ہے کہ "قریباً ہر شخص لکھ پڑھ سکتا تھا" اور یورپ کا وہ دور ہے جس میں ماسوائے کلیسا کے چند پادریوں کے لوگ لکھنے پڑھنے کے ابتدائی اصولوں سے بھی ناواقف تھے! قرطبہ میں تعلیم عام تھی۔ یہاں تک کہ خواتین بھی زیور علم سے آراستہ تھیں اعلیٰ تعلیم زیادہ تر دینیات، تفسیر قرآن، عربی صرف و نحو، علم اللغت، تاریخ، فلسفہ، جغرافیہ اور شعر و سخن پر دی جاتی تھی۔ اندلس کے کئی بڑے شہروں میں مثلاً اشبیلیہ، ملکہ اور غرناطہ میں درس و تدریس کیلئے بلند پایہ دارالعلوم تھے۔ قرطبہ یونیورسٹی میں ریاضی نجوم اور طب کے بھی شعبے تھے۔ علاوہ ازیں اسلامیات اور قانون کی تعلیم کا بھی بہترین انتظام تھا۔ قرطبہ اور دیگر یونیورسٹیوں میں پبلک جلسے ہوتے تھے جس میں طبعزاد نظمیں پڑھی جاتی تھیں اور خطبات دیئے جاتے تھے۔ دارالعلوم کے صدر دروازے پر یہ عبارت کندہ تھی:-

"دنیا صرف چار چیزوں پر قائم ہے۔ داناؤں کی حکمت، بڑوں کا انصاف، نیکوکار لوگوں کی نیکی اور بہادروں کی شجاعت۔"

قرطبہ کی لائبریری جس کا افتتاح محمد اول (۸۶۲-۸۸۶ء) نے کیا اور بعدہ جس میں الحکم ثالث نے توسیع کرائی۔ اس وقت دنیا کی بہترین اور سب سے بڑی لائبریری ہوگئی جب الحکم ثانی نے اپنے جمع کردہ مخطوطات اور دیگر کتب کا ذخیرہ بھی اس میں رکھ دیا۔

روم و یونان کی طرح اندلس میں مراکز لہو و لعب اور سیاسی اکھاڑے نہیں تھے۔ لہذا اہلِ اندلس کی تمام تر توجہ تحصیل علم ہی کی طرف مرتکز رہی۔ قرطبہ اندلس میں کتابوں کی سب سے بڑی منڈی تھی۔ لوگوں کے علمی ذوق کا یہ عالم تھا کہ گھر گھر لائبریری تھی۔ المقری اس سلسلے میں ایک شخص کی دلچسپ روایت یوں بیان کرتا ہے:-

"جن دنوں میں قرطبہ میں رہتا تھا۔ میں اکثر اس کی کتابوں کی منڈی میں جایا کرتا تھا کیونکہ مجھے ایک کتاب کی ضرورت تھی جس میں مجھے خاص طور پر دلچسپی تھی آخرکار اس کا ایک نسخہ جس کی جلد نہایت عمدہ اور کتابت نہایت دیدہ زیب تھی میرے ہاتھ لگی۔ مارے خوشی کے میں نے اس کی بولی دی۔ مگر ہر دفعہ کوئی دوسرا میری بولی سے زیادہ بولی دیتا تھا۔ یہاں تک کہ اس نیلام میں میں نے محسوس کیا کہ کتاب کی قیمت حد اعتدال سے تجاوز کر گئی۔ میں نے نیلام کرنے والے سے کہا کہ مجھے اس بولی دینے والے کو دکھاؤ جس نے کتاب کی قیمت کو اس کی اصلی حیثیت سے بڑھا دیا۔ چنانچہ وہ مجھے ایک عجیب و غریب لباس والے شخص کے پاس لے گیا، جس کے پاس پہنچتے ہی میں نے کہا "اللہ تعالیٰ میرے آقا فقیہ کو توانا رکھے! اگر آپ کے زیر نظر اس کتاب کے حصول میں کوئی خاص مقصد ہے تو میں اسے جانے دوں

کیونکہ بولی تو پہلے ہی درجۂ اعتدال سے بڑھ گئی ہے"۔ اس
پر اُس نے جواب دیا "میں فقیہ نہیں ہوں اور نہ مجھے اس
کے نفسِ مضمون ہی کا علم ہے۔ میں نے تو صرف ایک
لائبریری بنائی ہوئی ہے جس کو ہر طرح سے بنایا سنوارا ہے
تاکہ میں بھی شہر کے نتابہ کے زمرہ میں فخر محسوس کروں۔ اس
میں اب بھی ایک جگہ خالی ہے جس کو یہ کتاب نہایت عمدگی
سے پر کر دے گی، چونکہ اس کی کتابت دیدہ زیب اور جلد نفیس
تھی میں نے اسے پسند کیا اور اس بات کا مطلق خیال نہ کیا
کہ اس کی مجھے کیا قیمت دینا پڑی ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ
میں صاحبِ مقدرت ہوں"۔

المقری ابن سعید کے حوالہ سے لکھتا ہے کہ تمام روئے زمین
پر قرطبہ ہی ایک ایسا شہر تھا جہاں کتابوں کی بے اندازہ بہتات تھی۔
ابوالفضل النعاشی، فقیہ ابوالولید ابن الرشد کا قول جب کہ اس
میں اور رفائد ابوبکر ابن زہر میں قرطبہ کی تعریف و توصیف کے سلسلہ
میں مقابلہ ہوا، نقل کرتا ہے "میں نہیں جانتا کہ تم کیا کہو گے مگر جو کچھ
میں جانتا ہوں وہ یہ ہے کہ اشبیلیہ میں جب کوئی فاضل شخص مر
جاتا ہے اور اس کے ورثا اس کی لائبریری کو فروخت کرنا چاہتے
ہیں تو وہ عام طور پر اس کی قیمت چکانے کے لئے اُسے قرطبہ بھیج دیتے
ہیں۔ بخلاف اس کے جب کوئی سازندہ قرطبہ میں مرجاتا ہے اور
اس کے سازوں کو بیچنا مقصود ہو تو عام رواج یہ ہے کہ انھیں اشبیلیہ
بھیج دیا جاتا ہے"۔

اندلس میں کتابوں کی بہتات کی بڑی وجہ یہ تھی کہ اس
میں کاغذ سازی کے کارخانے تھے، کاغذ سازی کی صنعت مشرق
سے سب سے قبل مراکش میں آئی جو بارہویں صدی عیسوی کے
وسط میں اسپین میں رائج ہوگئی۔ مشہور عرب مصنف یاقوت اندلس
میں شاطبہ کو اس صنعت کا مرکز قرار دیتا ہے۔

یورپ کے قرونِ وسطیٰ کی ثقافتی تاریخ میں مسلم اسپین نے
نہایت ہی روشن اور شاندار ابواب کا اضافہ کیا۔ آٹھویں صدی
عیسوی کے وسط سے لیکر تیرہویں صدی عیسوی کے شروع تک
صرف عرب ہی تمام دنیا میں شعل تہذیب و تمدن کے حامل
رہے۔ یہی وہ اصحاب وساطت ہیں جن کی بدولت قدیم علم و حکمت
کا از سر نو احیا ہوا اور جنھوں نے اپنی زبان میں نہ صرف اسے
محفوظ کیا بلکہ بعدۂ مغربی یورپ کے لئے اس کی تحصیل کے بھی
دروازے کھولے۔

اندلس میں لغت، زبان دانی، قواعد، نسانیات، تاریخ، جغرافیہ،
فلسفہ، کیمیا گری، ہیئت، ریاضی، نباتات اور طب میں نہایت
ہی بلند پایہ علما پیدا ہوئے جنھوں نے نہ صرف پرانے علوم کو سمجھا
اور قلمبند کیا بلکہ ان پر مزید تحقیق و تفحص سے نئی نئی باتیں پیدا کیں۔
ادبیات میں ابن عبد ربہ ابن زیدون تاریخ میں لسان الدین بن
الخطیب، عبدالرحمٰن بن خلدون، جغرافیہ میں الادریسی اور ابن جبیر،
ہیئت اور ریاضی میں المجریطی، الزرقانی، ابن یحییٰ، الخوارزمی، نباتات
میں ابوجعفر احمد بن محمد، ابن البیطار، اور ابن العوام، طب میں ابن
میمون ابوالقاسم الزہراوی، جراحت میں ابن الزہر، فلسفہ میں ابن باجہ
ابن الرشد، ابن میمون، تصوف میں محی الدین ابن العربی ایسے
گرانمایہ مشاہیر ہیں جن کے علم و فضل کے آگے حکمتِ فرنگ
آج بھی سرنیاز خم کرتی ہے۔ یہ ابو معشر الفرغانی، الکندی اور الغزالی
ہی تو ہیں جنھوں نے ریاضی، ہیئت، طب، جراحت اور فلسفہ میں
ایک نئی روح پھونک دی تھی اور جن کی تصنیفات کو مغربی یورپ
نے سرمۂ چشم بصیرت بنا کر موجودہ تہذیب کی بنا ڈالی۔

(استقلال)

اخبارات کے متعلق دلچسپ معلومات

امریکہ میں دو ہزار روزنامے شائع ہوتے ہیں

اخبارات کے اپنے ریڈیو براڈکاسٹنگ اسٹیشن ہیں

نیویارک:- ریاستہائے متحدہ میں تعدادِ اشاعت اور مقبولیت کے لحاظ غالباً تمام دنیا سے زیادہ اور بہتر اخبار شائع ہوتے ہیں۔ گذشتہ سال امریکہ بھر سے ۳۳۴ روزنامے صبح کو شائع ہو رہے تھے اور ۱۴۲۹ روزنامے دن کے وقت۔ اتوار کے دن شائع ہونے والے ۴۹ اخبار اس تعداد کے علاوہ ہیں۔ قصبات میں بھی اخبارات ضمیمے ہفتہ وار شائع ہوتے ہیں اور ان کی تعداد ۱۰،۳۰۰ کے لگ بھگ ہے۔ بڑے روزناموں کی مجموعی تعداد اشاعت ۵ کروڑ ۹ لاکھ سے زیادہ ہے۔ نیویارک ڈیلی نیوز جو دنیا کا سب سے کثیر الاشاعت اخبار ہے ۲۵ لاکھ روزانہ شائع ہوتا ہے۔ شکاگو ٹریبیون کی اشاعت دوسرے نمبر پر ہے۔ صحت اخبار اور اصابت رائے کے لحاظ نیویارک ٹائمز اور کرسچین سائنس مانیٹر سب سے مشہور اور بااثر اخبار ہیں۔

امریکہ کے عام اخبار کے صفحے مل ملا کر ۳۰ سے ۱۰۰ تک ہوتے ہیں۔ ایک اخبار کے کئی کئی سیکشن روزانہ شائع ہوتے ہیں۔ کسی سیکشن میں صرف تفریح سے سینماؤں یا عمارتوں یا شکار سے متعلق علیحدہ علیحدہ ضخیم سیکشن شائع کرتے ہیں۔ ان حصوں کے علاوہ سب اہم اخبارات ہر ایک آدھ گھنٹہ کے بعد تازہ خبروں کی شمولیت سے نئے ایڈیشن شائع کرتے رہتے ہیں۔

بڑے بڑے اخبارات کے اپنے ریڈیو براڈکاسٹنگ اسٹیشن ہیں جنھیں سے اخباری خبروں کے اقتباسات، مقالات، اشتہارات اور دوسرے دلچسپ پروگرام نشر ہوتے ہیں۔ اب امریکہ میں ٹیلی ویژن کے رواج کے ساتھ ساتھ ۲۵ فیصدی عکسی نشرگاہیں بھی اخبارات ہی کی ملکیت میں ان میں بھی عوام کی دلچسپی کے پروگرام اور اشتہارات پیش کیے جاتے ہیں۔

ان تمام مصروفیات کے اخراجات کا بڑا حصہ اشتہارات کی آمدنی سے پورا ہو جاتا ہے۔ اخباروں کی آمدنی میں پرچہ کی قیمت کی بہت معمولی اہمیت ہے۔ اس مد کا بیشتر حصہ ایجنٹوں اور اخبار فروشوں کے کمیشن کے طور پر مجرا ہو جاتا ہے۔ امریکہ کی تجارت میں ملک کی تمام چھوٹی بڑی کمپنیاں حسب مقدور سال بھر متواتر اشتہارات دیتی رہتی ہیں۔ ہر کمپنی کے سالانہ حسابات کے میزان میں اخراجات کی مد کی سب سے بڑی رقم اشتہارات پر صرف شدہ رقم ہوتی ہے۔ یہی سبب ہے کہ ہر قدیم و جدید تجارت ہمیشہ خریداروں کی نظر میں رہتی ہے اور اسے ترقی کے ساتھ ساتھ استقلال حاصل رہتا ہے۔

اخباری مصروفیات کے ان گوناگوں پہلوؤں سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ان کے عملہ میں کتنے مختلف قابلیتوں اور صلاحیتوں کے حامل افراد آرٹسٹ، مصنف، صحافی اور مبصر مصروف رہتے ہوں گے۔ ایک عام شہری اخبار کے صرف اخباری حصہ میں ۶۰ سے ۹۰ تک افراد ہوتے ہیں۔ امریکہ کے اخبار کی قیمت بھی بہت کم ہے۔ ضخامت کے تناسب کے ساتھ اس کی قیمت ا سے ۲½ تک ہوتی ہے۔

(یونائیٹڈ اسٹیٹس انفارمیشن سروس)

اہل تدبیر کی واماندگیاں

"مشہور ہفتہ وار سنڈے ڈسپیچ کو اطلاع ملی ہے کہ برطانیہ کے سب سے قانون دانوں، ڈاکٹروں اور پادریوں نے یہی خدمات اس لئے پیش کی ہیں کہ ملک سے طلاقوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کو کم کیا جائے جو اس وقت ۵۰ ہزار فی سال تک پہنچ گئی ہے۔" (خبر)

بیرسٹروں، ڈاکٹروں اور پادریوں کی کمیٹیاں ہی اگر کہیں اس مرض کا علاج کر سکتیں تو آج یہ مرض اتنا بڑھنے ہی کیوں پاتا؟ شرابوں کے شوق اور ہر قسم کے نشہ کو آپ روکیں گے نہیں، عریانی اور بے حیائی پر آپ بند لگائیں گے نہیں، مرد و زن کے بے حجابانہ اختلاط کو آپ حرام ٹھہرائیں گے نہیں، سینما اور تمام ہیجانِ نفس والے کھیل تماشوں کی آپ روک تھام کریں گے نہیں، لحم خنزیر اور ایسی ہی گندی غذاؤں سے آپ باز رہیں گے نہیں، اور پھر بھی چاہیے جائیں کہ لوگ طلاق کے معاملہ میں حدود کے اندر رہیں، تو یہ قدرت کے قوانین سے مقابلہ کرنا ہوا۔!

(صدق)

اسلامیت کی طرف

فری انڈیا (مدراس) مورخہ ۱۸ جولائی کے کالموں سے :-

"ایک لاہوری اخبار کا بیان ہے کہ بے پردہ عورتوں کا اب مال روڈ پر، ڈیوس روڈ پر، لارنس گارڈنز وغیرہ میں راستہ چلنا مشکل ہو گیا ہے۔ یہ روایت پوری طرح قابلِ یقین نہ ہوتی، اگر آکسفورڈ کی تعلیم یافتہ ایک معزز مسلم خاتون نے بھی اس کی تصدیق نہ کر دی ہوتی۔ ان کا بیان ہے کہ وہ پہلے تنہا گھومنے نکل جایا کرتی تھیں، لیکن اب اس پر مجبور ہو گئی ہیں کہ اپنے شوہر کو بھی وہ جس طرح حالت میں ساتھ رکھیں ورنہ ان کی بے پردگی اور آزادی پر لوگ طرح طرح کے آوازے کسیں گے۔"

پاکستان اصلی پاکستان تو اس دن بنے گا، جب کسی مسلمہ میں سرے سے بے حجابی کی ہمت ہی نہ باقی رہ جائے گی لیکن اس کی بنیادیں معلوم ہوتا ہے اب بھی پڑنا شروع ہو گئی ہیں۔

اسلامی اقتدار اور اسلامی تمدن کے اثرات و نتائج

(از مولانا ابوالحسن علی صاحب لکھنوی)

(۱۳)

قدیم مشرقی اور جدید مغربی میں یہ ایک عظیم الشان نفسیاتی فرق ہے کہ مشرقی مذہبی حاسہ رکھتا تھا اور مغربی اپنی تہذیب کے ارتقا کے ساتھ حاسۂ مذہبی کھو چکا ہے اور جب کسی شخص کا کوئی حاسہ باطل ہو جائے تو اس کے سارے محسوسات جو صرف اس حاسہ سے تعلق رکھتے ہیں اس کے لئے معدوم ہو جاتے ہیں جو شخص قوت سامعہ سے محروم ہے اس کے لئے عالم اصوات معدوم ہے اور یہ بولتی ہوئی دنیا ایک شہر خموشاں ہے جو شخص قوت باصرہ سے محروم ہے اس کے لئے عالم الوان معدوم اور رنگوں کا فرق بے معنی ہے۔ اسی طرح جو شخص حاسۂ مذہبی سے محروم ہے اس کے لئے وہ محسوسات وجدانات اور تاثرات معدوم ہیں۔ جو صرف مذہبی کا نتیجہ ہوتے ہیں اس کے لئے آخرت، عذاب، ثواب، جنت و دوزخ خدا کی رضامندی و ناراضامندی، تقوی و طہارت، نجات و ہلاکت ابدی وغیرہ وغیرہ سب بے معنی الفاظ ہیں۔ اس کے لئے کسی ایسی دعوت میں قطعاً کوئی کشش اور دلچسپی نہیں جس کا تعلق اس کے محسوسات اور نقد لذتوں اور منفعتوں کے سوا کسی اور چیز سے ہو۔

دین کی دعوت دینے والوں کو ہر دور میں اور انبیا علیہم السلام کو اپنے زمانہ دعوت میں جن لوگوں میں سب سے زیادہ دقت پیش آئی ہے اور جن لوگوں پر ان کی انقلاب آفریں دعوت اور ان کے خارہ شگاف اور آہن گداز مواعظ ان کا سوز و درد مندی بالکل بے اثر ثابت ہوئی ہے یہ وہی لوگ ہیں جو حاسۂ مذہبی سے محروم ہو چکے تھے۔ اور جن کے دل کی انگیٹھیاں اس طرح سرد ہو چکی تھیں۔ کہ ان میں کسی طرح گرمی نہیں پیدا کی جا سکتی تھی۔ جو مذہب اور اس کے متعلقات کے متعلق طے کر چکے تھے کہ ان کے بارہ میں نہ کچھ سننا ہے نہ غور کرنا ہے جنھوں نے اپنے زمانہ کے داعیوں کی پتھر کو موم کر دینے والی تقریر سن کر بڑی سرد مہری سے کہا کہ إِنْ هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوثِينَ (ہم تو محض دنیاوی زندگی کے قائل ہیں۔ جینے اور مرنے کے سوا اور ہے کیا، مرنے کے بعد کون زندہ ہوگا) یا جن کی نظر مادی سطح سے حقیقت تک نفوذ کرنے کے قابل نہیں ہوتی۔ اور جنھوں نے پیغمبر کی عام فہم تقریر سننے کے بعد جو انھیں کی زبان میں کی گئی تھی بڑی سادگی سے کہا، مَا نَفْقَهُ كَثِيرًا مِمَّا تَقُولُ وَإِنَّا لَنَرَاكَ فِينَا ضَعِيفًا (تمہاری بہت سی باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں اور ہم تو دیکھتے ہیں کہ تم کو ہم میں کوئی قوت حاصل نہیں)۔

مغربی تہذیب کے اس عروج کے زمانہ میں ہر قوم میں بڑی تعداد میں ایک ایسا طبقہ پیدا ہو گیا ہے جس کی دنیاوی مشغولیت و انہماک یا دنیا کی محبت و حرص نے ان کی زندگی میں مذہب کے لئے

کوئی خانہ خالی نہیں چھوڑا۔ بڑی تلاش و جستجو کے بعد بھی مذہب کی دعوت دینے والے کو ان کے دل و دماغ میں کوئی ایسا چھوٹے سے چھوٹا منفذ نہیں ملتا جس سے دینی اور اخلاقی دعوت ان میں نفوذ کر سکے، جس طرح کسی شخص کو موسیقی کے لئے کان اور شاعری کے لئے ذوق لطیف نہ ملا ہو اس کے لئے موسیقی کے سارے کمالات اور دنیا کی پوری وجد آفرین شاعری بے اثر و بے سود ہے اسی طرح جو مذہبی حاسہ سے محروم ہو چکا ہو اس کے لئے پیغمبروں کی پوری دعوت ناصحوں کی وعظ و تلقین، علم و حکمت قصص و امثال سب ضائع ہیں یہ دلوں کی زمین کا سب سے بنجر حصہ ہے جس کو کوئی بارش سیراب نہیں کر سکتی۔ ع

یہاں آکے رو دیتا ہے ابر نیساں

جن لوگوں کو اس طبقہ سے خطاب کرنے اور اس کو دین و اخلاق کی دعوت دینے کا کبھی موقع ملا ہے ان کو قرآن مجید کی بہت سی آیات کے معنی سمجھ میں آگئے ہوں گے۔ اور وہ تمام کلامی اشکالات جو علمی زندگی اور میدان دعوت سے علیحدہ بیٹھ کر خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ اور اس کے ہم معنی آیات کے متعلق پیش آتے ہیں۔ خود بخود حل ہوئے ہونگے اور یہ حقیقت قرآنی مجسم نظر آتی ہوگی۔ وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّنِدَآءً صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝

اس زمانہ کا اصلی مرض دراصل دین کے بارہ میں بے حسی و بے طلبی اور مذہبی سوالات کے بارہ میں کامل بے تعلقی اور بے نیازی ہے جس کا علاج سب سے زیادہ مشکل ہے۔ اور جس کی موجودگی میں کوئی مذہبی دعوت و تلقین کارگر نہیں ہو سکتی مذہب و اخلاق کی دعوت کو فسق و فجور اور معصیت و غفلت کے تاریک سے تاریک دور۔ اور انکار و مخالفت کے پرشور سے پرشور عہد میں وہ مشکلات پیش نہیں آئے۔ جو مذہب سے بے تعلقی و بے نیازی کے اس خاموش و پرسکون دور میں پیش آرہے ہیں۔ جہاں سرے سے پیاس اور پانی کی طلب ہی نہ ہو وہاں پانی کا اہتمام اور خضر کی رہنمائی سب بے ضرورت ہے۔ اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ۝

ایک مغربی یونیورسٹی کے معلم فلسفہ و علم النفس نے اس حقیقت کا خوب ادراک کیا ہے۔ اور اس فرق کی صحیح تحلیل کی ہے۔ جو قدیم و جدید نفسیات میں پایا جاتا ہے اس نے اس ایک جملہ میں ایک کتاب کا مضمون سمیٹ لیا ہے:۔

"مذہبی سوالات پہلے پیدا ہوتے تھے ممکن ہے ان کا تشفی بخش جواب نہ ملتا ہو۔ لیکن اس زمانہ کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ یہ سوالات سرے سے پیدا ہی نہیں ہوتے"

ذوق خدا طلبی کا عالمگیر فقدان

اسلامی تمدن و حکومت کے عالمگیر اثرات کے تذکرہ میں گزر چکا ہے کہ اس کے اثر سے پوری دنیا میں (جو اسلام اور مسلمانوں کے زیر اثر تھی) خدا طلبی کا عام ذوق پایا جاتا تھا۔ ہزاروں لاکھوں اشخاص دین کی طلب اور مردان خدا کی تلاش میں دنیا کے ایک گوشہ سے دوسرے گوشہ میں پہنچتے تھے۔ دنیا داری اور مادیت کے پھیل جانے کے بعد دینی رجحان اور خدا طلبی کا مرکز ان حضرات کی ذات اور ان کے مقامات تھے۔ جنھوں نے غفلت اور مادیت کے سمندر میں انسانی زندگی کے چھوٹے چھوٹے جزیرے قائم کر رکھے تھے جہاں وہ لوگوں کو مادیت کے اس بھنور سے نکال کر ان کی دینی تربیت کرتے تھے۔ اور ان میں طوفان کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت و قوت پیدا کرتے تھے۔ بعد کی صدیوں میں ان کو صوفیہ و مشائخ کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ ان

حضرات کی طرف رجوع ان آخری صدیوں میں دینی رجحان اور عام مسلمانوں کے ذوقِ خدا طلبی کا ایک حد تک پیمانہ ہے۔ جس سے ہم معلوم کرسکتے ہیں کہ لوگوں میں اس زمانہ میں مادیت و دنیاداری سے کس حد تک گریز اور دین کی کہاں تک طلب پائی جاتی تھی۔

عالمِ اسلامی کے مرکزی شہروں میں تقریباً ہر جگہ ایسے اشخاص موجود تھے جن کی ذات بحرِ ظلمات میں روشنی کا مینار تھی۔ لوگ پروانوں کی طرح اس روشنی پر گرتے تھے دنیا کے دور دراز گوشوں سے طالبینِ خدا وہاں جمع رہتے تھے۔ وہ مسلمانوں کی ایک بڑی بین الاقوامی آبادی ہوتی تھی۔ جہاں ایک وقت میں مشرق و مغرب شمال و جنوب کے مسلمان پائے جاتے تھے اور اسلام کی وسیع دنیا وہاں سمٹی ہوئی نظر آتی تھی۔

ہمارا ملک بھی . . . جو اسلامی دنیا کے ایک سرے پر واقع ہے، دینی ذوق و شوق اور خدا طلبی کا ایک بڑا مرکز رہا ہے۔ یہاں ہر دور میں مسلمان سلاطین کی سلطنت کے پہلو بہ پہلو دینی و روحانی حکومت کے آزاد مرکز قائم رہے۔ جہاں سینکڑوں ہزاروں اشخاص اپنے زمانہ کی تمام مادی ترغیبات سے آزاد اور حکومت و سیاست کے انقلابات سے بے نیاز ہو کر اپنا کام کرتے تھے۔

حضرت نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۲۵ھ) کی روحانی نوآبادی بستی غیاث پور اس کی ایک اچھی مثال ہے جس نے عین مرکز حکومت (دہلی) میں آٹھ با جبروت سلاطین غیاث الدین بلبن (۶۶۲-۶۸۶) سے لیکر غیاث الدین تغلق ۷۲۰-۷۲۵ تک کے عہد حکومت میں تقریباً پچاس برس تک اپنی خود اختیاری اور بے نیازی قائم رکھی۔[1] اور جہاں سنجر[2] سے لیکر اودھ[3] تک کے طالبین خدا پڑے رہتے تھے۔

اگر تمام سلاسل طریقت کے بزرگوں کے مرکزوں کی آبادی اور ان کی طرف لوگوں کے رجوع کی تفصیل کی جائے (جس سے اس زمانہ کے دینی طلب و رجحان اور دینی عزت و احترام کا اندازہ ہوتا ہے) تو اس کے یہ اوراق متحمل نہیں۔ اس لئے نمونہ کے طور پر صرف ایک سلسلہ (سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ) کے چند بزرگوں کے ساتھ مسلمانوں کے تعلق اور ان کی طرف اہلِ زمانہ کے رجوع کا مجمل ذکر کیا جاتا ہے۔ جس سے اندازہ ہوگا کہ ان کے زمانہ میں جو مادیت اور دنیاداری کے عروج کا زمانہ تھا ذوقِ خدا طلبی کا کیا حال تھا اور دین کی کشش کہاں کہاں سے لوگوں کو کھینچ کر لاتی تھی۔

حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ (م ۱۰۳۴ھ) کے متوسلین کی فہرست پر نظر ڈالئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ہندوستان و افغانستان کے کتنے شہروں اور قصبات کے کتنے کثیر التعداد اشخاص اور عہدِ جہانگیری کے کتنے بڑے بڑے امراء و ارکان دولت ان کے حلقۂ ارادت و بیعت میں داخل تھے۔ اور کتنی دور دور سے انہوں نے سرہند آکر استفادہ کیا تھا۔

ان کے جلیل القدر خلیفہ سید آدم بنوریؒ (م ۱۰۵۳ھ) کی خانقاہ میں ایک ایک ہزار آدمی روزانہ ہوتے تھے جو دونوں وقت خانقاہ میں کھانا کھاتے تھے۔ ان کی سواری کے ساتھ ہزاروں ہزار آدمی اور سینکڑوں علما ہوتے تھے۔ تذکرہ آدمیہ میں ہے کہ ۱۰۵۲ھ میں جب آپ لاہور تشریف لے گئے تو سادات و مشائخ اور دوسرے طبقوں کے دس ہزار آدمی آپ کے ہمرکاب تھے۔ طالبین کا

---

[1] حضرت نظام الدینؒ غیاث الدین بلبن کے عہدِ حکومت میں ۶۶۹ھ میں دہلی تشریف لائے کچھ عرصہ تک مختلف محلوں میں قیام رہا پھر بستی غیاث پور (حال بستی نظام الدین) میں مستقل قیام اختیار کیا۔ ۷۲۵ھ تک مختلف سلاطین آپ سے ملنے کی کوشش کرتے رہے۔ لیکن کسی کو کامیابی نہیں ہوئی۔ تقریباً ۶۰ برس کی مدت تک آپ اور آپ کے اہلِ زاویہ بالکل یکسو رہے۔

[2] شیخ حسن علامہ سنجری۔

[3] شیخ نصیر الدین چراغ دہلی۔

اتنا مجمع ہر وقت رہتا تھا کہ شاہجہاں کو اُن کی طرف سے خطرہ پیدا ہوگیا تھا اس نے کچھ رقم بھیجکر کہلوایا کہ آپ پر حج فرض ہوگیا ہے آپ حرمین تشریف لیجائیں، چنانچہ آپ ہندوستان سے ہجرت کر گئے۔

مجدد صاحب کے نامور خلیفہ اور صاحبزادہ حضرت خواجہ محمد معصومؒ (م ۱۰۷۹ھ) کے ہاتھ پر نولاکھ انسانوں نے بیعت و توبہ کی اور سات ہزار آدمی خلافت سے مشرف ہوئے۔ [1]

ان کے صاحبزادے شیخ سیف الدین سرہندیؒ (م ۱۰۹۶ھ) کی خانقاہ (دہلی) میں طالبین کے ہجوم کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ صاحب ذیل الرشحات کے بیان کے مطابق ایک ہزار چار سو آدمی دونوں وقت ان کے دسترخوان پر اپنی فرمائش اور خواہش کے موافق کھانا کھاتے تھے [2]

امرا اور اہل ثروت کا بزرگانِ دین سے جو تعلق (دینی محبت اور احترام کی بنا پر) تھا اس کا ایک نمونہ یہ تھا کہ حضرت خواجہ محمد زبیر سرہندی (م ۱۱۵۱ھ) جب مکان سے مسجد تشریف لیجاتے تو امرا راستہ میں دوشالے اور رومال بچھا دیتے کہ آپ کا پاؤں زمین پر نہ پڑے کسی مریض کی عیادت یا کسی اور کام کے لئے کہیں تشریف لیجانا ہوتا تو آپ کی سواری بادشاہوں کی طرح نکلتی اور آپ کے جلو میں امرا اور اہل دولت کی پالکیاں اور سواریاں ہوتیں۔ [3]

ایسٹ انڈیا کمپنی کے عہدِ تجارت میں انقلاب حکومت سے کچھ پہلے تک یہ ذوق پورے طور پر موجود تھا۔ حضرت شاہ غلام علیؒ (م ۱۲۴۰ھ) (خلیفہ حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ) کے عہد میں دہلی کی خانقاہ مجددیہ طالبین کا بہت بڑا مرکز تھی۔ سرسید احمد خاں مرحوم آثار الصنادید میں لکھتے ہیں:۔

"میں نے حضرت کی خانقاہ میں اپنی آنکھ سے روم اور شام اور بغداد اور مصر اور چین اور حبش کے لوگوں کو دیکھا ہے۔ کہ حاضر ہوکر بیعت کی اور خدمت خانقاہ کو سعادت ابدی سمجھے۔ اور قریب قریب کے شہروں کا مثل ہندوستان اور پنجاب اور افغانستان کا تو کچھ ذکر نہیں۔ کہ ٹڈی دل کی طرح امنڈتے تھے۔ حضرت کی خانقاہ میں پانسو فقیر سے کم نہیں رہتا تھا۔ اور سب کا روٹی کپڑا آپ کے ذمہ تھا۔" [4]

شاہ رؤف احمد مجددیؒ درالمعارف میں صرف ایک روز کے طالبین کے مقامات کی فہرست لکھتے ہیں جو ۲۸ رجادی الاولیٰ ۱۲۳۱ھ کو دہلی کی اس خانقاہ میں استفادہ کے لئے حاضر تھے۔

سمرقند، بخارا، غزنی، تاشقند، حصار، قندھار، کابل، پشاور، کشمیر، ملتان، لاہور، سرہند، امروہہ، سنبھل، رامپور، بریلی، لکھنؤ، جائس، بہرائچ، گورکھپور، عظیم آباد، ڈھاکہ، حیدرآباد، پونہ وغیرہ [5]

اور یہ وہ زمانہ ہے جب نہ ریلیں تھیں نہ آمد و رفت کی وہ سہولتیں جو آج حاصل ہیں۔

ایسٹ انڈیا کمپنی کے اسی دور میں انگریزی عملداری سے کچھ پہلے حضرت سید احمد شہیدؒ (۱۲۴۶ھ) اور ان کے جلیل القدر رفقاء مولانا عبدالحی بڈھانوی (م ۱۲۴۳ھ) اور مولانا اسمٰعیل شہید (ش ۱۲۴۶ھ) اور ان کے مخلص مبلغوں نے مسلمانوں کو خدا و رسول کی طرف رجوع کی دعوت دی۔ اور فَفِرُّوا إِلَى اللّٰهِ (اللہ کی طرف بھاگو) کی صدا بلند کی اور غفلت و معصیت اور خلاف شرع زندگی کے خلاف جدوجہد شروع کی۔ مسلمانوں نے جس ذوق و شوق کے ساتھ اس دعوت پر لبیک کہی اور جس طرح پروانہ وار اس جماعت کے امیر کے گرد جمع ہوئے جس عالی حوصلگی اور فراخ دلی کے ساتھ

[1] و [2] نزہۃ الخواطر جلد پنجم۔ [3] درالمعارف، ارشاد رحمانی، نزہۃ الخواطر۔ [4] آثار الصنادید باب چہارم [5] درالمعارف ص ۱۴۔

اس کے وفود کا خیر مقدم کیا اور اپنی دینی محبت و تواضع کا ثبوت دیا۔ پھر جس طرح ہندوستان میں اسلام کے سارے باغوں کے بہترین پھولوں کا عطر کھینچ کر ان کے پاس پہنچ گیا (جو ۱۲۴۶ھ کے واقعہ میں بالاکوٹ کی مٹی میں مل گیا) اس سے اس کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ اس تنزل کے دور میں بھی مسلمانوں میں دین کی کتنی طلب اور قدر، خدا طلبی کا کیسا ذوق اور نشہ اور کیسی عالی ہمتی اور کتنی اچھی صلاحیت واستعداد تھی۔

مسلمانوں کے اس دینی ذوق کا اندازہ ان تبلیغی سفروں کی روداد سے ہوگا جو سید صاحبؒ نے بڑی بڑی جماعتوں کے ساتھ دوآبہ کے قصبات اور شہروں میں اور پھر اودھ میں کئے۔ ؎۱

مسلمانوں کے ذوق واشتیاق کا مزید اندازہ سید صاحبؒ کے سفر حج سے ہوگا۔ جو آپ نے ۱۲۳۶ھ میں کیا۔ اس پورے سفر میں ہندوستان کا وہ مشرقی خطہ جو اب تین برطانوی صوبوں (صوبہ متحدہ، بہار، اور بنگال) پر مشتمل ہے۔ اور اس قافلہ کی گذرگاہ تھا۔ مسلسل جنبش اور حرکت میں تھا۔ ہر جگہ دین کے طالب مسلمان پروانوں کی طرح گرتے تھے معصیت اور غفلت کی زندگی سے توبہ کرتے تھے اور خدا سے نیا عہد و پیمان باندھتے تھے۔ دیہاتوں اور گاؤں کے لوگ سینکڑوں کی تعداد میں جوق در جوق آتے تھے۔ اور بیعت و توبہ کرتے تھے۔ اہل شوق اپنے مواضعات اور مقامات پر لیجاتے تھے۔ متوسط الحال لیکن بلند ہمت مسلمان پورے قافلے کی (جس میں کلکتہ پہنچتے پہنچتے ساڑھے سات سو آدمی ہوگئے تھے) اور ان صدہا مسلمانوں کی جو قرب وجوار سے جمع ہوجاتے تھے دل کھول کر کئی کئی وقت ضیافت کرتے تھے۔ مسلمان رؤسا، شاہانہ اولوالعزمی سے دین کے کام میں اپنی دولت صرف کرتے تھے۔ شیخ غلام علی صاحب رئیس الہ آباد نے بارہ پندرہ دن میں مجموعی طور پر بیس ہزار روپیہ صرف کئے۔ ان کے دسترخوان پر دونوں وقت سینکڑوں آدمی کھانا کھاتے تھے۔ بعض لوگوں کا تخمینہ تھا کہ ایک ہزار روپیہ روزانہ کھانے پر صرف ہوتا تھا ؎۲

لوگوں کے رجوع اور اہل طلب کے ہجوم کا یہ عالم تھا کہ پورے پورے شہروں میں تھوڑے آدمی ایسے ہوں گے جو توبہ وبیعت سے اور اس قافلے کے دینی برکات سے محروم رہ گئے ہوں گے۔ الہ آباد، مرزا پور، بنارس، غازی پور، عظیم آباد، پٹنہ اور کلکتہ میں مجموعی طور پر کئی لاکھ مسلمانوں نے بیعت وتوبہ کی دین کی عمومی اہمیت اور طلب کا اس سے اندازہ ہوگا کہ بنارس میں ہسپتال کے مریضوں نے بھی پیغام بھیجا کہ ہم معذور ہیں وہاں تک ہمارا آنا دشوار ہے اگر آپ للہ فی اللہ یہاں تشریف ارزانی فرمائیں تو ہم بیعت کریں۔ آپ ایک روز چند آدمیوں کے ہمراہ تشریف لے گئے اور ان مریضوں نے بھی توبہ وبیعت کی۔ ؎۳

کلکتہ میں دو مہینے قیام رہا روزانہ ایک ہزار آدمی کے قریب بیعت سے مشرف ہوتے روز روز ہجوم بڑھتا جاتا تھا۔ کثرت بیعت کا یہ حال تھا کہ صبح سے دو ڈھائی پہر رات گئے تک مردوں اور عورتوں کا ہجوم رہتا۔ سید صاحبؒ کو سوائے نماز پڑھنے، کھانا کھانے اور ضروریات بشری کے کچھ فرصت نہ ملتی تھی۔ علیحدہ علیحدہ ایک ایک شخص سے بیعت لینا محال تھا ایک وسیع مکان میں سب جمع ہوجاتے، آپ تشریف لاتے سات آٹھ دستاریں کھول کر آپ لوگوں کے ہاتھ میں دیدیتے

؎۱ تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو سیرت سید احمد شہیدؒ طبع ثالث۔ ؎۲ مخزن احمدی (فارسی) از مولوی محمد علی صاحب مرحوم (م ۱۲۶۶ھ) ؎۳ وقائع احمدی (قلمی)

لوگ ان کو جا بجا سے تھام لیتے اور آپ بیعت کے الفاظ کو اذان کی طرح بلند آواز سے تلقین فرماتے دن میں سترہ اٹھارہ بار یہی عمل ہوتا اور ہزاروں آدمی روزانہ اس طرح بیعت سے مشرف ہوتے۔ (وقائع احمدی قلمی)

نماز فجر کے بعد سید صاحب نے ۱۵-۲۰ روز تک وعظ فرمایا دو دو ہزار امرا اور علما اور درویش ہر روز آتے تھے اور غربا کا تو کچھ شمار نہ تھا۔ مولانا عبد الحی صاحب جمعہ و سہ شنبہ کو نماز ظہر کے بعد سے شام تک وعظ فرماتے تھے اور لوگ پروانہ وار جمع ہو جاتے تھے۔ روزانہ دس پندرہ ہندو مسلمان ہوتے۔ (وقائع احمدی قلمی)

اصلاح و دینداری، توبہ و انابت کی اس عمومی فضا کا اثر یہ ہوا کہ کلکتہ میں یک لخت شراب بکنی موقوف ہو گئی۔ دکانداروں نے جا کر سرکار انگریزی میں اس کا شکوہ کیا کہ ہم لوگ سرکاری محصول بلا عذر ادا کرتے ہیں اور دکانیں ہماری بند ہیں جب سے ایک بزرگ اپنے قافلہ کے ساتھ اس شہر میں آئے ہیں، شہر اور دیہات کے تمام مسلمان ان کے مرید ہوئے اور ہر روز ہوتے جاتے ہیں۔ انھوں نے کل مسکرات (نشہ آور چیزوں) سے توبہ کی ہے اب کوئی ہماری دکانوں کی طرف ہو کر بھی نہیں نکلتا۔ (وقائع احمدی قلمی)

(نوٹ) مولانا ابوالحسن علی صاحب کے یہ مضامین کتابی شکل میں بنام "مسلمانوں کے تنزل سے دنیا کو کیا نقصان پہنچا" قیمت مجلد تین روپے۔ مکتبہ اسلام گوئن روڈ لکھنؤ سے طلب فرمائیں۔

تقریظ

از علامہ سید سلیمان صاحب ندوی مدظلہ العالی

"گلبانگِ حرم" کے مطالعہ سے آنکھیں منور ہوئیں، نعت کی راہ شاعری کی سخت ترین راہوں میں ہے، اور تمام اصنافِ شاعری سے مشکل ہے، بقول عرفی؂ "رہ بر دم تیغ است قدم را"

اس کے لئے اول قلب کا عشق بندی سے معمور ہونا شرط ہے، پھر تعبیر و اظہار پر قدرت، اور پھر فصاحت بلاغت اور شاعری کے جملہ اصول ولوازم کی رعایت، شعراء میں سے امیر خسروؒ اور مولانا جامیؒ کو یہ دولت ملی تھی، حمید صاحب مبارکباد کے قابل ہیں کہ ان کا کلام ان سب معیاروں پر پورا ہے۔ ماشاءاللہ سوزِ دل ہے، عشق و محبت سے قلب معمور ہے، شاعری کے جملہ محاسن پر قدرت ہے، اور جملہ لوازم شاعری کی بالکلیہ رعایت ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس فیض سے مسلمانوں کو مستفیض فرمائے، !

سید سلیمان

۱۶ ستمبر ۴۷ء

زائرین بیت اللہ سے ایک گذارش

اور

عازمینِ حج کے لئے مفید مشورہ

ہر سال ہمارے ملک سے عازمین حج کی ایک کافی تعداد ارضِ حرم پہنچتی ہے۔ ایامِ حج کی مصروفیت، وقت کی تنگی اور مشاغل حج یہ تمام اسباب ایسے موانع ہیں جن پر بلند ہمت و باذوق اور علم دوست حضرات ہی قابو پا کر دار العلوم حرم صولتیہ تک پہنچنے کا وقت نکال سکتے ہیں اور جب تک بالقصد ارادہ نہ کیا جائے ہنگامی مجبوریاں سدِ راہ رہتی ہیں یہی وجہ ہے کہ ہر سال ...... حجاج کرام کی ایک بڑی تعداد دار العلوم حرم صولتیہ کو بچشم خود نہیں دیکھ سکتی۔

سعادت ابدی، حاضری حرم محترم اور حج بیت اللہ کا شرف اس سال آپ کو اللہ تعالیٰ نصیب فرمائے تو اپنے مقدس سفر کی مبارک غرض و غایت میں یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ ارضِ مقدس میں اپنی اس علمی مشترکہ یادگار کو ایک نظر دیکھ لیں۔ سننے اور دیکھنے میں جو فرق ہے اس کا اندازہ اس وقت آپ خود کر لیں گے کہ پچھتر سال سے خدا کے گھر میں جو علمی اور مذہبی کام ہو رہا ہے وہ موجودہ حالت میں کس حوصلہ پرور دور سے گذر رہا ہے اور آئندہ اس میں کہاں تک ترقی کی استعداد اور قوت موجود ہے۔ یہ ایک پیغام ہے جسے سننا، اور اس پر توجہ فرمانا آپ کا قومی فرض ہے۔

سالہا شد کز برائے یک نگاہ
انتظارت می کشم در کوئے تو

اگر آپ عازم حج ہیں تو سطور ذیل پر ایک نظر ڈال لیجئے۔ بہت ممکن ہے کہ ان میں آپ کے لئے کوئی مفید اور بہتر بات پیش کی گئی ہو جو اس مبارک سفر میں آپ کے سکون و دلجمعی کا باعث ہو۔

(۱) خدا کے عزیز مہمان مکہ معظمہ میں حسب سابق کارکنان مرکزی دفتر دار العلوم حرم صولتیہ مکہ معظمہ سے ہر وقت مفید مشورہ اور ممکن امداد حاصل کر سکتے ہیں۔

(۲) اس مبارک سفر میں احباب و اعزا کے پرمسرت خطوط پورے اہتمام و احتیاط کے ساتھ قابل اطمینان طریقہ سے مکہ معظمہ، مدینہ منورہ اور جدہ میں ملنے کا ذریعہ یہی ہو سکتا ہے کہ آپ اپنی ڈاک صرف کسی دفتر دار العلوم صولتیہ . . . پوسٹ بکس نمبر ۱۱۴ مکہ معظمہ کے توسط سے منگائیے۔ زائرین بیت اللہ کی اس خدمت کو سالہا سال سے ایک اہم فریضہ سمجھ کر انجام دیا جاتا ہے۔ مزید سہولت کیلئے یہ صورت بھی ہو سکتی ہے کہ آپ کے متعلقین و اعزہ آپ کے نام کے خطوط صدر دفتر کراچی کو بھیجتے رہیں جو آپ کو بروقت مرکزی دفتر دار العلوم حرم صولتیہ مکہ معظمہ کے ذریعہ ملتے رہیں گے۔ اس امر کا لحاظ رکھنا چاہیے کہ یہ خطوط مختصر ہوں باریک کاغذ پر دونوں طرف لکھے گئے ہوں اور صرف دریافت خیریت اور خانگی حالات پر مشتمل ہوں۔

(۳) حجاز مقدس پہنچنے کے بعد آپ کی دلی خواہش ہوگی کہ آپ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے غربا اور مستحقین کی حسب استطاعت امداد کریں، اسلئے اگر آپ کو حرمین شریفین کے صحیح مستحقین، پردہ نشین غریب بیوگان اور بیکس یتیموں کی تلاش ہو تو کارکنان مرکزی دفتر دارالعلوم حرم آپ کی مکمل رہنمائی کریں گے اور آپ کے ہاتھ سے ان یارو مددگار مستحقین کی امداد کرکے ان کی سچی دعائیں حاصل کرسکیں گے۔

(۴) دارالعلوم حرم صولتیہ مکہ معظمہ حجاز میں ہندو پاکستان کے مسلمانوں کا واحد قومی ادارہ ہے اس کے بانی مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد رحمۃ اللہ صاحب کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ کے عہد مبارک سے ہندوستانی حجاج کی رقوم مدرسہ میں بطور امانت رکھنے کا دستور چلا آرہا ہے۔ اس غیر ملک میں رقم کا تحفظ اور اس کی طرف سے بے فکری ایک اہم چیز ہے۔ مکہ معظمہ پہنچنے کے بعد سب سے پہلے آپ اپنی رقم مرکزی دفتر دارالعلوم حرم میں محفوظ کرکے رسید امانت حاصل کرلیجئے اور دفتر کے اوقات میں جس وقت آپ کو ضرورت ہو اپنی امانت میں سے بقدر ضرورت لیتے رہیے۔

(۵) حج کے زمانہ میں مرکزی دفتر کا وقت حسب ذیل ہے:۔

۳ بجے مکہ معظمہ کے وقت سے (طلوع آفتاب سے اندازاً تین گھنٹہ بعد) ۱۰ بجے تک (غروب آفتاب سے دو گھنٹہ قبل تک)

(۶) اس مقدس سفر میں تفصیلی حالات اور صحیح مسائل حج کے لئے کتاب "رفیق الحج" قیمت عہ مولوی احتشام الحسن صاحب کاندھلہ ضلع مظفر نگر سے، کتاب "الحج" قیمت معہ محصولڈاک شروانی پرنٹنگ پریس علی گڈھ سے۔ کتاب "کلید جنت" الحاج چوہدری عبدالحمید صاحب جنجوعہ پی۔سی۔ایس (ریٹائرڈ) گوجرانوالہ سے دعا "طواف کعبہ" بلا قیمت حاجی محمد احمد صاحب مالک بخشی کمپنی کولوٹولہ اسٹریٹ کلکتہ سے "رفیق حجاج و دعا طواف کعبہ" حاجی شیخ محمد شریف صاحب تاجر حرم محلہ پوراں نیکا سیالکوٹ سے ۱ر محصولڈاک بھیجکر "طواف در اسلام" ۴ر محصولڈاک و رجسٹری بھیجکر خان بہادر حاجی وجیہہ الدین صاحب ایم۔بی۔ای پائنیر آرمس کمپنی وکٹوریہ روڈ صدر کراچی یا صدر دفتر دارالعلوم حرم صولتیہ (مکہ معظمہ) صولتیہ منزل ۱۱۳ جمشید کوارٹر کراچی ۵ سے طلب فرمائیں۔ یہ کتابیں آپ کے لئے مفید اور رہبر سفر ثابت ہوں گی۔

اقتباسات

پاکستان اپنے آئینہ میں

پاکستانی فوج میں الحاد و بیدینی کا فروغ

اخبار کوثر لاہور یکم فروری اور ۵ اپریل میں پاکستانی فوج کے ایک افسر کے دو طویل مکتوب شائع ہوئے ہیں جن میں اس افسر نے جو قلب و نظر کے اعتبار سے ایک پختہ کار اور حساس مسلمان معلوم ہوتا ہے پاکستانی فوج کے بعض ملحدانہ رجحانات اور مذہبی امور کے متعلق گستاخانہ کلمات کا انکشاف کیا ہے ان دونوں خطوط میں پوری تفصیل کے ساتھ بتایا گیا ہے کہ بڑے بڑے ذمہ دار افسر پوری باقاعدگی سے جو ایک مرتب اسکیم کے مطابق کام کرنے کی غمازی کر رہی ہے فوج کے اندر لا دینیت اور ہر طرح کی آزادی پھیلا رہے ہیں۔ اور دین و مذہب کے ساتھ استہزاء کرتے اور احکام اسلام کا نام لینے والے کو مطعون قرار دیتے ہیں۔ شراب کی محفلیں اور پارٹیاں جمائی جا رہی ہیں۔ بے حجاب بیگمات کی شرکت اور انگریزی تہذیب کی پوری نقالی ہو رہی ہے۔ جو افسران خرافات میں حصہ نہ لے اس کے لئے ترقی کے دروازے بند ہیں۔ اس کو مُلّا کہہ کر اس کا مذاق اڑا کر فوج سے نکالنے کی دھمکی دی جا رہی ہے۔ فوجی پریڈ کو نماز سے تو مقدم سمجھا جاتا ہے مگر شراب نوشی کی محفل پر اسے مقدم نہیں سمجھا جاتا۔ یکم فروری کے کوثر میں جو خط شائع ہوا ہے اس میں اس افسر نے اس قسم کے واقعات کا اور ایک کمانڈنگ کی تقریر کا جو کہ لفٹنٹ کرنل ہے اور مسلمان بھی ذکر کیا ہے۔ اور آخر میں لکھتا ہے۔

"ہم میں سے ہر شخص کے دماغ میں جس میں سوچنے اور سمجھنے کی اہلیت ہے یکایک ایک بات آئی اور ایک دوسرے سے تذکرہ بھی کیا۔ وہ یہ ہے کہ وہ (کمانڈنگ لفٹنٹ کرنل) یہ سب کچھ اپنی ذمہ داری پر نہیں کہہ سکتا ہے اس کو اتنی جرأت و بے باکی پیدا ہی اس وجہ سے ہوئی کہ اوپر سے احکام ملتے ہیں اسکی تحقیق نہیں ہے لیکن خیال غالب یہ ہے کہ اس نے یہ سب کچھ اوپر کی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے کہا ہے اگر ایسا ہے تو اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ کل کیا ہونے والا ہے ابھی سے تیاریاں شروع ہو گئی ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ چند لوگ اپنا اقتدار رکھنے کے لئے سب کچھ کر ڈالنا چاہتے ہیں۔"

پھر ۵ اپریل کے اخبار میں اس مسلمان افسر کا جو طویل مکتوب شائع ہوا ہے اس میں بھی واقعات کو با تفصیل ذکر فرمانے کے بعد آخر میں لکھتے ہیں۔

"یہاں ہر فوجی حلقوں میں یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ ناچ گھروں اور مے نوشی کی محفلوں میں اپنی بیویوں کو لئے پھرنا وہ معیار ہے جس سے ترقیاں ملتی ہیں۔ انگریز کے زمانہ میں جو کچھ ہوا سو ہوا لیکن ہم پوچھتے ہیں کہ کیا اب بھی یہی ہوتا رہے گا۔ میں آپ کے

اخبار کے ذریعہ ہر اس فوجی سے جس کے علم میں اس قسم کے واقعات ہوں استدعا کرتا ہوں کہ وہ ضرور پبلک کے سامنے لائے۔ اس سلسلہ میں ذاتی ترقی اور شاید ملازمت کا بھی پاش پاش کرنا ہوگا اگر اپنے ذاتی نقصان کی وجہ سے حقیقت بیان کرنے میں پس وپیش ہے تو ایک بہت بڑے جرم کا ارتکاب کیا جا رہا ہے اس وقت فوج میں تنظیم جدید ہو رہی ہے اگر افسروں کی غیر اسلامی حرکات اور کافرانہ طرزِ فکر کو برداشت کیا گیا تو بعد میں ان کے خلاف آواز اٹھانا مشکل تر ہو جائے گا پھر وہ فوجی جس میں اپنے آپ کو مسلمان کہنے کی جرأت ہے بے باکی سے ہر اس واقعہ کو جو اسلامی روح کے خلاف ہو پریس کے ذریعہ پبلک کے سامنے لائے کیونکہ اب قوم اور فوج دو الگ وجود نہیں ہیں افسروں کی ہر ناپسندیدہ حرکات پر تنقید کی جائے۔ تاکہ وہ متنبہ ہوں اور اپنے آپ کو درست کرنے کی کوشش کریں ورنہ پاکستانی فوج کو اپنے ناپاک وجود سے پاک کر جائیں۔"

مدیرِ کوثر نے وزارت دفاع اور ارکانِ اسمبلی کو اس معاملہ کی طرف پرزور الفاظ میں توجہ دلائی ہے مگر اندازہ ہوتا ہے کہ انھوں نے اس طرف توجہ کی کوئی ضرورت نہیں سمجھی۔ ایک ایسے ملک کی فوج میں ذمہ دار افسروں کی لادینی رجحانات یقیناً خطرناک ہیں جس ملک میں نظامِ اسلامی قائم کرنے کی کوشش ہو رہی ہو مذہب کے ساتھ عام مسلمانوں اور فوجی نوجوانوں کا عقیدتمندانہ تعلق اب بھی بفضلہ تعالیٰ موجود ہے ان نوجوانوں کے سامنے اس قسم کے خیالات ونظریات کا پیش کرنا اور ان کے مذہبی جذبات واحساسات سے یوں کھیل کرنا خطرناک نتائج پیدا کر سکتا ہے، وزیرِ دفاع اور فوج کے دوسرے بڑے ذمہ دار لوگوں کو جلد از جلد اس مسئلہ پر غور کرنا چاہیے۔ اور اس کے انسداد اور روک تھام کی ابھی سے پوری کوشش کر لینی چاہیے۔

دعوے کیا تھے اور اب؟

جن دنوں الیکشن کی ہنگامہ آرائی تھی ان دنوں عام طور سے اکابر واصاغر مسلم لیگ کی طرف سے عام مسلمانوں کے سامنے یہی وعدہ کیا جاتا تھا کہ ہماری یہ ساری جدوجہد صرف اس لئے ہے کہ پاکستان میں اسلامی حکومت قائم کی جائے اور قرآن مجید کا الٰہی قانون نافذ ہو اس مضمون کے اشتہارات اور ٹریکٹ بھی لاکھوں کی تعداد میں شائع کئے گئے اور کلمہ طیبہ پڑھ پڑھ کر اور درود شریف پڑھا پڑھا کر زوردار الفاظ میں یہی وعدے کئے گئے۔ چنانچہ ان متعدد ٹریکٹوں میں سے ایک ٹریکٹ "الیکشن بورڈ پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن" کی طرف سے "قائداعظم کے اسلامی پیغام" کے نام سے شائع ہوا تھا اور عام دیہات میں تقسیم کیا گیا اور پڑھا گیا تھا۔ قائدِ اعظم کے ان پیغامات کو نقل کرنے سے قبل شائع کنندہ ادارہ ان پیغامات کی اہمیت کا ان الفاظ میں ذکر کرتا ہے۔

"اسی پمفلٹ میں قائداعظم کی مختلف تقاریر کے اقتباسات درج ہیں۔ اس پمفلٹ کو ہمراہ رکھیں۔ ایسے مواقع پر جہاں پاکستان کی حکومت یا مسلم لیگ کی پالیسی یا قائداعظم کی شخصیت کا ذکر ہو رہا ہو وہاں اس میں سے ضروری حصص پڑھ کر سنائیں۔ اس طریق پر الفاظ ادا کئے جائیں کہ پیغام کی روح اور شوکت قائم رہے۔ رک رک کر گرجدار طریق پر بولیں۔ ایک تقریر میں ایک آدھ حوالہ کافی ہوگا۔ دیہات میں ساتھ ساتھ سادہ معنی بھی بتائے جائیں۔"

اس تمہید کے بعد "قائداعظم" کے گیارہ اسلامی پیغام ان کی مختلف تقاریر سے درج کئے گئے ہیں، اس لئے تاکہ اس سے پاکستان کی حکومت اور مسلم لیگ کی پالیسی کا صحیح اندازہ ہو سکے اور مطالبہ پاکستان کے دعوی کی اصل حقیقت مسلمانوں کو معلوم ہو۔ ہم بھی ان پیغامات میں سے بعض کو بعینہٖ نقل کرتے ہیں۔

(۱) مسلمانو! ہمارا پروگرام قرآن پاک میں موجود ہے۔ ہم مسلمانوں پر

لازم ہے کہ قرآن پاک بغور پڑھیں اور قرآنی پروگرام کو دیکھ کر اس پر عمل کریں۔ اسی قرآنی پروگرام کے ہوتے ہوئے مسلم لیگ مسلمانوں کے سامنے کوئی نیا پروگرام پیش نہیں کر سکتی۔ (جناح پیغام عید نومبر ۱۹۴۵ء)

(۲) قرآن مجید تمام مسلم قوم کا پشت و پناہ، ملجا و ماوی اور قومی کشتی کا کھیون ہار ہے۔ ہم مسلمانوں پر فرض ہے کہ قرآن پاک کو بغور پڑھیں اور اس پر عمل کریں اور تعلیمات قرآنی و اسلامی کو سب سے مقدم سمجھیں (جناح صدارتی تقریر کراچی سیشن)

(۳) مجھ سے اکثر یہ پوچھا جاتا ہے کہ پاکستان کا طرز حکومت کیا ہوگا؟ پاکستان کا طرز حکومت متعین کرنے والا میں کون؟ یہ کام پاکستان کے رہنے والوں کا ہے۔ اور میرے خیال میں مسلمانوں کا طرز حکومت آج سے ساڑھے تیرہ سو سال قبل قرآن حکیم نے فیصل کر دیا تھا۔ (صدارتی تقریر جالندھر بموقع آل انڈیا مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن ۱۹۴۳ء)

(۴) رہنمائی کے لئے ہمارے پاس اسلام کی عظیم الشان شریعت موجود ہے۔ درخشاں کارنامے تاریخی کامیابیاں اور روایتیں موجود ہیں۔ اسلام ہر شخص سے امید رکھتا ہے کہ وہ اپنا فرض بجالائے (جناح علی گڑھ تقریر ۱۹۴۲ء)

(۵) قرآن مسلمانوں کا ضابطۂ حیات ہے۔ اس میں مذہبی اور مجلسی دیوانی اور فوجداری، عسکری اور تعزیری، معاشی اور معاشرتی غرضیکہ سب شعبوں کے احکام موجود ہیں۔ مذہبی رسوم سے لیکر روزانہ امور حیات تک روح کی نجات سے لیکر جسم کی صحت تک۔ جماعت کے حقوق سے لیکر ایک فرد کے حقوق و فرائض تک۔ اخلاق سے لیکر جرائم تک۔ زندگی میں جزا و سزا سے لیکر عقبیٰ کی سزا و جزا تک ہر ایک فعل قول اور حرکت پر مکمل احکام کا مجموعہ ہے۔ لہذا جب میں یہ کہتا ہوں کہ مسلمان ایک قوم ہیں تو حیات اور مابعد حیات کے ہر معیار اور پیمانے کے مطابق کہتا ہوں۔ (قائداعظم بنام گاندھی اگست ۱۹۴۴ء)

(۶) ہمارا یہ دعویٰ اور اعلان ہے کہ مسلمان ایک علیحدہ اور عظیم قوم ہیں۔ ہم دس کروڑ افراد کی ایک ملت ہیں۔ ہمارا اپنا امتیازی تمدن اور تہذیب ہے۔ اپنی زبان اور ادب ہے اپنا آرٹ اور فن عمارت ہے۔ اپنے علیحدہ اور امتیازی نام ہیں۔ اپنے معیار ہائے مقدار و تناسب ہیں۔ اپنی علیحدہ مطمح نظر اور آرزوئیں ہیں۔ مختصراً یہ کہ زندگی کے ہر شعبہ پر ہمارا خصوصی نظریہ ہے جو اور سب اقوام سے مختلف ہے۔ ہم قوم کی ہر تعریف اور معنوں کے لحاظ سے ایک قوم ہیں (جناح بنام گاندھی ۱۷ ستمبر ۱۹۴۴ء)

(۷) میری پچھلی عید کے پیغام کے بعد سے مسلمانوں میں اپنی ذمہ داریوں کا احساس زیادہ سے زیادہ بڑھ رہا ہے ہر مسلمان جانتا ہے کہ قرآنی تعلیمات محض عبادات اور اخلاقیات تک ہی محدود نہیں، بلکہ قرآن کریم سب مسلمانوں کا دین و ایمان اور قانون حیات ہے یعنی مذہبی، معاشرتی، مدنی، تجارتی، عسکری، عدالتی اور تعزیری احکام کا مجموعہ ہے۔ ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم کو یہ حکم ہے کہ ہر مسلمان کے پاس اللہ کے کلام پاک کا ایک نسخہ ضروری ہو۔ اور وہ اس کو بغور و خوض مطالعہ کرے۔ تا کہ یہ اس کی انفرادی ہدایت کا باعث بھی ہو۔ (پیغام عید ستمبر ۱۹۴۵ء)

یہ صاف و صریح اعلانات ہے جو کئے گئے۔ اور ان پر اعتماد کرکے قوم نے لیگ کا ساتھ دیا۔ الیکشن میں ووٹ دیکر اکابر لیگ کو اسمبلی ہالوں تک اور وزارت کی گدیوں تک پہنچایا۔ اور اپنی متفقہ آواز سے پاکستان منوایا۔ صرف آواز سے نہیں بلکہ مشرقی پنجاب کی

قیامت خیز تباہیوں اور بربادیوں کے ساتھ ساتھ پاکستان قائم ہوا تو اب قیام پاکستان کے بعد مسلمان قوم کا کیا یہ حق نہیں ؟ کہ وہ اسلامی بیانات دینے والے اپنے قائد اعظم کی خدمت میں دست بستہ عرض کریں اور اس قسم کی تقاریر کرنے والے لیڈروں اور لیگی رہنماؤں سے مطالبہ کریں اور خدا و رسول قرآن و حدیث کے نام پر ووٹ مانگ کر اسمبلی تک پہنچنے والے ممبروں اور وزیروں سے سوال کریں۔

اور پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے الیکشن بورڈ اور اس قسم کے دوسرے اداروں اور اشتہارات شائع کرنے والوں اور مسلمان اخبارات کے ایڈیٹروں سے پوچھیں کہ سال گذر گیا، آئین ساز اسمبلی کے کئی اجلاس ہو چکے ہیں۔ اب تک نہ قرآنی پروگرام کو دیکھ کر اس کے مطابق کہیں عمل کیا گیا، نہ تعلیمات قرآنی اور اسلامی کو سب سے مقدم سمجھا گیا۔ نہ قرآن مجید کو ملجا و ماوی اور قومی کشتی کا کھیون ہار یقین کیا گیا۔ اگر وہ پیغام سچائی کے ساتھ دیا گیا تھا اور صداقت کے ساتھ قوم تک پہنچایا گیا تھا تو آج جبکہ بااختیار حکومت ہاتھ آ گئی ہے۔ تو قرآن پاک کو مسلمانوں کے لئے ضابطۂ حیات تسلیم کرنے میں اور مذہبی، مجلسی دیوانی، فوجداری، عسکری، تعزیری، اقتصادی، معاشی اور معاشرتی غرضیکہ سب شعبوں میں اس کے قوانین و احکام کو نافذ کرنے میں پس و پیش کیوں ہو رہا ہے اور آخر ہمیں بتایا جائے کہ اس عظیم اور علیحدہ قوم کا وہ امتیازی تمدن و تہذیب اپنی زبان و ادب، علیحدہ مطمح نظر اور آرزوئیں اور خصوصی نظریات قیام پاکستان کے بعد کہاں ظہور پذیر اور جلوہ آرا ہو گئے ہیں اور موقع حاصل ہونے کے بعد اُن دعاوی کی صداقت کا کہاں کہاں مظاہرہ کیا گیا ہے۔ اور ہر مسلمان تک کلام پاک کا یہ نسخۂ کیمیا پہنچانے اور غور و خوض کے ساتھ اس کو مطالعہ کرنے کے لئے ادارے کہاں بنائے گئے، اور اس بارے میں کونسا ابتدائی قدم اٹھایا گیا۔ یقیناً ان تمام سوالوں کا جواب نفی میں ہے۔ کئے ہوئے وعدوں کو پورا نہ کرنا افسوسناک بات ہے آخر قول مرداں جان دارد " لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ "۔ جیسا " قائد اعظم " نے خود تسلیم کیا ہے۔ کہ پاکستان کی حکومت کا تعین کرنے والا میں کون۔ یہ کام پاکستان کے رہنے والوں کا ہے۔ اور پھر خود ہی فرمایا ہے " اور میرے خیال میں مسلمانوں کا طرزِ حکومت آج سے ساڑھے تیرہ سو سال قبل قرآنِ حکیم نے فیصل کر دیا تھا " تو پاکستان کے رہنے والوں کا مطالبہ اب یہ ہے اور آج تمام پاکستان میں اس کی گونج سنائی دیتی ہے۔ کہ جیسا بقول قائد اعظم قرآن حکیم ہی نے فیصلہ کر دیا ہے۔ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ، اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ، اور وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ اس مملکت میں بادشاہت صرف اللہ تعالیٰ کی ہوگی۔ اور ارکانِ حکومتِ پاکستان بطور نیابت اللہ تعالیٰ کے قوانین و احکام کا نفاذ و اجرا کریں گے۔ حکومت کا مذہب اسلام ہو اور قانون قرآن ہو۔

(شمس الاسلام)

دارالعلوم حرم صولتیہ (مکہ معظمہ) کا کاغذی نقیب

ندائے حرم:- مرکز اسلام میں آپ کی مشترکہ قومی یادگار دارالعلوم حرم صولتیہ مکہ معظمہ کا ترجمان۔ حرم مقدس کی ایک آواز اور خدا کے گھر کا علمی سفیر ہے جو سال بھر میں تقریباً پانچسو صفحات کے علمی، تبلیغی، تاریخی، اسلامی، اور اصلاحی مضامین پیش کرتا ہے۔

ندائے حرم:- آپ سے اپیل کرتا ہے کہ آپ اس کی ترقی و بقا کے لئے اس کی سرپرستی و خریداری قبول فرمائیں۔ توسیع اشاعت کے لئے اپنے حلقۂ احباب میں کوشش فرمائیں۔ آپ کی ادنیٰ توجہ اس کو اس کے مجوزہ بلند معیار تک پہنچا سکتی ہے۔

ندائے حرم:- کسی کی ذاتی ملک یا تجارتی رسالہ نہیں اور نہ اس کو دیگر اشتہاری رسائل کی طرح منافع کی امید ہے۔

ندائے حرم:- کا مطالعہ بالخصوص عازمین حج کے لئے ضروری ہے۔ کیونکہ:-

ندائے حرم:- میں حکومت کے جملہ اعلانات بابت حج و جہاز رانی اور حجاج کے لئے ضروری و مفید ہدایات وغیرہ پابندی کے ساتھ شائع ہوا کرتی ہیں۔

ندائے حرم:- کو جو تعلق بالراست مرکز اسلام، مہبط وحی اور مولد رحمۃ اللعالمین سے ہے وہ پاکستان وہندوستان کے دوسرے مجلات و اخبارات کو میسر نہیں اور یہ تعلق خود اس کی حیثیت پر گواہ ہے۔

اسلئے

ندائے حرم:- کی خریداری اور اس کے مقاصد میں تعاون کرنا ایک لاکھ نیکیوں کے برابر اور ہم خرما و ہم ثواب کا صحیح مصداق ہے۔

ندائے حرم ——— کا ——— بدل اشتراک

تین روپے سالانہ، بیرون پاکستان وہندوستان سے ۵/۱ شلنگ یا پانچ ریال ——— نمونہ مفت۔

ترسیل زر کا پتہ

معتمد عمومی صدر دفتر دارالعلوم حرم صولتیہ (مکہ معظمہ) صولتیہ منزل ۱۱۴ جمشید کوارٹر کراچی ۳

موجِ کوثر

بابت ماہ شوال المکرم ۱۳۶۷ھ

اپنے جانے والے عزیزوں، دوستوں اور بزرگوں کو یاد رکھئے تاکہ آنے والے آپ کو یاد رکھیں، اپنے خاندان کے مرحومین کیلئے کعبہ کے زیر سایہ ایصال ثواب کرائیے۔ یاد رکھئے کہ مکہ معظمہ میں ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ نیکیوں کے برابر ہے۔ جو روپیہ آپ اپنے ملک میں خرچ کرتے ہیں اس کو مکہ معظمہ میں خرچ کرکے ایک لاکھ گنا ثواب حاصل کیجئے۔

اس مد کی آمدنی وظائف حفاظ میں صرف کی جاتی ہے۔

نمبر شمار	ایصال ثواب	مرسل رقم	رقم
۱	محترمہ اہلیہ مرحومہ شیخ شمشیر علی صاحب	شیخ شمشیر علی صاحب برنج بازار	دے/
۲	حاجی میر احمد علی صاحب	جناب حاجی میر شفقت علی صاحب انگلس مقیم پور	صہ/
۳	حسب نیت معطیان	" محمد خلیل صاحب۔ جناب محمد یعقوب صاحب الہ آباد	سے/
۴	بروح پاک حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم	محترمہ میمونہ خاتون صاحبہ عا/ بلقیس خاتون صاحبہ عہ/ اصغری بیگم صاحبہ عا/ محمد ظریف صاحب کراچی دے/	عہ/
۵	حسب نیت معطی	جناب چودھری قدرت الٰہی صاحب مارہرہ	للعہ/
۶	بروح محمد شمیم مرحوم پسر معطی	جناب محمد عبدالحکیم صاحب پٹنہ	عہ/
۷	حسب نیت معطی بروح رسول اکرمؐ و بزرگان دین	" شیخ مسیح الدین احمد صاحب سیلانی	عے/
۸	بزرگان دین و بزرگان خاندان	" محمد اسحاق صاحب کرم پور	دے/
۹	بارواح پاک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم و شہدائے کربلا۔ والدین و بزرگان معطی	" عبدالحلیم صاحب گیا	صہ/
۱۰	مولوی عبدالرشید صاحب مرحوم وغیرہ حسب نیت معطی	محترمہ جمیلہ خاتون صاحبہ بہار شریف	عا/
۱۱	مولوی محمد شعیب صاحب مرحوم و شاکرہ بی بی صاحبہ مرحومہ	جناب محمد ریاض الدین صاحب گیا مدھا۔	عہ/
۱۲	بروح محترمہ سکینہ بی بی صاحبہ مرحومہ	جناب قاری محمد عبدالرؤف خاں صاحب جگن پور	مع ۱۲/
		میزان	ماہے ۱۲/

صحیفہ سعادت

معاونین کرام اور محسنوں کے اسماء گرامی

فہرست رقوم عطیات و امداد دارالعلوم حرم مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ بذریعہ صدر دفتر ۱۲/۱۱ جمشید کوارٹر۔ کراچی نمبر ۳

بابت ماہ شوال ۱۳۶۷ھ

اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ ہر مہینہ کی فہرست اسماء معاونین کرام کی اشاعت دوسرے ماہ کے نمبر میں ہوا کرے گی مندرجہ ذیل تفصیلات میں اگر کوئی غلطی ہو تو براہ کرم دفتر کو مطلع فرمائیے۔ باعث شکرگذاری ہوگا۔

نمبر شمار	نمبر رسید جلد	نام نامی	رقم	مد
۱	رسید ۶۶ جلد ۲۰۷	جناب غلام غوث صاحب قریشی کراچی	عـہ/	امداد عام
۲	۶۷ "	" ایس ایم رفیق صاحب۔ اقبال صاحب " ۱۰/ ا/	لعہ/	امداد عام ۵/ وظائف طلبہ ۱/ قطرہ للعبہ
۳	۶۸ "	" اقبال احمد صاحب۔ ادریس احمد صاحب "	عـہ/	زکوٰۃ
۴	۶۹ "	جناب ابو شفیق احمد صاحب "	عـہ/	"
۵	- "	جناب حافظ برکت اللہ نعمت اللہ صاحبان صادق آباد	ما/	"
۶	۷۱ "	جناب عزیز الرحمٰن صاحب لاہور	صعہ/	امداد عام
۷	۷۲ "	محترمہ بیگم صاحبہ سید امین الدین صاحبا بڑودہ	صـعہ/	"
۸	۷۳ "	" بیگم صاحبہ حکیم مسعود الحق صاحب میرٹھ	صعہ/	زکوٰۃ
۹	۷۴ "	جناب داور بخش صاحب۔ حاجی قادر بخش صاحب، عہ/ دیگر اہل خیر۔ اٹاوہ	عـہ/	زکوٰۃ ... امداد عام
۱۰	۷۵ "	جناب حاجی للو عبد الغفار صاحبان۔ بنارس	عـہ/	امداد عام
۱۱	۷۶ "	جناب حاجی محمد زکریا صاحب بنگلور	عـہ/	"
۱۲	رسید ۷۷ جلد ۲۰۷	جناب چودہری امیر اللہ حافظ عبد الرحمان صاحبان شاہجہاں پور	عـہ/	امداد عام
۱۳	۷۸ "	جناب حاجی شیخ محمد حسن صاحب بالوپور	عـہ/	"
۱۴	۷۹ "	" مشیت اللہ صاحب کاشی پور	عـہ/	زکوٰۃ
۱۵	۸۰ "	" شیخ فضل الٰہی صاحب کلکتہ	الـعہ	"
۱۶	۸۱ "	" محمد مصطفیٰ و محمد سمیع صاحبان سلطان پور	ما/	"
۱۷	۸۲ "	" نور محمد ولی محمد صاحبان کانپور	صعہ/	وظائف طلبہ
۱۸	۸۳ "	" حاجی شیخ نذر محمد صاحب نپلی	صعہ/	زکوٰۃ
۱۹	۸۴ "	" شیخ شمشیر علی صاحب بریج بازار	ما/	"
۲۰	۸۵ "	محترمہ اہلیہ مرحومہ شیخ شمشیر علی صاحب "	صعہ/	ایصال ثواب
۲۱	۸۶ "	جناب صفت الٰہی صاحب کلکتہ	سعہ/	امداد عام
۲۲	۸۷ "	جیل اینڈ کو معرفت جناب صفت الٰہی صاحب کلکتہ	للعہ/	"
۲۳	۸۸ "	جناب حاجی محمد اکبر صاحب کہونیا	مار	زکوٰۃ

نمبر شمار	نمبر رسید وجلد	نام نامی	رقم	مد
۲۴	رسید ۸۹ جلد ۲۷	جناب حاجی عظیم الدین محمد فاروق صاحبان جیپور	صہ/	وظائف طلبا
۲۵	۹۰ ″	″ محمد نور الہدیٰ صاحب بہندرد	سہ/	″
۲۶	۹۱ ″	″ نظام الدین محمد یسین صاحبان کانپور	عہ/	″
۲۷	۹۲ ″	″ وصول بخش صاحب اے ایم ایل سکھر سندھ	عہ/	زکوٰۃ
۲۸	۹۳ ″	″ عبدالرشید صاحب ولد عبدالوہاب صاحب بنارس	سے/	″
۲۹	۹۴ ″	″ حاجی نور بخش عبدالرحید صاحبان مظفر نگر	ما/	″
۳۰	۹۵ ″	″ عبداللہ خانصاحب کانپور	صہ/	وظائف طلبا
۳۱	۹۶ ″	″ شیخ منظور احمد صاحب سہارنپور	صہ/	زکوٰۃ
۳۲	۹۷ ″	″ محمد رفیق صاحب اینڈ برادرز کلکتہ	صہ/	امداد عام
۳۳	۹۸ ″	جناب حافظ سید محمد ادریس صاحب علی گڑھ	صہ/	زکوٰۃ
۳۴	۹۹ ″	″ حکیم محمد صبغی احمد صاحب کھوپا	صہ/	″
۳۵	۱۰۰ ″	″ مشتاق احمد اشتیاق احمد صاحبان دہرہ دون	صہ/	″
۳۶	رسید ۱ جلد ۲۸	″ محمد محسن خانصاحب شاہجہانپور	سہ/	″
۳۷	۲ ″	″ فخر الدین فصیح الدین صاحبان من پوری	سہ/	″
۳۸	۳ ″	″ حاجی اللہ نور صاحب جودہ پور	صہ/	″
۳۹	۴ ″	″ حاجی مرزا محمد صدیق صاحب زمیندار جھنگ	صہ/	″
۴۰	۵ ″	″ مولوی خدا بخش صاحب کلکتہ	صہ/	″
۴۱	۶ ″	″ حاجی رحیم بخش غفور بخش صاحبان نانپارہ	صہ/	″
۴۲	۷ ″	″ ایچ ایم شفیع صاحب اینڈ سنز دہام پور	صہ/	″
۴۳	۸ ″	″ حاجی سید محمد اظہار علی صاحب وبعض اہل خیر حضرات بھوپال	صہ/	امداد عام
۴۴	۹ ″	جناب حاجی حافظ محمد یوسف صاحب علی گڑھ	عہ	زکوٰۃ
۴۵	۱۰ ″	″ صدیق محمد صاحب کنڈشادن	عہ/	″
۴۶	۱۱ ″	″ فیض محمد عبدالرحمٰن صاحبان ڈلیہ	عہ/	امداد عام

نمبر شمار	نمبر رسید وجلد	نام نامی	رقم	مد
۴۷	رسید ۱۲ جلد ۲۸	جناب ضمیر حسین صاحب نجیب آباد	عہ/	زکوٰۃ
۴۸	۱۳ ″	″ میاں اللہ بخش صاحب اُڑر	عہ/	امداد عام
۴۹	۱۴ ″	″ سید حشمت اللہ صاحب الہ آباد	صہ/	زکوٰۃ
۵۰	۱۵ ″	″ سید محمد صغیر حسین صاحب بہار	صہ/	″
۵۱	۱۶ ″	″ عطار اللہ خانصاحب کلکتہ	عہ/	″
۵۲	۱۷ ″	محترمہ صابرہ بی بی صاحبہ بانکی پور	عہ/	امداد عام
۵۳	۱۸ ″	″ بیگم صاحبہ کنور محمد ظفر حسین خانصاحب علیگڑھ	عہ	″
۵۴	۱۹ ″	جناب حکیم الدین صاحب نجیب آباد	عہ/	زکوٰۃ
۵۵	۲۰ ″	″ حاجی سید ظفر علی صاحب نہٹور	عہ/	″
۵۶	۲۱ ″	″ عبدالخالق صاحب عرف چاندی لال کانپور	عہ/	امداد عام
۵۷	۲۲ ″	″ حاجی میر شفقت علی صاحب الگاش منیم پور	عہ/	ایصال ثواب وظائف طلبہ (وغیرہ)
۵۸	۲۳ ″	″ حاجی ابوالحسن صاحب غازی پور	عہ/	تعلیم
۵۹	۲۴ ″	محترمہ بیگم صاحبہ شوکت حسین صاحب راولپنڈی	عہ/	زکوٰۃ
۶۰	۲۵ ″	جناب حاجی محمد نذیر عبدالماجد صاحبان مبارک پور	عہ/	امداد عام
۶۱	۲۶ ″	″ بہاؤالدین تفضل احمد صاحبان کانپور	عہ/	زکوٰۃ
۶۲	۲۷ ″	″ جناب شیخ محمود مظفر صاحب دہولڑی	عہ/	امداد عام
۶۳	۲۸ ″	″ سید اشفاق علی صاحب ملتان	عہ/	زکوٰۃ
۶۴	۲۹ ″	″ سید محمد ولایت احمد صاحب لاہرپور	عہ/	امداد عام
۶۵	۳۰ ″	″ حکیم محمد عبدالرحمان صاحب بجنور	عہ/	زکوٰۃ
۶۶	۳۱ ″	″ محمد اسمٰعیل صاحب صہ/، محمد خلیل صاحب عہ/ محمد یعقوب صاحب عہ/ الہ آباد	ملے/	زکوٰۃ صہ ایصال ثواب سے
۶۷	۳۲ ″	محترمہ میمونہ خاتون صاحبہ عہ/، بلقیس خاتون صاحبہ عہ/ اصغری بیگم صاحبہ عہ/۔ جناب میر محمد ظریف صاحب کراچی عہ/	عہ/	ایصال ثواب

نمبر شمار	نمبر رسید و جلد	نام نامی	رقم	مد
۶۸	نمبر ۳۳ رسید جلد ۲۰۸	جناب الحاج کپتان مولوی غلام محمد صاحب بہاولپور	معہ/	امداد عام
۶۹	〃 ۳۴	〃 چودہری قدرت الٰہی صاحب مارہرہ	للعہ/	ایصال ثواب
۷۰	〃 ۳۵	〃 حاجی سید اظہار علی صاحب بھوپال	سے/ ۲۶۴۳	زکوٰۃ
۷۱	〃 ۳۶	〃 احمد حاجی موسیٰ جی سالوجی صاحبان ساؤتھ افریقہ	اسلعہ/	〃
۷۲	〃 ۳۷	〃 از وقف امدادیہ آگرہ	اسمالہ/	امداد عام
۷۳	〃 ۳۸	جناب ڈاکٹر عبد الرزاق صاحب کانپور	سہ/	زکوٰۃ
۷۴	〃 ۳۹	محترمہ بڑی دولہن صاحبہ علیگڈھ	عسہ/	امداد عام
۷۵	〃 ۴۰	جناب محمد عبد الحکیم صاحب پٹنہ	عسہ/ ۸	زکوٰۃ / ایصال ثواب
۷۶	〃 ۴۱	جناب سید نصیر الحسن صاحب چاندپور	عسہ/	زکوٰۃ
۷۷	〃 ۴۲	〃 مولوی تاج علی صاحب مہارانی گنج	للعہ/ ۸	زکوٰۃ / امداد عام
۷۸	〃 ۴۳	جناب صاحبزادہ محمد سعید خاں صاحب۔ منشی نیاز محمد خاں صاحب ۔ ٹونک	للعہ/	امداد عام
۷۹	〃 ۴۴	جناب نثار حسین صاحب مراد آباد	عہ/	زکوٰۃ
۸۰	〃 ۴۵	محترمہ چھوٹی ہمشیرہ صاحبہ سید محمد ولایت احمد صاحب لاہور	عہ/	امداد عام
۸۱	〃 ۴۶	جناب سید اصغر علی صاحب دومیلی	عہ/	زکوٰۃ
۸۲	〃 ۴۷	جناب حاجی عبد الرحمٰن فضل الدین صاحبان کانپور	عہ/	زکوٰۃ
۸۳	〃 ۴۸	محترمہ زہرہ خاتون صاحبہ چندوسی	عہ/	〃
۸۴	〃 ۴۹	جناب محمد شریف صاحب آگرہ	عہ/	امداد عام
۸۵	〃 ۵۰	جناب شیخ مسیح الدین احمد صاحب، والدہ صاحبہ، شافعہ بی بی، ملانی صاحبہ، منگو بی بی، سیلانی	معسہ/ ۴	عہ/ ۴ ایصال ثواب عسہ/
۸۶	〃 ۵۱	جناب حاجی محمد اسمٰعیل حافظ محمد اسحاق صاحبان کانپور	صہ/	زکوٰۃ
۸۷	〃 ۵۲	〃 سید محمد عباس صاحب فتح پور ہسوہ	صہ/	〃
۸۸	〃 ۵۳	〃 سید حامد حسن صاحب جونپور	صعہ/	〃

نمبر شمار	نمبر رسید و جلد	نام نامی	رقم	مد
۸۹	نمبر رسید ۵۱۷ جلد ۲۰۸	جناب مفتی محمد الیاس حسن صاحب جہان آباد	صہ/	زکوٰۃ
۹۰	〃 ۵۵	〃 سید مصلح الرحمٰن صاحب جھبوہ	لعہ/	〃
۹۱	〃 ۵۶	〃 منشی اللہ دین صاحب ٹانڈہ	عہ/	امداد عام
۹۲	〃 ۵۷	〃 قاضی محمد افضال الرحمٰن صاحب و 〃 خواجہ مظفر احمد صاحب دونت پورہ	سلہ/	زکوٰۃ
۹۳	〃 ۵۸	〃 محمد صالحین صاحب اعظم گڈھ	سے/	امداد عام
۹۴	〃 ۵۹	〃 مولوی حاجی محمد امین غلام محی الدین صاحبان کلکتہ	سار/	زکوٰۃ
۹۵	〃 ۶۰	〃 شیخ خلیل احمد صاحب سہارنپور	مار/	
۹۶	〃 ۶۱	〃 ایس۔ ایم عبد الرشید صاحب گورکھپور	صہ/	〃
۹۷	〃 ۶۲	〃 حاجی رحیم بخش محمد ابراہیم صاحبان خورجہ	صہ/	〃
۹۸	〃 ۶۳	〃 حافظ محمد نذیر صاحب بہرام گھاٹ	للعہ/ ۸	〃
۹۹	〃 ۶۴	〃 حاجی احمد حسن صاحب نگینہ	سہ/	〃
۱۰۰	〃 ۶۵	〃 حاجی نور محمد حاجی عیسیٰ صاحبان کرنجہ	معسہ/	〃
۱۰۱	〃 ۶۶	〃 حاجی منشی کامیخاں صاحب خورجہ	معسہ/	〃
۱۰۲	〃 ۶۷	〃 حاجی رحمت اللہ شفیع احمد صاحبان نہٹور	معسہ/	〃
۱۰۳	〃 ۶۸	〃 حاجی عبد الحلیم صاحب کلکتہ	معہ ۶	امداد عام
۱۰۴	〃 ۶۹	〃 حاجی سید محمد تاثیر حسین صاحب منڈاور	معسہ/	〃
۱۰۵	〃 ۷۰	〃 عبد الرحمٰن محمد حسین صاحبان سارنگپور	معسہ/	〃
۱۰۶	〃 ۷۱	〃 شیخ خلیل احمد صاحب سہارنپور	معسہ/	زکوٰۃ
۱۰۷	〃 ۷۲	〃 جلال الدین صاحب کلکتہ	عہ/	〃
۱۰۸	〃 ۷۳	〃 محمد اختر صاحب بہاری دروازہ	عسہ/	〃
۱۰۹	〃 ۷۴	〃 شیخ بندو صاحب حافظ محمد حنیف صاحب بلندشہر	معسہ/	〃
۱۱۰	〃 ۷۵	〃 محمد اسحاق صاحب کریم پور	معہ/	ایصال ثواب
۱۱۱	〃 ۷۶	〃 منشی عبد الرزاق محمد یاسین صاحبان نگینہ	عہ/	زکوٰۃ

نمبر شمار	نمبر رسید جلد	نام نامی	رقم	مد
۱۱۲	رسید جلد ۲۰۸	جناب خلیل الدین احمد صاحب گورکھپور	عہ/	زکوٰۃ
۱۱۳	۷۸ 〃	〃 حاجی عبدالحی حاجی دین محمد صاحبان سلطانپور	عہ/	〃
۱۱۴	۷۹ 〃	〃 شمس الحق صاحب کلکتہ	عہ/	امداد عام
۱۱۵	۸۰ 〃	〃 ماسٹر عبدالغفور صاحب کھونیا	عہ/	زکوٰۃ
۱۱۶	۸۱ 〃	〃 حافظ فخر الدین صاحب مین پوری	عہ/	〃
۱۱۷	۸۲ 〃	〃 محمد عمر رشید احمد صاحبان حاجی محمد ابراہیم صاحب رڑکی عہ/	عہ/	〃
۱۱۸	۸۳ 〃	〃 حاجی حافظ محمد نذیر محمد اسمعیل صاحبان زید پور	عہ/	〃
۱۱۹	۸۴ 〃	〃 جمیل الدین شبیر احمد صاحبان کانپور	عہ/	〃
۱۲۰	۸۵ 〃	〃 طبیب آل احمد صاحب ریاست دوباری	عہ/	〃
۱۲۱	۸۶ 〃	〃 محمد شفیع اللہ خانصاحب ردناہی	للعہ/	〃
۱۲۲	۸۷ 〃	〃 عبدالکریم صاحب معہ اہلیہ صاحبہ خود اسرلی	عاَ/	امداد عام زکوٰۃ عہ/
۱۲۳	۸۸ 〃	〃 حاجی علیم الدین صاحب نگلہ کھیڑا	سے/	زکوٰۃ
۱۲۴	۸۹ 〃	〃 حاجی محمد قاسم کریم بخش صاحبان بیلاڑہ	صعہ/	〃
۱۲۵	۹۰ 〃	محترمہ اہلیہ صاحبہ سید سلطان اشرف صاحب مرحوم کراچی بتوسط نواب عبدالحکیم صاحب صدیقی	مار/	امداد عام
۱۲۶	۹۱ 〃	جناب مولوی مفتی محمد یونس صاحب عبداللہ پور	صہ/	زکوٰۃ
۱۲۷	۹۲ 〃	〃 عبدالحلیم صاحب، احمد باری صاحب گیا عہ/ عہ	عہ/	امداد عام عہ
				ایصال ثواب
۱۲۸	۹۳ 〃	〃 منشی کرامت علی خانصاحب بہرام گھاٹ	سے	زکوٰۃ ذاتی
۱۲۹	۹۴ 〃	〃 محمد صدیق صاحب 〃	معہ/	فطرہ وظائف طلبا
۱۳۰	۹۵ 〃	〃 منشی محمد یونس صاحب 〃	سے/	〃
۱۳۱	۹۶ 〃	〃 شبراتی صاحب 〃	للعہ/	〃
۱۳۲	۹۷ 〃	〃 منشی کرامت علی خانصاحب 〃	عہ/	〃
۱۳۳	۹۸ 〃	〃 حافظ محمد عبداللہ صاحب عبداللہ پور	عہ/	زکوٰۃ
۱۳۴	۹۹ 〃	〃 عطاء الرحمٰن صاحب علیگڑھ	عہ/	امداد عام

نمبر شمار	نمبر رسید جلد	نام نامی	رقم	مد
۱۳۵	رسید جلد ۲۰۸	جناب قاضی سید نثار حسین صاحب مہاراجگنج	صہ/	زکوٰۃ
۱۳۶	۱ ۲۰۹	〃 محمد قاسم محمد طیب صاحبان رانی کھیت	صہ/	〃
۱۳۷	۲ 〃	〃 محمود قادر بخش صاحب بیلاڑہ	صعہ/	〃
۱۳۸	۳ 〃	〃 شیخ منصور علی صاحب کنٹھوا	صعہ/	〃
۱۳۹	۴ 〃	〃 محمد حیات صاحب کلکتہ	عہ/	امداد عام
۱۴۰	۵ 〃	〃 محمد مرتضیٰ صاحب دودھی	صعہ/	〃
۱۴۱	۶ 〃	〃 قاضی مقصود علی صاحب جلال آباد	عہ/	〃
۱۴۲	۷ 〃	〃 عبدالرحمٰن صاحب مراد آباد	عہ/	وظائف حفاظ
۱۴۳	۸ 〃	〃 محمد بشیر صاحب بابو گنج	عاَ/	وظائف طلبا (فطرہ)
۱۴۴	۹ 〃	〃 ملاں محمد عمر صاحب 〃	للعہ/	زکوٰۃ
۱۴۵	۱۰ 〃	〃 حاجی عبدالرحیم صاحب ہزاری باغ	سے/	〃
۱۴۶	۱۱ 〃	〃 حافظ عبدالواحد صاحب ابوالعلائی 〃	عاَ/ ۸	〃
۱۴۷	۱۲ 〃	اہل خیر خاتون صاحبہ 〃	عاَ/ ۸	〃
۱۴۸	۱۳ 〃	جناب نثار احمد صاحب 〃	عاَ/	〃
۱۴۹	۱۴ 〃	〃 مولوی قادر بخش خانصاحب 〃	صعہ/	〃
۱۵۰	۱۵ 〃	〃 شیخ کرم الٰہی صاحب 〃	عہ/	〃
۱۵۱	۱۶ 〃	〃 محمد حنیف خانصاحب 〃	۸/	〃
۱۵۲	۱۷ 〃	〃 عبدالحفیظ صاحب 〃	۸/	امداد عام
۱۵۳	۱۸ 〃	〃 حاجی ٹھیگو میاں صاحب 〃	۸	〃
۱۵۴	۱۹ 〃	〃 عبدالعزیز خانصاحب 〃	عہ/ ۸	وظائف طلباء
۱۵۵	۲۰ 〃	〃 سید عبدالغفور صاحب 〃	عاَ/ ۹	〃
۱۵۶	۲۱ 〃	〃 حافظ عبدالواحد صاحب و جناب احمد علی صاحب 〃	للعہ/	〃
۱۵۷	۲۲ 〃	〃 حکیم غلام مصطفیٰ صاحب 〃	عاَ/ ۸	امداد عام
۱۵۸	۲۳ 〃	〃 محمد بسم اللہ صاحب نانپارہ	مار/	زکوٰۃ

نمبر شمار	نمبر رسید جلد	نام نامی	رقم	مد	نمبر شمار	نمبر رسید جلد	نام نامی	رقم	مد
۱۵۹	۲۰۹ جلد	جناب حافظ محمد حسین صاحب ہنگا بازار	مار	زکوٰۃ	۱۸۲	۴۷ ۲۰۵ رسید جلد	جناب انصار احمد صاحب برہنجی	۱۲	امداد عام
۱۶۰	۳۵	” حافظ عبدالخالق صاحب ”	مار	”	۱۸۲	۴۸	” جناب محمد احمد صاحب ”	ے/	”
۱۶۱	۳۶	محترمہ اہلیہ صاحبہ قاضی معین الدین صاحب گونڈہ	صہ/	”	۱۸۴	۴۹	” صوفی عبدالرزاق صاحب سیوان کلاں	عہ/	وظائف طلبہ
۱۶۲	۲۷	جناب شیخ جان محمد صاحب برہم گھاٹ	سہ/	”	۱۸۵	۵۰	” ارشد علی صاحب منگاؤں	صہ/	امداد عام
۱۶۳	۲۸	” شمس الحق صاحب کرسیانگ	[illegible]	”	۱۸۶	۵۱	مجموعی رقم مسجد دائم خاں مرحوم بنارس کینٹ	[illegible]	وظائف طلبہ
۱۶۴	۲۹	” شیخ غلام حسین صاحب کلکتہ	[illegible]	”	۱۸۷	۵۲	جناب محمد ابراہیم صاحب ہردوئی	[illegible]	زکوٰۃ
۱۶۵	۳۰	” عبدالرحمٰن صاحب مدیسر	[illegible]	وظائف طلبہ (فطرہ)	۱۸۸	۵۳	” رحمت اللہ صاحب بالیڑ	[illegible]	وظائف طلبہ
۱۶۶	۳۱	محترمہ اہلیہ صاحبہ قمر الزماں صاحب رسیون	[illegible]	امداد عام	۱۸۹	۵۴	” بشیر صاحب ”	للعہ/	”
۱۶۷	۳۲	جناب محمد عنایت حسین صاحب جھیرہ	[illegible]	وظائف طلبہ (فطرہ)	۱۹۰	۵۵	” شیخ رمضانی صاحب ”	[illegible]	”
۱۶۸	۳۳	” حافظ ایوب احمد صاحب چوسلنہ	[illegible]	امداد عام	۱۹۱	۵۶	” عمران الرشید صاحب کراچی	[illegible]	زکوٰۃ
۱۶۹	۳۴	” سید نجم الحسن صاحب خیرآباد	ے/	وظائف طلبہ (فطرہ)	۱۹۲	۵۷	” محمد حسین صاحب بہار شریف	[illegible]	”
۱۷۰	۳۵	” ظفر احمد خانصاحب گونڈہ	للعہ/	امداد عام	۱۹۳	۵۸	محترمہ اہلیہ صاحبہ عبداللطیف صاحب ”	[illegible]	”
۱۷۱	۳۶	” عبدالحق صاحب ”	للعہ/	”	۱۹۴	۵۹	” وظیفاً صاحبہ ”	[illegible]	”
۱۷۲	۳۷	محترمہ اہلیہ صاحبہ عبدالاحد خانصاحب مرحوم ”	للعہ/	”	۱۹۵	۶۰	” مہایرہ خاتون صاحبہ ”	[illegible]	”
۱۷۳	۳۸	جناب فضل رسول صاحب ”	للعہ/	”	۱۹۶	۶۱	” اہلیہ صاحبہ منشی ظفر الحسن صاحب ”	[illegible]	زکوٰۃ وظائف
۱۷۴	۳۹	” محمد یوسف صاحب گوٹھاولی	عا/	امداد عام وظائف طلبہ (فطرہ)	۱۹۷	۶۲	” اہلیہ صاحبہ حکیم ظہیر الحسن صاحب ”	[illegible]	زکوٰۃ
۱۷۵	۴۰	” سید محمد قاسم صاحب ”	ے/	وظائف طلبہ (فطرہ)	۱۹۸	۶۳	” سائرہ خاتون صاحبہ اہلیہ حافظ عبدالرشید صاحب ”	عا/	”
۱۷۶	۴۱	” سید محمد زاہد صاحب ”	عا/	”	۱۹۹	۶۴	” میمونہ خاتون صاحبہ ”	ے/	”
۱۷۷	۴۲	” حافظ سید انیس احمد صاحب ”	للعہ/	”	۲۰۰	۶۵	جناب منشی محمد نور صاحب ”	ے/	”
۱۷۸	۴۳	” سید محمد ناصر صاحب ”	للعہ/	”	۲۰۱	۶۶	محترمہ والدہ صاحبہ حافظ نظام احسن صاحب ”	[illegible]	”
۱۷۹	۴۴	” سید عبدالرزاق صاحب ”	عا/	امداد عام وظائف طلبہ (فطرہ) عہ/	۲۰۲	۶۷	محترمہ اہلیہ صاحبہ ” ” ”	[illegible]	”
					۲۰۳	۶۸	” عزیزاً صاحبہ ”	ے/	”
۱۸۰	۴۵	” چودھری عبدالحق صاحب پکہٹی	[illegible]	امداد عام	۲۰۴	۶۹	” خدیجہ خاتون صاحبہ ”	[illegible]	”
۱۸۱	۴۶	” غلام سلطانی صاحب ”	عا/	”	۲۰۵	۷۰	” زہرہ خاتون صاحبہ	[illegible]	”

نمبر شمار	نمبر رسید جلد	نام نامی	رقم	مد
۲۰۶	رسید جلد ۲۰۹	جناب ماسٹر محمد ... الدین ... بارنہ لف	[illegible]	زکوۃ
۲۰۷	۷۲ 〃	محترمہ امیۃ النسا صاحبہ 〃	[illegible]	〃
۲۰۸	۷۳ 〃	〃 محمودہ خاتون صاحبہ 〃	[illegible]	〃
۲۰۹	۷۴ 〃	〃 ظہور النساء صاحبہ 〃	[illegible]	〃
۲۱۰	۷۵ 〃	〃 اہلیہ صاحبہ حکیم محمد حبیب الدین صاحب 〃	[illegible]	〃
۲۱۱	۷۶ 〃	〃 جمیلہ خاتون صاحبہ 〃	[illegible]	اپیل نواسہ
۲۱۲	۷۷ 〃	جناب منشی محمد یعقوب صاحب 〃	[illegible]	زکوۃ
۲۱۳	۷۸ 〃	محترمہ صغریٰ صاحبہ 〃	[illegible]	〃
۲۱۴	۷۹ 〃	〃 نفیسہ خاتون صاحبہ 〃	[illegible]	〃
۲۱۵	۸۰ 〃	جناب حاجی مرزا ... یوسف صاحب بمبئی	[illegible]	امدادعام
۲۱۶	۸۱ 〃	جناب سید عارف حسین شاہ صاحب دہن پور	[illegible]	زکوۃ
۲۱۷	۸۲ 〃	جناب محمد علی صاحب گیبا ندھا	[illegible]	وظائف طلبا (فطرہ)
۲۱۸	۸۳ 〃	〃 مولوی محمد انوار الحق صاحب نئی تالی	[illegible]	وظائف طلبا (فطرہ)
۲۱۹	۸۴ 〃	از وقف محترمہ بی بی کلثوم صاحبہ مرحومہ لاہور	[illegible]	وظائف طلبا
۲۲۰	۸۵ 〃	یہ رسید منسوخ کر کے رسید ۹۸ جاری کی گئی		
۲۲۱	۸۶ 〃	جناب قمر الدین صاحب اسوڑی	[illegible]	امدادعام
۲۲۲	۸۷ 〃	〃 مستری محمد نبی صاحب لکھنؤ	[illegible]	وظائف طلبا
۲۲۳	۸۸ 〃	〃 محمد ایوب صاحب جہانا گنج	[illegible]	زکوۃ
۲۲۴	۸۹ 〃	〃 حاجی منشی ظہور احمد صاحب دہرہ	[illegible]	امدادعام
۲۲۵	۹۰ 〃	〃 محمد ریاض الدین صاحب گیبا ندھا	[illegible]	اصلاح نواسہ
۲۲۶	۹۱ 〃	〃 یوسف حسین صاحب لاہور	[illegible]	زکوۃ
۲۲۷	۹۲ 〃	〃 ڈاکٹر اے احمد صاحب لاہور	[illegible]	〃
۲۲۸	۹۳ 〃	〃 ہدایت اللہ صاحب 〃	[illegible]	〃
۲۲۹	۹۴ 〃	〃 حکیم اصغر حسین صاحب شیرکوٹ	[illegible]	امدادعام

نمبر شمار	نمبر رسید جلد	نام نامی	رقم	مد
۲۳۰	رسید ۹۵ جلد ۲۰۹	محترمہ بیگم صاحبہ چودہری عبد القیوم صاحب سندیلہ	[illegible]	〃
۲۳۱	۹۶ 〃	جناب ڈاکٹر اے احمد صاحب لاہور	[illegible]	وظائف طلبا (قربانی)
۲۳۲	۹۷ 〃	〃 محمد موسیٰ اینڈ برادرس کراچی	[illegible]	امدادعام
۲۳۳	۹۸ 〃	〃 پیرزادہ منشی مقبول احمد صاحبان کانپور	[illegible]	زکوۃ
۲۳۴	۹۹ 〃	جناب مدار بخش صاحب سبوتہ	[illegible]	وظائف طلبا (فطرہ، عقیقہ)
۲۳۵	۱۰۰ 〃	محترمہ عائشہ بیگم صاحبہ مرادآباد	[illegible]	زکوۃ
۲۳۶	۱ جلد ۲۱۰	جناب شیخ عظمت اللہ علی حسین صاحبان شیرکوٹ	[illegible]	〃
۲۳۷	۲ 〃	〃 حافظ رحمت اللہ صاحب چاندہ مئو	[illegible]	〃
۲۳۸	۳ 〃	〃 محمد رضا صاحب ہاپڑی	[illegible]	〃
۲۳۹	۴ 〃	〃 غلام محمد خاں صاحب سبوتہ	[illegible]	〃
۲۴۰	۵ 〃	〃 سید علی احمد صاحب دیوہ شریف	[illegible]	وظائف طلبا (فطرہ)
۲۴۱	۶ 〃	〃 چودہری محمد الدین صاحب سلانوالی	[illegible]	〃
۲۴۲	۷ 〃	〃 حکیم منظور احمد صاحب 〃	[illegible]	〃
۲۴۳	۸ 〃	محترمہ مختار لطیف صاحبہ 〃	[illegible]	امدادعام
۲۴۴	۹ 〃	جناب سید فضل امام صاحب بانکی پور	[illegible]	زکوۃ
۲۴۵	۱۰ 〃	〃 رشید احمد عبد العزیز صاحب کردامی	[illegible]	امدادعام
۲۴۶	۱۱ 〃	〃 شہریار احمد خاں صاحب بکسانواں	[illegible]	وظائف طلبا
۲۴۷	۱۲ 〃	〃 حافظ محمد امین صاحب منڈی کوٹ مولانہ	[illegible]	زکوۃ
۲۴۸	۱۳ 〃	〃 بابو صاحب رنگریز جبیپور	[illegible]	〃
۲۴۹	۱۴ 〃	〃 محمد رفیق خاں صاحب / حوصلدار صاحب مہوہ	[illegible]	وظائف طلبا (فطرہ)
۲۵۰	۱۵ 〃	〃 محمد جعفر خاں صاحب شاہ نگر	[illegible]	زکوۃ
۲۵۱	۱۶ 〃	〃 حکیم محمد یوسف خانصاحب لائل پور	[illegible]	وظائف طلبا (فطرہ)

نمبر شمار	نمبر رسید و جلد	نام نامی	رقم	مد
۲۵۲	رسید ۱۷ جلد ۲۱	جناب سید جان عالم صاحب ایڈووکیٹ شاہجہانپور	۵ـ/	وظائف طلبا
۲۵۳	۱۸ 〃	〃 حاجی ایم شمشاد حسین صاحب علیگڑھ	عـ/	امداد عام
۲۵۴	۱۹ 〃	〃 حافظ حبیب اللہ صاحب شاہجہانپور	[illegible]	زکوٰۃ
۲۵۵	۲۰ 〃	〃 علی بخش صاحب 〃	[illegible]	وظائف طلبا (فطرہ)
۲۵۶	۲۱ 〃	〃 نبھے صاحب 〃	[illegible]	امداد عام
۲۵۷	۲۲ 〃	〃 سخاوت اللہ صاحب 〃	عا/	〃
۲۵۸	۲۳ 〃	〃 مولا بخش صاحب 〃	[illegible]	〃
۲۵۹	۲۴ 〃	〃 بدہو خاں صاحب 〃	[illegible]	〃
۲۶۰	۲۵ 〃	〃 سخاوت صاحب 〃	[illegible]	
۲۶۱	۲۶ 〃	〃 سمیع اللہ صاحب 〃	[illegible]	〃
۲۶۲	۲۷ 〃	ایک صاحب اہل خیر بتوسط حکیم کریم بخش صاحب 〃	[illegible]	〃
۲۶۳	۲۸ 〃	جناب عبدالکریم صاحب 〃	[illegible]	〃
۲۶۴	۲۹ 〃	〃 آنریری سکرٹری صاحب انجمن اسلامیہ گرسانگ	[illegible]	وظائف طلبا (ایام)
۲۶۵	۳۰ 〃	〃 قاری محمد عبدالرؤف خاں صاحب جگن پور	[illegible]	ایصال ثواب
۲۶۶	۳۱ 〃	〃 پائنیر آرمس کمپنی کراچی	للعہ/	زکوٰۃ
۲۶۷	۳۲ 〃	جناب خواجہ محمد صاحب بمبئی	عـ/	امداد عام
۲۶۸	۳۳ 〃	〃 اقبال محمد شاہ صاحب کراچی	[illegible]	وظائف طلبا (فطرہ) خیرات
۲۶۹	۳۴ 〃	〃 قاضی معین الدین صاحب بہار اجگنج	للعہ/	وظائف طلبا (فطرہ)
۲۷۰	۳۵ 〃	〃 قاضی سید نعیم الدین صاحب 〃	[illegible]	〃
۲۷۱	۳۶ 〃	〃 حاجی ہدایت رسول و حافظ مظہر الحق صاحب زیدپور	[illegible]	زکوٰۃ
۲۷۲	۳۷ 〃	〃 فرینڈ اینڈ کمپنی کلکتہ	[illegible]	〃
۲۷۳	۳۸ 〃	〃 جماعت چنیوٹ مقیم کلکتہ	[illegible]	〃
۲۷۴	۳۹ 〃	〃 جناب منظور احمد صاحب رچھا	[illegible]	امداد عام

نمبر شمار	نمبر رسید و جلد	نام نامی	رقم	مد
۲۷۵	رسید ۴۰ جلد ۲۱	جناب مولوی عبد فائق عبدالحی رضا صاحبان بہرپور	[illegible]	زکوٰۃ
۲۷۶	۴۱ 〃	تاریشہ سلیمان، عبدالحبیب، عبدالرحمٰن، عبدالحق، نور محمد، حفیظ، محمد یوسف صاحبان	صہ/	امداد عام
۲۷۷	۴۲ 〃	جناب غلام محمد، ابراہیم، عبدالحق، سید محمود، امیر نور محمد، اسد علی صاحبان	للعہ/	〃
۲۷۸	۴۳ 〃	جناب حکیم صاحب، چھوٹے خاں، حسن خاں، احمد جلیل صاحبان	[illegible]	〃
۲۷۹	۴۴ 〃	جناب حفیظ خاں، جمعہ، فتح محمد، عبدالرشید صاحبان	[illegible]	〃
۲۸۰	۴۵ 〃	جناب حنی محمد، مدار بخش، عبدالرحیم، نذیر جان، محمد صاحبان	[illegible]	〃
۲۸۱	۴۶ 〃	جناب عبدالغنی، عبدالستار، احمد شیخ، چھوٹے خاں کبیرہ، چھوٹے خاں، یوسف مین	[illegible]	〃
۲۸۲	۴۷ 〃	جناب عبدالواحد، انور بیگ، احمد، محمد بخش، عبدالوحید صاحبان	لعہ/	〃
۲۸۳	۴۸ 〃	جناب اکبر حسین، شیخ سوندھ، اسمعیل، سبحان خاں، عبدالغنی صاحبان	[illegible]	〃
۲۸۴	۴۹ 〃	جناب رضوان الحسن، امیر احمد، غلام محمد، شرف صاحبان	[illegible]	〃
۲۸۵	۵۰ 〃	جناب حاجی عبدالغفار صاحب	[illegible]	زکوٰۃ
۲۸۶	ملک ۲۸ جلد ۳۰۲	〃 پروفیسر الیاس احمد صاحب کراچی	صہ/	وظائف طلبا و فقرا
۲۸۷	۲۹ 〃	〃 سید بشیر علی صاحب علیگڑھ	صہ/	امداد عام
۲۸۸	۳۰ 〃	〃 امام الدین صاحب مینن آباد	صہ	〃
۲۸۹	۳۱ 〃	〃 حکیم مرزا ظفر احمد بیگ صاحب طارق آباد	[illegible]	زکوٰۃ

نمبر شمار	نمبر رسید و جلد		نام نامی	رقم	مد
۲۹۰	رسید ۳۲ جلد ۳۰۲		محترمہ اہلیہ صاحبہ ... آباد ...	صہر	وظائف طلبا
۲۹۱	۳۳	〃	جناب حاجی شکر اللہ ... صاحبان ...	صہر	امداد عام
۲۹۲	۳۴	〃	محترمہ ... والدہ ...	صہر	زکوۃ
۲۹۳	۳۵	〃	〃 ... محمد ... صاحب عمری	صہر	امداد عام
۲۹۴	۳۶	〃	〃 حافظ عبدالشکور صاحب ...	صہر	زکوۃ
۲۹۵	۳۷	〃	〃 ... بی صادق ... آگرہ	صہر	امداد عام
۲۹۶	۳۸	〃	محترمہ اہلیہ صاحبہ محمد ابراہیم صاحب ...	صہر	زکوۃ
۲۹۷	۳۹	〃	میواتی پبلشنگ کمپنی لاہور	صہر	امداد عام
۲۹۸	[illegible]	〃	جناب ... عبد ...	صہر	وظائف طلبا
۲۹۹	۴۱	〃	... محمد ... صاحب ... آباد	صہر	زکوۃ
۳۰۰	۴۲	〃	〃 عبداللہ صاحب ... شریف	صہر	امداد عام
۳۰۱	۴۳	〃	〃 اظہار الحسن صاحب بجنور	صہر	زکوۃ
۳۰۲	۴۴	〃	〃 حاجی ... الدین ... الدین صاحبان کانپور	صہر	امداد عام
۳۰۳	۴۵	〃	〃 محمد اسمٰعیل صاحب ... گڑھ	صہر	زکوۃ
۳۰۴	۴۶	〃	محترمہ بیگم صاحبہ ... الصمد صاحب انصاری سلطانپور	صہر	امداد عام
۳۰۵	۴۷	〃	جناب محمد نظر اللہ صاحب منڈاور	صہر	زکوۃ
۳۰۶	۴۸	〃	〃 محمود الحسن صاحب رورکی	صہر	امداد عام
۳۰۷	۴۹	〃	〃 ممبردار حاجی محمد شریف صاحب ...	صہر	〃
۳۰۸	۵۰	〃	〃 محمد ظفر الدین صاحب سیلانی	صہر	〃
۳۰۹	۵۱	〃	〃 عبدالحمید صاحب عمری	صہر	〃
۳۱۰	۵۲	〃	محترمہ والدہ صاحبہ محمد اسحاق صاحب ... باغ	صہر	زکوۃ
۳۱۱	۵۳	〃	〃 اہلیہ صاحبہ حاجی صوبے خانصاحب 〃	صہر	امداد عام
۳۱۲	۵۴	〃	جناب مولوی محمد عبدالستار صاحب کلکتہ	صہر	وظائف طلبا (فطرہ)
۳۱۳	۵۵	〃	〃 چودہری محمد غیاث الدین اشرف صاحب بیسار	صہر	امداد عام

نمبر شمار	نمبر رسید و جلد		نام نامی	رقم	مد
۳۱۴	رسید ۵۶ جلد ۳۱۲		محترمہ بیگم صاحبہ نبی اللہ شاہ صاحب جائل	صہر	وظائف طلبا (فطرہ)
۳۱۵	۵۷	〃	〃 اہلیہ صاحبہ حاجی عبدالقادر خانصاحب مرحوم گونڈہ	صہر	امداد عام
۳۱۶	۵۸	〃	جناب حکیم حافظ سید محمد احمد صاحب گوٹھاولی	صہر	〃
۳۱۷	۵۹	〃	امام الدین صاحب مستری ہاپوڑ	صہر	وظائف طلبا (فطرہ)
۳۱۸	۶۰	〃	〃 رحیم الدین صاحب مستری 〃	صہر	〃
۳۱۹	۶۱	〃	〃 احمد مسعود عالم صاحب وکیل فیض آباد	صہر	زکوۃ
۳۲۰	۶۲	〃	محترمہ رابعہ خاتون صاحبہ بہار شریف	صہر	〃
۳۲۱	۶۳	〃	〃 شمسہ خاتون صاحبہ 〃	صہر	〃
۳۲۲	۶۴	〃	〃 والدہ صاحبہ منشی واعظ الدین صاحب 〃	صہر	〃
۳۲۳	۶۵	〃	جناب عبدالعزیز صاحب 〃	صہر	〃
۳۲۴	۶۶	〃	〃 حکیم محمد ضیاء الدین صاحب 〃	صہر	〃
۳۲۵	۶۷	〃	محترمہ دختر منشی شبرانی صاحب 〃	صہر	〃
۳۲۶	۶۸	〃	〃 والدہ صاحبہ عبدالباقی صاحب اناؤ	صہر	〃
۳۲۷	۶۹	〃	جناب مولا بخش صاحب لاہرپور	صہر	〃
۳۲۸	۷۰	〃	〃 غلام محمد صاحب سلاتوالی	صہر	وظائف طلبا (فطرہ)
۳۲۹	۷۱	〃	〃 امیر ولد جیون صاحب منظور پورہ	صہر	زکوۃ
۳۳۰	۷۲	〃	〃 حاجی اللہ بخش کبیر احمد بشیر احمد صاحبان ٹنڈو آدم	صہر	〃
۳۳۱	۷۳	〃	〃 محمد حبیب صاحب اکاری پور	صہر	وظائف طلبا (فطرہ)
۳۳۲	۷۴	〃	〃 شیخ نجم الدین میاں احمد میاں صاحبان جیت پور	صہر	زکوۃ
۳۳۳	۷۵	〃	〃 جان محمد صاحب شاہجہانپور	صہر	وظائف طلبا (فطرہ)
۳۳۴	۷۶	〃	〃 ولی اللہ صاحب 〃	صہر	امداد عام
۳۳۵	رسید ۲۷ جلد ۱۵۴		〃 قاضی ظہور الحسن صاحب سیوہارہ	عہر	〃
۳۳۶	۲۸	〃	〃 حافظ رمضان صاحب اودے پور	عہر	〃
۳۳۷	۲۹	〃	〃 عبدالعزیز صاحب گوجرانوالہ	عہر	〃

نمبر شمار	نمبر رسید جلد	نام نامی		رقم	مد
۳۳۸	۳۰ جلد ۳۳	جناب عبدالشکور صاحب	بہرام گھاٹ	عہ/	امداد عام
۳۳۹	۳۱ "	" محمد مصطفیٰ صاحب	بالوگنج	عہ/	وظائف طلبا (فطرہ)
۳۴۰	۳۲ "	" محمد نظیر صاحب	"	عہ/	"
۳۴۱	۳۳ "	محترمہ والدہ صاحبہ باقر علی صاحب	ہزاری باغ	عہ/	زکوٰۃ
۳۴۲	۳۴ "	جناب فیض محمد صاحب	"	عہ/	امداد عام
۳۴۳	۳۵ "	" سید محمد خالد صاحب	گڑھا اوَلی	عہ/	"
۳۴۴	۳۶ "	" امام الدین صاحب نجیب آباد		عہ/	وظائف طلبا (فطرہ)

نذرانہ حکیم محمود علی صاحب وکیل و مولوی محمد اللہ صاحب (جبلپور)

نمبر شمار	نمبر رسید جلد	نام نامی		رقم	مد
۳۴۶	۱ جلد ۳۴	جناب حکیم محمود علی صاحب وکیل	جبلپور	سے/	وظائف طلبا
۳۴۷	۲ "	محترمہ کوثر صاحبہ والدہ حیدر حسین صاحب	"	عہ/	"
۳۴۸	۳ "	" اہلیہ صاحبہ حکیم نعیم الدین خانصاحب	"	صہ/	زکوٰۃ
۳۴۹	۴ "	" [illegible] صاحبہ کلاں حکیم عظیم الدین خانصاحب	"	عا/	"
۳۵۰	۵ "	" اہلیہ صاحبہ حکیم حبیب اللہ خانصاحب	"	عا/	"
۳۵۱	۶ "	جناب بشیر الدین صاحب	"	عہ/	"
۳۵۲	۷ "	" نعمن صاحب جمعیۃ القریش	"	عہ/	وظائف طلبا
۳۵۳	۸ "	" احمد صاحب "	"	عہ	"
۳۵۴	۹ "	" مولا بخش صاحب جوہری	"	عہ/	"
۳۵۵	۱۰ "	" محمود خانصاحب	"	عہ/	"
۳۵۶	۱۱ "	" طاہر شاہ صاحب	"	عہ/	"
۳۵۷	۱۲ "	محترمہ اہلیہ صاحبہ منشی عبدالقیوم صاحب	"	عہ/	"
۳۵۸	۱۳ "	جناب مولا بخش صاحب جوہری	"	عہ/	"
۳۵۹	۱۴ "	" محمود خانصاحب باغبان	"	عا/	"

نمبر شمار	نمبر رسید جلد	نام نامی		رقم	مد
۳۶۰	۱۵ رسید جلد ۳۴	جناب محمود خانصاحب	جبلپور	عہ/	وظائف طلبا
۳۶۱	۱۶ "	" مولا بخش صاحب جوہری	"	عہ/	"
۳۶۲	۱۷ "	" محمود خانصاحب باغبان	"	عا/	"
۳۶۳	۱۸	" مولا بخش صاحب	"	عہ/	"
۳۶۴	۱۹ "	" سید علی صاحب میدہ فروش	"	عا/	"
۳۶۵	۲۰ "	" مولا بخش صاحب جوہری	"	عہ/	"
۳۶۶	۲۰ "	" محمود خانصاحب باغبان	"	عا/	"
۳۶۷	۲۲ "	" مولا بخش صاحب جوہری	"	عہ/	"
۳۶۸	۲۳ "	" مولا بخش صاحب	"	عہ/	"
۳۶۹	۲۴ "	محترمہ اہلیہ صاحبہ منشی عبدالحی صاحب	"	عہ/	"
۳۷۰	۲۵ "	جناب مولا بخش صاحب	"	عہ/	"
۳۷۱	۲۶ "	" مولا بخش صاحب جوہری	"	عہ/	"
۳۷۲	۲۷ "	" محمود خانصاحب باغبان	"	عا/	"
۳۷۳	۲۸ "	" مولا بخش صاحب جوہری	"	عہ/	"
۳۷۴	۲۹ "	" محمود خانصاحب باغبان	"	عا/	"
۳۷۵	۳۰ "	" مولا بخش صاحب جوہری	"	عہ/	"
۳۷۶	۳۱ "	" " "	"	عہ/	"
۳۷۷	۳۲ "	" رحمت اللہ خانصاحب	"	صہ/	"
۳۷۸	۳۳ "	" محمود خاں صاحب باغبان	"	عا/	"
۳۷۹	۳۴ "	" مولا بخش صاحب جوہری	"	عہ/	"
۳۸۰	۳۵ "	" "	"	عہ/	"
۳۸۱	۳۶ "	" محمود خانصاحب باغبان	"	عا/	"
۳۸۲	۳۷ "	" مولا بخش صاحب جوہری	"	عہ/	"
۳۸۳	۳۸ "	محترمہ والدہ صاحبہ حافظ اعظم الرحمن صاحب	"	عہ/	"

نمبر شمار	نمبر رسید وجلد	نام نامی		رقم	مد
۳۸۳	رسید ۳۹ جلد ۱۷۹	جناب مولا بخش صاحب جوہری	جمیرور	عہ/	وظائف طلبا
۳۸۴	۴۰ 〃	〃 محمود خان صاحب باغبان	〃	عگا/	〃
۳۸۶	۴۱ 〃	محترمہ حرمت بیگم صاحبہ	〃	عہ/	〃
۳۸۷	۴۲ 〃	جناب مولا بخش صاحب جوہری	〃	عہ/	〃
۳۸۸	۴۳ 〃	جناب محمود خانصاحب باغبان	〃	عہ/	〃
۳۸۹	۴۴ 〃	جناب مولا بخش صاحب جوہری	〃	عہ/	〃
۳۹۰	۴۵ 〃	〃 〃 〃	〃	عہ/	〃
۳۹۱	۴۶ 〃	〃 محمود خانصاحب باغبان	〃	سے/	〃
۳۹۲	۴۷ 〃	〃 احمد جی رنگریز صاحب	〃	صہ/	زکوۃ
۳۹۳	۴۸ 〃	〃 مولا بخش صاحب جوہری	〃		طلبا وظائف
۳۹۴	۴۹ 〃	از جانب جناب الٰہی بخش صاحب مرحوم معرفت حکیم محمود علی صاحب	سجے پور	صہ/	〃
۳۹۵	۵۰ 〃	جناب مرزا صمد بیگ صاحب	〃	عہ/	〃
		بہ سعی سید دبیر احمد صاحب اشرفی رفیق دائرہ معاونین مدرسہ			
۳۹۶	رسید ۸۵ جلد ۱۷۹	جناب احمد حسن مبارک حسن صاحبان	لاہور	صہ/	زکوۃ
۳۹۷	۸۶ 〃	〃 ایم نظام الدین صاحب	گوجرانوالہ	صہ/	〃
۳۹۸	۸۷ 〃	اہل خیر حضرات معرفت مولوی عبدالغنی صاحب امام مسجد	〃	صہ/	〃
۳۹۹	۸۸ 〃	جناب شیخ محمد حسین محمد صادق صاحبان	〃	صہ/	〃
۴۰۰	۸۹ 〃	〃 محمد علی صاحب	〃	صہ/	〃
۴۰۱	۹۰ 〃	〃 رحمت اللہ محمد اکرم صاحبان	〃	صہ/	〃
۴۰۲	۹۱ 〃	〃 فیروز دین صاحب	〃	صہ/	〃
۴۰۳	۹۲ 〃	انعام بوٹ ہاؤس	〃	صہ/	〃
۴۰۴	۹۳ 〃	جی ٹی بس سروس کمپنی	〃	سہ/	〃

نمبر شمار	نمبر رسید جلد	نام نامی		رقم	مد
۴۰۵	رسید ۹۴ جلد ۱۷۹	جناب شیخ معراج الدین محمد صدیق صاحبان	گوجرانوالہ	عہ	زکوۃ
۴۰۶	۹۵ 〃	〃 شیخ اللہ دتا محمد یعقوب صاحبان	〃	سہ	〃
۴۰۷	۹۶ 〃	〃 حاجی غلام قادر صاحب	〃	صہ	〃
۴۰۸	۹۷ 〃	〃 حاجی محمد دین صاحب	〃	سہ	〃
۴۰۹	۹۸ 〃	〃 حاجی محمد شریف صاحب	〃	صہ	〃
۴۱۰	۹۹ 〃	〃 حاجی گل محمد صاحب	لاہور	صہ	〃
۴۱۱	۱۰۰ 〃	〃 حاجی محمد امین صاحب	〃	لعہ	امداد عام
۴۱۲	رسید ۱ جلد ۲۰۴	〃 حاجی شیخ علی احمد صاحب	〃	ما/	زکوۃ
۴۱۳	۲ 〃	〃 حکیم سراج احمد صاحب	〃	۱۲	امداد عام
۴۱۴	۳ 〃	〃 ایس اے ٹیڈ ویر کمپنی	〃	۶	زکوۃ
۴۱۵	۴ 〃	جناب حاجی غلام جیلانی صاحب	〃	عہ	〃
۴۱۶	۵ 〃	〃 ادریس احمد صاحب	〃	صہ/	امداد عام
۴۱۷	۶ 〃	محترمہ اہلیہ صاحبہ ڈاکٹر نعمت خانصاحب	〃	للعہ/	زکوۃ
۴۱۸	۷ 〃	جناب مولوی عبدالحی صاحب عثمانی	〃	سے	〃
۴۱۹	ٹکٹ ۲۳ جلد ۲۶۶	〃 حافظ رحیم الٰہی صاحب	〃	صہ/	〃
۴۲۰	۲۴ 〃	〃 محمد تقی صاحب	〃	صہ/	〃
۴۲۱	۲۵ 〃	چیف بوٹ ہاؤس	〃	صہ/	امداد عام
۴۲۲	ٹکٹ ۱ جلد ۲۹۴	جناب حافظ عبدالمجید صاحب	〃	صہ/	زکوۃ
۴۲۳	۲ 〃	〃 قاضی محمد اکرم صاحب	〃	صہ	
۴۲۴	۳ 〃	〃 قاضی محمد اقبال صاحب	〃	صہ/	
۴۲۵	۴ و ۵ 〃	〃 مستری فضل الدین محمد دین صاحبان	〃	عہ/	〃
۴۲۶	۶ و ۷ 〃	〃 مستری اللہ بخش صاحب	〃	عہ/	〃
۴۲۷	۸ 〃	〃 مستری محمد اسمٰعیل صاحب	〃	صہ	
۴۲۸	ٹکٹ ۱ جلد ۲۹۶	〃 میاں ریاض الدین صاحب	〃	صہ	امداد عام

نمبر شمار	نمبر رسید و جلد	نام نامی	مقام	رقم	مد
۴۲۹	۲۹۶ عامہ جلد	جناب شیخ محمد ظہور الدین صاحب بی اے	لاہور	صہ ر	امداد عام
۴۳۰	۳ ″	″ میاں سرفراز محمود صاحب	″	صہ ر	″
۴۳۱	۲۴۲ ″	″ عنایت اللہ صاحب	گوجرانوالہ	عہ ر	″
۴۳۲	۲۵۲ ″	″ غلام محی الدین صاحب صدیقی	لاہور	عہ ر	″
۴۳۳	۲۹۲ ″	″ سردار خاں صاحب	″	[illegible]	″
۴۳۴	″	محمد نصیر الدین صاحب	″	صہ ر	″
۴۳۵	۱۰۹ ″	مرزا محبوب بیگ صاحب	″	[illegible]	″
۴۳۶	[illegible]	میاں نذیر احمد صاحب	″	عہ ر	″
۴۳۷	۱۲ ″	میاں محمد عالم صاحب	″	عہ ر	″
۴۳۸	[illegible]	مارڈرن اسٹور لاہور	″	صہ ر	″
۴۳۹	[illegible]	جناب میاں مبارز خان صاحب	″	عہ ر	″
۴۴۰	۱۹	ملک محمد اسلم صاحب	″	عہ ر	″
۴۴۱	۲۰ ″	میاں قمر الدین صاحب	″	عہ ر	″
۴۴۲	۱۵۱	مرزا محمد یعقوب صاحب	″	صہ ر	″
۴۴۳	۲۶ ″	محمد فتح الدین صاحب	″	عہ ر	″
۴۴۴	[illegible]	مرزا غلام ربانی صاحب	″	عہ ر	″
۴۴۵	[illegible]	شیخ محمد ظفر الدین صاحب ایم اے	″	عہ ر	″
۴۴۶	[illegible]	ڈی ایم ملک صاحب	″	عہ ر	″
۴۴۷	[illegible]	خواجہ نذیر احمد صاحب	″	عہ ر	″
۴۴۸	[illegible]	میاں احمد بخش صاحب	″	عا ر	″
۴۴۹	[illegible]	میاں انور رشید صاحب	″	عہ ر	″
۴۵۰	[illegible]	نور محمد صاحب	″	عہ ر	″
۴۵۱	[illegible]	مستری غلام محمد صاحب	″	عہ ر	″
۴۵۲	[illegible]	نظر خان صاحب	″	عہ ر	″

نمبر شمار	نمبر رسید و جلد	نام نامی	مقام	رقم	مد
۴۵۳	۴۵۲ جلد ۳۷	جناب مستری شہاب دین صاحب	لاہور	عہ ر	امداد عام
۴۵۴	۳۸ ″	″ بابا چراغ دین صاحب	″	عہ ر	″
۴۵۵	۲۹، ۴۰ ″	″ سید محمد شکور صاحب	″	عا ر	″
۴۵۶	۴۱، ۴۲ ″	″ محمد شفیع صاحب	″	عا ر	″
۴۵۷	۴۳ ″	″ میاں شبیر محمد صاحب	″	عہ ر	″
۴۵۸	۴۴، ۴۵ ″	″ ننہا میاں و صغیر احمد صاحبان	″	عا ر	″
		بسعی مولوی محمد عبدالحی صاحب لاہور مرسلہ سید دبیر احمد صاحب سفیر مدرسہ			
۴۵۹	۲۸ رسید جلد ۹	جناب حاجی نور بخش صاحب	لاہور	[illegible]	زکوۃ
۴۶۰	۱۰۹ ″	″ منشی نذیر احمد صاحب	″	عہ ر	″
۴۶۱	۵۰ ″	محترمہ اہلیہ صاحبہ حاجی شیخ علی احمد صاحب	″	عہ ر	″
۴۶۲	۲۷ رسید ۲۳۴ جلد	جناب محمد اقبال صاحب انصاری بذریعہ منیر صاحب انصاری کراچی		[illegible]	وظائف طلبا (دخلیہ)
۴۶۳	۲۸ ″	″ سید محمد خالد صاحب	″	[illegible]	″
۴۶۴		آمدنی اشتراک ماہنامہ ندائے حرم		[illegible]	

میزان کل [illegible]

احقر ضیاء الدین احمد عفی عنہ

معتمد عمومی

صدر دفتر دار العلوم حرم صولتیہ (مکہ معظمہ)

صولتیہ منزل ۱۴۱۲ جمشید کوارٹر، کراچی ۳

کتاب "فضائل حج" قیمت ۳ روپیہ مولفہ شیخ الحدیث جناب الحاج مولانا محمد زکریا صاحب کتب خانہ یحیوی مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور سے بذریعہ وی پی طلب فرمائیں، یہ کتاب بڑی جامع اور مفصل ہے اس میں حج کے مناسک و مسائل و فضائل پوری وضاحت اور سند سے بیان کئے گئے ہیں۔

حجاج منزل جدّہ

وطن میں غریب الوطن ہو رہے ہیں   کسی پر خدا یہ مصیبت نہ ڈالے

حجاز مسلمانوں کا وطن اول ہے۔ وطن کی کشش اور فریضۂ حج کی ادائیگی کے لئے ہر سال اسلامی دنیا سے ہزاروں کی تعداد میں خوش نصیب بندے حاضری حرم محترم کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ ممالک عربیہ کے حجاج کو اس ملک میں کوئی دقت و دشواری پیش نہیں آتی۔ عربی زبان اور ملک کے حالات سے ناواقفیت کی بنا پر ہندوستانی حجاج کو بہت سی تکالیف کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے، جدہ جیسی تنگ اور گنجان آبادی میں خاص طور پر قیام و رہائش اور پانی کی دشواریاں ہندوستانی حجاج کے لئے ہمیشہ ناقابل برداشت رہی ہیں۔ ان تکالیف پر کافی غور و فکر کے بعد سال گذشتہ کے موسم حج میں چند عالی ہمت روشن خیال حجاج کرام نے جدہ میں ایک مستقل اور راحت دہ قیام گاہ حجاج کی اہم ضرورت کی طرف توجہ فرمائی۔ خداوند کریم اُن کو اس مخلصانہ تحریک کا اجرِ عظیم عطا فرمائے۔

جدہ میں "حجاج منزل" کے لئے سب سے اہم سوال مناسب اور وسیع قطعۂ زمین کا تھا۔ ملکی قوانین کے تحت "جلالۃ الملک ابن سعودؒ" کی خدمت میں خان بہادر حاجی وجیہ الدین صاحب صدر سنٹرل حج پلگرمس پروٹیکشن لیگ دہلی۔ خان بہادر حاجی محمد سعید اللہ صاحب اسسٹنٹ ڈائرکٹر جنرل پوسٹ اینڈ ٹیلیگراف۔ الحاج مسٹر شجاعت علی صاحب صدیقی ڈپٹی اڈیٹر جنرل پاکستان، الحاج مولوی محمد احمد اللہ صاحب رئیس گورکھپور حافظ عبدالقیوم صاحب رئیس فیض آباد۔ حافظ مشتاق احمد صاحب رئیس کانپور۔ ڈاکٹر طفیل احمد صاحب واٹر پاور انجنیرنگ کمپنی لاہور نے درخواست پیش کی۔ جسے مسرت و خوشی کے ساتھ جلالۃ الملک نے منظور فرما کر ضروری احکامات صادر فرمائے۔ اور "حجاج منزل" کی وسیع ضرورتوں کے لحاظ سے (۶۲۹۷۳) میٹر مربع زمین ہندوستان کے مسلمانوں کو اس مبارک مقصد کے لئے دی گئی جو یقیناً جلالۃ الملک کی گرانقدر ہمدردی اور شاہانہ نوازش کا بہتر ثبوت ہے۔ اس سلسلہ میں شیخ عبداللہ السلیمان وزیر مالیہ اور شیخ محمد سرور وکیل وزارت مالیہ بھی مستحق شکر و امتنان ہیں۔ جن کی بیشقدر توجہ ابتدا سے انتہا تک اس تحریک خیر کی تکمیل میں ممد و معاون رہی۔

غیور و باہمت محرک اپنا کام کر چکے۔ زمین دینے والوں نے اپنے ہمدردانہ سلوک سے فراخ حوصلگی کا ثبوت دیا۔ اب ہندوستان و پاکستان کے دس کروڑ حساس اور دردمند مسلمانوں کا قومی اور اسلامی فرض ہے کہ وہ اپنے ایثار و خلوص سے اپنی اس قومی یادگار زمانہ عمارت "حجاج منزل" کو جلد از جلد قائم کریں۔ فطرۃً انسان اپنی ذات کے لئے سب کچھ کرتا ہے، مگر دنیا میں وہ لوگ قابل فخر و غبطہ ہیں جو اپنے بھائیوں کے لئے بہت کچھ کر دکھائیں۔ آپ خدا کی دی ہوئی ہمت و توفیق سے آج ایک ایسی نیک مثال قائم کر جائیے جو ہمیشہ کے لئے آپ کے نام کو، آپ کے اس عظیم الشان کارنامہ کو زندہ رکھے بقیہ مضمون آئندہ صفحہ پر ملاحظہ ہو

وزارت خارجہ حکومتِ پاکستان کا اعلان

خاص برائے حجاج کرام

جن حضرات نے ۱۹۴۷ء میں یا اس سے قبل کسی سال حج کے لئے جانے کی درخواست دی اور روپئے پیشگی درخواست کے ساتھ جمع کیا ہو، لیکن کسی وجہ سے حج کو نہ جا سکے ہوں یا جہازوں میں ان کو جگہ نہ مل سکی ہو، ان کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ اگر انھوں نے اب تک اپنی داخل کردہ رقم کی واپسی کا مطالبہ نہ پیش کیا ہو تو اب فوراً حج بکنگ آفیسر ناشنل سرکس نئی دہلی سے رقم کی واپسی کا مطالبہ کریں۔ ایسی رقوم کی واپسی کے لئے جس قدر درخواستیں حکومت پاکستان کو کراچی میں موصول ہوئی ہیں وہ سب حکومت ہند کو بھیجدی گئی ہیں، لہذا متعلقہ اشخاص کو بلا تاخیر مندرجہ بالا پتہ پر اپنی رقوم کی واپسی کے لئے رجوع کرنا چاہئے۔

یکم ستمبر ۱۹۴۸ء

(بقیہ مضمون از صفحہ ۴۰)

اور اس دنیا میں یہ آپ کے لئے ایک صدقہ جاریہ اور بہترین کار خیر ثابت ہو۔

حجاج بیت اللہ اور زائرین رسول اللہ کی ہر ممکن خدمت ایک سعادت ہے۔ خوش قسمتی سے آپ کو اس وقت اس سعادت کے حاصل کرنے کا موقع مل رہا ہے۔ بلا تردد اس کمزور درد مند آواز پر لبیک کہتے ہوئے آگے بڑھئے، ہاتھ بڑھائیے اور اپنی اس قومی عمارت کا نام بلند کیجئے۔ جو آپ کے نام کو بلند کرے گی۔

اجر و ثواب اور نیک نامی اس چند روزہ زندگی کا ماحصل ہے۔ اس عظیم الشان صدقہ جاریہ میں شرکت و امداد کا تعلق اس ذات پاک سے ہے جو محسنوں کو دائمی صلۂ خیر دینے کا سچا وعدہ کر چکا ہے۔

هیئۃ ادارہ (منتظمہ کمیٹی) حجاج منزل جدّہ

صدر	خزانچی	ممبر	ممبر	سکریٹری
مولانا محمد سلیم	عبداللہ فاضل عرب	جان محمد کھنڈوانی	حکیم محمد امین	شاہ زین العابدین
(ناظم مدرسہ صولتیہ)	(ایجنٹ مغل لائن)	(دفتر اطلاعات مغل لائن)	(رکن ادارہ صولتیہ دار الشفا)	(رکن ادارہ صولتیہ دار الشفا)
مکہ معظمہ	جدہ	مکہ معظمہ	مکہ معظمہ	مکہ معظمہ

(رجسٹرڈ ایس نمبر ۱۱۲۰)

طابع و ناشر حافظ ضیاء الدین احمد نے مشہور آفسٹ پریس کراچی میں چھپوا کر صدر دفتر دار العلوم حرم صولتیہ (مکہ معظمہ) صولتیہ منزل ۱۲/۲ جمشید کوارٹر کراچی سے شائع کیا۔

Oct. 48

ندائے حرم

صدر دفتر مدرسہ صولتیہ (مکہ معظمہ) کراچی کا ماہوار رسالہ

مرتبہ

عدد ۱۲ ادارہ صدر دفتر جلد ۸

ندائے حرم کا مقصد!

(۱) دارالعلوم حرم صولتیہ (مکہ معظمہ) کے اغراض و مقاصد کی اشاعت اور اس کی تکمیل کے لئے کوشش۔

(۲) دارالعلوم حرم صولتیہ (مکہ معظمہ) کے سرپرستوں اور معاونین کرام کو اس کے اہم اور ضروری حالات سے روشناس کرانا۔

(۳) مسلمانانِ ہند کو اسلامی دنیا کی اہم تحریکاتِ علمی و معاشرتی جد و جہد اور علمی و فنی خدمات سے باخبر کرنا۔

ندائے حرم کا مسلک

(۱) دارالعلوم حرم صولتیہ (مکہ معظمہ) کعبہ کے زیر سایہ ایک باہمہ مرکزی تحریک ہے اس لئے مجلہ ندائے حرم مرکزِ اسلام کی آواز ہے۔

(۲) دارالعلوم حرم صولتیہ (مکہ معظمہ) غیور و باہمت مسلمانانِ ہند کی خدا کے گھر میں ۵۷ سالہ مشترکہ یادگار ہے اس لئے ندائے حرم کو اختلافی امور سے احتراز ہوگا۔ (۳) سیاسی معاملات اور ملکی و بین الاقوامی سیاست سے تعلق نہ ہوگا۔

ندائے حرم کے قواعد و ضوابط

(۱) ندائے حرم پابندی وقت کے ساتھ ہر انگریزی ماہ کی ۱۵ تاریخ کو کم از کم ۴۰ صفحات پر شائع ہوتا ہے۔

(۲) عدم وصولی کی صورت میں ۲۵ تاریخ تک اطلاع دے کر دوسرا رسالہ طلب فرمائیں۔ اس کے بعد دفتر معذور ہوگا۔

(۳) ماہنامہ ندائے حرم دارالعلوم حرم صولتیہ (مکہ معظمہ) کے سرپرستوں اور خاص معاونین کی خدمت میں ہدیۃً بھی پیش کیا جاتا ہے۔

(۴) جواب طلب امور کے لئے محصولڈاک آنا چاہئے۔

(۵) **اشتراک سالانہ**: تین روپے، فی پرچہ ۴/، بیرون پاکستان و ہندوستان ۵/۔ شلنگ (۵/) نمونہ مفت

(۶) رسالہ کے متعلق تمام ضروری خط و کتابت منتظم رسالہ ندائے حرم سے ہونی چاہئے۔

(۷) منی آرڈر کے کوپن پر اپنا نام و پتہ معہ چٹ نمبر صاف تحریر فرمائیے تاکہ ارشاد کی تعمیل ہوسکے۔

(۸) اجرت اشتہار ہر حالت میں پیشگی آنی چاہئے۔

ترسیل زر کا پتہ

معتمد عمومی صدر دفتر دارالعلوم حرم صولتیہ (مکہ معظمہ) صولتیہ منزل ۱۱۴/۴ مرزا قلیچ بیگ روڈ جمشید کوارٹر کراچی ۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

زمزم کی موج ہی نہیں بحرِ کرم ہوں میں — اے حق نیوش سن کہ ندائے حرم ہوں میں

TELE Address:- SAULATIYA Karachi SAULATIYA Mecca

تار کا پتہ صولتیہ۔ کراچی صولتیہ۔ مکہ

ندائے حرم

مدیر مسئول :۔ ضیاء الدین احمد

عدد ۱۲	بابت ماہ ذی الحجہ ۱۳۶۷ھ مطابق ماہ اکتوبر ۱۹۴۸ء	جلد ۱

ترکِ معصیت

(ابوالاسرار مولانا رمزی اٹاوی جودھپور)

(۱)

مرضیِ دنیا مرضیِ مولا شناس　　دور باش از راہِ شیطانِ رجیم
باز آ اے مبتلائے معصیت!　　"لا یُحِبُّ کُلَّ کَفَّارٍ اَثِیْم"

(۲)

ترکِ غرور

ایں کمال و ایں جمال و مال و زر　　نیستند از بہر کفران و غرور
نیستت زیبا تکبر غافلا!　　"لا یُحِبُّ کُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْر"

(۳)

ترغیبِ عمل

در عمل کوش و ازیں فارغ مباش　　تا نہ رسوائی شود روزِ جزا
از سعی اندر جہاں غافل مشو!　　"لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی"

(۴)

تعلیمِ ایثار و قربانی

چوں صحابہؓ صرف کن در راہِ حق　　وقتِ خویش و مال و جاں، ہم آبرو
یاد دار اعلانِ قرآنِ حکیم!　　"لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا"

مجاہدینِ ترقی

نہ صاحب نمازی، نہ بیگم نمازی
ترقی نے بخشی، انھیں بے نیازی
منڈی اُن کی ڈاڑھی، کٹی اس کی چوٹی
خدا کی عنایت سے دونوں ہیں غازی

دیما

اثرات

بانئ پاکستان کی دائمی مفارقت

۸ ذیقعدہ ۶۷ھ ۔ ۱۲ ستمبر ۴۸ء اتوار کا آفتاب اہلِ پاکستان ساکنان کراچی کیلئے بالخصوص اور تمام عالمِ اسلام کیلئے بالعموم اس رنجدہ خبر کے ساتھ طلوع ہوا کہ خادم قوم بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح نے داعی اجل کو لبیک کہا اور راہِ آخرت اختیار کی انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ اس مجاہد ملت کی روح کو راحت وسکون عطا فرمائے اور اپنی جوار رحمت میں جگہ دے جس نے اپنا آرام وراحت قربان کرکے قوم کو بامِ عروج پر پہنچایا اور آزادی جیسی گرانبہا نعمت سے ہمکنار کیا۔ گذشتہ ماہ کا ندائے حرم طباعت کے مراحل سے گذر چکا تھا جب یہ المناک حادثہ پیش آیا، اس لئے ہم ندائے حرم کے سابقہ شمارہ میں اظہار تعزیت سے معذور رہے، پورے ایک ماہ بعد یہ المیہ سپردِ قلم کیا جارہا ہے لیکن ملت کا غم واندوہ آج بھی اسی طرح تازہ ہے جیسا کہ روزِ اول تھا، جو خلا پاکستان کی سیاست میں پیدا ہوگیا ہے بظاہر اس کا پُر ہونا دشوار نظر آرہا ہے، بایں ہمہ ملت کو توقع رکھنی چاہیئے کہ جس قادرِ مطلق نے مرحوم کی زندگی میں انقلاب عظیم پیدا کرکے ملت کی اتنی بڑی خدمت کی انکو توفیق دی تھی وہی اب ان کا نعم البدل بھی عطا فرمائے گا۔ مایوسی کی کوئی وجہ نہیں۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

ع مردے از غیب بروں آید و کارے کند

جیسا کہ قائداعظم کی سیاسی زندگی قوم کیلئے سبق تھی اسیطرح ان کی موت سے بھی قوم کو عزم بالجزم، ہمت واستقلال، ایثار وقربانی کا سبق لینا چاہئے اس میں شک نہیں کہ پاکستان کیلئے یہ صدمہ ناقابل برداشت وناقابل فراموش ہے بلکہ یہ حادثہ نہ صرف پاکستان کیلئے بلکہ تمام عالم اسلام کے لئے حادثہ عظیم ہے۔

آسماں را حق بود گر خوں ببارد بر زمیں

ادارہ ندائے حرم مس فاطمہ جناح اور پاکستان کے اعیان حکومت، ووابستگان دولت اور تمام قوم سے اس نقصان عظیم اور محرومی پر اپنی اور ادارہ دارالعلوم حرم صولتیہ مکہ معظمہ کی طرف سے تعزیت وہمدردی کا اظہار کرتا ہے۔ دارالعلوم حرم صولتیہ مکہ معظمہ کے علما وطلبا کی قرآن خوانی اور کعبہ کے زیرسایہ ایصال ثواب اور ہزارہا مخلوق وحجاج کرام کی دعائے مغفرت کو انشاء اللہ ضرور شرف قبولیت حاصل ہوگا۔

اپنے محبوب قائداعظم سے اظہار محبت وعقیدت کا اس سے بہتر طریقہ نہیں ہوسکتا کہ پاکستان کے رجالِ سیاست وحکومت اپنے لیڈر کے نقش قدم پر چلیں اور ان کی آرزوؤں کی تکمیل میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں۔ مسلم عوام کا بھی فرض ہے کہ وہ اپنے محبوب قائد کی روح کو خوش کرنے کیلئے ان کے سیاسی مسلک کا ہر حال میں اور ہر موقعہ پر لحاظ رکھیں اور ان کی تعمیر کردہ اسلامی حکومت سے

پوری وفاداری اور تعاون کریں اور اپنے عمل و کردار سے اس کو صحیح معنی میں قابل نمونہ اسلامی حکومت بنادیں۔

قائد اعظم کی بلند و ممتاز شخصیت اور عالمگیر ہردلعزیزی کا اندازہ صدہا پیغامات تعزیت میں سے مندرجہ ذیل چند خاص پیغامات سے ہوسکتا ہے:۔

قائد اعظم اپنوں کی نظر میں

حکومت پاکستان کا اظہار تعزیت حکومت پاکستان کے وزیر اعظم نوابزادہ لیاقت علی خاں صاحب نے بہت رنج و غم کے ساتھ اعلان کیا کہ قوم کے محبوب قائد اعظم جناح گورنر جنرل پاکستان کا قلب کی حرکت بند ہوجانے سے ۱۱ ستمبر ۴۸ء بروز ہفتہ رات کو دس بج کر ۲۵ منٹ پر انتقال ہوگیا، وہ اس قومی صدمہ پر مس فاطمہ جناح اور دیگر اہل خاندان اور اہل قوم سے اپنی دلی تعزیت کا اظہار کرتے ہیں، بابائے قوم و پاکستان گزر گئے ہیں۔ مرحوم کی وسعت نظری عزم و استقلال اور جدو جہد و پامردی کی بدولت ہی دنیا کی عظیم ترین اسلامی مملکت "پاکستان" وجود میں آئی۔ مرحوم بھی ان چند تاریخی ہستیوں میں سے ایک تھے جو اپنی زندگی میں اپنی محنت و جانفشانی کے ثمرات سے لذت اندوز ہوئے، حصول و قیام پاکستان کے بعد بھی مرحوم خاموش نہ رہے بلکہ دم آخر تک پاکستان کو مضبوط و مستحکم بنانے کے لئے اپنی انتھک کوششوں کا سلسلہ جاری رکھا۔ مرحوم کی وفات حسرت آیات سے زیادہ کوئی صدمہ پاکستان کیلئے نہیں ہوسکتا۔ لیکن چونکہ انھوں نے قائد اعظم کے اصولوں کی پیدا کردہ فضا میں آنکھیں کھولیں اور نشو و نما پائی ہے اسلئے حکومت پاکستان کو یقین ہے کہ وہ اس صدمہ کو صبر و ضبط سے برداشت کرینگے اور پاکستان کی خدمت میں تازہ جد و جہد سے مصروف ہوجائیں گے وہ پاکستان جس کے لئے ان کا محبوب لیڈر زندہ رہا اور جان دی!۔

وزیر اعظم سندھ کا بیان وزیر اعظم سندھ پیر الٰہی بخش نے قائد اعظم کی وفات پر حسب ذیل بیان دیا ہے۔

سارے پاکستان کو پاکستان کے بانی اور بابائے ملت محبوب قائد اعظم کی وفات پر انتہائی صدمہ پہنچا ہے۔

مسلمانوں کو ان کی وجہ سے بڑی تقویت تھی لوگوں کو آپ پر پورا اعتماد تھا مسلمانوں سے ایک زبردست لیڈر محبوب، رہنما اور فلسفی چھین لیا گیا۔ ہماری قوم کی تاریخ کے ان نازک ترین ایام میں ہمیں اب اپنے درمیان ہمیشہ سے زیادہ ان کی ضرورت تھی۔ انھوں نے اپنی آزادی کے دن پورے کئے، مسلمانوں کے لئے آزادی حاصل کی اور دنیا کی سب سے بڑی اسلامی حکومت قائم کرگئے۔

مسلمانوں کو متحد ہوکر میدان عمل میں آنا چاہئے کہ ہم اتحاد مستقل مزاجی اور ضبط و نظم میں ان کے نقش قدم پر چل سکیں اور آنیوالی دشواریوں کا بہادری سنجیدگی اور تیزی سے مقابلہ کریں۔

میں عوام سے اپیل کرتا ہوں کہ اس افسوسناک وقت میں قائد اعظم کے الفاظ یاد رکھنے چاہئیں جو اب تک ہمارے کانوں میں گونج رہے ہیں۔ اور پاکستان کو مستحکم بنیادوں پر بنانے کی پوری کوشش کرنی چاہئے ہم کو مشکلات کا خندہ پیشانی اور ہمت سے مقابلہ کرنا چاہئے۔

قائد اعظم جسمانی طور پر ہم سے جدا ہوگئے ہیں لیکن ان کی روح ہمارے ساتھ ہے اب ان کی روح ہی ہماری رہنمائی کرے گی، ہمیں ان کے وہ محبت بھرے الفاظ ہمیشہ یاد رکھنے چاہئیں جو اپنی تقریروں میں وہ استعمال کیا کرتے تھے۔

ہمیں دنیا پر یہ ثابت کردینا چاہئے کہ گو قائد اعظم اب ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں لیکن پھر بھی ہم اپنے ملک کو صحیح معنوں میں استحکام دینے کے لئے ان کے تمام ارشادات پر عمل کرینگے۔ پاکستان زندہ باد!

وزیر اعظم پنجاب کا بیان وزیر اعظم پنجاب خان افتخار حسین آف ممدوٹ نے قائد اعظم کی وفات پر افسوس کرتے ہوئے فرمایا قائد اعظم کی اچانک موت کی خبر سن کر مجھے بیحد رنج وغم ہوا ہے، قائد اعظم دنیا میں سب سے بڑی سلطنت پاکستان کے بانی تھے ایسے نازک دور میں وہ ہمیں چھوڑ کر چلے گئے جبکہ قوم کو ان کے مشورے اور رہبری کی سخت ضرورت تھی، پاکستان ان کی خدمت کا اعتراف بہترین طریقہ سے صرف اس صورت میں کرسکتا ہے جب وہ ان کے مشن کو پورا کرنے کا دل وجان سے عہد کرے ان کا مشن اتحاد صبر واستقلال قربانی تھا۔

وزیر اعظم پنجاب نے فرمایا، پاکستان کا بانی چل بسا لیکن انھوں نے اپنے پیچھے سلطنت پاکستان چھوڑی ہے۔ یہ ایک شخص واحد کا کارنامہ ہے۔ قائد اعظم کی وفات مسلم اقوام کے لئے ایک ناقابل تلافی نقصان ہے لیکن مجھے امید ہے کہ قوم صبر وتحمل اور ہمت کے ساتھ اس عظیم سانحہ کا مقابلہ کرے گی۔

وزیر اعظم سرحد کا تعزیتی پیغام وزیر اعظم سرحد خان عبد القیوم خاں نے حسب ذیل پیام تعزیت ارسال کیا ہے۔

"میری گورنمنٹ اور پبلک کو اپنے محبوب قائد اعظم کی وفات کی خبر سن کر سخت صدمہ ہوا ہے۔ پاکستان کو میرا صوبہ اپنی وفاداری اور پوری اطاعت گزاری کا یقین دلاتا ہے تمام صوبہ میں اس وقت صف ماتم بچھی ہوئی ہے ہم پاکستان کیلئے جئیں گے اور پاکستان کیلئے مریں گے۔

خواجہ ناظم الدین کی اپیل ڈھاکہ ۱۲ ستمبر۔ وزیر اعظم مشرقی بنگال، خواجہ ناظم الدین (حال گورنر جنرل پاکستان) کو قائد اعظم کے انتقال کی خبر سن کر سخت صدمہ پہنچا۔ انھوں نے کہا کہ اسلام کی تاریخ میں یہ پہلا واقعہ نہیں ہے کہ خدا نے ایک قوم سے ایک ایسے لیڈر کو چھین لیا جس کی ایسے نازک دور میں سخت ضرورت تھی۔

میں مشرقی بنگال کے مسلمانوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اپنی قدیم روایات پر چلیں اور خدا پر بھروسہ رکھیں۔

جلالۃ الملک سلطان ابن سعود اور شاہ مصر کے پیغامات جلالۃ الملک سلطان ابن سعود اور شاہ فاروق نے بھی قائد اعظم کے سانحۂ ارتحال پر خاص پیغاماتِ تعزیت روانہ فرمائے ہیں۔

شاہ ایران کا پیغامِ تعزیت ہز امپیریل مجسٹی شاہ ایران نے قائد اعظم کی وفات حسرت آیات پر مس فاطمہ جناح کے نام تعزیت کا حسب ذیل تار بھیجا ہے۔

حضرت قائد اعظم محمد علی جناح کے انتقال پر ملال کی خبر سنکر مجھے بہت زیادہ صدمہ پہنچا اور اس ناقابلِ تلافی نقصانِ عظیم پر میں آپ کے ذریعہ تمام پاکستانی بھائیوں کو جن سے ہمارے دوستانہ تعلقات ہیں اپنا دلی تعزیتی پیغام بھیج رہا ہوں۔

سعودی عرب کے سفیر کا بیان سعودی عرب کے سفیر جناب سید عبد الحمید الخطیب نے قائد اعظم کے انتقال پر اظہار تعزیت کرتے ہوئے فرمایا کہ خدا نے قائد اعظم کو پاکستان کی بنیادیں رکھنے کیلئے مخصوص فرمایا تھا۔ میں دائمی مفارقت کے صدمہ میں پاکستانی عوام کے ساتھ شریک ہوں۔

وزیر اعظم ترکیہ کا پیغامِ تعزیت ایم حسن ساعنہ وزیر اعظم جمہوریہ ترکیہ نے وزیر اعظم پاکستان مسٹر لیاقت علی خاں کے نام پیامِ تعزیت میں کہا ہے کہ قائد اعظم محمد علی جناح کی المناک خبر وفات سے ترک قوم اور حکومت کو سخت صدمہ ہوا ہے، آپ باور کیجئے کہ ترک اس غم میں اپنے پاکستانی بھائیوں کے برابر سہیم وشریک ہیں، میں اپنی حکومت اور عوام کی طرف سے اظہار ہمدردی کرتا ہوں۔

وزیر اعظم افغانستان کا پیغامِ تعزیت وزیر اعظم افغانستان نے قائد اعظم کی المناک وفات پر پیغام تعزیت میں قائد اعظم کی خدمات اسلامی کا پرجوش الفاظ میں اعتراف کیا ہے۔

سردار محمد ابراہیم کا پیغام حکومت آزاد کشمیر کے صدر سردار ابراہیم خاں نے ایک بیان میں کہا ہے کہ قائد اعظم محمد علی جناح کی وفات ایک ایسا سانحہ اور نقصان ہے جس کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ مسلمانانِ کشمیر کا بہترین دوست اور مجاہد اعظم چل بسا۔ اگر ہم قائد اعظم کے نقش قدم پر نہ چلے تو ہم ان کو خراج عقیدت پیش کرنے میں ناکام رہیں گے۔ مسلمانوں کو ان کے بتائے ہوئے اصول پر چلنا چاہئے۔

قائد اعظم غیروں کی نظر میں

شاہ جارج کا پیغام شاہ جارج ششم نے گورنر جنرل پاکستان قائد اعظم مسٹر محمد علی جناح مرحوم کی ہمشیرہ مس فاطمہ جناح کو حسب ذیل تعزیتی تار بھیجا ہے۔

مجھے اور ملکہ کو آپ کے ممتاز بھائی کی وفات کی خبر سن کر سخت افسوس ہے، ہم سب کو علم ہے کہ ان کا انتقال آپ کے اور پاکستان کے لئے ناقابل تلافی نقصان ہے۔ ہماری دلی ہمدردیاں آپ کے ساتھ ہیں۔

برطانوی وزیر تعلقات دولت مشترکہ کا پیغام تعلقات دولت مشترکہ کے وزیر مسٹر فلپ نوئیل بیکر نے یہ وحشت اثر خبر سنی تو انھوں نے برطانوی ہائی کمشنر متعینہ کراچی کو تار دیا۔

مہربانی کر کے مس فاطمہ جناح اور وزیر اعظم پاکستان کی خدمت میں میری طرف سے عرض کر دیجئے کہ گورنر جنرل کے انتقال پر ملال کی خبر سے میرے دل کو سخت صدمہ ہوا ہے اور میں اس سانحہ المیہ پر ان سے گہری دلی ہمدردی ظاہر کرتا ہوں۔

صدر ریاستہائے متحدہ امریکہ مسٹر ٹرومین کا پیغام وزیر اعظم پاکستان کے نام مجھے آج صبح پاکستان کے گورنر جنرل قائد اعظم محمد علی جناح کی غیر متوقع وفات کی خبر سن کر نہایت صدمہ پہنچا، ان کے خواب کی تعبیر پاکستان کی صورت میں ظاہر ہوئی وہ پاکستان کے معمار اور دنیا کی سب سے بڑی اسلامی نیشن (پاکستان) کے باپ تھے۔ جو (قوم کا) اعتماد و وفاداری مسٹر جناح کو حاصل تھی، وہ شاذ ہی کسی شخص کو حاصل ہوتی ہے۔

یہ بات خاص طور پر افسوسناک ہے کہ برعظیم ہند و پاکستان کی دو بڑی نیشن اتنے تھوڑے سے عرصہ میں غیر معمولی سیادت و رہنمائی سے محروم ہو گئیں، ان کی موت سے دنیا کو زبردست خسارہ ہوا۔

مجھے یقین ہے کہ آنیوالے سالوں میں مسٹر جناح کی غیر معمولی سیادت کی یاد پاکستان کے عوام کے جذبات بلند رکھنے اور حکومتِ پاکستان کے قیام و بقا و ترقی میں مدد دیتی رہے گی۔

براہ کرم میری نہایت مخلصانہ تعزیت قبول فرمائیں، امریکن قوم، حکومتِ پاکستان و عوام کے ناقابل تلافی نقصان اور حزن و ملال میں شریک ہے۔

مسٹر جارج مارشل کا پیغام مسٹر جارج مارشل سکریٹری آف اسٹیٹ ریاستہائے متحدہ امریکہ نے وزیر اعظم پاکستان کے نام مندرجہ ذیل پیغام دیا ہے۔

میں گورنر جنرل پاکستان کی موت پر اپنی گہری ہمدردیاں حکومت پاکستان، عوام اور آپ تک پہنچانا چاہتا ہوں۔

قائد اعظم محمد علی جناح نے اپنے عقیدے اور نصب العین سے غیر متزلزل لگاؤ کے باعث دنیا کے ایک غیر معمولی رہنما تھے انھوں نے صرف سوچا ہی نہیں اور وہ دنیا کے ایک بڑے نیشن (پاکستان) کو عالم وجود میں ہی نہیں لائے بلکہ اس کو مستقل مزاجی کے ساتھ اس کے دورِ ابتلا سے گذار کر اقوام متحدہ کے ذریعہ باقی دنیا کے ساتھ لا کھڑا کیا۔ سیاسی میدان کے دوست اور دشمن جو ان سے واقف تھے ان کی غیر معمولی شخصیت اور ایمانداری کی بدولت ان کی عزت کرتے تھے۔

مسٹر جناح کی اعلیٰ دماغی قابلیت اور ان کی شخصی وجاہت بھی بڑی حد تک ان کی قدردانی کا باعث تھی۔

ان کی متحدہ ہندوستان اور ممالک غیر کی تعلیم، ان کا قانون حکومت اور سیاست کا وسیع تجربہ اور ان تمام میدانوں میں ان کے ترقی یافتہ تعمیری قابلیت کے اضافہ نے ان کو صرف ایشیا ہی کے نہیں بلکہ دنیا کے بڑے سیاستدانوں میں ایک نہایت اونچا درجہ دیدیا تھا۔

صرف پاکستان ہی نہیں بلکہ دنیا کی تمام قومیں انکی عدم رہنمائی کے نقصان کو بری طرح محسوس کریں گی، انھوں نے اپنے پیروکاروں اور پاکستان کے مستقبل کے سیاستدانوں کیلئے فرض (ڈیوٹی) اور نصب العین کے حصول کیلئے مسلسل و پیہم کوشش دہی کی زندہ مثال چھوڑی ہے اور مجھے یقین ہے کہ ان کی مثال پاکستانیوں کو دنیا کے تعمیری معاملات میں حصہ لینے کے لئے اکساتی رہے گی۔

گورنر جنرل ہندوستان کا پیغام تعزیت | ہندوستان کے گورنر جنرل شری راج گوپال اچاریہ نے مس فاطمہ کے نام حسب ذیل پیغام تعزیت بھیجا ہے۔

میں، میری قوم، میری حکومت آپ سے اور آپ کی قوم سے اپنی گہری دلی ہمدردی کا اظہار کرتی ہے۔ خدا کرے ہندوستان و پاکستان کے مرد و زن اس سنجیدہ موقعہ پر آسمان کی طرف آنکھیں اٹھائیں اور اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے آلام و مصائب سے کامیاب گزارے۔

شری راجگوپال اچاریہ نے نواب زادہ لیاقت علی خاں کی خدمت میں حسب ذیل پیغام بھیجا ہے۔

پیارے دوست! میں اس سنجیدہ اور اہم موقعہ پر اپنی قوم اور اپنی حکومت کی طرف سے آپ کو، آپ کی قوم کو اور آپ کی حکومت کو گہری ہمدردی کا پیغام بھیجتا ہوں خدا ان آلام و مصائب کو عمدگی سے برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

سابق گورنر بمبئی کا پیغام | سابق گورنر بمبئی ارل آف اسکاربرو نے ایک اخباری نمائندے کو بتایا کہ ہندوستان کی تاریخ کے نازک ترین دور میں مسٹر جناح ایک اہم حیثیت رکھتے تھے۔ مسلمانوں کے لئے وہ ایک زبردست لیڈر تھے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ایسے نازک وقت میں اختلافات کو دوسرے ہندوستانی لیڈروں کی طرح ان کے نام تھوپا جائے گا، لیکن جس مقصد کیلئے انھوں نے کوشش کی وہ تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہے گا۔ دنیا اُن کو بانیٔ پاکستان کی حیثیت سے یاد کرے گی، مجھے پاکستانی مسلمانوں سے ہمدردی ہے۔

آرل آف اسکاربرو ۱۹۳۷ء سے ۱۹۴۳ء تک بمبئی کے گورنر رہے۔

وزیر اعظم بمبئی کا خراج عقیدت | پونا ۱۲ ستمبر۔ پاکستان کے بانی اور اس کے پہلے گورنر جنرل قائد اعظم محمد علی جناح کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے وزیر اعظم بمبئی مسٹر بی جی کھیر نے کہا کہ انکی وفات پاکستان کیلئے نقصان عظیم ہے۔

انھوں نے کہا کہ ۱۹۱۲ء میں میری پہلی ملاقات قائد اعظم سے ہوئی تھی اس کے بعد مجھے متعدد بار ان سے ملنے کا موقعہ ملتا رہا، ایک سیاستداں کی حیثیت سے ہم ان کو زبردست نیشلسٹ اور کل ہند لیڈر مانتے رہے، ان کی بے خوف شخصیت اور آزاد رائے نے انھیں ایک کامیاب لیڈر بنا دیا، تاریخ ہمیشہ ان کی قوت ارادی اور ان کی زبردست شخصیت کو یاد رکھے گی، ہم اسوقت تمام اختلافات بھول گئے ہیں۔

مسٹر کھیر نے خصوصی پیغام تعزیت بھی بھیجا ہے۔

(بقیہ اثرات صفحہ ۱۲ پر ملاحظہ کیجئے)

بصائر

مشرق کا مکہ۔ مغرب کا امریکہ

صحرائے عرب کی وہ آواز جسے واشنگٹن میں گونجنا چاہیئے

اے کالے اور گورے کی تفریق مٹانے والے!

ذرا آج سے چودہ سو سال پہلے ایک گمنام، عرب جزیرے پر نظر ڈالیئے۔ عام باشندے اوہام وظنون میں گرفتار، بتوں کے پجاری، غیر متمدن، غیر منظم، نیم وحشی، اطفال کشی جن کا مشغلہ، قبائلی جنگ جن کا دلچسپ کھیل قماربازی اور مے نوشی جن کا مرغوب کاروبار، اس وقت نہ علم کا چرچا، نہ فنون واختراعات کی گرم بازاری، نہ اسکول اور کالج، نہ یونیورسٹیاں نہ لیبوریٹریاں، نہ کتب خانے، نہ رصد خانے نہ پارلیمنٹ، نہ کونسل، سربفلک عمارتوں کی جگہ جھونپڑیاں۔ موٹروں اور جہازوں کی جگہ اونٹ غرض تہذیب وعمران، علوم وفنون، روشن خیالی اور تعلیم یافتگی، تحقیق وریسرچ، حقوق وقانون، منشور ودستور کا کوئی نام نہ نشان مگر ایک انسان اٹھتا ہے اور حقوق انسانی کی دفعات پڑھے بغیر اعلان کرتا ہے۔

لا فضل لعربی علی عجمی ولا لاحمر علی اسود
کلکم بنوا دم وادم من تراب۔

کسی عربی کو کسی غیر عربی پر فضیلت نہیں، نہ کسی گورے کو کالے پر برتری حاصل ہے۔ تم سب کے سب آدم کی اولاد ہو اور آدم کی حقیقت یہ کہ وہ مٹی سے بنایا گیا تھا۔"

اس منشور کا کام ہے انسانی مساوات، عالمگیری اخوۃ، نسل انسانی کی وحدت۔

اب آپ ذرا موجودہ دنیا کے ایک مشہور ملک امریکہ پر نظر ڈالیئے ایک طرف سربفلک عمارتیں اور بجلی کی روشنی اور پنکھے ہیں۔ ریل اور موٹریں، ریڈیو اور ٹیلیفون ہیں۔ دوسری طرف لائبریریاں یونیورسٹیاں تجربہ گاہیں، سائنس کے معمل، حکما اور علمار کی اکاڈیمیاں ہیں، تیسری طرف قوانین ودستور، پارلیمنٹ اور کونسلیں ہیں، مشیر اور مصنف ہیں، اخبار نویس اور جج ہیں، انسانی حقوق اور آزادی کے غلغلے ہیں مگر وہیں کو کلکس کلاں (Ku-Klux-Klan.) کا ایک علمبردار اٹھتا ہے اور ۲۱ راگست ۴۸ء کی روشنی میں اعلان کرتا ہے۔

"جنوبی امریکہ میں کالوں (Negroes) اور گوروں میں مساوات کی کبھی اجازت نہیں دی جائے گی۔" (ہندوستان ٹائمز رپوٹر کا تار مورخہ ۲۴ راگست ۴۸ء

اس شخص کا نام ڈاکٹر سیموئیل گرین ہے۔ ہم اس سلسلہ میں جنوبی افریقہ کی نسل پرستی پر کچھ لکھنا نہیں چاہتے۔ امریکہ کی مثال کے بعد

تمام مثالیں ہیچ ہیں! یہ ہے مغرب۔ وہ ہے مشرق۔ یہاں امتیاز رنگ ونسل کی سرشاری وہاں مساوات اور اخوۃ کی آبیاری۔ ان الدین عند اللہ الاسلام! فالحمد للہ علی ذالک

مصر اور لندن کا تجربہ

لندن کی ایک خبر ہے کہ وہاں ایک عورت کی ۱۰۴ ویں سالگرہ منائی گئی۔ کیونکہ سارے لندن میں صرف یہی ایک عورت ہے جس نے ایک سو چار سال کی عمر پائی ہے! جب عورت مذکورہ سے جس کا نام مس اڈا سیم ہے پوچھا گیا کہ آپ کی درازیٔ عمر کا راز کیا ہے؟ تو اس نے کہا،

"میں نے کبھی شادی نہیں کی اسلئے گھر بار کی شکر رنجیوں اور خاوند کی نازبرداریوں سے بال بال بچی رہی۔ خاوند ہوتا تو میری زندگی تلخ ہوجاتی اور شاید اتنی لمبی عمر نہ پاسکتی۔"

(ہندوستان ٹائمز ۱۳ اگست ۱۹۴۸ء)

گویا جسے اپنی عمر دراز کرنی ہو وہ خاوند یا بیوی کی شکل نہ دیکھے، خانگی شکر رنجیاں عمر کو برف کی طرح گھلا ڈالتی ہیں!

اس کے مقابلہ میں ایک دوسری اطلاع ملاحظہ ہو۔

مصر کے ایک شخص عبدالرحمٰن شنقیطی نے اپنی عمر کی ۱۱۷ ویں سالگرہ منائی۔ جب اخبارات کے نمایندوں نے اس کے فوٹو لئے تو اس نے بعض سوالات کا جواب دیتے ہوئے کہا

"میرے بڑے لڑکے کی عمر ۹۰ سال ہے۔ میرے ۶۲ لڑکے پوتی اور پوتے ہیں، میں نے اپنی عمر میں پندرہ عورتوں سے شادی کی اور پوری عمر راحت اور چین سے گذاری۔ اس وقت بھی میرے دو بیویاں بقید حیات ہیں جو خانگی زندگی میں میری کلفتوں کو راحت سے بدلتی رہتی ہیں۔"

ڈاکٹروں کا بیان ہے کہ عبدالرحمٰن مذکور کے قویٰ اسوقت بھی مضبوط ہیں! یہ ہے مشرق اور مغرب کا فرق! مغرب کی عورت خاوند سے پناہ مانگتی ہے اور درازیٔ عمر کا راز یہ بتاتی ہے کہ سرے سے شادی ہی نہ کی جائے! مشرق کی اسلامی تہذیب میں ایک شخص ۱۱۷ سال کی عمر پاتا ہے ۶۲ اولاد کا باپ اور دادا ہے۔ پندرہ عورتوں سے شادی کرچکا ہے اور پھر کہتا ہے کہ میری کلفتیں دور نہ ہوتیں اگر بیوی کی انس و محبت ہم رکاب نہ ہوتی! ابھی اس مغرب کو جہاں سورج غروب ہوتا ہے اس مشرق سے جہاں سورج طلوع ہوتا ہے بہت کچھ سیکھنا ہے۔ درازی عمر کا راز فطرت سے بغاوت کرنے میں نہیں بلکہ اس کی اطاعت کرنے میں ہے اور اسی اطاعت کا نام اسلام ہے!

حقوق۔ حقوق

حقوق! حقوق!! حقوق!!! ہر طرف حقوق کا ہی شور بلند ہے، سیاسی حقوق، شہری حقوق، صحافتی حقوق، اقلیتوں کے حقوق، عورتوں کے حقوق! اور سچ یہ ہے کہ جن حقوق کی تلاش ہے وہ کہیں نظر نہیں آتے، یورپ کو حقوق نوازی اور حقوق سازی کا بڑا دعویٰ ہے، اور اسے فخر ہے کہ وہاں عورتوں تک کو مردوں کے برابر حقوق حاصل ہیں، حالانکہ اسے یہ بھی معلوم نہیں کہ حقوق کے حدود اربعہ کیا ہیں اور وہ کوئی حقیقی شے بھی ہیں یا صرف وقتی خواہشات کا دوسرا نام ہے!

جنیوا میں ۲۳ اگست ۱۹۴۸ء کو اقتصادی اور معاشرتی کونسل کا اجلاس منعقد ہوا، جس میں مغرب کی آزاد عورتوں نے شور مچایا، حقوق، حقوق! چنانچہ جب نسوانی مسائل کی بحث کا وقت آیا تو مطالبہ کیا گیا کہ زندگی کے تمام مدارج میں عورتوں کو مردوں کے برابر حقوق دیئے جائیں مگر ہائے عورت کی سادہ لوحی۔ اس نے نہ سمجھا کہ مردوں ہی کو کون سے حقوق حاصل ہیں کہ ان کے برابر عورتوں کو حقوق دیئے جائیں گے! مردوں کے حقوق کو معیار بنا کر حقوق کی بھیک مانگنا مغرب کی غیر تمند اور شریف عورت کا ہی کام ہوسکتا ہے!

اگر مغربی عورت کو معلوم ہوجاتا کہ اسلام آج سے ساڑھے تیرہ سو سال

پہلے اپنے چارٹر میں اعلان کر چکا ہے کہ

ولہن مثل الذی علیہن بالمعروف

(عورتوں کے حقوق مردوں کے مانند ہیں)

تو اس غریب کو کچھ تو صبر آجاتا۔ مگر یہ واضح رہے کہ اسلام نے عورت کو عورت کی حیثیت سے حقوق دیئے ہیں۔ یہ نہیں کیا کہ پہلے عورت کو مرد بنایا اور پھر مردوں کے برابر اسے حقوق عطا کر دیئے۔ یورپ نے یہی کیا کہ عورت کو عورت کی حیثیت سے نہیں بلکہ مرد کی حیثیت سے حقوق دیئے اور اس کا نام رکھا مساوات! اور حق، یہ مساوات ہے کہ عورت، عورت نہ رہے بلکہ مرد بن جائے اور مرد بن کر اپنے مردانہ حقوق حاصل کرلے!

خدا اور مذہب

پروفیسر سی۔ ایم۔ جوڈ (C. M. Joad.) انگلستان کا بلند پایہ فلسفی اور ادیب ہے بلکہ مشہور تو یہ ہے کہ جارج برنارڈ شا، ایچ جی ویلز اور مسٹر جوڈ کی "تثلیث" پر انگلستان کا ادب اور فلسفہ قائم ہے۔ پروفیسر جوڈ اعتقاداً اس طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں جو اگنوسٹک (متشکک) کہلاتا ہے اور جس کا اصول یہ ہے کہ نہ خدا کا اقرار، نہ انکار، ممکن ہے کہ خدا ہو، ممکن ہے کہ نہ ہو۔ اگر ہے تو ہمارے لئے بے سود ہے کیونکہ ہمارے ظاہری اور باطنی حواس اس کا ادراک نہیں کر سکتے۔ مگر تجربہ انسان کو اعتراف حق پر مجبور کر دیتا ہے۔ چنانچہ وہ اپنی ایک کتاب میں خدا اور مذہب کے بارے میں لکھتا ہے۔

"خدا کے منکروں نے وجود باری کے خلاف اب تک جس قدر دلائل پیش کئے ہیں وہ ہفوات سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے ہوشیار لوگ خواہ مخواہ درمیان میں سائنس کا نام لیکر خدا والوں کو مرعوب کرتے ہیں حالانکہ غریب سائنس نے انسان کو مظاہر کے دروازہ پر لاکر کھڑا کر دیا ہے اور اپنی حیثیت یہ بتائی ہے کہ حقائق تک اسکی رسائی نہیں ہو سکتی۔ سائنس کے ذریعہ اگرچہ مذہب کی صداقت ثابت نہیں کی جاسکتی مگر اسے مذہب کی ضرورت سے بھی انکار نہیں۔ اہل سائنس نے مذہب اور خدا کو نظر انداز کر کے کائنات کے معمہ کو حل کرنا چاہا ہے مگر اب ضرورت محسوس ہو رہی ہے کہ وہ اپنے اس فیصلہ پر نظر ثانی کریں اور کائنات کو سمجھنے میں مذہب کا سہارا لیں۔"

(Guide to Modern thought ص۲۴)

آخر وہ ستون بھی گر کر رہا جو خدا کے منکروں کا آخری سہارا تھا!

بے خدا مذہب

خوب یاد آیا مسٹر کے فستھانم اپنے ایک مضمون میں ہندو دھرم کی خوبیوں کا شمار کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"ہندوؤں کے مذہبی لیڈر بالکل آزاد ہیں کہ وہ خدا، دیوی، دیوتاؤں کا صاف انکار کر دیں، اعلیٰ روح کے بارے میں ان کے تصورات اس قدر مختلف ہیں کہ کوئی اس کا انکار کرتا ہے اور کوئی اس کی مورتی بنا کر پوجتا ہے۔"

(ہندوستان ٹائمز ۲۹ اگست ۱۹۴۶ء)

ہندو مذہب کی رواداری کے ثبوت میں کیا ہی محکم دلیل ہے کہ ہندوؤں کے "مذہبی" لیڈر خدا کو ماننے، نہ ماننے میں کھلے آزاد ہیں۔ حالانکہ مذہب کی عمارت خدا اور روح کی بقا کے دو ستونوں پر قائم ہے مگر ہندو دھرم کی یہ خوبی قابل داد ہے کہ خدا کا انکار کرنے والے۔ انکار کے باوجود مذہبی لیڈر بنے رہتے ہیں، یعنی مذہب کے معنی سوسائٹی، مذہب کے معنی صرف چوٹی، مذہب کے معنی صرف گائے کا احترام۔ ضروری نہیں کہ چوٹی والا خدا کا قائل بھی ہو اور ہندو بننے کیلئے خدا کی ہستی پر یقین رکھنا بھی ضروری ہو! خدا پرستی اور رسوم پرستی میں شاید یہی فرق ہے جو اسلام کو ساری دنیا میں امتیاز بخشتا اور اسلام کے مشن کو واضح کرتا ہے؟

دوسرے کیا کہتے ہیں؟

ڈاکٹر سولیون۔ اپنی ایک تازہ کتاب میں اسلام کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"اسلام کو یہودیت اور مسیحیت پر ہرگز قیاس نہ کرنا چاہئے۔ قرآن نے کروروں مسلمانوں کو ایک ضابطۂ حیات دیا ہے اور دین دنیا کی دوئی کو مٹا کر ان میں ایک ایسی روح پھونکی ہے جو اسلام کے نظام کو حرکت میں لاتی اور عقلی ترقی کو نمو دیتی ہے، اسلام نے تھوڑے ہی عرصہ میں جو حیرت انگیز ترقی کی وہ اس بات کی زبردست شہادت ہے کہ قرآن مسلمانوں کو ایک سیاسی اور مدکی قوت بنانا چاہتا ہے۔ اس کی نماز اس کا روزہ، اس کا حج، اس کا جہاد، اور اس کا اجتماعی اور اخلاقی نظام سب حکمرانی اور جہانبانی کی نشاندہی کرتے ہیں۔ اگر مسلمانوں میں تصوف اور خانقاہی تصورات کچھ روز اور داخل نہ ہوتے تو کون کہہ سکتا ہے کہ ہم مسلمان نہ ہوتے اور اسلام یورپ کے قلب میں گھس کر نیا زمین و آسمان نہ بناتا؟"

(مذہب، کلچر اور سائنس ص۹۹)

یہ سطور ہمارے تبصرہ سے قطعی مستغنی ہیں اور مسلمانوں کے لئے سبق آموز اور عبرت انگیز بھی!

"ملحد" ترکی

"ملحد" اور "بے دین" ترکی کی حالت ایک غیر جانبدار کی زبان سے سنئے۔

"اتاترک نے صرف مذہب کو سیاست سے جدا کیا تھا، نفس مذہب کی مخالفت نہیں کی تھی اور اب تو ترکی کے عام باشندوں میں مذہبی روح از سر نو جلوہ گر ہو گئی ہے، وہی عربی زبان سے شغف، وہی مذہبی تعلیم کا رواج اور وہی قرآن کی تلاوت اور خطیب کے خطبے عثمانی دور کی یاد تازہ کر رہے ہیں۔ میں نے ایک مشہور ترک مصنف سے جو اتفاق سے میرا ہم سفر تھا دریافت کیا کہ کیا ترک مسلمان ہیں؟ اس نے ہنس کر جواب میں کہا نہ صرف مسلمان بلکہ مسلمان گر بھی۔ میں نے سمرنا اور استنبول کی مساجد کو بہت پر رونق پایا۔ اور جب میں بازاروں میں گھوم گھوم کر مذہبی زندگی کا مشاہدہ کرتا تھا تو بار بار اپنے دل سے سوال کرتا تھا کہ کیا یہ وہی ترکی ہے جس کی بابت ہم اپنے ملک میں پادریوں اور ملکی سفیروں کی زبان سے حیرت انگیز داستانیں سنا کرتے تھے؟ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہاں ہلال نے صلیب سے شکست کھائی؟"

(سفرنامہ ترکی مسٹر ڈبلیو برٹن ایم اے۔ لندن کرانیکل مورخہ ۳ر جولائی ۱۹۴۸ء)

ترکوں کے الحاد اور انحراف عن الاسلام کی بابت بہت کچھ سنا تھا۔ بارے کہ اب یہ بات بھی سننے میں آئی کہ خود ملحدوں نے ترکوں کو مسلمان دیکھا اور ملحدوں کی افواہوں کا بھانڈا چوراہے میں پھوڑا!

اسبابِ زوال

وزارت شرعیہ مصر کے ایک افسر نے جامعہ فواد اول کے سالانہ اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے کہا:۔

قرآن خدا کا قول اور کائنات خدا کا فعل ہے۔ اگر ہم اس بات پر مامور ہیں کہ قرآنی حقایق کا کھوج لگائیں اور خدا کے قول کا منشا معلوم کریں تو ہمیں خدا کے فعل (کائنات) کے اسرار کا کھوج بھی لگانا چاہئے کیونکہ قول فعل کی تشریح کرتا ہے اور فعل قول کی وضاحت کرتا ہے۔ خدا کے قول اور فعل میں ایک حیرت انگیز ربط ہے اور اس ربط کو سمجھنے میں زندگی کا راز پوشیدہ ہے۔ مسلمانوں کے زوال

کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے خدا کے قول اور فعل میں ربط قائم رکھنے کی کوشش نہیں کی بلکہ کائنات (خدا کے فعل) کو نظر انداز کر کے خدا کے قول کو سمجھنے کی سعی کی نتیجہ یہ ہوا کہ ہماری سمجھ میں نہ خدا کا قول ہی آیا اور نہ فعل۔ اور اس طرح روحانیت اور مادیت کے صحیح امتزاج سے جو صالح تمدن پیدا ہو سکتا تھا وہ نہ ہو سکا۔

دوسری طرف مغربی مفکرین نے خدا کے قول کو تو نظر انداز کیا اور خدا کے فعل کی توجیہ کرنے میں مشغول ہو گئے۔ نتیجہ یہ کہ ان پر کائنات کے اسرار تو منکشف ہو گئے مگر اخلاق اور روحانیت کی افادیت ظاہر نہ ہو سکی۔

مسلمانوں نے خدائی فعل سے روگردانی کرنے کا نتیجہ یہ پایا کہ وہ ترقی کی دوڑ میں دوسروں کا ساتھ نہ دے سکے اور مغرب نے خدائی قول سے اعراض کرنے کا نتیجہ یہ دیکھا کہ ایٹم بم نے اس کی زندگی تلخ کر دی اور اس کی روشنی طبع اس کیلئے وبال جان بن گئی۔ اگر مسلمان قرآن کریم کے "آفاق والنفس" پر غور کر لیتے تو وہ روحانیت اور مادیت کے جامع ہوتے اور امامت اقوام کی زمام کاران کے ہاتھ میں ہوتی۔ ابھی وقت باقی ہے، خدا کا قول، خدا کے فعل کی طرف رہنمائی کر رہا ہے اور پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ ربنا ما خلقت ھذا باطلا۔ اسپین کی یونیورسٹیوں اور بغداد کے تجربہ گاہوں میں جب آفاق و انفس کا اجتماع ہوا تو سائنس و حکمت کے شگوفے کھلے اور اس نے ترقی کر کے آج مشرق و مغرب کے مزاجی اختلاف کو مٹا ڈالا"۔

مسلمانوں کے تنزل کے اسباب پر اس سے بڑھ کر جامع تبصرہ اور اس کا علاج اور کیا ہو سکتا ہے؟

(بقیہ "اثرات" از صفحہ ۷)

مسز سروجنی نائیڈو کا پیغام تعزیت
قائد اعظم کی تربت پر محبت کا پھول

یو پی کی گورنر ہز ایکسلینسی مسز سروجنی نائیڈو نے مس فاطمہ جناح کے نام حسب ذیل پیغام تعزیت ارسال کیا ہے:

عزیز ترین فاطمہ! آپ کو معلوم ہے کہ میں کتنی زیادہ آپ کے رنج و غم میں شریک ہوں، ہزاروں سوگواروں نے اپنے محبوب لیڈر کے غم میں ان کی گذشتہ خدمات کو سراہتے ہوئے تعریفوں اور عقیدت کے بے شمار تعزیتی پیغام بھیجے ہوں گے۔ لیکن میں اپنے رنج و غم کی خاموشی آپ کے پاس بھیج رہی ہوں۔ ایک ناقابل فراموش یاد اور محبت کا پھول اپنے محبوب مرحوم دوست کی تربت پر چڑھانے کے لئے بھیج رہی ہوں۔ خداوند کریم آپ کو اس زبردست صدمہ کو برداشت کرنے کی ہمت و تاب بخشے اور خاموش پروقار رہنے کی توفیق دے۔ جیسا کہ ایک اتنے بڑے آدمی کی بہن کے لئے موزوں ہے۔ مجھے آپ کے ساتھ دلی ہمدردی ہے

ممالکِ اسلامیہ کے دستور

(از استقلال)

ترکی ترکی میں آئینی قسم کی حکومت کی ابتدا ۱۸۳۹ء سے ہوئی ہے۔ جب سلطان عبدالمجید نے "فرمانِ شریف" جاری کرکے اپنی مطلق العنانی پر خود بعض پابندیاں عائد کرلیں اور اپنے آمرانہ اختیارات کو کم کرنے کی کوشش کی۔ ۲۱ رفروری ۱۸۵۶ء کے "فرمان ہمایوں" نے "فرمانِ شریف" کو مزید تقویت دی اور مغربی حکومتوں کے دباؤ سے ترکی کی عیسائی رعایا کو کچھ سیاسی حقوق دیتے گئے۔ ۱۳ رستمبر ۱۸۷۶ء کو سلطان عبدالحمید دوم نے ایک شاہی فرمان میں جنرل کونسل کے قیام کی منظوری دی جسے ایک محدود دائرہ میں قانون وضع کرنے اور بجٹ پاس کرنے کا اختیار دیا گیا یورپ کی متعدد حکومتیں اس امر پر زور دے رہی تھیں کہ سلطان اپنی عیسائی رعایا کو مقامی خود مختاری کا حق دے۔ ۲۳ ردسمبر ۱۸۷۶ء کو سلطان نے اس مطالبہ کو مسترد کرتے ہوئے ۱۱۹ دفعات پر مشتمل ایک دستور جاری کیا جس میں تمام رعایا کو بلا امتیاز مذہب و ملت ان کی جان و مال اور مذہبی آزادی کے کامل تحفظ کا یقین دلایا تھا۔ یہ دستور ترکی کی آئینی تاریخ میں خاص اہمیت رکھتا ہے اول اس کی رو سے ملک میں ذمہ دار وزارت قائم ہوئی اور دوم جنرل کونسل کو ایک خاص حد تک قانون وضع کرنے کا پورا حق دیا گیا۔ اختلافِ عقیدہ کی بنا پر اب کسی شخص کو شہری یا سیاسی حقوق سے محروم نہیں کیا جاسکتا تھا۔ ۱۳ جولائی ۱۸۷۸ء کے عہدنامۂ برلن سے رعایا کے ان حقوق کو مزید تقویت پہنچی۔ لیکن سلطان کی غیر ذمہ داریوں اور بے راہ رویوں میں کوئی فرق نہ آیا۔ اس نے جلد ہی متذکرہ بالا دستور کو معطل قرار دے دیا۔ سلونیکا کی بغاوت اور نوجوان ترکوں کی انقلابی سرگرمیوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۲۳ راگست ۱۹۰۸ء کو اس دستور کو پھر نافذ کرنا پڑا۔ اور اس کی انیس دفعات کو زیادہ جمہوری صورت دی گئی سلطان کے اختیارات خصوصی گھٹ گئے اور ذمہ دار وزارت صحیح معنوں میں قائم ہوئی۔

لیکن یہ دستور ابھی پوری طرح نافذ نہیں ہوا تھا اور اس کے کئی پہلوؤں نے ابھی عملی صورت اختیار نہیں کی تھی کہ جنگوں کا سلسلہ شروع ہوگیا اور آئینی ترقی رک گئی۔ جنگِ عظیم میں جرمنی اور ترکی کو شکست ہوئی اور دولتِ عثمانیہ میں ہر طرف بے نظمی اور بغاوت پھیل گئی۔ اتحادی اپنے ناپاک ارادوں کا جال بچھا رہے تھے اور سلطان ان کے ہاتھ میں محض ایک کٹھ پتلی تھا۔ کمال پاشا کی قومی تحریک نے بڑھ کر ان تمام رجعت پسند طاقتوں کا خاتمہ کردیا۔ جو ملک کو کسی نہ کسی طرح محکوم رکھنے کی سازش کررہی تھیں ۲۸ رجنوری ۱۹۲۱ء کو ترکی کی اسمبلی نے بہت غور و خوض کے بعد "قومی معاہدہ" منظور کیا جس کی رو سے وہ دولتِ عثمانیہ کی غیر ترک اقوام کو حق خود مختاری دینے پر رضامند ہوگئی لیکن اس نے ترک قوم کے ملکی و سیاسی اتحاد پر زور دیا۔ "گرینڈ نیشنل اسمبلی" اگرچہ کچھ عرصہ تک بھی جیبی جماعت رہی مگر در حقیقت قانون سازی اور انتظامِ سلطنت کے تمام

کام دہی انجام دیتی تھی۔ ۲۰ جنوری ۱۹۲۱ء کو اس اسمبلی نے "بنیادی تنظیم کا قانون" پاس کیا جس کی رو سے مکمل ذمہ دار وزارت کے ساتھ قانون سازی کے کامل اختیارات اسمبلی کو منتقل ہو گئے۔ ۲۴ جولائی ۱۹۲۳ء کو عہد نامہ لاسین کی رو سے اتحادی طاقتوں نے نیشنل اسمبلی کی حکومت کو تسلیم کر لیا۔

اب ترکی کی حکومت پوری طرح آزاد تھی۔ بیرونی ریشہ دوانیوں اور اندرونی سازشوں کے بادل چھٹ چکے تھے۔ قومی اسمبلی نے ملکی دستور کی طرف توجہ کی اور بالآخر ۲۰ اپریل ۱۹۲۴ء کو وہ دستور منظور کر کے نافذ کیا گیا جس پر آج کی حکومتِ ترکیہ کی بنیاد قائم ہے۔

طرزِ حکومت اور حقیقی حکمرانی | ترکی کی ریاست خالص جمہوری ہے جس میں قوم کو حکمرانی کے غیر محدود حقوق حاصل ہیں۔ ترکی حکومت ترک قوم کی حکومت ہے۔

گرینڈ نیشنل اسمبلی | ترکی کے دستور کا بنیادی نکتہ اس کی قومی اسمبلی (گرینڈ نیشنل اسمبلی) ہے جس کو ترک قوم ہر چار سال کے بعد انتخاب کرتی ہے۔ اور اتنی مدت کے لئے اپنے اختیاراتِ حکمرانی اس کے حوالے کر دیتی ہے۔ تیس برس یا اس سے زیادہ عمر کا ہر وفادار ترک اسمبلی کا ممبر ہو سکتا ہے اور ۲۲ سال یا اس سے زیادہ کے ہر ترک مرد اور عورت کو انتخاب میں رائے دینے کا حق حاصل ہے۔ حکومت کے تمام اختیارات اس نمائندہ ادارہ کے ہاتھ میں ہیں۔ دراصل ملک کے سیاہ و سفید کی مالک یہی نمائندہ اسمبلی ہے۔ صدر جمہوریہ کا انتخاب یہ کرتی ہے۔ وزیر اعظم اور کابینہ کے ارکان اس میں سے لئے جاتے ہیں۔ قانون سازی کے کامل اختیارات اس کو حاصل ہیں۔ عدالت خزانہ اور فوج کے تمام صیغے اس اسمبلی کی نگرانی میں اور اس کے نام پر کام کرتے ہیں اسمبلی تقسیمِ کار کی خاطر اپنے اختیارات مختلف شعبوں میں بانٹ دیتی ہے مثلاً اپنے انتظامی اختیارات صدر جمہوریہ، وزیر اعظم اور کابینہ کو سونپ دیتی ہے، عدالت کے اختیار ہائی کورٹ کے حوالے کر دیتی ہے۔ لیکن جب چاہے اور مناسب خیال کرے اسمبلی یہ اختیار حکومت سے چھین سکتی ہے۔

اسمبلی کے رکن کو ڈپٹی کہتے ہیں۔ اسے حکومت کی طرف سے سالانہ مشاہرہ ملتا ہے وہ جب تک ڈپٹی ہے حکومت میں کوئی عہدہ قبول نہیں کر سکتا۔ سال میں اسمبلی کے دو اجلاس ضروری ہیں۔ اس کے علاوہ جب ضرورت پڑے صدر اسمبلی یا وزیر اعظم اسمبلی کا اجلاس طلب کر سکتا ہے۔

صدر جمہوریہ | صدر جمہوریہ سرِ حکومت ہوتا ہے۔ اسے نیشنل اسمبلی اپنے ارکان میں سے چار سال کے لئے منتخب کرتی ہے۔ صدر جمہوریہ چاہے تو اسمبلی کا کوئی پاس کیا ہوا بل اس کی نظرِ ثانی کے لئے واپس کر سکتا ہے لیکن اگر اسمبلی یہ بل دوبارہ پاس کر دے تو اسے دس دن کے اندر اندر نافذ کرنا ہوتا ہے۔ صدر جمہوریہ وزیر اعظم اور بیرونی ممالک میں ترکی کے سفیر نامزد کرتا ہے۔ نیشنل اسمبلی کی طرف سے فوج کی نگرانی کرتا ہے صدر جمہوریہ اپنی افتتاحی تقریر میں ریاست سے اپنی وفاداری کا یوں یقین دلاتا ہے:-

"میں حلف اٹھاتا ہوں کہ صدر جمہوریہ کی حیثیت سے جمہوریہ کے قوانین اور قوم کی حکمرانی کے اصول کی حفاظت کروں گا۔ میں وفاداری اور اپنی پوری قوت کے ساتھ ترک قوم کی خوشحالی کی کوشش کروں گا۔ ترکی ریاست کو کبھی کوئی خطرہ لاحق ہو تو اسے پوری طاقت کے ساتھ دور کروں گا۔ میں ترکی کے وقار اور آبرو کو قائم رکھوں گا اسے بڑھاؤں گا اور اپنے فرائض کی انجام دہی میں کبھی کوتاہی نہ ہونے دوں گا۔"

وزیر اعظم اور کابینہ | صدر جمہوریہ ارکان اسمبلی میں سے وزیر اعظم کا انتخاب کرتا ہے اور پھر وزیر اعظم کابینہ کی تشکیل کرتا ہے۔ وزراء اسمبلی کے ارکان ہوتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کو اسمبلی کا اعتماد حاصل ہونا چاہئے۔ وزارت اپنے کاموں کیلئے نیشنل اسمبلی کے سامنے مجموعی طور پر ذمہ دار ہے لیکن ہر وزیر اپنے صیغہ کیلئے انفرادی طور پر بھی جوابدہ ہے۔ ایک وزیر کے پاس ایک وقت میں دو سے زیادہ محکمے نہیں ہو سکتے۔

کونسل آف اسٹیٹ | وزارت کو قانونی مسودات، تجارتی معاہدات، مراعات اور دوسرے امور خصوصی میں مشورہ دینے کے لئے کونسل آف اسٹیٹ کا وجود عمل میں لایا گیا یہ کونسل ملک کے نہایت سربرآوردہ وسیع تجربہ اور خاص صلاحیت رکھنے والے اصحاب پر مشتمل ہوتی ہے کونسل کے ممبران کو نیشنل اسمبلی انتخاب کرتی ہے۔ کونسل کی حیثیت قانونی مشیر کی سی ہے اور ریاست میں یہ خاص اہمیت رکھتی ہے۔

ہائی کورٹ | ہائی کورٹ کو کام کرنے کا اختیار نیشنل اسمبلی سے حاصل ہوتا ہے۔ ریاست میں یہ ایک قطعی خود مختار ادارہ ہے۔ جس کے فیصلوں کی اپیل نہیں ہوسکتی اور نہ وہ منسوخ قرار دیئے جاسکتے ہیں۔ ہائی کورٹ کونسل آف اسٹیٹ کے ارکان اور وزراء کے خلاف مقدمہ سننے کی مجاز ہے۔ یہ کورٹ ۲۱ ممبران پر مشتمل ہے۔ جن میں سے گیارہ ارکان عدالتوں کے جج اور دس کونسل آف اسٹیٹ کے منتخب نمایندے ہوتے ہیں۔

حقوقِ عامہ | تمام ترک قانون کی نظر میں برابر ہیں اور قانون کا احترام سب پر فرض ہے۔ ضمیر اور خیال کی آزادی، تقریر اور پریس کی آزادی، سفر، لین، دین، محنت اور ذاتی ملکیت کی آزادی۔ جلسے کرنے اور ملنے جلنے کی آزادی، یہ سب ترکوں کے جائز اور طبعی حقوق ہیں۔ کسی شخص کو اس کے مذہب، فرقہ یا فلسفیانہ عقیدہ کی بنا پر دق نہیں کیا جاسکتا۔

تمام ترکوں کے لئے پانچویں جماعت تک تعلیم لازمی ہے۔ یہ تعلیم سرکاری سکولوں میں مفت دی جاتی ہے

بدنی سزا، جلاوطنی، ضبطی جائداد کی تمام سزائیں ممنوع ہیں ٹیکس صرف مفاد عامہ اور مصارفِ ریاست کے پیش نظر لگایا جاسکتا ہے۔ اس کے علاوہ ہر قسم کا ٹیکس ممنوع ہے۔

مصر | ۱۸۸۲ء تک مصر میں شخصی حکومت تھی۔ خدیو سلطانِ ترکی کے زیرِ اقتدار من مانی حکمرانی کرتا تھا۔ اسمعیل پاشا نے مغربی حکومتوں سے قرضے لئے تو مصر میں ان کی مداخلت شروع ہوئی۔ ان کے دباؤ سے ۲۸ اگست ۱۸۷۸ء کو اسمعیل نے اعلان کیا کہ وہ کابینہ کے فیصلوں کا پابند رہے گا۔ ادھر عربی پاشا کی قیادت میں قومی تحریک ترقی کر رہی تھی۔ خدیو سے ان کا مطالبہ یہ تھا کہ ملک میں جمہوری نظام قائم کیا جائے۔ فریقین میں سمجھوتہ نہ ہوسکا اور خانہ جنگی پر نوبت پہنچی۔ انگریزوں اور فرانسیسیوں نے خدیو کی مدد کی اور قوم پرستوں کو شکست ہوئی۔ اس روز سے مصر میں انگریزوں کا باقاعدہ تسلط قائم ہوا اور ایک برطانوی ہائی کمشنر کو خدیو کے سر پر بٹھا دیا گیا۔ ۱۹۱۴ء میں جب پہلی جنگِ عظیم کا آغاز ہوا تو انگریزوں نے خدیو اور سلطانِ ترکی دونوں کے حقوق ضبط کرکے مصر کو براہِ راست اپنی "حفاظت" میں لیلیا۔ جنگ کے بعد زغلول پاشا کی قیادت میں قومی تحریک اتنی طاقتور ہوچکی تھی کہ اس کے مطالبات کو نظر انداز کرنا ناممکن تھا۔ بالآخر ۲۸ فروری ۱۹۲۲ء کو "حفاظت" کا طلسم ٹوٹا اور مصر کی آزادی کا مسودہ تیار ہوا یکم مارچ ۱۹۲۲ء کو شاہ فواد کے زیر حکومت مصر کو آزاد کیا گیا اور ۱۹ اپریل ۱۹۲۳ء کو موجودہ دستور کا اعلان ہوا لیکن شاہ فواد، برطانوی ہائی کمشنر اور وفد پارٹی کی سہ گونہ کشمکش ختم نہ ہوئی۔ ۲۳ اکتوبر ۱۹۳۰ء کو شاہ فواد نے متذکرہ دستور کو معطل کرکے اس کی جگہ ایک رجعت پسندانہ نظامِ حکومت نافذ کرنے کی کوشش کی۔ وفد پارٹی کی جدوجہد جاری رہی۔ ابے سینیا پر اٹلی کے قبضہ نے حالات کا رخ بدل ڈالا اور جنوری ۱۹۳۶ء میں ۱۹۲۳ء کے دستور کو پھر نافذ کرکے وفد پارٹی کا تعاون حاصل کیا گیا۔ آج کی مصری حکومت اسی دستور کے مطابق کام کرتی ہے۔

یہ دستور جو ۱۷۰ دفعات پر مشتمل ہے ۱۹ اپریل ۱۹۲۳ء کو "قصرِ عابدین" قاہرہ میں تیار ہوا تھا۔ دستور کو ایک نظر دیکھنے سے بآسانی

اندازہ ہو سکتا ہے کہ ترکی میں جو حیثیت گرینڈ نیشنل اسمبلی کو حاصل ہے قریب قریب وہی حیثیت مصر میں شاہ کی ہے۔ دستور کی اہم خصوصیات یہ ہیں۔

طرزِ حکومت | مصر ایک خود مختار اور آزاد ریاست ہے اس میں موروثی بادشاہت اور نمائندہ طرزِ حکومت رائج ہے

شاہِ مصر | شاہ سرِ حکومت ہے اور اس کی ذات مقدس ہے۔ وہ قوانین کی منظوری دیتا ہے اور انھیں نافذ کرتا ہے۔ پارلیمنٹ کا پاس کیا ہوا کوئی بل اسے منظور نہ ہو تو وہ اس بل کو پارلیمنٹ کی نظرِ ثانی کیلئے واپس کر سکتا ہے اگر پارلیمنٹ اسے دوبارہ پاس کرے تو وہ بل قانون کی شکل اختیار کرلے گا۔ شاہ عوام کی نمائندہ اسمبلی Chamber of Deputies کو برخاست کر سکتا ہے۔ شاہ سکہ جاری کرنے اور سزاؤں کو کم یا معاف کرنے کا حق رکھتا ہے۔ وہ حکومت کے تمام عہدوں کی نگرانی کرتا ہے اور اسے قانون کے دائرہ میں رہ کر افسران کو تعینات اور برطرف کرنے کا اختیار ہے۔ شاہ بری اور بحری فوج کا سالارِ اعلیٰ (کمانڈر ان چیف) ہے۔ وہ افسرانِ فوج کو تعینات اور برطرف کرتا ہے جنگ کا اعلان اور صلح کا معاہدہ کرنے کا مجاز ہے جس کی اطلاع اسے پارلیمنٹ کو کرنا ہوتی ہے۔ البتہ وہ پارلیمنٹ کی رضامندی کے بغیر جارحانہ جنگ کا اعلان نہیں کر سکتا۔ شاہ اپنے اختیارات کو وزرا کی وساطت سے کام میں لاتا ہے۔ وہ اپنے وزرا کو اور وزیرِ خارجہ کی تحریک پر سفیروں کو مقرر اور برطرف کرتا ہے۔ حکومت کی باگ ڈور سنبھالنے سے پہلے شاہ پارلیمنٹ کے سامنے یہ حلف اٹھاتا ہے "میں اللہ تعالیٰ کے حضور یہ حلف اٹھاتا ہوں کہ مصر کے لوگوں کے قوانین اور آئین کی پابندی کروں گا اور ملک کے وقار اور قومی آزادی کو بحال رکھوں گا"

وزرا | وزرا کو شاہ مقرر کرتا ہے۔ وہ ریاست کے محکموں کے انچارج ہوتے ہیں۔ کوئی غیر مصری یا شاہی خاندان کا فرد وزیر نہیں ہو سکتا۔

ریاستی امور کے متعلق شاہ کے فیصلوں پر جب تک وزیر اعظم اور دوسرے وزرا کے دستخط نہ ہو جائیں وہ نافذ نہیں ہو سکتے۔ وزرا پارلیمنٹ کے سامنے حکومت کی پالیسی کے لئے مجموعی طور پر اور اپنے اپنے محکمہ کیلئے انفرادی طور پر ذمہ دار ہوتے ہیں۔ وزرا پارلیمنٹ کے جلسوں میں اور چاہیں تو بحث میں بھی شریک ہو سکتے ہیں۔ لیکن اگر وہ پارلیمنٹ کے ممبر نہیں تو انھیں ووٹ دینے کا حق نہیں۔ کوئی وزیر پبلک نیلام کے ذریعہ سے بھی سرکاری جائداد نہیں خرید سکتا اور نہ اس کا ٹھیکہ لے سکتا ہے اپنے عہدہ کے دوران میں کوئی وزیر کسی انتظامی کونسل یا کسی دوسری سوسائٹی کا رکن نہیں بن سکتا اور نہ وہ کسی کاروبار اور تجارت میں نمایاں حصہ لے سکتا ہے۔ جب عوام کی نمائندہ اسمبلی وزارت کے خلاف عدمِ اعتماد کا ووٹ پاس کر دے تو وزارت کو مستعفی ہونا پڑتا ہے۔

پارلیمنٹ | پارلیمنٹ دو ایوان پر مشتمل ہے۔ سینٹ اور چیمبر آف ڈپٹیز۔

سینٹ (۱) | مصر میں سینٹ انگلستان کے دارالامرا کی سی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کے ہر پانچ ارکان میں سے دو کو شاہ نامزد کرتا ہے اور تین عام انتخاب کے ذریعے منتخب ہوتے ہیں۔ رکن کے لئے چالیس برس یا زیادہ کا ہونا ضروری ہے۔ سینٹ ملک کے معزز ترین عہدہ داروں سربرآوردہ قومی کارکنوں، ماہرینِ علم و فن اور ایسے ہی پایہ کے لوگوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ سینٹ کی رکنیت کی مدت دس سال ہے لیکن ہر پانچ سال کے بعد آدھے ممبروں کی نامزدگی اور انتخاب عمل میں لایا جاتا ہے۔ چیمبر آف ڈپٹیز کے برخاست ہو جانے کی صورت میں سینٹ کو معطل سمجھا جاتا ہے۔

چیمبر آف ڈپٹیز (۲) | چیمبر عام انتخاب کے ذریعہ سے منتخب ہونے والے نمائندوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس انتخاب میں ہر بالغ مصری مرد اور

عورت کو رائے دینے کا حق ہے۔ رکنیت کی میعاد پانچ سال ہے۔ ڈپٹی کے لئے تیس سال یا اس سے زیادہ عمر کا ہونا ضروری ہے۔ اگر ایک خاص سوال کی بحث کے دوران میں چیمبر کو برخاست کر دیا جائے تو نئے چیمبر کو اس سوال کے طے کر لینے سے پہلے برخاست نہیں کیا جا سکتا۔

سینٹ اور چیمبر کے ارکان پہلے اجلاس میں حلف اٹھاتے ہیں کہ وہ ملک اور بادشاہ کے وفادار رہیں گے۔ ملک کے قوانین اور آئین کی تعمیل کریں گے۔ اور اپنے فرائض کو دیانت داری کے ساتھ انجام دیں گے۔

جب تک ممبران کی اکثریت حاضر اجلاس نہ ہو کوئی ایوان کوئی قرارداد منظور نہیں کر سکتا۔ ایوان کے روبرو بچار کے لئے پیش ہونے والا ہر بل پہلے ایوان کی ایک کمیٹی کے سپرد کیا جاتا ہے جو معاملہ کی چھان بین کر کے رپورٹ پیش کرتا ہے۔ کوئی بل اس وقت تک منظور نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ اس کی ایک ایک دفعہ پر رائے نہ لی جائے اور اس کی ہر دفعہ کو اکثریت کی تائید حاصل نہ ہو۔

جب ایک ایوان میں کوئی بل پاس ہو تو ایوان کا صدر دوسرے ایوان کے صدر کو اس کی اطلاع بھیجتا ہے۔

پارلیمنٹ میں پاس ہوئے بغیر اور شاہ کی منظوری کے بغیر کوئی قانون نافذ نہیں کیا جا سکتا۔

سینٹ اور چیمبر دونوں کو قانون وضع کرنے کا حق ہے جو دونوں ایوان کی تائید حاصل کرنے کے بعد شاہ کی منظوری سے نافذ ہوتے ہیں لیکن نئے ٹیکس کے عائد کرنے یا جاری شدہ میں اضافہ کرنے کا معاملہ صرف چیمبر اور شاہ سے تعلق رکھتا ہے۔

خزانہ | ریاست کا سالانہ بجٹ پارلیمنٹ منظور کرتی ہے۔ بجٹ پہلے چیمبر میں پیش ہوتا ہے اور بحث و تمحیص کے بعد اس کے ایک ایک حصہ کو رائے شماری سے منظور یا نامنظور کیا جاتا ہے۔ ریاست کے اتفاقی اور خصوصی مصارف کی منظوری بھی پارلیمنٹ کے اختیار میں ہے۔

عدالت | جج صاحبان آزاد ہوتے ہیں۔ سوائے قانون کے وہ کسی کے پابند نہیں۔ ریاست کی کوئی طاقت ان کی کارروائی میں مداخلت نہیں کر سکتی۔

مصریوں کے حقوق و فرائض | تمام مصری قانون کے نزدیک برابر کا درجہ رکھتے ہیں، انھیں بلا امتیاز مذہب و نسل و زبان ایک سے شہری اور سیاسی حقوق حاصل ہیں۔ اور ان کی ذمہ داریاں اور فرائض بھی برابر ہیں۔ مصر میں ذاتی آزادی محفوظ ہے۔ قانونی جواز کے بغیر کسی کو گرفتار یا حراست میں نہیں لیا جا سکتا۔ ضبطی جائیداد اور جلاوطنی کی سزا غیر قانونی ہے۔ ضمیر کی، مذہب کی، پریس کی، رائے کی، تعلیم کی، زبان کی، خط کتابت کی، لین دین کی، آنے جانے کی، غرض مصریوں کو ہر طرح کی آزادی حاصل ہے۔ البتہ خاص حالات اور خاص وجوہات کی بنا پر قانون اس آزادی کی حدود متعین کر دیتا ہے۔ ابتدائی تعلیم ہر مصری پر لازم ہے۔

افغانستان

امان اللہ خاں پہلے بادشاہ تھے جنھوں نے افغانستان میں آئینی اصلاحات نافذ کیں۔ انھوں نے ۷۳ دفعات کا ایک دستور جاری کیا جس کی رو سے کونسل آف اسٹیٹ اور عوام کے نمایندوں کا ایک مشاورتی بورڈ بنایا گیا۔ شاہ موصوف کی تخت سے دستبرداری کے بعد ملک میں بدامنی پھیل گئی اور بچہ سقہ ملک پر قابض ہو گیا۔ سنہ ۱۹۲۹ء میں جنرل نادر خاں نے سقہ شاہی ختم کر کے عنانِ حکومت خود سنبھال لی اور اسی سال اکتوبر میں ایک شاہی فرمان کے ذریعے بیرونی ممالک سے اپنے سابقہ تعلقات کو بحال کرنے کا اعلان کیا اور وعدہ کیا کہ وہ ملک میں اسلام کے اصولوں کے مطابق حکومت کرے گا۔ تمام افغانوں کو قانون کے نزدیک برابر کا درجہ دے گا۔ ایک قومی اسمبلی بنائے گا اور جمہوری طرزِ حکومت نافذ کرے گا۔ ۳۱ر اکتوبر سنہ ۱۹۳۱ء کو

افغان پارلیمنٹ نے موجودہ دستور پاس کیا جس میں ۲۰ر فروری ۱۹۳۱ء کو دو دفعات کا اضافہ کیا گیا۔

بنیادی اصول | دستور بسم اللہ سے شروع ہوتا ہے اور اس کی پہلی دفعہ اس امر کا اظہار کرتی ہے کہ ملک کا دین اسلام ہے اور اس کے باشندے بالعموم حنفی مذہب سے تعلق رکھتے ہیں۔ بادشاہ ملک کے لیے حنفی مذہب کا ہونا ضروری ہے۔ حکومت شریعت ... کے مطابق ہوگی۔

شاہ افغانستان | معزز افغان قوم نے ... غازی محمد نادر شاہ افغانستان کو ان کی ملی خدمات کے صلے میں اپنا بادشاہ منتخب کیا ہے۔ اور تخت افغانستان کو ان کے خاندان میں منتقل کر دیا۔

جانشینی کا مسئلہ شاہ افغانستان اور افغان قوم کی باہمی رضامندی سے طے ہوا کرے گا۔ (دفعہ ۵)

شاہ افغانستان تخت نشینی کے وقت قومی کونسل کے سامنے مندرجہ ذیل حلف اٹھاتا ہے "میں اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر اس کی اور قرآن پاک کی قسم کھاتا ہوں کہ حکومت کا انتظام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت اور ملک کے بنیادی آئین کے مطابق کرونگا۔ میں دین اسلام، افغانستان کی آزادی اور قوم کے حقوق کی پوری حفاظت کروں گا میں ملک کے دفاع، ترقی اور خوشحالی کے لئے انتہائی کوشش کروں گا۔"

جمعہ کا خطبہ شاہ کے نام پر پڑھا جاتا ہے۔ ملک کے ... شاہ کا نام ہوتا ہے۔ شاہ کو مندرجہ ذیل حقوق حاصل ہیں۔

"عہدے، منصب اور اعزاز کا دینا۔ وزیر اعظم کا تقرر، وزراء کے تعینات کی منظوری، ان کی تبدیلی اور برطرفی، نیشنل کونسل کے پاس کیے ہوئے قوانین کی منظوری اور ان کا اعلان اور نفوذ، قوانین شریعت اور ملکی آئین کی حفاظت اور ملک میں ان پر عمل درآمد کرانا، افغانستان کی فوج کی سالاری، جنگ کا اعلان، صلح اور دیگر معاہدوں کا طے کرنا۔ قانون شریعت کے مطابق سزاؤں کو کم یا معاف کرنا۔"

شوریٰ ملی (نیشنل کونسل) | قومی کونسل عوام کے منتخب نمائندوں پر مشتمل ہے۔ اسے قانون سازی کے بیشتر اختیارات حاصل ہیں۔ ریاست کی فلاح و بہبود کا ہر قانون نیشنل کونسل پاس کرتی ہے وزراء مسودے تیار کر کے بھیج سکتے ہیں۔ کونسل ریاست کا سالانہ بجٹ منظور کرتی ہے۔ ٹیکس کا عائد کرنا اور اس کی منسوخی کونسل کی منظوری کے بغیر ممکن نہیں۔ کاروباری مراعات، کمپنیوں اور فرموں کی تشکیل اور تجارت، صنعت، زراعت کے متعلق ہر قسم کے معاہدے کونسل کی منظوری سے عمل میں لائے جاتے ہیں۔ اندرونی و بیرونی ہر قسم کا قرضہ لینے سے پہلے کونسل کی منظوری ضروری ہے۔ سڑکوں اور ریلوں کی تعمیر خواہ ملکی سرمایہ سے ہوتی ہو یا غیر ملکی سرمایہ سے کونسل کی منظوری کے بغیر ممکن نہیں۔ غرض افغانستان کی قومی کونسل کو مصر کے چیمبر آف ڈپٹیز سے ملتے جلتے اختیارات حاصل ہیں۔

ایوانِ زعماء | ایوان زعما قومی کونسل کے بعد دوسرا قانون ساز اور ریاست کا مشاورتی ایوان ہے۔ یہ ایوان وسیع تجربہ رکھنے والے اور اہل فکر و نظر حضرات پر مشتمل ہوتا ہے ارکان کو براہ راست شاہ افغانستان نامزد کرتا ہے۔ وزراء کی پیش کردہ تجاویز ایوان زعماء کے سامنے رکھی جاتی ہیں بحث و رائے شماری کے بعد جب یہ تجاویز منظور ہو جائیں تو انہیں قومی کونسل کی منظوری کے لئے بھیج دیا جاتا ہے۔ اسی طرح جو تجاویز قومی کونسل میں منظور ہوں ان پر ایوان زعما غور و خوض کرتا ہے اور ان پر اپنی پسندیدگی کی مہر ثبت کرتا ہے۔

ایوان زعما کا پاس کیا ہوا کوئی بل اگر قومی کونسل میں منظور نہ ہو سکے تو اس کو ایک خاص کمیٹی کے سپرد کیا جاتا ہے۔ جس میں

دونوں ایوان کے نمائندے برابر کی تعداد میں شریک ہوتے ہیں۔ اگر کمیٹی کونسل سے اتفاق نہ کرے تو معاملہ شاہ کے سپرد کیا جاتا ہے۔ اگر قومی کونسل کوئی بل پاس کرے اور ایوانِ زعما اس وقت اجلاس میں نہ ہو تو وہ بل بلاواسطہ شاہ کی منظوری سے قانون بن جاتا ہے۔

وزراء کے حقوق وفرائض | انتظامِ سلطنت وزراء کے ہاتھ میں ہے شاہ افغانستان وزیرِ اعظم کا تقرر اور وزیرِ اعظم شاہ کی منظوری سے باقی وزراء کا انتخاب کرتا ہے۔ وزراء حکومت کی پالیسی کے لئے مجموعی طور پر اور ہر وزیر اپنے محکمہ کے لئے انفرادی طور پر قومی کونسل کے سامنے ذمہ دار ہے۔ لہٰذا اعلیٰ حضرت شاہ افغانستان تمام ذمہ داریوں سے بری ہیں۔

وزراء معاملات کو اپنے دائرہ اختیار تک خود طے کرتے ہیں جو بات ان کے اختیار سے باہر ہو وزیرِ اعظم کے سپرد کرتے ہیں۔ اسی طرح وزیرِ اعظم اپنے اختیار سے باہر کے معاملات شاہ کے سامنے پیش کرتا ہے۔

عدالت | محکمہ عدالت ایک آزاد محکمہ ہے۔ اور اس میں کوئی مداخلت نہیں کر سکتا۔ معاملات کا فیصلہ شریعت کے مطابق ہوتا ہے ملک میں فقہ حنفیہ رائج ہے۔

افغان رعایا کے عام حقوق | افغانستان میں رہنے والے تمام لوگ بلا امتیاز مذہب وعقیدہ افغان ہیں۔ تمام افغان رعایا حکومت کے نزدیک ایک سی ہے۔ قانونِ شریعت اور قانونِ ملک کی رو سے سب کے فرائض و حقوق برابر ہیں۔ افغان رعایا پر ملک کے سیاسی اور مذہبی اوامر ونواہی کی پابندی لازم ہے۔ انھیں تمام شہری حقوق حاصل ہیں۔ ان کی ذاتی آزادی میں کوئی مخل نہیں ہو سکتا۔ ہر افغان کا گھر ہر قسم کی مداخلت سے محفوظ ہے اور شرعی یا قانونی جواز کے بغیر کوئی سرکاری افسر اس میں داخل نہیں ہو سکتا۔ منقولہ وغیر منقولہ جائداد کی ضبطی ممنوع ہے۔ سوا جنگ کے زمانہ کے ہر قسم کی جبری محنت اور بیگار ممنوع ہے۔ ایسے ملکی وغیر ملکی اخبارات پر کوئی پابندی نہیں جن میں اسلام اور افغانستان کے خلاف کوئی تحریر شائع نہیں ہوتی۔ اسکول حکومت کی نگرانی میں کام کرتے ہیں تاکہ تعلیم اسلامی اسپرٹ کے مطابق ہو۔ البتہ اہلِ کتاب باشندوں کو اپنے الگ سکول جاری کرنے کا حق ہے۔ ہر افغان بچہ کیلئے ابتدائی تعلیم لازمی ہے۔

ایران

۱۸۹۱ء سے ایران کے لوگ ذمہ دار نظام حکومت کا مطالبہ کر رہے تھے۔ جوں جوں نئی تعلیم اور نئے خیالات ملک میں پھیلتے گئے۔ ایرانیوں کا سیاسی شعور ترقی کرتا گیا۔ ۱۸۹۶ء میں استبداد پسند شاہ ناصر الدین کو قتل کر ڈالا گیا۔ اس کا جانشین مظفر الدین ایک کمزور اور نااہل حکمراں تھا۔ ۱۹۰۵ء کے انقلاب روس نے ایرانیوں کے حوصلے بڑھائے اور ان کے دل ودماغ میں ایک اچھی اور آسودہ زندگی بسر کرنے کا ولولہ پیدا کر دیا۔ ادھر حکومت کی مالی حالت اتنی کمزور ہو چکی تھی کہ بیرونی قرضوں کا سہارا ڈھونڈھنا پڑا۔ اس واقعہ نے سیاسی تحریک کی رفتار کو اور تیز کر دیا۔ یہاں تک کہ دسمبر ۱۹۰۵ء میں شاہ کو ایک "دستخط" جاری کرنا پڑا۔ جس میں اس نے ایک "عدالت خانہ" یعنی "ایوان انصاف" بلانے اور اپنی پاسداریوں کو ترک کرنے کا اعلان کیا۔ ۵ راگست ۱۹۰۶ء کے ایک فرمان میں یہ وعدہ کیا گیا کہ عنقریب عوام کی ایک نمایندہ اسمبلی قائم کی جائے گی اور اسے شاہ کے سامنے نئے قوانین کی تجویز اور مسودات پیش کرنے کا حق ہوگا۔ ۱۹ راگست کو اس ایوان کا سرکاری طور پر افتتاح ہوا۔ اور ہر ایرانی مرد کو جس کی عمر کم از کم پچیس سال تھی ووٹ دینے کا حق دیا گیا۔ ۷ راکتوبر ۱۹۰۶ء کو اسمبلی کا پہلا اجلاس شروع ہوا۔ اور اس نے ایک ماہ کے اندر اندر ایران کا "بنیادی قانون" پاس کر لیا۔ ۷ اکتوبر ۱۹۰۷ء کو نئے شاہ ایران محمد علی مرزا نے "امدادی قانون" منظور کر کے نافذ کیا۔ لیکن جب اس پر عمل کرنے

نے سامنے کچھ نہیں پیش کیا تو عوام میں مخالفت کی آگ بھڑک اٹھی اور روز تشدد اور قانون شکنی بڑھ گئی۔ شاہ حالات پر قابو نہ پا سکا اور بالآخر جولائی ۱۹۰۹ء میں تخت سے معزول کر دیا گیا۔ اس موقع پر روس اور انگلستان نے اندرونی خلفشار سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی لیکن ایران کے بعض مدبروں کے حسن تدبیر نے ملک کو غیروں کی دستبرد سے بچا لیا اور ۱۹۱۴ء کو جب ولی عہد بالغ ہو گیا تو اسے تخت پر بٹھا دیا گیا۔

۱۹۱۴-۱۹۱۸ء کی جنگ عظیم میں ایران اپنی کوششوں کے باوجود غیر جانبدار نہ رہ سکا۔ ۱۹۱۹ء میں ایران اور برطانیہ کے درمیان ایک دوستانہ معاہدہ ہوا۔ عوام نے اس کی شدید مخالفت کی۔ روس نے ایران کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا۔ ۲۶ فروری ۱۹۲۱ء کو روس اور ایران میں ایک دوستانہ معاہدہ طے پایا۔ ۱۹۲۳ء میں رضا خاں جو اس وقت ایرانی فوج کا سربرآوردہ اور طاقتور سالار اعلیٰ تھا وزیر اعظم بن گیا۔ شاہ ملک چھوڑ کر بھاگ گیا۔ ۱۲ دسمبر ۱۹۲۵ء کو ایران کی دستور ساز اسمبلی نے امدادی قانون (Supplementary Constitution) کی بعض دفعات میں ترمیم کی اور رضا خاں پہلوی کو تخت ایران پیش کیا۔ ۱۵ دسمبر کو رضا خاں نے ایران کے دستور کے ساتھ اپنی وفاداری کا حلف اٹھایا۔

دوسری عالمگیر جنگ میں ایران کی قسمت نے ایک اور پلٹا کھایا۔ روس اور برطانیہ کی فوجیں ایران میں داخل ہو گئیں۔ رضا خاں نے مزاحمت کی۔ اتحادیوں نے ایران کی آزادی کو بعینہٖ قائم رکھنے کا وعدہ کیا۔ رضا خاں کی جگہ اس کے بیٹے کو تخت پر بٹھایا گیا۔ خاتمۂ جنگ پر روسی اور برطانوی فوجوں نے ایران کو خالی کر دیا۔ آج کا ایران ایک آزاد ملک ہے اور اس کا دستور ۱۹۰۶ء کی "بنیادی قانون" اور ۱۹۰۷ء کے "امدادی قانون" پر مشتمل ہے۔

اساس دستور | اسلام ایران کا سرکاری مذہب ہے۔ ایران کے باشندے امام جعفر صادقؒ کی تعلیمات کے قائل ہیں۔ شاہ ایران کیلئے اس عقیدہ کا حامل اور حامی ہونا ضروری ہے۔

ایران کی قومی اسمبلی ایسا کوئی قانون پاس نہیں کر سکتی جو دین اسلام اور شریعت محمدیہ کے منافی ہو۔

علما کمیٹی | اس امر کا فیصلہ کرنے کے لئے کہ آیا کوئی مجوزہ قانون شریعت کے مطابق ہے یا مخالف۔ پانچ علمائے مجتہدین پر مشتمل ایک کمیٹی موجود ہے اس کے انتخاب کا طریقہ یہ ہے کہ ملک بھر کے مستند علما اور "حجۃ الاسلام" حضرات بیس کے قریب مجتہدین اور جید علما کے نام قومی اسمبلی کو بھیج دیتے ہیں۔ اسمبلی ان میں سے پانچ کو اتفاق رائے یا رائے شماری کے ذریعے منتخب کرتی ہے۔ یہ علما قومی اسمبلی کے باقاعدہ ممبر ہوتے ہیں۔ اور اس میں پیش ہونے والی ہر تجویز کے متعلق ان کا فیصلہ لیا جاتا ہے۔ خلاف اسلام ہونے کی صورت میں تجویز خود بخود گر جاتی ہے۔ اسمبلی پر کمیٹی کے فیصلے کی پابندی لازمی ہے۔

اختیارات حکومت | حکومت عوام کا حق ہے۔ عوام یہ حق امانت کے طور پر شاہ ایران، ایران کی قومی اسمبلی اور سینٹ کے سپرد کرتے ہیں تاکہ انتظام سلطنت ایران کے دستور کے مطابق چلایا جائے۔

شاہ ایران | ایران کی آئینی بادشاہت موروثی ہے۔ شاہ کو یہ حق عوام کی طرف سے ملتا ہے۔ تخت نشینی سے پہلے شاہ ایران اسمبلی، سینٹ اور کابینہ کے ممبران کے سامنے مندرجہ ذیل حلف دہراتا ہے۔ اسمبلی کے بغیر کوئی بادشاہ تخت ایران پر متمکن نہیں ہو سکتا۔

"میں خدائے تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر یہ قسم کھاتا ہوں کہ ایران کی آزادی کو برقرار رکھنے سلطنت کی حدود اور عوام کے حقوق کی حفاظت اور نگہداشت کرنے اور ایران کے بنیادی دستور پر عمل کرنے کی پوری کوشش کروں گا۔ میں امام جعفر صادقؒ کی تعلیمات کو پھیلانے کی سعی کروں گا اور اپنے ہر عمل اور ارادے میں خدائے تعالیٰ کو

حاضروناظر جانوں گا۔ مزید برآں میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ مجھے ایران کی حقیقی خدمت انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے کیونکہ توفیق عطا کرنے والا صرف وہی ہے۔ میں بزرگانِ دین کی ارواح سے بھی مدد چاہتا ہوں۔"

سلطنت کے انتظامی امور میں شاہ کو کلی اختیار حاصل ہیں۔ وزراء کی تقرری اور برطرفی اس کے ہاتھ میں ہے، ریاست کے داخلہ وخارجہ محکموں کے افسرانِ اعلیٰ کا انتخاب وہ کرتا ہے۔ البتہ محکموں کے دوسرے افسروں کی تقرری کا اختیار وزرا کو حاصل ہے۔ فوجی منصب نشان، اور اعزاز شاہ کی طرف سے عطا ہوتے ہیں۔ اسمبلی کے منظور کردہ بل شاہ کی منظوری سے قانون بنتے ہیں۔ شاہ ایران کی بحری و بری تمام فوجوں کا سالارِ اعلیٰ ہے۔ جنگ کا اعلان اور صلح کا معاہدہ وہ کرتا ہے۔ ملک کے سکے پر شاہ کا نام ہوتا ہے۔ شاہ بیرونی ممالک سے خفیہ معاہدہ کرسکتا ہے۔ اور جب تک مصلحت کا تقاضا ہو وہ اسمبلی اور سینیٹ کے ممبران سے مخفی رکھ سکتا ہے۔

شاہ کی طرف سے نافذ کردہ ہر حکم پر وزیرِ اعظم اور کابینہ کے متعلقہ ارکان کے دستخط ضروری ہیں۔ اس کے بغیر کوئی شاہی حکم قانوناً نافذ نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا شاہ کی ذات "ذمہ داری" سے بالاتر ہے۔ معاملاتِ سلطنت کی تمامتر ذمہ داری وزراء کے سر ہے اور وہ اسمبلی کے دونوں ایوان کے سامنے جوابدہ ہیں۔

وزراء | ایرانی مسلمان کے علاوہ کوئی شخص وزیر کے عہدہ پر فائز نہیں ہوسکتا۔ شاہی خاندان کے ایسے افراد جو شاہِ وقت سے قریبی تعلق رکھتے ہوں مثلاً شاہ کے بیٹے، بھائی، چچا وغیرہ وزیر نہیں بنائے جاسکتے۔

وزرا ہر دو ایوان کے سامنے ذمہ دار ہیں اور اگر کسی ایوان نے ان کی موجودگی کا مطالبہ کیا ہو تو ان کیلئے اس کے اجلاس میں شرکت کرنا ضروری ہے۔ انفرادی ذمہ داری کے علاوہ وزرا حکومت کی پالیسی کے لئے بہ حیثیتِ مجموعی بھی ذمہ دار ہیں۔ کوئی وزیر بادشاہ کے زبانی یا تحریری حکم کو دلیل بنا کر اپنی ذمہ داری سے بری نہیں ہوسکتا۔ قومی اسمبلی یا سینیٹ وزراء کا جواب طلب کرسکتی ہے اور ان کے خلاف مقدمہ چلا سکتی ہے۔ اگر اسمبلی یا سینیٹ قطعی اکثریت رائے سے کابینہ یا کسی ایک وزیر کے خلاف عدم اعتماد کا ووٹ پاس کردے تو کابینہ یا اس وزیر کو مستعفی ہونا پڑتا ہے۔

قومی اسمبلی | قومی اسمبلی کے ارکان عوام کے نمائندے ہوتے ہیں جو ساری قوم کی نمائندگی کرتے ہیں۔ اس قانون ساز جماعت کو سلطنت کے ہر معاملہ میں بل پاس کرنے کا حق ہے۔ ایران میں قانون سازی کا اختیار تین اداروں کو حاصل ہے۔ شاہِ ایران سینٹ اور قومی اسمبلی۔ تینوں اپنی اپنی جگہ نئے قوانین کے مسودے منظور کرسکتے ہیں لیکن کوئی بل جب تک دونوں ایوان کی تائید اور شاہ کی منظوری حاصل نہ کرلے قانون کی صورت اختیار نہیں کرسکتا۔ البتہ مصارفِ ریاست (بجٹ) کا پاس کرنا تمام تر قومی اسمبلی کے ہاتھ میں ہے۔ اسمبلی سالانہ بجٹ اور اور اس میں ہر طرح کے ترمیم و اضافے منظور کرتی ہے۔ نیا ٹیکس اسمبلی کی منظوری کے بغیر عائد نہیں کیا جاسکتا۔ تجارتی مراعات، قومی قرضے اور اقتصادی معاہدات قومی اسمبلی کی منظوری کے ساتھ طے ہوتے ہیں۔ ریاست کے کسی ذریعۂ آمدنی کو بیچنے یا سرحدوں میں کوئی تبدیلی پیدا کرنے کی تجاویز کے لئے اسمبلی کی منظوری ضروری ہے۔

اسمبلی سلطنت کے ہر معاملے میں وزارت سے جواب طلب کرسکتی ہے اور موخر الذکر کی عدم دیانت کی صورت میں اس کے خلاف تحقیقات کرنے کو ایک عدالتِ عالیہ مقرر کرسکتی ہے۔

اسمبلی کے جلسوں میں اخباروں کے نمائندوں اور دوسرے لوگوں کو بحث سننے کی غرض سے شریک ہونے کی اجازت ہے۔ اسمبلی

کی اجازت کے بغیر اس کے کسی رکن کے خلاف کوئی مقدمہ نہیں چلایا جا سکتا۔

اسمبلی کی رکنیت کی میعاد دو سال ہے۔ اجلاس کے آغاز میں اسمبلی شاہ کو ایک سپاسنامہ پیش کرتی ہے، شاہ کی طرف سے اس سپاسنامہ کا جواب ایک "شاہی بیان" کی صورت میں دیا جاتا ہے۔

اسمبلی کے ارکان مندرجہ ذیل حلف اٹھاتے ہیں۔

"ہم اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر اور قرآن مجید کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ جب تک اسمبلی اور اس کے ممبران کے حقوق اور عزت کی قانوناً حفاظت کی جائے گی ہم اپنے فرائض کو دیانت، خلوص اور تندہی سے انجام دیں گے۔ ہم اپنے عالی مرتبت اور انصاف پرور شاہ کے وفادار رہیں گے۔ ہم ملت یا عوام کے حقوق کے بارے میں کبھی غداری نہیں کریں گے اور صرف ایران کی فلاح و بہبود کو پیش نظر رکھیں گے۔"

سینیٹ | انگلستان کے دارالامراء سے ملتا جلتا ایک ایوان ہے جو محض امراء اور جاگیرداروں پر نہیں بلکہ ملک کے جہاندیدہ، تجربہ کار معزز اور برگزیدہ امراء پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس کے ساٹھ ارکان ہوتے ہیں۔ تیس کو شاہ نامزد کرتا ہے اور تیس عام انتخاب کے ذریعے منتخب کئے جاتے ہیں۔ سینیٹ مصارفِ ریاست کے علاوہ تمام امور میں اپنی مفید اور قیمتی تجاویز منظور کر کے قومی اسمبلی اور شاہ کو بھیج سکتا ہے۔ وزراء سینیٹ کے سامنے بھی ذمہ دار ہیں۔ سینیٹ کے اجلاس قومی اسمبلی کے اجلاس کے ساتھ ساتھ ہوتے ہیں تاکہ ہر دو ایوان ایک دوسرے کی منظور شدہ تجاویز پر کم سے کم مدت میں غور کر سکیں۔

ایرانی قوم کے حقوق | ایران کے تمام باشندے قانون کے نزدیک برابر ہیں۔ سب لوگوں کی جان، مال، گھر، عزت، ہر قسم کی مداخلت سے محفوظ ہے۔ قانونی جواز کے بغیر کسی شخص کو حراست میں نہیں لیا جا سکتا۔ ضبطی جائداد اور جلاوطنی کی سزائیں ممنوع ہیں۔ کسی کو حق ملکیت سے محروم نہیں کیا جا سکتا۔ پریس پر کوئی پابندی نہیں اور سوائے ان کتابوں رسالوں اور اخباروں کے جن میں اسلام اور ایران کے خلاف کچھ درج ہو باقی ہر طرح کی اشاعت و طباعت آزادانہ طور پر ہوتی ہے۔

جلسہ کرنے اور اچھے مقاصد کے لئے کوئی جماعت یا انجمن بنانے کی عام اجازت ہے۔

سرکاری اور قومی خرچ پر چلنے والے اسکولوں اور کالجوں میں حکومت براہِ راست اپنی نگرانی بھی رکھتی ہے۔

سائنس، آرٹ، اور صنعت کی ہر طرح کی تعلیم حاصل کرنے کی تمام اجازت ہے۔ البتہ ایسی تعلیم جو مذہبی اصولوں کے منافی ہو ممنوع ہے۔

عدالت | ایران میں دو قسم کی عدالتیں ہیں ایک شرعی عدالتیں جن میں قاضی حضرات اور مجتہدین شریعت کے مطابق فیصلے دیتے ہیں۔ ہر وہ معاملہ جسے شریعت احاطہ کرتی ہو شریعت کے مطابق طے ہوتا ہے۔ دوسری قسم کی عدالتیں دیوانی ہیں جن میں جج صاحبان ملکی قانون اور ایرانی رواج کے مطابق معاملات طے کرتے ہیں۔

طہران میں ایک عدالتِ عالیہ (ہائی کورٹ) ہے جو صرف وزراء سے متعلق مقدمات کی سماعت کرتی ہے۔

صیغۂ عدالت کے بڑے بڑے جج صاحبان اور مجتہدین کا تقرر شاہِ ایران کرتا ہے اور انھیں اپنی کارروائی میں آزادی ہوتی ہے۔

عراق

عراق کی تاریخ جدید کا آغاز پہلی جنگ عظیم سے ہوتا ہے۔ ۱۹۱۵ء میں برطانیہ نے ترکی کے خلاف اعلانِ جنگ کرکے عراق میں ہندوستانی فوجیں بھیج دیں۔ ۱۱ مارچ ۱۹۱۷ء کے اعلان میں جنرل موڈ نے کہا کہ برطانوی فوجیں عراق کو ترکی کی غلامی سے آزادی دلوانے کی خاطر آئی ہیں۔ اس نے عراق کے لوگوں کو دعوت دی کہ وہ حکومت کے کام میں شریک ہونے کیلئے اپنے نمائندے بھیجیں۔ ۲۹ مارچ ۱۹۱۷ء کو مقبوضہ علاقہ کی حکومت حکومت ہند سے تاجِ برطانیہ کی جانب منتقل کر دی گئی۔ برطانیہ تا ابد عراق کا "محافظ" بن بیٹھا۔ لیکن صدر ولسن کے چودہ نکات آڑے آئے اور ۷ نومبر ۱۹۱۸ء کو برطانیہ اور فرانس نے اہلِ عراق کو قومی حکومت قائم کرنے کا یقین دلایا۔ لیکن صلح کانفرنس کے موقعہ پر برطانیہ اور فرانس کی نیت میں پھر خلل آ گیا اور انھوں نے آپس میں فیصلہ کیا کہ عراق اور شام میں عارضی طور پر اختیاراتِ حکومت (Mandate) خود سنبھال لیں۔ "عرب امہ کے زیرِ اقتدار ایک عرب ریاست" کے وعدے پس پشت ڈال دیئے گئے۔ فرانسیسیوں نے فیصل کو جو عرب فوجوں کا سالارِ اعلیٰ تھا اور جس نے جنگ میں ترکی کے خلاف اتحادیوں کی بے اندازہ مدد کی تھی دمشق سے نکال باہر کیا۔ عراقی انگریزوں کے خلاف بغاوت پر اتر آئے اور یہ سلسلہ کئی ماہ تک جاری رہا۔ بالآخر برطانیہ نے حالات کا جائزہ لینے کے لئے ایک کمیٹی عراق بھیجی اور ۲۰ جولائی ۱۹۲۰ء کو اعلان کیا کہ عراق میں لیگ آف نیشنز کے زیرِ نگرانی آزاد قومی حکومت قائم کی جائے گی اور دستور سازی میں عراقیوں سے مشورہ لیا جائے گا۔ ۱۱ اکتوبر ۱۹۲۰ء کو برطانوی ہائی کمشنر نے فوجی حکومت کے خاتمہ کا اعلان کرکے عراق میں ایک عبوری حکومت قائم کر دی جو پانچ عرب وزراء اور ایک برطانوی نگران پر مشتمل تھی۔

۱۹۲۱ء کی قاہرہ کانفرنس میں طے پایا کہ عراق کا تخت حسین شاہِ مکہ کے تیسرے بیٹے فیصل کو پیش کیا جائے۔ ۱۱ جولائی کو وزارتِ عراق نے آئینی اور جمہوری نظامِ حکومت کو مشروط قرار دے کر قاہرہ کانفرنس کے فیصلے سے اپنا اتفاق ظاہر کیا۔ رائے شماری بھی اسی بات کے حق میں نکلی۔ ۲۳ اگست ۱۹۲۱ء کو برطانوی ہائی کمشنر نے فیصل کے شاہِ عراق ہونے کا اعلان کیا۔ لیکن فیصل کی حکومت جلد غیر جمہوری رنگ اختیار کر گئی۔ فیصل وزرا کی پرواکئے بغیر برطانوی ہائی کمشنر سے سازباز کرنے لگا۔ حکومتِ برطانیہ عراق سے معاہدہ کرنا ضروری خیال کرتی تھی۔ معاہدہ کا ایک مسودہ تیار کیا گیا اور شاہ فیصل اور وزراء پر دباؤ ڈال کر ان سے دستخط لئے گئے۔ معاہدہ کی روسے برطانیہ کو عراق کی خارجی اور اقتصادی تعلقات پر نگرانی کرنے اور عراق میں برطانوی فوج رکھنے کا اختیار ملتا تھا۔ اس معاہدہ کا عراق اسمبلی میں منظور ہونا ضروری تھا۔ ۲۴ مارچ ۱۹۲۴ء کو اسمبلی کا افتتاح ہوا۔ ۱۰ جون ۱۹۲۴ء کو اسمبلی نے متذکرہ بالا معاہدہ کو کافی ردوکد کے بعد صرف مشروط طور پر منظور کیا۔ ۱۰ جولائی ۱۹۲۴ء کو اسمبلی نے عراق کا "دستور" پاس کیا۔ جو شاہِ عراق کی منظوری کے بعد ۲۱ مارچ ۱۹۲۵ء کو نافذ کیا گیا۔ آج کے عراق کا دستورِ اساسی یہی ہے۔

عراق کا دستور "بسم اللہ" سے شروع ہوتا ہے۔

تمہید عراق ایک خود مختار اور آزاد سلطنت ہے اور اس کا کوئی علاقہ اس سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا ہے۔ عراق کا نظامِ سیاسی آئینی موروثی بادشاہت اور نمایندہ حکومت کا ہے۔

عوام کے حقوق زبان، نسل یا مذہب میں خواہ کچھ بھی اختلاف ہو، قانون کے نزدیک سب عراقی برابر کا درجہ رکھتے ہیں۔ عراق کے باشندوں کی ذاتی آزادی میں کوئی مخل نہیں ہو سکتا۔ قانونی جواز کے بغیر کسی کو حراست میں نہیں لیا جا سکتا اور نہ کسی کو کوئی سزا

دی جا سکتی ہے۔ عراقیوں کے گھر بے جا مداخلت سے محفوظ ہیں، ملکیت کے تمام حقوق محفوظ ہیں کسی سے جبری قرضہ نہیں لیا جا سکتا نہ کسی کی جائداد ضبط ہو سکتی ہے۔ جبری محنت اور ضبطیٔ جائداد کی سزا ممنوع ہے۔ قانونی طور پر عائد کئے ہوئے ٹیکسوں کے علاوہ کوئی دوسرا ٹیکس عائد نہیں کیا جا سکتا۔ عراقیوں کو پریس کی، اظہار رائے کی، جلسے کرنے کی اور جماعت بندی کی آزادی ہے۔ اسلام عراق کا سرکاری مذہب ہے۔ ملک میں ضمیر کی کامل آزادی ہے اور عبادت کے مختلف طریقوں میں سے جو طریقہ کسی کو پسند ہو وہ اختیار کر سکتا ہے۔ مختلف فرقے اپنے سکول جاری کر سکتے ہیں۔ البتہ حکومت کی عام تعلیمی پالیسی کے ساتھ ان کی مطابقت ضروری ہے۔

شاہِ عراق | عراق کی آئینی حکومت کے اصل حقدار عوام ہیں۔ اس حق کو وہ ایک مقدس امانت کے طور پر شاہ فیصل اور اس کی نرینہ اولاد کے سپرد کرتے ہیں۔

شاہ سلطنت کا سب سے اعلیٰ رکن ہے وہ قوانین کی منظوری دیتا ہے۔ ان کا اعلان کرتا ہے اور ان پر عمل درآمد کی نگرانی کرتا ہے۔

وزیر اعظم کو شاہ مقرر کرتا ہے اور اس کی سفارش پر بقیہ ارکانِ کابینہ کو نامزد کرتا ہے۔ وزرا کے استعفوں کا منظور کرنا بھی شاہ کے اختیار میں ہے۔ شاہ سینٹ کے ارکان کے تقرر کی اور ان کے استعفے کی منظوری دیتا ہے۔ متعلقہ وزیر کی سفارش پر دوسرے ملکوں میں اپنے سفیروں، ریاست کے بڑے افسر، قاضی اور جج مقرر اور برطرف کرتا ہے۔ فوجی منصب، اعزاز اور خطاب کا عطا کرنا شاہ کا خاص حق ہے۔ شاہ تمام فوجوں کا سالارِ اعلیٰ ہوتا ہے۔ وہ جنگ کا اعلان کرتا ہے لیکن اس کی آخری منظوری وزراء کی کونسل کے ہاتھ میں ہے۔

سکہ پر شاہ کا نام ہوتا ہے۔ سزائے موت شاہ کی منظوری کے بعد دی جاتی ہے۔ اسے سزا کو معاف یا کم کرنے کا اختیار ہے۔

پارلیمنٹ | قانون سازی کے اختیارات شاہ عراق اور پارلیمنٹ کو حاصل ہیں۔ پارلیمنٹ کے دو ایوان ہیں، ایک سینٹ اور دوسرا چیمبر آف ڈپٹیز۔

تمام تجاویز اور قانونی مسودے دونوں میں سے ایک ایوان کے پاس بھیجے جاتے ہیں۔ جب کوئی مسودہ ایک ایوان میں منظور ہو جائے تو دوسرا ایوان اس پر غور کرتا ہے۔ دونوں ایوان کی تائید اور شاہ کی منظوری کے بعد کوئی مسودہ قانون بن سکتا ہے۔

اگر کوئی مسودہ ایک ایوان میں تین بار منظور اور دوسرے میں نامنظور ہوا ہو تو اس پر غور کرنے کے لئے دونوں ایوان کا ایک مشترکہ اجلاس بلایا جاتا ہے جس کی صدارت سینٹ کا صدر کرتا ہے۔ اگر اس اجلاس میں وہ مسودہ دو تہائی رائے کی حمایت حاصل کر لے تو شاہ کی منظوری سے قانون بن جاتا ہے۔ بصورتِ دیگر وہ مسودہ گر جاتا ہے اور اس پر مزید غور نہیں کیا جا سکتا۔

سینٹ | سینٹ کے ارکان کی تعداد بیس سے زیادہ نہیں ہوتی۔ انھیں شاہ مقرر کرتا ہے۔ سینٹ کے ارکان عراق کے معتمد باشندے ہوتے ہیں جنھیں عوام کا اعتماد حاصل ہو۔ اور جنھوں نے اس سے قبل ملک اور قوم کی گراں قدر خدمات سرانجام دی ہوں، رکنیت کے لئے کم از کم چالیس برس کی عمر ہونی چاہئے۔ رکنیت کی میعاد آٹھ سال ہے۔ ہر چار سال کے بعد آدھے ارکان کی نامزدگی عمل میں لائی جاتی ہے۔ سینٹ کا اجلاس چیمبر کے ساتھ ساتھ ہوتا ہے۔ سینٹ کے ارکان کو نہایت معقول الاؤنس دیا جاتا ہے۔

چیمبر | چیمبر کے ارکان قوم کے منتخب نمائندے ہوتے ہیں۔

رکھنی کی عمر کم از کم تیس سال ہونی چاہیے۔ ملک و قوم کا ہر و فادار عراقی انتخابات میں امیدوار ہو سکتا ہے۔ انتخابات ہر چار سال کے بعد عمل میں لائے جاتے ہیں۔

چیمبر تمام امور سلطنت میں قانون کے مسودے پاس کر سکتا ہے وزراء اس کے سامنے ذمہ دار اور جوابدہ ہیں۔ اگر چیمبر وزارت کے خلاف عدم اعتماد کی قرارداد منظور کرے تو وزارت کو مستعفی ہونا پڑتا ہے۔

شاہ چیمبر کو برخاست کر سکتا ہے۔ اس صورت میں چار ماہ کے اندر اندر نئے انتخابات کا ہونا ضروری ہے۔ دوران بحث میں پارلیمنٹ کے ارکان کو اظہار رائے کی کامل آزادی ہے۔ پارلیمنٹ کے ارکان کو ایوان کی اجازت کے بغیر گرفتار نہیں کیا جا سکتا۔

وزراء وزراء کو شاہ مقرر کرتا ہے۔ وہ چیمبر کے سامنے جواب دہ ہیں۔ وزراء اپنے محکمے کیلئے انفرادی طور پر اور حکومت کی پالیسی کیلئے مجموعی طور پر ذمہ دار ہیں۔ چیمبر کا اعتماد کھو بیٹھنے کی صورت میں وزارت کو مستعفی ہونا پڑتا ہے۔

عدالت عدالت کا کام بغیر کسی مداخلت کے انجام پذیر ہوتا ہے۔ جج صاحبان کو شاہ مقرر کرتا ہے۔ عراق میں تین قسم کی عدالتیں ہیں۔ (۱) دیوانی عدالتیں (۲) شرعی عدالتیں (۳) خاص عدالتیں، اوقاف اور مسلمانوں کے خانگی معاملات کا فیصلہ شرعی عدالتیں کرتی ہیں۔ شادی، جہیز و مہر، طلاق، وصیت وغیرہ کے تمام معاملات شرعی عدالتوں کے متعلق ہیں۔

باقی معاملات دیوانی عدالتوں کے سپرد ہوتے ہیں۔ وزراء اور پارلیمنٹ کے ارکان کے خلاف مقدمات کی سماعت عدالت عالیہ (ہائی کورٹ) میں ہوتی ہے۔ عراق کے فوجی افسران کے خلاف مقدمات کی سماعت خاص عدالتوں میں ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ وہ تمام معاملات جن میں حکومت اور افسران حکومت کا اختلاف ہو جائے یا جن کا تعلق سرحدات اور سرحدی قبائل سے ہو خاص عدالتوں میں طے پاتے ہیں۔

دُنیا میں مُسلمانوں کی آبادی

علاقہ وار اعداد و شمار

(از ہماری آواز بہ شکریہ "کانفرنس گزٹ")

دُنیا کی آبادی کا صحیح یا تقریباً صحیح تخمینہ کرنے کی متعدد کوششیں کی گئیں۔ سنہ ۱۹۴۰ء کے ایک تخمینہ میں عالمی آبادی دو ارب، سترہ کروڑ چالیس لاکھ بیان کی گئی ہے ایک اور تخمینہ میں جو مذہبی اعداد و شمار پر مبنی ہے، عالمی آبادی ایک ارب پچاسی کروڑ اٹھانوے لاکھ بیان کی گئی ہے لیکن اقوام متحدہ نے اپنے وسیع وسائل سے عالمی آبادی کے اعداد فراہم کرنے اور ان کی جانچ اور تقابلی مطالعہ کرنے کے بعد جو تخمینہ مرتب کیا ہے اس میں دنیا کی آبادی ایک ارب چھہتر کروڑ قرار دی گئی ہے۔ اور اسی تخمینہ کو بالعموم اساسی تخمینہ تسلیم کیا جاتا ہے۔

مذہب کے اعتبار سے عالمی اعداد و شمار حسب ذیل ہیں:-

عیسائی اپنی تعداد انہتر کروڑ چوبیس لاکھ بیان کرتے ہیں۔ لیکن یہ اعداد مشنریوں کے مرتب کردہ ہیں۔ اور ان میں تخفیف کی گنجائش ہے۔ یہودیوں کی تعداد گزشتہ جنگ عظیم سے قبل ڈیڑھ کروڑ سے کچھ زائد تھی جن میں سے پچاس لاکھ یہودی جرمن یورپ میں نذر اجل ہوئے اور اب ان کی تعداد اعلیٰ یہودی کونسل کے بیان کے مطابق ایک کروڑ سے کچھ زائد رہ گئی ہے۔ بدھوں (بدھ مت) کے پیروؤں کی تعداد پندرہ کروڑ ایک لاکھ اسی ہزار ہے۔ ہندوؤں کی عالمی تعداد تئیس کروڑ ایک لاکھ پچاس ہزار اور پست اقوام کی تعداد سات کروڑ ہے۔ کنفیوشسی مذہب کے پیروؤں کی تعداد ۲۰ کروڑ چھ لاکھ ہے اور شنتو مذہب کے پیروؤں کی تعداد دو کروڑ پچاس لاکھ ہے۔ صحرائی وحشی بے مذہب مظاہر پرستوں وغیرہ کی تعداد ۱۳ کروڑ چھپن لاکھ پچاس ہزار بیان کی جاتی ہے۔

مسلمانوں کی صحیح عالمی تعداد کا تخمینہ مرتب کرنے کی بھی متعدد کوششیں کی گئیں لیکن متعدد علاقوں کی نسبت صحیح اعداد و شمار حاصل نہیں ہو سکے۔ سرکاری اعداد کی عدم موجودگی میں ان علاقوں کے مسلسل اعداد اور ان عوامل کو محفوظ رکھ کر جو آبادی پر اثر انداز ہوتے ہیں تخمینے مرتب کرنے کی کوششیں کی گئیں۔ مغربی مصنفین عالم اسلام کے جو اعداد دیا کرتے ہیں۔ وہ زیادہ تر قدیم تخمینے ہوتے ہیں اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی موجودہ آبادی کا صحیح اندازہ نہیں ہوتا ایک اور اہم عنصر یہ ہے کہ تبلیغ اور اولاد کی رحمت کے باعث مسلمانوں کی آبادی میں دوسری اقوام کے مقابلہ میں جلد جلد اضافہ ہوتا ہے۔

مسلمانوں کی عالمی تقسیم سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ان

کی اکثریت ایشیا میں ہے۔ افریقہ میں مسلمانوں کی تعداد دوسرے مذہب کے مقابلہ میں کئی گنا زیادہ ہے اور براعظم افریقہ کی آدھی سے زیادہ آبادی مسلمان ہے یورپ میں مسلمان کئی لاکھ کی تعداد میں بلقانی ممالک اور روس کے یورپی حصہ میں پھیلے ہوئے ہیں۔ شمالی اور جنوبی امریکہ میں بھی مسلمانوں کی اہم آبادیاں ہیں۔

ذیل کے اعداد کی ترتیب میں جن ماخذ سے استفادہ کیا گیا ہے۔ ان میں حسب ذیل شامل ہیں، سروے آف انٹرنیشنل افیئرس۔ اسلامک ورلڈ۔ اسلام ان دی ورلڈ۔ ڈاکٹر ذکی علی" المانک ۱۹۴۷ء" اسٹیٹسمین ایئر بک ۱۹۴۷ء" و "مڈل ایسٹ ۱۹۴۸ء" اسلامی منطقوں کا نقشہ جو نیچے دیا گیا ہے اسلام ان دی ورلڈ سے لیا گیا ہے۔ مگر اس میں چند ضروری ترمیمیں کی گئی ہیں۔

ایشیا

(۱)	ترکی	ایک کروڑ اسی لاکھ
(۲)	شام ولبنان	بتیس لاکھ
(۳)	فلسطین	بارہ لاکھ
(۴)	شرق اردن	پانچ لاکھ
(۵)	عراق	سینتالیس لاکھ
(۶)	سعودی عرب	ستر لاکھ
(۷)	یمن	چھتیس لاکھ
(۸)	عدن (نوآبادی)	ستر ہزار
(۹)	عدن (علاقہ زیر حمایت)	چھ لاکھ
(۱۰)	جزیرہ کامران	دو ہزار پانچ سو
(۱۱)	جزیرہ پرم	دو ہزار
(۱۲)	مسقط وعمان	چھ لاکھ
(۱۳)	قطار	پچاس ہزار
(۱۴)	ایران	ایک کروڑ ۶۰ لاکھ
(۱۵)	افغانستان	ایک کروڑ ۵ لاکھ
(۱۶)	ہندوستان و پاکستان و حیدرآباد	دس کروڑ
(۱۷)	چین	چھ کروڑ پچاس لاکھ
(۱۸)	تبت	تین کروڑ ۵۰ لاکھ
(۱۹)	کوریا	ایک لاکھ
(۲۰)	سوویٹ روس	۲ کروڑ
(۲۱)	ہند چینی	ایک لاکھ ۵۰ ہزار
(۲۲)	سیام	تین لاکھ ۵۰ ہزار
(۲۳)	برطانوی ملایا	چالیس لاکھ
(۲۴)	سیلون	چھ لاکھ پچپن ہزار
(۲۵)	برطانوی بورنیو	تین لاکھ
(۲۶)	سراوک	ایک لاکھ ۵۰ ہزار
(۲۷)	انڈونیشیا۔ جاوا، سماٹرا۔ بورنیو۔ نیوگنی۔ سیلیبس۔ ملاکا اور دوسرے جزائر	سات کروڑ
(۲۸)	جاپان	چھ ہزار
	میزان =	اڑتیس کروڑ سینتیس لاکھ اکسٹھ ہزار

افریقہ

(۱)	مصر	ایک کروڑ ستر لاکھ
(۲)	سوڈان	ساٹھ لاکھ
(۳)	لیبیا۔ طرابلس۔ وسرنیکا	بارہ لاکھ
(۴)	تونس	تیس لاکھ
(۵)	الجیریا	پچھتر لاکھ

(۶)	مراکش (فرانسیسی علاقہ)	ستر لاکھ
(۷)	مراکش (ہسپانوی)	۷ لاکھ ۵۰ ہزار
(۸)	طنجہ	پچپن ہزار
(۹)	سینیگال	بارہ لاکھ
(۱۰)	فرانسیسی سوڈان	بائیس لاکھ
(۱۱)	شمالی ڈاہومی	۰ لاکھ ۵۰ ہزار
(۱۲)	فرانسیسی گیانا	۲۴ لاکھ
(۱۳)	ایوری کوسٹ	۱۱ لاکھ
(۱۴)	ڈاہمی	۶ لاکھ ۵۵ ہزار
(۱۵)	ٹوگولینڈ	۵ لاکھ ۱۰ ہزار
(۱۶)	نوآبادی نائجریہ	۱۲ لاکھ ۵۰ ہزار
(۱۷)	ڈاکر اور توابع	چوراسی ہزار
(۱۸)	مارشیانیا	چار لاکھ پچپن ہزار
(۱۹)	صحرائے اعظم۔ سوکوٹو بارنو۔ اواسوا۔ اور ڈائی	دو کروڑ اسی لاکھ
(۲۰)	گامبیا	تین لاکھ ۱۵ ہزار
(۲۱)	سیرالیون	چوبیس لاکھ اڑتیس ہزار
(۲۲)	گولڈ کوسٹ	دو لاکھ بائیس ہزار
(۲۳)	نائجیریہ (شمالی و جنوبی صوبجات)	ایک کروڑ ۴ لاکھ
(۲۴)	پرتگالی گیانا	تین لاکھ ۶۰ ہزار
(۲۵)	سائبیریا	دس لاکھ ۶۵ ہزار
(۲۶)	کیامرون	دس لاکھ ۴۳ ہزار
(۲۷)	گابن	دو لاکھ بارہ ہزار
(۲۸)	وسطی کانگو	۴ لاکھ ۲۹ ہزار
(۲۹)	ابانگی شاری	ایک لاکھ ۲۵ ہزار
(۳۰)	علاقہ شاد	گیارہ لاکھ ۵۷ ہزار
(۳۱)	برطانوی کیامرون	۵ لاکھ ۵۵ ہزار
(۳۲)	جزیرہ راس دراہ (پرتگال)	۶۵ ہزار
(۳۳)	انگولا (پرتگالی)	بارہ سو
(۳۴)	جنوب مغربی افریقہ)	ایک لاکھ بیس ہزار
(۳۵)	جنوبی افریقی یونین (صوبہ کیپ ٹال) ٹرانسوال۔ آرینج فری اسٹیٹ سوازی لینڈ۔ ماسوتو لینڈ۔ شمالی رہوڈیشیا۔ جنوبی رہوڈیشیا	دو لاکھ
(۳۶)	پرتگالی مشرقی افریقہ موزمبیق	گیارہ لاکھ
(۳۷)	بلجین کانگو	دو لاکھ پچاس ہزار
(۳۸)	برطانوی نیاسالینڈ	۵ لاکھ ۶۸ ہزار
(۳۹)	جزیرہ ری یونین (فرانسیسی)	۵ ہزار ۹ سو
(۴۰)	مدغاسکر (فرانسیسی)	نو لاکھ
(۴۱)	جزیرہ سیشلیس	۵ ہزار چھ سو
(۴۲)	زنجبار۔ برطانوی زیر حمایت اور لیبیا۔	دو لاکھ ساٹھ ہزار
(۴۳)	کینیا (نوآبادی و زیر حمایت علاقہ)	بائیس لاکھ
(۴۴)	علاقہ ٹینگانیکا	دس لاکھ ۴۹ ہزار
(۴۵)	بیچوانہ لینڈ (برطانوی)	چون ہزار
(۴۶)	برطانوی صومال	۷ لاکھ ۶۰ ہزار
(۴۷)	فرانسیسی صومال	تین لاکھ ۴۴ ہزار
(۴۸)	سابقہ اطالوی صومال	بارہ لاکھ اسی ہزار
(۴۹)	ابریٹریا	پانچ لاکھ ۹۰ ہزار
(۵۰)	حبش	پچاس لاکھ

(۱۵) یوگنا نڈا (برطانوی زیرحمایت) گیارہ لاکھ

میزان = ۱۲ کروڑ ایک لاکھ ۳۱ ہزار

یورپ

(۱) البانیا	آٹھ لاکھ ۵۰ ہزار
(۲) یوگوسلاویہ	پندرہ لاکھ ۳۵ ہزار
(۳) بلغاریہ	۹ لاکھ ۵۴ ہزار
(۴) رومانیہ	دو لاکھ ستر ہزار
(۵) دیگر ممالک (یورپی ترکی اور روس کے ماسوا)	تیں لاکھ ۲۰ ہزار
(۶) قبرص	ستر ہزار
(۷) ریوڈس	سولہ ہزار
(۸) یونان	دو لاکھ

میزان = بیالیس لاکھ ۵۶ ہزار

امریکہ

(۱) شمالی امریکہ	دو لاکھ ستر ہزار
(۲) جنوبی امریکہ	چھ لاکھ
(۳) جزائر غلپائن۔ اسٹریلیا اور اوشیانا	۱۲ لاکھ

میزان = بیس لاکھ ستر ہزار

صدر میزان = اکاون کروڑ ۲ لاکھ انیس ہزار

ان اعداد کی رو سے جو محصلہ مواد کی بنا پر احتیاط سے مرتب کئے گئے ہیں۔ دنیا میں مسلمانوں کی آبادی کی مجموعی تعداد اکاون اور باون کروڑ کے درمیان قرار پائی ہے۔

لیکن جیسا کہ واضح کیا جا چکا ہے متعدد اسلامی علاقوں کی نسبت عصری اعداد موجود نہیں ہیں۔ اسی لئے اس تخفیف میں تصحیح و اضافہ کی گنجائش ہے۔

جو مذہب دس سال کے محدود عرصے میں دس لاکھ مربع میل رقبہ پر پھیل سکتا ہو۔ اور جو اب بھی خصوصاً برّ اعظم افریقہ میں بڑی تیزی سے پھیل رہا ہو۔ اس کے پیروؤں کی حقیقی تعداد اس تخمینہ سے یقیناً زیادہ ہوگی

صدر دفتر دار العلوم حرم صولتیہ (مکہ معظمہ) اور ماہنامہ ندائے حرم

بعض احباب کو دفتر میں پہنچنے کے لئے دشواریاں پیش آتی ہیں وہ صدر دفتر کے پتہ میں جمشید کوارٹر پڑھ کر جمشید روڈ (متصل مارٹن روڈ) کے سرکاری کوارٹروں میں پہنچ جاتے ہیں یا گاڑی اور رکشا والے زیادہ کرایہ وصول کرنے کی غرض سے قصداً ان کو وہاں پہنچا دیتے ہیں جس سے زیرباری کے علاوہ تضیع اوقات اور تکلیف بھی ہوتی ہے جس کا ہمیں بہت افسوس ہے، حالانکہ یہ جمشید کوارٹر سرکاری کوارٹر نہیں ہیں بلکہ اس علاقہ کا نام ہے۔ جو بندر روڈ ایکسٹینشن (حال محمد علی جناح روڈ) اور سولجر بازار کے درمیان پارسی کالونی سے متصل واقع ہے۔ بندر روڈ ایکسٹینشن پر نمائش کے میدان کے قریب جیم خانہ (کھیل کا میدان) ہے جہاں اس مرتبہ نماز عید الفطر ہوئی تھی، اسی میدان کے بالکل سامنے مرزا قلیچ بیگ روڈ ہے۔ (سڑک کے بورڈ پر "مرزا کلیچ بیگ روڈ" لکھا ہے۔ اس مرزا کلیچ بیگ روڈ کی کوٹھی نمبر ۱۱۴ کے پھاٹک پر صدر دفتر اور ماہنامہ "ندائے حرم" کا بورڈ لگا ہوا ہے۔ سولجر بازار سے بھی یہ جگہ بالکل قریب ہے۔ سولجر بازار ٹرام کے آخری اسٹیشن سے جو پہلا اسٹیشن ہے اس سے بمشکل دو منٹ کا راستہ ہے۔ احباب نوٹ فرمائیں تو انشاء اللہ تلاش میں دقت نہ ہوگی۔

اسلامی اقتدار اور اسلامی تمدن کے اثرات و نتائج

(از مولوی ابوالحسن علی صاحب لکھنوی)

(۱۴)

دین اور اہل دین کی محبت کا یہ حال تھا کہ جب حجاج کا یہ قافلہ جو سات سو آدمیوں پر مشتمل تھا مکہ معظمہ سے واپسی میں مرشد آباد کے قریب دیوان غلام مرتضیٰ صاحب کے دولت خانہ پر مقیم ہوا تو دیوان صاحب نے بھرے بازار میں اعلان کر دیا کہ سید صاحبؒ کے قافلہ کا جو آدمی اس بازار سے کچھ خریدے یا کسی دستکار سے کام لے تو اس کی قیمت و اجرت میرے ذمے ہے۔ سید صاحبؒ نے ان کو سمجھایا کہ آپ اس قدر زیر بار کیوں ہوتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ کسی مسلمان کے گھر کوئی حاجی آجاتا ہے۔ تو اس کی بڑی سرفرازی ہوتی ہے۔ میں اپنی قسمت پر جو کچھ ناز کروں کم ہے کہ اتنے حجاج نے مجھے سرفراز فرمایا۔[1]

پھر جب سید صاحبؒ نے مسلمانوں کو جہاد کی دعوت دی تو مسلمانوں نے گرمجوشی کے ساتھ قبول کیا۔ کاشت کار ہل چھوڑ کر۔ تاجر دکانیں بند کر کے، ملازم اپنے آقا کو سلام کر کے۔ امراء اپنے محلوں سے نکل کر۔ علماء و مشائخ مسند درس و ارشاد چھوڑ کر ساتھ ہوگئے۔ اور کسی نے پلٹ کر اپنے گھر کو نہ دیکھا۔ یہاں تک کہ ان سرفروشوں کی آخری جماعت نے بالاکوٹ کی تنگ اور سنگلاخ گھاٹی میں ان پتھروں اور چٹانوں کے درمیان (جن میں مسافر کا چلنا بھی آسان نہیں) اپنے سے دس گنا حریف کے مقابلے میں جان دی اور مرتے مرتے بھی گھر کو یاد نہ کیا۔

یہ ساری تفصیل اس لئے کی گئی ہے کہ اس کا اندازہ کیا جائے کہ مسلمانوں کے برائے نام اقتدار کے بالکل آخری دور میں اور ان کے تنزل و انحطاط کے شباب کے زمانہ میں بھی لیکن مغربی استیلاء و تغلب کے عہد سے پہلے مسلمانوں میں کتنی دینی طلب اور قدر اور کس قدر دین کا ذوق و احساس اور کس قدر عالی ہمتی اور بلند حوصلگی تھی۔

انگریزی عملداری کے ابتدائی دور میں بھی جب کہ مغربی تہذیب و تعلیم اور اخلاق و سیاست کا اثر ہندوستان کی عام زندگی پر نہیں پڑا تھا۔ پچھلے دور کے اثرات موجود تھے اگرچہ ان کا دم واپسین تھا۔ اور حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۰۸ھ - ۱۳۱۳ھ) جیسے بزرگ جنھوں نے دونوں دور اپنی آنکھوں سے دیکھے تھے اپنے زمانہ کی دینی ویرانی پر حسرت کرتے تھے۔

---

[1] منظورۃ السعداء، از مولوی سید جعفر علی نقوی (م ۱۲۸۰ھ)

اور بہت درد سے فرماتے تھے ؏

وہ جو بیچتے تھے دوائے دل وہ دکان اپنی بڑھا گئے

لیکن اگرچہ بادِ خزاں چلنے لگی تھی مگر خزاں کا دَور دورہ نہیں ہوا تھا۔ خدا طلبی کا ذوق موجود تھا۔ اہل اللہ سے تعلق اور اصلاح و تربیت زندگی کا ایک ضروری شعبہ سمجھا جاتا تھا۔ اہلِ علم اور اہلِ دین کو چھوڑ کر عام کاروباری مسلمان اور دنیا دار اُمرا بھی اس خیال سے خالی اور اس شوق سے محروم نہ تھے[1]۔ بڑے بڑے مرکزی شہروں کو چھوڑ کر چھوٹے چھوٹے قصبات اور گاؤں میں بھی خدا کی طرف بلانے والے اور اللہ کا نام سکھانے والے مسلمانوں کی آبادیاں اور شہروں قصبوں اور دیہاتوں میں اس طرح تسلسل کے ساتھ پائے جاتے تھے کہ مشکل سے کوئی کور دہ ان کے وجود سے خالی ہوگا۔ آج سے تیس چالیس برس پہلے کے ہندستان پر نظر ڈالئے یا معمر بزرگوں سے سنئے ملک کے ایک گوشہ سے دوسرے گوشہ تک چراغوں کی ایک قطار نظر آئے گی۔ رفتہ رفتہ یہ چراغ سحر ایک ایک کرکے بجھنے شروع ہوئے

[1] نواب کلب علی خاں والیٔ رام پور کے حال میں مولانا حکیم سید عبدالحی صاحب مرحوم تذکرۂ گل رعنا کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:۔

"دینداری کی حیثیت سے دیکھو تو اس میں شان بے مثالی تھی، نماز، روزہ کے پابند، ذکر و شغل کے عادی، زکوٰۃ باقاعدہ ادا کرتے۔ حج کا سفر جس دھوم دھام سے کیا ہے۔ اس کو زمانہ جانتا ہے۔ دلی سے حضرت شاہ احمد سعید رحمۃ اللہ علیہ کو تشریف لانے کی تکلیف دی۔ وہ خود تشریف نہیں لائے مگر اپنے فرزند ارجمند مظہر شریعت و طریقت حضرت شاہ عبدالرشید علیہ الرحمۃ کو بھیج دیا۔ ان کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ ان کی تشریف بری کے بعد مرتے دم تک مولانا ارشاد حسین خلیفۂ حضرت ممدوح سے اذکار و اشغال کا ورد کرتے رہے۔

حکیم عبدالعلی مرحوم فرماتے تھے کہ مرض الموت میں ایک دن مجھ سے فرمایا کہ تم پر میرے جس قدر حقوق ہیں وہ تم جانتے ہو اور میں بھی اس بات کو سمجھتا ہوں کہ تم جس قدر محبت و محنت سے میرا علاج کر رہے ہو مگر جب وقت آجاتا ہے کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی۔ اس لئے تم سے صرف ایک کام متعلق کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ جس وقت تم کو یہ معلوم ہوجائے کہ میں اب جانبر نہ ہوسکوں گا، مجھے فوراً مطلع کردو، وہ فرماتے تھے کہ میں اس بات کو سن کر سناٹے میں آگیا اور سوچنے لگا کہ میں اس فرض کو کیونکر ادا کرسکتا ہوں۔ نواب مجھ کو فکر مند دیکھ کر سمجھ گئے اور مجھ سے دوبارہ تاکید کی، جب وقت آیا میں نے بار بار قصد کیا، مگر زبان ہلتی نہ تھی۔ خدا جانے کیونکر ان سے کہا یا وہ خود سمجھ گئے۔ حکم ہوا کہ مولانا ارشاد حسین کو بلاؤ وہ تشریف لائے تو لوگوں کو باہر جانے کا اشارہ کیا اور ان سے فرمایا کہ یہ وقت آپ کی ہمت اور توجہ کا ہے یہ کہہ کر دونوں مراقب ہوگئے۔ اور اسی حالت میں روح نے جسد عنصری سے مفارقت کی۔" (گل رعنا صفحہ ۴۰۲)

نواب مغفور کے معاصرین اور ہم طبقہ جماعت میں متعدد ایسے دیندار رئیس ملیں گے جن کے حالات اس زمانہ کے دینداروں کے لئے قابل رشک ہیں۔ اہلِ امارت و وجاہت میں بکثرت ایسے لوگ موجود تھے جن کو دین سے اور اہلِ دین سے خاص تعلق تھا۔ نواب مصطفےٰ خاں شیفتہ کے (جن کی شہرت ایک سخن فہم و سخن شناس کی حیثیت سے ہے) تذکرہ میں مصنف گل رعنا لکھتے ہیں:۔

دیئے سے زیادہ جلنا تو عرصہ سے موقوف ہوگیا تھا۔ یہ رہے سہے دیئے بھی گل ہوگئے۔ موسم نے رفتہ رفتہ پورا اثر کیا، فصل خزاں میں درختوں کو ہلاتے اور سوکھے پتے گراتے کس نے دیکھا ہے لیکن موسم اور ہوا کی تاثیر ہے کہ پتے اور پھول سوکھ کر خود جھڑ جاتے ہیں۔ انگریزی عملداری کی طرف سے کبھی یہ اعلان نہیں ہوا کہ خانقاہیں بند کردی جائیں اور اصلاح و ارشاد کی بساط تہ کر دی جائے، اس کے برعکس اس زمانہ میں سفر کی بڑی سہولتیں پیدا ہوگئیں۔ اور دور دراز کے مقامات پر پہنچنا پہلے سے بہت آسان ہوگیا۔ مگر دلوں سے وہ طلب اور شوق ہی نکل گیا جو سمرقند و بخارا سے طالبین کو پیادہ پا دلی لایا کرتا تھا اس نے اس درخت پر تیشہ کبھی نہیں چلایا۔ اور اس کو کبھی آگ نہیں دی مگر جڑ کو پانی نہ پہنچنے اور موافق ہوا اور فضا نہ پانے کی وجہ سے اس کی شاخیں خود سوکھتی چلی جارہی ہیں، اور پھلنا پھولنا اس نے عرصے سے چھوڑ دیا ہے[1]۔

"دنیاداروں کو دیندار بنانے والوں کے گھروں میں زمانے کے انقلاب اور مغربی تہذیب و تعلیم کے اثر سے دنیاداری آنی شروع ہوئی، دین کی عظمت اور وقعت دوسروں سے پہلے ان کے دلوں سے نکلنے لگی، اعتماد و توکل کی جگہ شک و اندیشہ نے لی، مستقبل کا ہراس دلوں پر طاری ہوگیا، خدا کی صفات پر پورا یقین نہ رہا، علم کلام میں اب بھی پڑھا اور پڑھایا جاتا ہے کہ خدا کی صفات قدیم (ابدی اور ازلی) ہیں لیکن علماء اور مشائخ کے خاندانوں میں یہ علم بالکل نظری ہے یا صفت رازق کو اس سے مستثنیٰ سمجھ لیا گیا ہے۔

زندگی میں خدا طلبی کا کوئی خانہ اور چھوٹے سے چھوٹا گوشہ بھی نہیں رہا۔ قلب و روح کی جگہ بھی معدہ اور شکم نے پُر کردی، زندگی کی تمام بلند اور لطیف حقیقتیں اوجھل ہوگئیں اب مدت سے ہاتف غیب کی زبان پر ہے ؎

نہ ڈھونڈھ اہل دل کو اب کہ جوشِ قلزمِ فنا
متاعِ درد جن میں تھی وہ کشتیاں ڈبو چکا

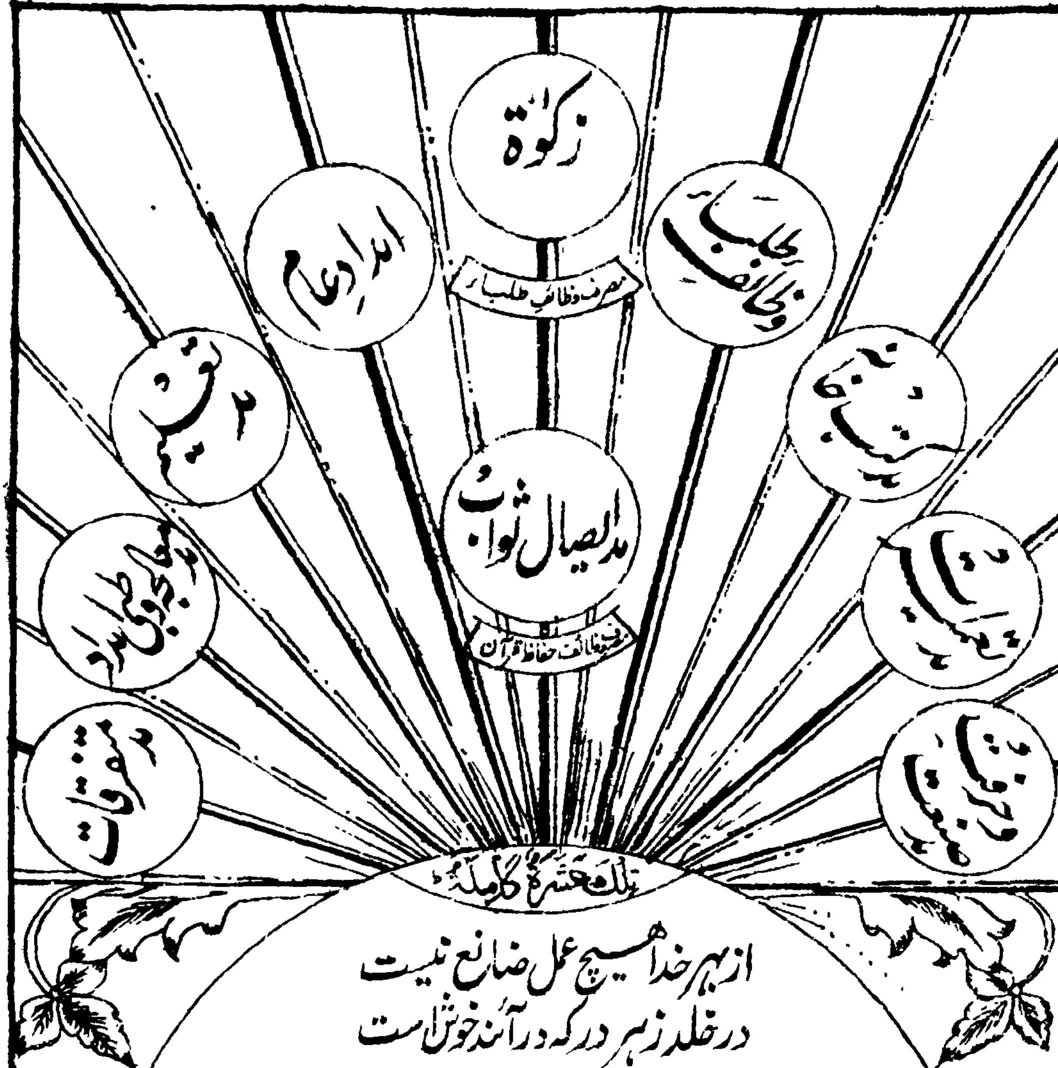
(باقی)

نوٹ:۔ مولانا ابوالحسن علی صاحب کے ان مضامین کو اگر آپ کتابی شکل میں ملاحظہ فرمانا چاہیں تو مولانا موصوف کی کتاب "مسلمانوں کے تنزل سے دنیا کو کیا نقصان پہنچا" مکتبۂ اسلام گوئن روڈ لکھنؤ سے طلب فرمائیں قیمت مجلد ... صفحات ۳۰۰ تقطیع ۲۰×۳۰/۱۶

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۱) "نواب دیندار اور مذہبی آدمی تھے، جوانی میں مولانا شاہ اسحٰق محدث کے ہاتھ پر بیعت کی تھی، وہ ہندوستان سے ہجرت فرما گئے صحبت میسر نہیں ہوئی، پھر جب خدا کی توفیق نے رہبری کی، حضرت شاہ عبدالغنی محدثؒ سے تجدید بیعت کر کے حلقۂ مشائخ میں داخل ہوگئے، اس لحاظ سے وہ دنیا و دین و عقبیٰ بردو کے صحیح مصداق تھے۔" (گل رعنا صفحہ ۳۲۹)

نزہۃ الخواطر کی آٹھویں جلد دیکھی جائے تو اس کی بکثرت مثالیں ملیں گی۔ ۱۲

[1] مولانا عبدالحق صاحب خیرآبادی کے ایک شاگرد راوی ہیں کہ مولانا نے ایک روز درس بند کردیا۔ اور بزرگان دین کے حالات بیان کرنے شروع کئے۔ پھر بڑے درد اور استعجاب سے فرمایا کہ ہماری یاد میں گاؤں گاؤں قصبہ قصبہ میں مردان خدا موجود تھے خدا جانے کہ اس حکومت میں کیا ہوا اچھی کہ دیکھتے دیکھتے سب جگہیں سونی ہوگئیں۔ وہ لوگ خدا جانے کس دنیا میں چلے گئے بعض اہل دل کو کہتے سنا گیا ؎ وہ صورتیں الٰہی کس ملک بستیاں ہیں ✽ دیکھنے کو جن کے آنکھیں ترستیاں ہیں۔ اور کسی دردمند کو ایسے مقامات اور مرکز کو ویران دیکھ کر یہی مرثیہ خواں دیکھا گیا ؎ صحن چمن سے ہو اور خار اُڑتی ہے خاک چاروسو ✽ کیا ہوئیں اگلی رونقیں ہائے یہ کیا ہوا اچھی۔"



دار العلوم حرم صولتیہ مکہ معظمہ مختلف امور خیر کا مجموعہ ہے اور ہر نیک کام اپنی جگہ نیکی ہے۔ مگر اس وعدہ پر یقین رکھئے کہ مکہ معظمہ کی ایک نیکی لاکھ نیکیوں کے برابر ہے ـــــ دار العلوم حرم صولتیہ کی ان مدات میں سے جس مد کو آپ مفید اور ضروری سمجھیں اس کی ترقی کے لئے اپنی گرامی توجہ مبذول فرمائیے تاکہ خدا کے گھر میں کعبہ کے زیر سایہ آپ کا یہ چھتر سالہ کار خیر آپ کی نیکیوں کا بہترین نتیجہ پیدا کر سکے۔

لاکھ میں ایک ہی لے لاکھ نہ دے ایک تو دے — ایک کے بدلے میں دے لاکھ خدائے اکبر
حد سے باہر نہیں اس ایک کے بدلے اِک لاکھ — دین کا مدرسہ ہے حد حرم کے اندر

جو یہاں جمع کیا وہ یہیں برباد ہوا
جو دیا نام خدا جمع ہے اللہ کے گھر

توشۂ آخرت

دار العُلوم حرم

کے ایک قدیم اور مخلص کارکن کی رحلت

یہ پر ملال خبر قارئین " ندائے حرم " کے لئے یقیناً باعث رنج و ملال ہوگی کہ دار العلوم حرم کے ایک مخلص اور دیرینہ کارکن " شیخ مختار بن عثمان مخدوم " نے یکم رمضان ۱۳۶۷ھ کو عین اذان صبح کے وقت ۸۱ سال کی عمر میں بعارضہ فالج انتقال کیا ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

مرحوم ۱۲۱۶ھ میں مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے ۔ والدین بخاری الاصل اور سمرقند کے رہنے والے تھے : شوق حرم نے ہجرت پر مجبور کیا ۔ مکہ معظمہ پہنچ کر خدمت علم میں مصروف رہے اور بالآخر پیوند زمین حرم ہوئے ۔

شیخ مختار مرحوم آٹھ سال کی عمر میں مدرسہ میں داخل ہوئے اور شیخ القراء حضرت قاری عبد اللہ صاحب مرحوم صدر شعبہ قرآن و تجوید دار العلوم حرم کی خدمت و تلمذ کا شرف حاصل کیا اور حفظ کلام اللہ و تحصیل تجوید و علم قرأت کے بعد علوم عربیہ و دینیہ کی سند تکمیل حاصل کی ۔

تکمیل تعلیم کے بعد خدمت علم کو دیگر مشاغل و اسباب معیشت پر ترجیح دی اور مدرسہ صولتیہ کے شعبہ ابتدائی میں عرصہ تک علوم عربیہ کے مدرس رہے ان کے اخلاص علمی اور تعلیمی قابلیت نے ان کے لئے ترقی کی راہیں کھول دیں اور کچھ عرصہ کے بعد وہ شعبہ ثانوی میں استاذ علوم عربیہ مقرر ہوئے چند سال کے بعد مفتش (نگراں) شعبہ عالی و ثانوی کی حیثیت سے ترقی کی اور اسی عہدہ سے وفات پائی ۔ ان دونوں اہم شعبوں کی نگرانی اور اداری خدمت کے ساتھ تعلیم و تدریس کا سلسلہ برابر جاری رہا ۔ مرحوم کئی سال تک شعبہ عالی و ثانوی کی طرف سے دار العلوم حرم کی " مجلس ادارة " کے رکن اور منتخب ممبر بھی رہے ۔

مرحوم کو خصوصیت کے ساتھ علوم عربیہ کی تدریس کا خاص ملکہ تھا علم نحو و صرف کے ساتھ فقہ سے جو مناسبت تھی اس سے موجودہ طبقۂ علماء میں اُن کو ایک ممتاز حیثیت حاصل تھی ۔

مرحوم نے تقریباً ۶۰ سال " مدرسہ صولتیہ " کی خدمت کی ، اس طویل عرصہ میں انہوں نے ہمیشہ مدرسہ کی خدمت کو ہر چیز پر مقدم رکھا ۔ مدرسہ کی ترقی اور نیکنامی ان کی زندگی کا نصب العین تھا کئی مرتبہ ان کو حکومت حجاز کے محکمۂ شرعیہ کے اہم عہدے پیش کئے گئے حکومت کے مدارس میں ان کو گرانقدر مشاہرات کی ترغیب دی گئی مگر مرحوم نے ہمیشہ مدرسہ کے محدود مشاہرہ اور خدمت علم کو مسند قضاۃ پر ترجیح دی اور مدرسہ کی بوریہ نشینی کے مقابلہ میں ان جلیل القدر مناصب و عہدوں کو ہمیشہ حقارت کی نظر سے دیکھا ۔ مرحوم کی یہ شان اور خودداری انکے کمال نفس اور وضعداری کا ایک ادنیٰ نمونہ ہے ۔

حجاز میں انقلاب ۱۳۴۳ھ کے دورِ ابتلاء میں مکہ معظمہ کے ہزاروں باشندے ، اکابر علماء اور مدرسہ کے اکثر طلباء و مدرسین منتشر ہوگئے مگر شیخ مختار مرحوم نے باوجود ان تمام مصائب کے مدرسہ کی قلیل تنخواہ پر صبر و قناعت کی اور حضرت ناظم اول مولانا محمد سعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور چند باہمت کارکنان دار العلوم حرم کے شریک حال رہے اور استقلال و پامردی کے ساتھ خوفناک صورت حال کا مقابلہ کرتے ہوئے مشغول تدریس رہے ۔

مرحوم نے سخت سے سخت وقت میں بھی دار العلوم حرم کی خدمت سے گریز اور کوتاہی نہیں کی ۔

خادمان و کارکنان دار العلوم حرم کے لئے شیخ مختار مرحوم کی وفات ایک ایسا المناک حادثہ ہے جو مدرسہ کی تاریخ میں کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا دعا ہے کہ رب العزت ان کی روح کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور دار العلوم حرم کو ان کا نعم البدل اور ان کے اعزہ کو صبر جمیل عطا فرمائے ۔

رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃ

اللہ کے کلام کی بے ادبی

ایک دردمند مسلمان کے تاثرات

ہمیں افسوس ہے کہ موصوف کے نام کا پرچہ نہیں مل سکا۔ اس لئے بغیر نام کے سطور ذیل شائع ہو رہی ہیں۔ جو تبصرہ کی محتاج نہیں ہیں۔ (مدیر)

جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے۔ قرآن پاک کو ردی اخباری کاغذ پر چھپتے فروخت ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ مسلمان اور غیر مسلم یہ ناجائز تجارت کب سے کر رہے ہیں۔ مگر دس کروڑ مسلمانوں میں بے حساب علماء اس کو زمانۂ قدیم سے دیکھ رہے ہیں۔ آج تک کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ اس کے خلاف آواز اٹھاتا۔ ان کو سیاست سے فرصت کہاں؟ ایک بچے کو صرف قاعدہ پڑھانے کے لئے کم سے کم آٹھ خریدنے پڑیں گے؟ اس کے بعد سپارہ شروع ہوتا ہے۔ حساب لگانا مشکل ہے کہ کتنا نقصان ہوتا ہے۔ اور کئی پارے ایک بچے کیلئے خریدنے پڑتے ہیں۔

اب حکومتِ پاکستان وجود میں آچکی ہے۔ اور ہمیں حق ہے کہ اس سے مطالبہ کریں کہ قرآن پاک کی حفاظت کے لئے مندرجہ ذیل قدم اٹھائے:-

۱۔ بغیر لائسنس ہندوستان اور پاکستان میں کسی پریس کو قرآن پاک چھاپنے کی اجازت نہ ہو۔

۲۔ ولایت سے نمونہ منگا کر حکومت ایک عمدہ کاغذ مقرر کر دے۔ جو بالکل کپڑے کی طرح ہو۔

۳۔ پریس کو یہ کاغذ منگانے میں دشواری ہو تو حکومت خود مہیا کر دے۔

۴۔ اس کاغذ کے علاوہ کسی دوسرے کاغذ پر قرآن، قاعدے اور پارے چھاپنے کی اجازت نہ ہو۔

۵۔ جب والدین اپنے بچوں کی تعلیم کے لئے ایک قسم کے کئی کئی قاعدے اور پارے خرید سکتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ایک عمدہ سپارہ یا قرآن شریف نہ خرید سکیں۔ ہدیہ کم سے کم ہو جو پاکستان گورنمنٹ خود مقرر کرے۔

دار العلوم حرم صولتیہ (مکۃ معظمہ) کا کاغذی نقیب

ندائے حرم :- مرکز اسلام میں آپ کی مشترکہ قومی یادگار دار العلوم حرم صولتیہ مکۃ معظمہ کا ترجمان۔ حرم مقدس کی ایک آواز اور خدا کے گھر کا ایک علمی سفیر ہے جو سال بھر میں تقریباً پانچسو صفحات کے علمی تبلیغی تاریخی اسلامی اور اصلاحی مضامین پیش کرتا ہے۔

ندائے حرم آپ سے اپیل کرتا ہے کہ آپ اس کی ترقی و بقا کے لئے اس کی سرپرستی و خریداری قبول فرمائیں۔

ندائے حرم :- توسیع اشاعت کے لئے اپنے حلقۂ احباب میں کوشش فرمائیں۔ آپ کی ادنیٰ توجہ اس کو اس کے تجویزہ بلند معیار تک پہنچا سکتی ہے۔

ندائے حرم :- کسی کی ذاتی ملک یا تجارتی رسالہ نہیں اور نہ اس کو دیگر اشتہاری رسائل کی طرح منافع کی امید ہے

ندائے حرم کا مطالعہ بالخصوص عازمین حج کے لئے ضروری ہے۔ کیونکہ :-

ندائے حرم :- میں حکومت کے جملہ اعلانات بابت حج و جہاز رانی اور حجاج کے لئے ضروری و مفید ہدایات وغیرہ پابندی کے ساتھ شائع ہوا کرتی ہیں۔

ندائے حرم :- کو جو تعلق بالراست مرکز اسلام، مہبط وحی اور مولد رحمۃ اللعالمین سے ہے وہ پاکستان و ہندوستان کے دوسرے مجلات و اخبارات کو میسر نہیں اور یہ تعلق خود اس کی حیثیت پر گواہ ہے۔

اس لئے

ندائے حرم :- کی خریداری اور اس کے مقاصد میں تعاون کرنا ایک لاکھ نیکیوں کے برابر اور ہم خرما و ہم ثواب کا صحیح مصداق ہے

ندائے حرم :- کا ---- بدل اشتراک

تین روپے سالانہ، بیرون پاکستان و ہندوستان سے لہ، شلنگ یا پانچ روپیہ ---- نمونہ مفت

ترسیل زر کا پتہ :-

معتمد عمومی صدر دفتر دار العلوم حرم صولتیہ (مکۃ معظمہ) صولتیہ منزل ۱۷۴ مرزا قلیچ بیگ روڈ جمشید کوارٹر کراچی ۳

موجِ کوثر

بابت ماہ ذیقعدہ ۱۳۶۷ھ

اپنے جاننے والے عزیزوں۔ دوستوں اور بزرگوں کو یاد رکھئے تاکہ آنے والے آپ کو یاد رکھیں۔ اپنے خاندان کے مرحومین کے لئے کعبہ کے زیر سایہ ایصال ثواب کرایئے۔ یاد رکھئے کہ مکہ معظمہ میں ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ نیکیوں کے برابر ہے جو روپیہ آپ اپنے ملک میں خرچ کرتے ہیں اس کو مکہ معظمہ میں خرچ کرکے ایک لاکھ گنا ثواب حاصل کیجئے +

اس مد کی آمدنی وظائف حفاظ میں صرف کی جاتی ہے

نمبر شمار	ایصال ثواب	مرسل رقم	رقم
۱	برائے ایصال ثواب والدین مرحومین	محترمہ اہلیہ صاحبہ منشی محمد اسحٰق صاحب بتوسط جناب حاجی طفیل احمد صاحب کراچی	للعہ ۱۲/
۲	بروح پاک سرور عالم صلعم، بروح والدین مرحومین، برادر احمد اللہ خاں مرحوم، بہن مرحومہ، زوجہ مرحومہ	جناب حاجی عبد اللطیف خاں صاحب شاہجہانپور	۳۵ ؎
۳	حسب نیت معطی	جناب سید اقبال محمد شاہ صاحب بتوسط جناب حاجی طفیل احمد صاحب کراچی	عہ/
۴	بروح والدین مرحومین	محترمہ فردوس بیگم صاحبہ سکھری	عہ ۲/
۵	بروح آفتاب بیگم صاحبہ مرحومہ	جناب حاجی نذر حسین صاحب مرادآباد	عہ ۱/
		میزان کل	۱۸۱ ؎/

صحیفہ سعادت

معاونین کرام اور محسنوں کے اسمائے گرامی

فہرست رقوم عطیات و امداد دار العلوم حرم صولتیہ مکہ معظمہ صولتیہ منزل ۱۱۲ مرزا قلیچ بیگ روڈ جمشید کوارٹر کراچی ۳

بابت ماہ ذیقعدہ ۱۳۶۷ھ

اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ ہر مہینہ کی فہرست اسماءِ معاونین کرام کی اشاعت دوسرے ماہ کے نمبر میں ہوا کرے گی مندرجہ تفصیلات میں اگر کوئی غلطی ہو تو براہ کرم دفتر کو مطلع فرمایئے۔ باعث شکر گزاری ہوگا۔

نمبر شمار	نمبر رسید جلد	نام نامی	رقم	مد
۱	رسید جلد ۲۱ ۵۱	بعض اہل خیر جزاہم اللہ تعالیٰ از کانپور بتوسط حبیب کراچی	الـــہ/	زکوٰۃ
۲	۵۲ ″	جناب عنایت اللہ صاحب لودھراں ضلع ملتان	عــہ/	″
۳	۵۳ ″	″ حکیم محمد اشفاق الحسین صاحب بریلی	عــہ/	″
۴	۵۴ ″	″ مولوی محمد سمیع اللہ صاحب بتوسط ایس جے اینڈ جی فضل الٰہی صاحب کراچی	سار/	وظائف طلبہ (ایتام)
۵	۵۵ ″	″ حاجی عبد الرشید صاحب معرفت حاجی عبد اللہ صاحب ″	صــہ/	وظائف طلبا
۶	۵۶ ″	″ شیخ محمد افضل صاحب کوٹ سماہہ	عــہ/	امداد عام
۷	۵۷ ″	″ محمد ضیاء الحق چشتی کراچی	عار/	″
۸	۵۸ ″	″ حافظ محمد ہاشم صاحب فیض آباد	ما/	″
۹	۵۹ ″	″ جناب حاجی قدرت اللہ خانصاحب بعض اہل خیر حضرات آگرہ	للعــہ/	للعہ مساکین (طلبہ) عسہ
۱۰	۶۰ ″	″ جناب عبد الوحید صاحب بسڑا	عــہ/	زکوٰۃ (نظر)
۱۱	۶۱ ″	″ محترمہ شافعہ بیگم صاحبہ اعظم گڈھ	عــہ/	وظائف طلبا
۱۲	۶۲ ″	″ شمس الدین احمد صاحب فاروقی شکیم گڑھ	عــہ/	امداد عام
۱۳	۶۳ ″	جناب غلام مصطفےٰ صاحب بریلی	معہ/	″
۱۴	۶۴ ″	جناب الحاج کیپٹن غلام محمد صاحب بہاولپور	معہ/	″
۱۵	۶۵ ″	محترمہ اہلیہ صاحبہ منشی محمد اسحٰق صاحب بتوسط جناب حاجی طفیل احمد صاحب کراچی	للعــہ/	ایصال ثواب
۱۶	۶۶ ″	جناب مفتی محمد مشتاق صاحب بہاولپور	۱۲۲ ماعــہ/ ۸/	کتب خانہ

نمبر شمار	نمبر رسید جلد	نام نامی	رقم	مد
۱۷	رسید جلد ۲۱ ۶۷	جناب محمد جمیل الدین شاہ صاحب سیوہارہ	عــہ/	زکوٰۃ
۱۸	۶۸ ″	″ حاجی عبد اللطیف خاں صاحب شاہجہانپور	صــہ/	زکوٰۃ عـہ ایصال ثواب صــہ/
۱۹	۶۹ ″	″ اللہ دتا صاحب صــہ/. حبیب احمد صاحب صــہ/ بھاگووالا	عــہ/	زکوٰۃ
۲۰	۷۰ ″	″ سید اقبال محمد شاہ صاحب بتوسط جناب حاجی طفیل احمد صاحب کراچی	لعہ/	زکوٰۃ معہ/ ایصال ثواب عار/
۲۱	۷۱ ″	جناب محمد عبد الشکور محمد عبد الرحمٰن صاحبان سرسلہ		
		″ حاجی شیخ منشی محمد عبد الغفور صاحب تاجر دہلی فیروز آباد	۱۱/	زکوٰۃ
۲۲	۷۲ ″	جناب حاجی شیخ محمد عبد الغفور صاحب قادری	۱۸/	″
۲۳	۷۳ ″	جناب منشی نور محمد صاحب موضع کھونیا	عــہ/	امداد عام
۲۴	۷۴ ″	″ عبید الکریم صاحب عــہ/ و اہلیہ صاحبہ مرحوم عــہ/ موضع اسرفی	۶/	زکوٰۃ عــہ/ امداد عام عــہ/
۲۵	۷۵ ″	″ شیخ علی احمد صاحب بتوسط جناب حبیب الرحمٰن صاحب کراچی	صــہ/	وظائف طلبا
۲۶	۷۶ ″	جناب خان بہادر محمد اسلم خاں صاحب گنڈاپور	عــہ/	امداد عام
۲۷	۷۷ ″	″ حاجی سید اظہار علی صاحب بھوپال	لعــہ/	″
۲۸	۷۸ ″	″ محمد امین خاں صاحب بتوسط خان بہادر محمد اسلم صاحب گنڈاپور	عــہ/	″

نمبر شمار	رسید و جلد	نام نامی	رقم	مد
۲۹	۷۹ جلد ۲۱	محترمہ فردوس بیگم صاحبہ سکھری	[illegible]	ایصال ثواب
۳۰	۸۰ "	جناب امیر احمد صاحب رام پور	[illegible]	زکوٰۃ
۳۱	۸۱ "	" حکیم اللہ صاحب کاسگنج	[illegible]	امداد عام
۳۲	۸۲ "	" حاجی محمد اسماعیل صاحب ز ہدپور	[illegible]	"
۳۳	۸۳ "	" ایچ عبد الغنی ایچ عبد الستار صاحبان بنارس	[illegible]	"
۳۴	۸۴ "	" لیاقت حسین خاں صاحب موضع ننہ پور	[illegible]	زکوٰۃ
۳۵	۸۵ "	محترمہ عاصمہ خاتون صاحبہ بتوسط جناب الحاج مولوی محمد امجد اللہ صاحب کیمبر گنج	[illegible]	"
۳۶	۸۶ "	جناب حاجی محمد صدیق صاحب کلکتہ	[illegible]	امداد عام
۳۷	۸۷ "	" ماسٹر عبد الرحمٰن صاحب سہارنپور	[illegible]	زکوٰۃ
۳۸	۸۸ "	" حاجی نذر حسین صاحب مراد آباد	[illegible]	ایصال ثواب
۳۹	۸۹ "	" حاجی لی محمد صاحب مرسلہ جناب شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب سہارنپور	[illegible]	امداد عام
۴۰	۹۰ "	" محمد یعقوب صاحب " " "	[illegible]	زکوٰۃ
۴۱	۹۱ "	" قمر الدین صاحب بتوسط جناب مولوی علیم اللہ صاحب مرسلہ " "	[illegible]	"
۴۲	۹۲ "	" حافظ سلامت اللہ صاحب " " "	[illegible]	"
۴۳	۹۳ "	" " امر اللہ صاحب " " "	[illegible]	امداد عام
۴۴	۹۴ "	" مولوی مقصود اللہ صاحب " "	[illegible]	"
۴۵	۹۵ "	" امین میاں صاحب بتوسط مولوی محمد یعقوب صاحب مرسلہ	[illegible]	"
۴۶	۹۶ "	" حاجی عبد الشکور صاحب بتوسط " " " "	[illegible]	"
۴۷	۹۷ "	محترمہ مرشد اللہ صاحبہ شیخ فاروق احمد صاحب بتوسط حضرت مولانا مدنی صاحب مرسلہ	[illegible]	"
۴۸	۹۸ "	جناب سید لائق علی صاحب کراچی	[illegible]	زکوٰۃ
۴۹	۹۹ "	" محمد عبد العزیز صاحب صدیقی الہ آباد	[illegible]	"
۵۰	۱۰۰ "	" حاجی عبد الغفور صاحب نجیب آباد	[illegible]	"
۵۱	۱ جلد ۲۲	حافظ عبد اللہ صاحب انصاری بتوسط جناب حافظ امداد اللہ صاحب نعمانی تبلیغی پاڑہ	[illegible]	تعلیم
۵۲	۲ "	" محمد داؤد صاحب " " " "	[illegible]	امداد عام

نمبر شمار	رسید و جلد	نام نامی	رقم	مد
۵۳	۳ جلد ۲۲	جناب محمد امیر صاحب بتوسط جناب حافظ امداد اللہ صاحب نعمانی تبلیغی پاڑہ	[illegible]	امداد عام
۵۴	۴ "	" محمود مقبول حسن صاحب " " "	[illegible]	وظائف طلبا (ایتام)
۵۵	۵ "	جناب محمد رفیع صاحب، محترمہ سجرن صاحبہ، بہادر خاں صاحب، فیض احمد صاحب، محمد ظہور صاحب، محمد شریف صاحب، عاشق حسین صاحب، کلثوم صاحبہ، ناصر الدین صاحب، نصیر الدین صاحب، محمد یوسف صاحب بتوسط جناب محمد یوسف خاں صاحب موضع مورا	[illegible]	وظائف طلبا (فطرہ)
۵۶	۶ "	میسرز محمد موسیٰ اینڈ برادرس کراچی بابت ماہ ذیقعدہ ۸۹ھ ستمبر ۶۹ء	[illegible]	امداد عام
۵۷	۷ "	جناب حاجی سبحان خاں صاحب حیدر آباد سندھ	[illegible]	زکوٰۃ
۵۸	۸ "	" گل حسن صاحب معرفت کشمیر جو بیر	[illegible]	"
۵۹	۹ "	" ایک صاحب اہل خیر جزاہم اللہ تعالیٰ	[illegible]	امداد عام
۶۰	۱۰ "	جناب حفاظت اللہ صاحب قریشی بی اے میرپور خاص سندھ	[illegible]	زکوٰۃ
۶۱	۱۱ "	" محمد ایوب صاحب جودھ پور	[illegible]	امداد
۶۲	۱۲ "	" محمد اصطفا صاحب علوی کراچی	[illegible]	زکوٰۃ
۶۳	۱۳ "	جناب اللہ دین صاحب گٹ مرچنٹ لاہور	[illegible]	امداد عام
۶۴	۱۴ "	" عبد المجید صاحب بلرام پور	[illegible]	زکوٰۃ
۶۵	۱۵ "	" حاجی محمد فہیم الدین صاحب فہیم آباد	[illegible]	"
۶۶	۱۶ "	محترمہ بیگم صاحبہ جناب حاجی محمد فہیم الدین صاحب فہیم آباد	[illegible]	"
۶۷	۱۷ "	" عصمت فہیم صاحبہ دختر " "	[illegible]	"
۶۸	۱۸ "	" روشن فہیم صاحبہ " " " " "	[illegible]	"
۶۹	۱۹ "	جناب محمد صابر عبد الکریم صاحبان بمبئی	[illegible]	امداد عام
۷۰	۲۰ "	" سلطان صاحب بتوسط جناب حاجی امام الدین صاحب سیلانوالی	[illegible]	وظائف طلبا دانیام را ابنہ و دعا خیر در برکت
۷۱	۲۱ "	جناب محمد سرور صاحب " " " "	[illegible]	" " "
۷۲	۲۲ "	" منشی محمد اکبر صاحب " " " "	[illegible]	" " "

نمبر شمار	نمبر رسید جلد	نام نامی	رقم	مد
۷۳	۲۲ / ۴۱ رسید جلد	محترمہ اللہ صاحبہ بتوسط جناب محمد صاحب سولی جی بدایوں	عدد	امداد عام
۷۴	[illegible] جلد	جناب بشیر احمد شفیق احمد صاحبان قصبہ جہانو	۵/	زکوٰۃ
۷۵	۸۱ ،،	مولوی محمد ناصر الدین صاحب رام پور	للعہ/	،،
۷۶	۸۲ ،،	جناب امام عظیم صاحب ... الہ آباد	صہ/	امداد عام
۷۷	۸۳ ،،	حاجی ڈاکٹر محمد ناز صاحب ٹانک	۵/	زکوٰۃ
۷۸	۸۴ ،،	محترمہ اہلیہ جناب مفتی محمد رضا صاحب ... آباد	صہ/	امداد عام
۷۹	۸۵ ،،	جناب صاحبزادہ محمد سعید خاں صاحب ٹانک	صہ/	،،
۸۰	۸۶ ،،	سلامت اللہ خاں صاحب و ممتاز بیگم صاحبہ فتحپور	۵/	امداد عام
۸۱	۸۷ ،،	جناب حکیم کریم بخش صاحب مرسلہ جناب شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب سہارنپور	عہ/	زکوٰۃ
۸۲	۸۸ ،،	حاجی محمد رمضان صاحب رندپور	للعہ/	،،
۸۳	۸۹ ،،	محترمہ بی بی مجیبہ صاحبہ بتوسط جناب حافظ امداد اللہ صاحب تبلیغی باڑہ	۵/	تعلیم
۸۴	۹۰ ،،	جناب سید معظم حسین صاحب امروہہ	عہ/	وظائف طلباء
۸۵	۹۱ ،،	محترمہ کلثوم بی بی صاحبہ مرسلہ جناب حاجی محمد نعیم الدین صاحب نعیم آباد	صہ/	زکوٰۃ
۸۶	۹۲ ،،	جناب حافظ لال بہادر خاں صاحب بہادر گنج	صہ/	وظائف طلباء
۸۷	۹۳ جلد ۲۹۴	جناب مستری ولی محمد صاحب بتوسط جناب مولوی محمد یعقوب صاحب مرسلہ جناب شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب سہارنپور	عہ/	امداد عام
۸۸	۹۴ ،،	نصر اللہ صاحب بتوسط جناب حافظ امداد اللہ صاحب تبلیغی باڑہ	عہ/	تعلیم
۸۹	۹۵ ،،	جناب علامت انصاری صاحب ،، ،،	صہ/	امداد عام
۹۰	۹۶ ،،	،، جمال الدین صاحب ،، ،،	عہ/	،،
۹۱	۹۷ ،،	،، محمد رضا شاہ صاحب ،، ،،	عہ/	،،
۹۲	۹۸ ،،	،، جہانگیر خاں صاحب ،، ،,	عہ/	،،

نمبر شمار	نمبر رسید جلد	نام نامی	رقم	مد
۹۳	۴۱ گمشدہ جلد ۲۹۴	جناب ماسٹر عبدالستار صاحب بتوسط جناب حافظ امداد اللہ صاحب نعمانی تبلیغی باڑہ	عہ/	تعلیم
۹۴	۹۹ ،،	جناب لال محمد صاحب انصاری ،، ،، ،،	عہ/	امداد عام
۹۵	۱۰۰ ،،	،، محمد اسحٰق صاحب ،، ،، ،،	عہ/	،،
۹۶	۱۰۱ ،،	محترمہ اقبال بیگم صاحبہ بتوسط جناب حاجی امام الدین صاحب سلانوالی	صہ	وظائف طلبا و ایتام
۹۷		بمعرفت سید وسیر احمد صاحب اشرفی بنعیر		
	۲۰۴ جلد	جناب ایس ایم شریف صاحب لاہور		
۹۸	۹ ،،	جناب حاجی فیروز الدین صاحب ،، ،، ،،	للعہ/	امداد
۹۹	۱۰ ،،	جناب اللہ بخش محمد شفیع صاحبان گوجرانوالہ	مار	زکوٰۃ
۱۰۰	۱۱ ،،	مستری چراغ دین صاحب لاہور	۵/	امداد عام
۱۰۱	۱۲ ،،	،، حاجی نور دین صاحب ،،	۵/	،،
۱۰۲	۱۹ و ۱۰ جلد ۲۹۶	چوہدری کریم بخش صاحب بسعی حاجی شاہ دین صاحب لاہور	۵	زکوٰۃ
۱۰۳	۲۰ و ۲۵ و ۲۶	،، ،، ،، ،،	للعہ/	،،
۱۰۴	۲۷ تا ۳۱ جلد ۲۹۶	جناب حاجی شاہ دین صاحب صدیقی لاہور	۵/	،،
۱۰۵	۳۲ و ۳۳ جلد ۲۹۴	جناب سید حسین شاہ صاحب لاہور	ع/	امداد عام
۱۰۶		آمدنی اشتراک ماہنامہ ندائے حرم	۵/	
		میزان کل	للعہ ۵/ ۹/	

احقر ضیاء الدین احمد عفی عنہ

معتمد عمومی

صدر دفتر دار العلوم صولتیہ (مکہ معظمہ)

صولتیہ منزل ۱۷۱ مرزا قلیچ بیگ روڈ جمشید کوارٹر - کراچی نمبر ۳

دار العلوم حرم صولتیہ (مکہ معظمہ) کے اہم اغراض و مقاصد

۱ ۔ مکہ معظمہ میں ہندوستانی طلبہ کیلئے بالخصوص اور آفاقی طلبہ کے لئے بالعموم تجوید و علم قراءت کی صحیح تعلیم کا انتظام کرنا ۔

۲ ۔ ان ہونہار شائقین علم پردیسی طلبہ کی تعلیم و قیام کا بلا معاوضہ بندوبست کرنا جو دنیائے اسلام سے تحصیل علوم اسلامیہ کے شوق میں مکہ معظمہ آتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ مرکز اسلام سے کچھ حاصل کر کے جائیں ۔

۳ ۔ مستحق و نادار طلبہ کی حوصلہ افزائی کے لئے ان کو وظائف امداد دینا ۔

۴ ۔ قابل طلبہ کی حوصلہ افزائی کر کے ان کو وظائف لیاقت دینا ۔

۵ ۔ یتیموں اور خاص طور پر مہاجرین حرم کے بچوں کی تعلیم و تربیت ۔

۶ ۔ مرکزی حیثیت سے دنیائے اسلام کے لئے مدرسہ کو جامعہ حرم یا مکہ یونیورسٹی بنانا ۔

۷ ۔ دینی تعلیم کے ساتھ صنعتی تعلیم کا انتظام اور مکمل دار الصنائع کا قیام اور اس کی مستقل عمارات بنانا ۔

۸ ۔ مدرسہ کے کتب خانہ کی مستقل عمارت تیار کرنا اور مرکزی شان کے لحاظ سے اسے وسعت دینا ۔

۹ ۔ صولتیہ دار الشفا کے ذریعہ حجاج کرام، اہل حرم اور نادار و بیکس بیماروں کے لئے مفت طبی امداد اور علاج کی سہولتیں مہیا کرنا ۔

(رجسٹرڈ ایس نمبر ۱۱۲۰)

اقبالیات

بانگِ درا: مجموعہ کلام علامہ سر محمد اقبال مرحوم۔ ہر نظم زندگی کا پیغام۔ شکوہ جواب شکوہ سب اس میں شامل ہیں قیمت بلا جلد ہے مجلد للعہ ر

بالِ جبریل: اردو کلام کا دوسرا مجموعہ، ہر نظم اور غزل نئے جذبے اور نئے ولولۂ حیات کا پیغام ہے۔ قیمت مجلد للعہ ر

ضربِ کلیم: دورِ حاضرہ کے خلاف اعلانِ جنگ، علامہ مغفور کے اردو کلام کا تیسرا مجموعہ۔ قیمت مجلد تین روپے۔

پیامِ مشرق: فارسی (در جواب شاعرِ المانوی گیٹے) مشرق بالخصوص اسلامی مشرق نے صدیوں کی مسلسل نیند کے بعد آنکھ کھولی ہے۔ یہ کتاب ہر قسم کے انقلاب میں رہنمائی کرے گی۔ قیمت مجلد للعہ

زبورِ عجم: (فارسی) قوم کے لئے پیغامِ حیات۔ قیمت للعہ

جاوید نامہ: فارسی نظموں کا مجموعہ۔ حیاتِ تازہ کا پیغام۔ قیمت مجلد عہ ر

پس چہ باید کرد اے اقوامِ مشرق: واپسیٔ افغانستان کے بعد علامہ مرحوم کے تاثرات۔ قیمت مجلد ۸ ر

ارمغانِ حجاز: علامہ مرحوم کا آخری فارسی اور اردو کلام جو وفات سے چند روز پہلے مرتب ہوا۔ قیمت مجلد للعہ

ندائے حرم کا حوالہ دینا ضروری ہے۔

ملنے کا پتہ

شیخ مبارک علی تاجر کتب اندرون لوہاری دروازہ لاہور

طابع و ناشر حافظ ضیاء الدین احمد نے مشہور آفسٹ پریس کراچی میں چھپوا کر صدر دفتر دار العلوم حرم صولتیہ (مکہ معظمہ) صولتیہ منزل ۱۱۲ مرزا قلیچ بیگ روڈ سے شائع کیا

ندائے حرم

صدر دفتر مدرسہ صولتیہ (مکہ معظمہ) کراچی کا ماہوار رسالہ

مرتبہ

ادارہ صدر دفتر

عدد		جلد ۹

ندائے حرم کا مقصد

(۱) دار العلوم حرم صولتیہ (مکۂ معظمہ) کے اغراض و مقاصد کی اشاعت اور اُس کی تکمیل کے لئے کوشش۔
(۲) دار العلوم حرم صولتیہ (مکۂ معظمہ) کے سرپرستوں اور معاونین کرام کو اس کے اہم اور ضروری حالات سے روشناس کرانا۔
(۳) مسلمانان ہند کو اسلامی دنیا کی اہم تحریکات علمی و معاشرتی جد و جہد اور علمی و فنی خدمات سے باخبر کرنا۔

ندائے حرم کا مسلک

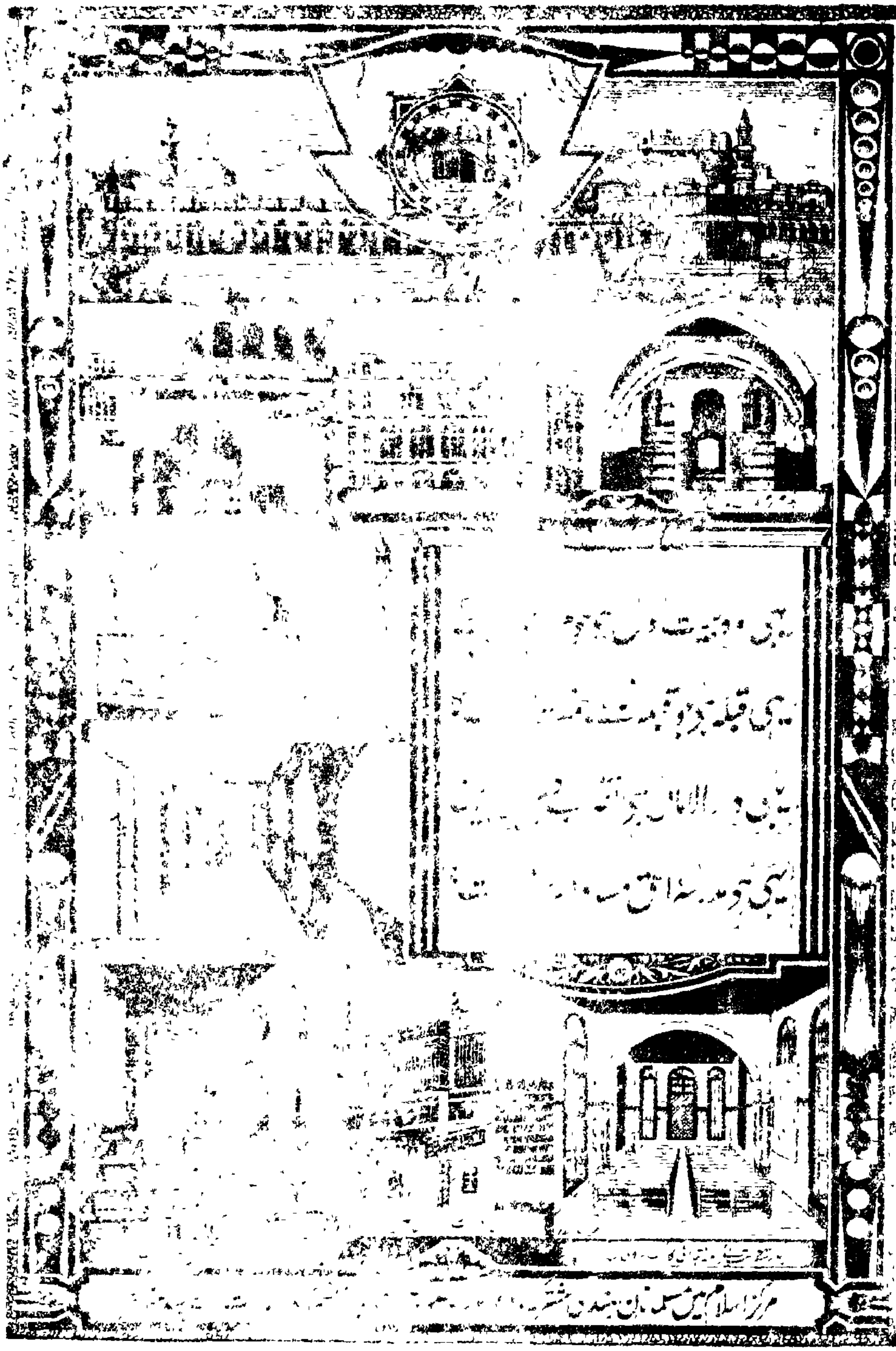
(۱) دار العلوم حرم صولتیہ (مکۂ معظمہ) کعبہ کے زیر سایہ ایک اہم مرکزی تحریک ہے، اس لئے مجلّہ ندائے حرم مرکز اسلام کی آواز ہے۔
(۲) دار العلوم حرم صولتیہ (مکۂ معظمہ) غیور و باہمت مسلمانان ہند کی خدا کے گھر میں ۹۰ سالہ مشترکہ یادگار ہے۔ اس لئے ندائے حرم کو اختلافی امور سے احتراز ہوگا۔ (۳) سیاسی معاملات اور ملکی و بین الاقوامی سیاست سے تعلق نہ ہوگا۔

ندائے حرم کے قواعد و ضوابط:۔

(۱) ندائے حرم پابندی وقت کے ساتھ ہر انگریزی ماہ کی ۱۵ تاریخ کو کم از کم ۴۰ صفحات پر شائع ہوتا ہے۔
(۲) عدم وصولی کی صورت میں ۲۵ تاریخ تک اطلاع دے کر دوسرا رسالہ طلب فرمائیں۔ اس کے بعد دفتر معذور ہوگا۔
(۳) ماہنامہ ندائے حرم دار العلوم حرم صولتیہ (مکۂ معظمہ) کے سرپرستوں اور خاص معاونین کی خدمت میں ہدیۃً بھی پیش کیا جاتا ہے۔
(۴) جواب طلب امور کے لئے محصول ڈاک آنا چاہیئے۔
(۵) اِشتِراک سالانہ تین روپیئے۔ فی پرچہ ۴ / بیرون پاکستان و ہندوستان سے ، ۱/۲ شلنگ (۸/) نمونہ مفت
(۶) رسالہ کے متعلق تمام ضروری خط و کتابت منتظم رسالہ "ندائے حرم" سے ہونی چاہیئے۔
(۷) منی آرڈر کے کوپن پر اپنا نام و پتہ معہ چیٹ نمبر صاف تحریر فرمائیے، تاکہ ارشاد کی تعمیل فوراً ہو سکے۔
(۸) اُجرتِ اشتہارات ہر حال میں پیشگی آنی چاہیئے۔

ترسیلِ زر کا پتہ

معتمد عمومی، صدر دفتر دار العلوم حرم صولتیہ (مکۂ معظمہ)، صولتیہ منزل ۱۱۲/۲ مرزا قلیچ بیگ روڈ جمشید کوارٹر کراچی ۵


مرکز اسلام میں مسلمانان ہند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

زمزم کی موج ہی نہیں بحرِ کرم ہوں میں — اے حق نیوش سُن کہ ندائے حرم ہوں میں

TELE Address: SAULATIYA Karachi SAULATIYA Mecca.

تار کا پتہ صولتیہ، کراچی صولتیہ، مکہ

ندائے حرم

مدیر مسئول: ضیاء الدین احمد

عدد (۱) بابت ماہ محرم سنہ ۱۳۶۸ھ مطابق ماہِ نومبر سنہ ۱۹۴۸ء جلد ۹

فہرست مضامین

سلام

(قمر الزمان صاحب قمر سکھر)

تمہاری امتِ نالاں سلام کہتی ہے — تمہیں یہ خاکِ پریشاں سلام کہتی ہے
نصیبِ قسمتِ گریاں سلام کہتی ہے — بے چاری قوم مسلماں سلام کہتی ہے
وفورِ غم سے پریشاں سلام کہتی ہے
سلام کہتی ہے ہاں ہاں سلام کہتی ہے

تمہاری خدمتِ عالی میں شافعِ محشر — شکستہ کشتیٔ امت کی حالتِ ابتر
دیارِ ہند کی بے کیف سی یہ شام و سحر — خزاں رسیدہ چمن کی ہوائے خاک بسر
مچل کے خاک بداماں سلام کہتی ہے
سلام کہتی ہے ہاں ہاں سلام کہتی ہے

ہماری نبض کی ڈوبی ہوئی سی یہ رفتار — ہماری مہر و اخوت کی سردیٔ بازار
تمہاری قوم بصد حلقۂ لعنتِ افکار — تمہاری بزم کی رونق یہ احمدِ مختار
بھڑک کے شمعِ شبستاں سلام کہتی ہے
سلام کہتی ہے ہاں ہاں سلام کہتی ہے

وہ قوم آہ جو غیروں کے آگے جھک جائے — فضا وہ جس پہ غلامی کا ابر چھا جائے
وہ شام آہ جو شامِ الم نظر آئے — سحر وہی کہ جو اشکوں کی اوس برسائے
قمر وہ اشکِ بمژگاں سلام کہتی ہے
سلام کہتی ہے ہاں ہاں سلام کہتی ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً

دارالعلوم حرم مدرسہ صولتیہ کی ۹۶ ویں سالگرہ

کعبہ کے زیر سایہ بیت الحکمت کے آبشاروں کی روانی

صدر دفتر دہلی کی ویرانی اور انقلاب ہند کی المناک داستان

کراچی میں دفتر کا قیام

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدٰنَا لِھٰذَا وَمَا كُنَّا
لِنَھْتَدِیَ لَوْلَآ اَنْ ھَدٰنَا اللّٰہُ ؕ

رَبَّنَا ھَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّ
ھَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ؕ

رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا وَ
اِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ؕ

رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ وَيَسِّرْ لِيْ
اَمْرِيْ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ

يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ؕ

بندہ کا کام کیا ہے؟ ہر حال میں شکرگزاری، ہر صورت میں عبودیت اور تذلل، ہر لمحہ اطاعت وانقیاد، اپنے مربی اور محسن کی مرضات پر قربان ہوجانا، ایک ایسی سعادت ہے، جسے بزورِ بازو حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ ایک ایسی نعمت ہے جس کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا وہ ہمیں شکر کی استطاعت دیتا ہے۔ یہ اس کا کرم ہے وہ اس شکر کو قبول فرماتا ہے، یہ اس کی رحمت اور نوازش ہے، نہ ہمارا وجود اپنا، نہ موجود ہونے کے لئے ہماری مرضی کو کوئی دخل۔ ہمیں محض عنایتِ ربانی

سے جامۂ ہستی عطا ہوا۔ خداشناسی کے لئے ظاہری اور باطنی قواس کی نعمت ملی۔ شکر و منت اور عبادت کی تحریک کے لئے ہماری دستگیری فرمائی گئی۔ وہی متاعِ زندگی کا دینے والا اور وہی اس متاع کا خریدار۔ اول بھی وہی اور آخر بھی وہی۔ ظاہر بھی وہی اور باطن بھی وہی۔

اَعْطٰی کُلَّ شَیْئٍ خَلْقَہٗ ثُمَّ هَدٰی

ہر شے کا جامۂ ہستی محض اس کی عطا ہے، اور ہر شے کا فطری ہدایت پر لگنا بھی اسی کا کرم ہے۔

اے اللہ! اے رحمٰن و رحیم! اے رب العالمین! اے ربُّ السمٰوات والارض! تو حرم مقدس کا پاسبان ہے، تو قرآن کا مرکز تنزیل ہے۔ تو اپنے حبیب کا محبوب ہے۔ تو گواہ ہے کہ تیرے ایک بندہ نے تیرے ایک مجاہد سپاہی نے، تیرے حرم کے ایک عاشق زار نے آج سے ۷۰ سال پہلے، حرم مقدس کی حدود میں ایک بیت الحکمت، ایک بیت العلوم، ایک درس گاہِ معرفت، "مدرسہ صولتیہ" مکۂ معظمہ کی بنیاد رکھی تھی۔ اور محض تیری رضا اور امت کی بقاء کے لئے، اُس کا افتتاح فرمایا تھا۔ اے خدا! اُس نیک اور مرحوم بندے کو باخدا لوگ حضرت مولانا محمد رحمت اللہ صاحب کرانوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے جانتے اور پہچانتے ہیں۔ اور اُس پر رحمتوں کے پھول نچھاور کرتے ہیں۔ تو بھی اس پاک بندہ پر اپنی رحمتوں کی بارش فرما، اور اُس کی اس علمی یادگار کو رہتی دُنیا تک قائم و دائم رکھ! آمین۔ ثم آمین۔

انقلاب سے پہلے

۱۸۵۷ء سے پہلے کی دنیا بھی عجیب دنیا تھی۔ اسلامی عظمت کا چراغ ٹمٹما رہا تھا۔ مسلمانوں کے جبروت کی کشتی ڈانواں ڈول تھی۔ ہیئتِ اجتماعیہ اسلامیہ کا شیرازہ منتشر ہو رہا تھا۔ اسلامی سیاست آخری لبوں پر تھی۔ ستم بالائے ستم یہ کہ اسلام کی روح کو کچلنے اور قرآنی آواز کو خاموش کرنے کے لئے انگلستان اور فرانس، پرتگال اور جرمنی، اسپین اور ہالینڈ میں مشورے ہو رہے تھے۔ اور وہاں کے محققین کی ریسرچ یہ تھی، کہ جب تک ہندوستان میں قرآن اور اذان موجود ہے، اور اسلام کی روح اپنا کام کر رہی ہے، اس وقت تک اجنبی سیاست کو استحکام حاصل نہیں ہو سکتا۔ اگر انگریز کا یونین جیک بلند کرنا ہے اور خواہش یہ ہے کہ مسلمان غلام بن جائیں تو ضروری ہے کہ قرآن کے جبروت و سلطان پر کاری ضرب پڑے اور لوقا اور متی کی انجیل کو اس کی جانشینی کا فخر حاصل ہو۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے یورپ کے کلیسا اور مغرب کے چرچ نے ہندوستان کی اسلامیت پر ایک متحدہ یورش کی۔ اور پادریوں کی ایک فوج ہندوستان بھیجی گئی کہ وہ علماء حق کو لاجواب کرے، قرآن کو ہدف مطاعن بنا دے، اور زر و زن کے جرِ ثقیل سے قرآن کو سینوں سے نکال لے۔ اس پادری فوج کا سرعسکر اور فیلڈ مارشل پادری پی فنڈر کو بنایا گیا، جس نے ہندوستان میں قدم رکھتے ہی علماء کو چیلنج کیا۔ فضلاء کو دعوتِ مناظرہ دی۔ اسلام اور قرآن کے رد میں جھوٹ اور فریب کی انسائیکلوپیڈیائیں تصنیف کیں۔ اور اس انسانِ کامل پر الزامات کے تیر برسائے، جس نے آکر خدا کے پیغمبروں کو ہر الزام سے پاک کیا اور خود عیسائیوں کے خداوند کی عزت بچائی۔ اور ان کی والدہ محترمہ کی پاکدامنی پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔

یہ ایک ایسا زلزلہ اور طامۃ الکبریٰ تھا جس کی تاب علماء کا گروہ نہ لا سکا۔ کیونکہ اس پادری کی پشت پر جدید تحقیقات کے پشتارے تھے۔ اور وہ علوم جدیدہ کی زبان میں گفتگو، اور جدید اسلحہ سے اسلام پر حملے کر رہا تھا۔ انگلستان کی پارلیمنٹ نے نصرانیوں کی اس یورش کی مدد، اور ایسٹ انڈیا کمپنی نے اس کی ہمت افزائی کی۔ گویا اسلام پر یہ حملہ پادریوں کا حملہ نہ تھا، پورے یورپ اور یورپی شہنشاہوں کا چھاپہ تھا اور یہ عزم کر لیا گیا تھا کہ اس ہلہ میں ہندوستان سے اسلام کا نام و نشان تک مٹا دیا جائے گا!

مگر کیا آپ کو معلوم ہے کہ اس یورش اور حملہ کو روکنے کی سعادت کس کو عطا ہوئی؟ اس جنگ کو سر کرنے کے لئے قدرت نے کس مجاہد کا انتخاب فرمایا؟ خدا کی رحمتیں ہوں مولانا محمد رحمت اللہ صاحب کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ پر کہ یہ قرعۂ فال آپ ہی کے نام نکلا، اور آپ ہی نے مذہبی کا مورچہ سنبھالا۔ تحریر کا جواب تحریر سے، تقریر کا جواب تقریر سے، مناظروں کا جواب مناظروں سے، ہر مورچہ پر پادری فانڈر کے علم کے بخئے ادھیڑے اور ہر محاذ پر اس کی ہمہ دانی کی قلعی کھولی۔ اکبرآباد (آگرہ) کا مناظرہ، گو ہمیں یاد نہ ہو، مگر یورپ کے مذہبی طبقہ کو اب تک یاد ہے، اور یہ وہی مناظرہ ہے جس میں فانڈر کو اعلان کرنا پڑا کہ "انجیلِ مقدس میں آٹھ جگہ تحریف ہوئی، اور ہم مولانا محمد رحمت اللہ صاحبؒ سے آئندہ کوئی مناظرہ نہیں کریں گے"۔

انقلاب کے بعد

قلمی اور لسانی جہاد سے فارغ ہو کر اسلام کا یہ سپاہی جہاد بالسیف کے لئے میدان میں نکلا۔ اور ۱۸۵۷ء میں اپنی شجاعت کے جوہر دکھاتا ہوا حالات سے مایوس ہو کر خدا کے گھر کی طرف روانہ ہوا۔ دل میں تڑپ تھی کہ حرم کی پاسبانی کا حق ادا ہو اور اس سرچشمۂ نبوت اور مصدر تنزیل کو علم و حکمت کی آبشاروں سے سیراب کیا جائے ارادہ یہ تھا کہ حدودِ حرم میں دنیائے اسلام کی ایک یونیورسٹی قائم کی جائے، اور اسے چلانے کا فخر صرف ہندی مسلمانوں کو حاصل ہو۔ خدا کی رحمتیں نازل ہوں مرحومہ صولت النساء بیگم کی روح پاک پر کہ انھوں نے اس دارالعلوم کی تعمیر کے مصارف کا بار اٹھایا اور اس کے قیام میں مالی اعانت فرمائی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس امداد کو امدادِ غیبی سمجھا اور اللہ کا نام لے کر ۱۲ محرم ۱۲۹۲ھ کو اس کی بنیاد ڈال دی۔ اور اس سراپا خیر خاتون کے نام سے اس کو موسوم کر کے اس محسنۂ امت کو زندۂ جاوید بنا دیا۔

آج اس مرکزی دارالعلوم پر ۶۷ سال کے لیل و نہار گزر چکے ہیں۔ اس دوران میں حضرت بانی رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت کے مطابق مقامی بادشاہوں اور والیوں سے باوجود پیشکش امداد کا ایک حبہ بھی قبول نہیں کیا گیا جب کبھی پونڈوں اور ڈالروں کی تھیلیاں پیش کی گئیں۔ یہی جواب ملا کہ بیت الحرم کے اس بیت العلوم کو صرف ہندی مسلمان ہی چلائیں گے، اور اسے بڑوں کی بڑی امداد کا منت کش نہ بنایا جائے گا۔

دوسری جنگِ عالمگیر میں جب دنیا کا اقتصادی ڈھانچہ بگڑا۔ اور حجاجِ کرام کی آمد و رفت صفر کے برابر رہ گئی تو بانی علیہ الرحمۃ کے جانشیں اور مدرسہ کے ادارہ نے ۱۳۵۷ھ میں امداد و اعانت کے لئے ایک صدر دفتر

دہلی قرول باغ میں قائم کیا۔ اور اللہ کے بھروسہ پر بیت العلوم مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے لئے ایک خاص انتظام کے تحت کام شروع کر دیا۔ اللہ کا فضل و کرم شامل حال تھا مسلمانان ہند نے اس کی باتوں کو سُنا۔ اس کی اپیلوں پر لبیک کہا۔ اس کی دعوت کو سماعت کی عزت بخشی، اور دارالعلوم حرم مدرسہ صولتیہ کو اس قابل بنا دیا، کہ وہ اپنے قدموں پر کھڑے ہو کر اپنے بانی کے مقصد کی تکمیل کرے، اور دنیائے اسلام کے لئے علوم حکم اور ذہنی تربیت کا سامان بہم پہنچائے۔

اسی سلسلہ کی ایک کڑی رسالہ "ندائے حرم" ہے جو حرم مقدس کا پاسبان۔ اسلامی دعوت وارشاد کا مبلغ، قرآن کا منادی اور دارالعلوم حرم کے مقاصد کا اعلان ہے۔ کہنے کو یہ ایک ماہنامہ ہے۔ مگر حقیقت میں وہ اسلامی فکر اور قرآنی فلسفہ کی ایک انسائیکلوپیڈیا ہے اس کا کام محاسن اسلام کا اعلان۔ اسلامی دعوت کی تشریح۔ اسلامی فکر کا تجزیہ۔ مخالفین و معاندین کے شکوک کا ازالہ کرنا ہے۔

وہ مغربی فلسفہ سے اسلامی فلسفہ کا موازنہ کر کے آخر الذکر کی برتری و فوقیت ثابت کرتا ہے۔

وہ بتاتا ہے کہ دورِ جدید میں عصری رجحانات کو سمجھ کر اسلام کو دنیا کے سامنے پیش کرنے کا صحیح طریقہ کیا ہے، اور اسلام کی قوت ایک مسلمان کو کیا سے کیا بنا سکتی ہے؟ اور اسی وجہ سے علمی اور دینی حلقوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا، اور ذوق و شوق سے پڑھا جاتا ہے۔

داستانِ غم

آہ، عروس البلاد دہلی! اے شاہجہاں کے گہوارے اور اسلامی علوم و تہذیب کے نقشِ لازوال

ہم تیری آغوش میں کچھ آرزوئیں لے کر آئے تھے۔ تیرے در و دیوار سے ہمیں اُنس تھا۔ تیرے آئینہ میں قرطبہ و بغداد کی عظمتیں چمک رہی تھیں۔ مگر آہ! ہم تجھے راس نہ آئے۔ ہم نے تجھے ناخوش کیا، ہم سے تیری جناب میں گستاخی ہوئی، تو نے ہم سے مُنہ موڑا، اور اس طرح پیٹھ پھیری گویا کبھی واسطہ ہی نہ تھا۔

ستمبر ۱۹۴۷ء کے پہلے ہفتہ میں دہلی کو تاراج کرنے کے لئے مسلمان بستیوں پر حملے کئے گئے۔ ان بستیوں میں قرول باغ کا نام تاریخ میں یادگار رہے گا۔ اسی قرول باغ میں دارالعلوم صولتیہ مکہ معظمہ کا صدر دفتر، اور ندائے حرم کی مرکزی اشاعت گاہ تھی۔ اچانک حملہ ہوا۔ اور بالکل غیر متوقع طریقہ سے ہوا۔ کارکنانِ دفتر کو صرف جان بچا کر نکل جانے کی مُہلت مل سکی اور یہ مہلت بھی برائے نام تھی۔ عین خون ریزی کے وقت اللہ کی مدد نے یاوری کی، اور کارکنان بصد مشکل جان بچا کر نکلنے میں کامیاب ہو گئے دفتر کا اثاثہ، دفتر کے کاغذات، دفتر کا سامان اور فرنیچر، علمی کتب، مکہ معظمہ کی امانتیں۔ اور وہ اہم دستاویزات جو اب کسی قیمت پر بھی دستیاب نہیں ہو سکتیں لوٹ مار کی نذر ہو گئیں

ھ۔ مثلاً حضرت بانی علیہ الرحمۃ کو بعض سلاطین آلِ عثمان، عبدالعزیز خان، عبدالمجید خان، و عبدالحمید خان جو فرامین و تمغہ جات پایۂ حرمین شریفین کے بلند مرتبہ خطاب کے ساتھ وقتاً فوقتاً دیئے وغیرہ وغیرہ۔ نوادر:

اور کوئی شے حملہ آوروں کی دستبرد سے نہ بچ سکی دفتر کی یہ تباہی عام مسلمانوں کی بربادی کے ساتھ، کارکنان کے لئے بہت ہی صبر آزما ثابت ہوئی۔ دماغوں پر بجلی سی گری، دلوں سے آہ نکلی، روح سراپا بے قرار بنی، اور مستقبل مایوسیوں کے ابرِ غلیظ میں روپوش ہوگیا۔

ظاہر ہے کہ جو دفتر دنیا کے سب سے بڑے انقلاب کی نذر ہوگیا ہو۔ اس کے کارکنان کے دلوں پر کیا کچھ نہ گزری ہوگی؟ آنکھوں میں اندھیرا، دماغ میں یاس و قنوط، دلوں میں وسوسے اور اندیشے۔ لیکن چونکہ ربِ کعبہ سے لَو لگی ہوئی تھی، حرمِ مقدس کی جاروب کشی رہ رہ کر سنبھال رہی تھی، اس لئے اس طوفان میں لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ کی لہریں اٹھتی رہیں اور حضرت مولانا محمد رحمت اللہ صاحب کرانوی رحمۃ اللہ علیہ کا خلوص دلوں کو تھامتا اور روح کو تسکین دیتا رہا۔ ان حالات میں آپ اندازہ لگائیے کہ صدر دفتر اور خود مدرسہ صولتیہ کی مالیات پر کیا گزری ہوگی؟ ایک سال تک امید کا قوام درست نہ ہوسکا خزانہ خالی اور حرکت میں جمود، لیکن خدا کی کبریائی اور اس کی نصرت کے ناموس پر آنچ نہ آئی۔ اور دل یہی گواہی دیتا رہا، کہ جس ربِ کعبہ نے کعبہ کی حفاظت کے لئے غیب سے امداد فرمائی تھی وہی زندہ خدا اس کے پاسبانوں اور جاروب کشوں کو بھی ضائع نہ ہونے دیگا چنانچہ مشیتِ الٰہی کے ایماء پر دشوار ترین حالات میں صدر دفتر کو کراچی میں منتقل کیا گیا اور خدا پر بھروسہ کر کے ازسرِنو کام کی بنیاد ڈالدی گئی، اور کارکنانِ دفتر کو قیام اور "ندائے حرم" کے ازسرِنو اجراء کی توفیق ارزانی ہوئی

فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ ـــــ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ

ہم بلاشبہ اس کڑی آزمائش میں سے گزرے۔ مگر بحمد اللہ ہمیں اس پر کوئی شکایت نہیں۔ بندہ کا کام تعمیل ہے۔ اور خدا کا کام اسباب کی فراہمی اور توفیق ارزانی مصائب و شدائد کا شکوہ بے کار۔ نقصان اور بربادی کا گلہ بے سود۔ مستقبل سے مایوسی، گستاخی اور بے ادبی۔ ہماری زبان تو اپنی حیاتِ ثانیہ پر سپاس گزار ہے۔ ہم تو متشکر ہیں کہ ہمارے مولانا نے ہمیں اس امتحان میں پورا اتارا اور ہمیں مصائب پر صبر و شکر کی توفیق بخشی۔ البتہ ایک آرزو ہے، ایک لگن ہے ایک تمنا ہے، کہ حرمِ مقدس کے پاسبان اور دیارِ رسول سے تعلق رکھنے والے مسلمان پھر سے اس مرجھائے ہوئے پودے کو اپنے لطف و کرم کے پانی سے سیراب کریں اور صدر دفتر کو اس قابل بنادیں کہ وہ داستانِ ماضی کو بھول جائے اور پھر اپنی شان کے مطابق بیت الحرم اور دار العلوم حرم کی خدمات انجام دے سکے وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ۔

"ندائے حرم" "ندائے حرم" کی خدمات آپ کے سامنے ہیں۔ اور اس کی زندگی کے متعلق فیصلہ کرنے کا حق صرف آپ ہی کو حاصل ہے آہ! ستمبر ۱۹۴۷ء میں کروڑوں پونڈ کی دولت لٹانے والے اگر اس کا ایک اقلِ قلیل حصہ بھی اسلام پر نچھاور کر دیتے۔ تو شاید مسلمان کا حشر اس قدر عبرتناک نہ ہوتا ندائے حرم اور دار العلوم حرم صولتیہ چلاتا ہی رہا، کہ اللہ کے لئے اللہ کے کام میں ہاتھ بٹاؤ! مگر مسلمان نے جب کہا یہی کہا کہ "مسلمان غریب قوم ہے اس کے پاس سرمایہ کہاں کہ حرمِ مقدس کے پاسبانوں کو حرم کی خدمات کے لئے مطمئن کر سکے" مگر جب کروڑوں

پونڈ سٹرکوں پر لٹا۔ اور مکانوں سے لوٹا گیا۔ اس وقت پتہ لگا کہ مسلمان کے پاس اللہ کا دیا سب کچھ تھا۔ اگر نہ تھا تو وہ دل جو اپنی ایثار پیشگی سے قوموں کو زندہ کیا کرتا ہے۔ اعمدر دفتر دار العلوم حرم سولتیہ کے کارکنوں کو کس نے کار دی کہ بادالتہ کا کام جلد جلد انجام دو مگر اسی دلی میں مسلمانوں کی ہزاروں موٹریں اور کاریں یتیم بنا دی گئیں اور خدا کے قہری ہاتھوں نے وہ سب کچھ چھین لیا جس کا ایک ثمہ خدا کی راہ میں صرف کرنا ناگوار تھا!

آیئے! ہم ندائے حرم کی آواز پر لبیک کہیئے اور اس کی سرپرستی قبول کر کے بیت الحرم کی شمع کو گل ہونے سے بچائیے!

قبل اس کے کہ امتحان کی ساعت پھر سر پر آجائے موجودہ مہلت سے فائدہ اٹھائیے۔ یہ انتہائی غفلت ہوگی اگر ہم حقائق و واقعات سے سبق و عبرت حاصل نہ کریں، اور ان لمحاتِ فرصت کو ضائع کریں اور اب بھی مرکز اسلام کے تقاضوں کو نہ سمجھیں

موجِ کوثر

بابت ماہِ ذی الحجہ ۱۳۶۷ھ

اپنے جانے والے عزیزوں اور دوستوں اور بزرگوں کو یاد رکھیئے تاکہ آنے والے آپ کو یاد رکھیں۔ اپنے خاندان کے مرحومین کے لئے کعبہ کے زیر سایہ ایصالِ ثواب کرائیے۔ یاد رکھیئے کہ مکۂ معظمہ میں ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ نیکیوں کے برابر ہے۔ جو روپیہ آپ اپنے ملک میں خرچ کرتے ہیں اس کو مکۂ معظمہ میں خرچ کر کے ایک لاکھ گنا ثواب حاصل کیجئے۔

اس مد کی آمدنی وظائف حفاظ میں صرف کی جاتی ہے

نمبر شمار	ایصالِ ثواب	مرسل رقم	رقم
۱	بروح پاک سرورِ عالم صلعم۔ بروح سیدہ خاتون محترمہ۔ بروح بی بی النساء بیگم مرحومہ	جناب اسحاق نبی خانصاحب موضع نندور	[illegible]
۲	بروح پاک سرکار دو عالم صلعم۔ بروح والد بزرگوار معطی	جناب لیاقت حسین خاں صاحب "	[illegible]
۳	بروح مولوی محمد شعیب صاحب مرحوم	" ریاض الدین صاحب گنیہ ہا۔	[illegible]
۴	بروح والد بزرگوار معطی۔	" فضل احمد صاحب سیوتہ	[illegible]
۶	بروح دختر مرحومہ معطی۔	" محمد لعل خاں صاحب ادیب گڈپہ	[illegible]
		میزان =	۳۶

اثرات

اِسلامی تجربگاہوں کی ویرانی

طاقت پیدا کرو دُنیا کی طاقتیں تمہارا استقبال کرینگی

امیر شکیب ارسلان اور لینن کی گفتگو

عام طور پر اِسلام اور داعیِ اِسلام کے متعلق "ردّی خیال" اور مہذب دنیا کا کیا خیال ہے؟ سائنس والوں نے نئے نئے ستارے دریافت کرلئے۔ ذرات کا جگر چیر کر دیکھ لیا۔ کہ ان میں جوہری بم بننے کی صلاحیت کہاں تک موجود ہے۔ مختلف گیسوں کی تاثیرات کا مشاہدہ کر کے اُن سے کام لینا شروع کر دیا۔ مگر حق دشمنی اور سچائی سے بیر اب تک موجود ہے۔ انصاف اور دیانت داری کی ہوا تک اُن کو نہیں لگی۔ چنانچہ اسلام کے متعلق بڑوں کی دنیا اب بھی وہیں موجود ہے، جہاں ڈیڑھ ہزار سال قبل موجود تھی اسلام نے دنیا کا سب سے بڑا انقلاب کر کے دکھایا، مگر اس کی کوئی ریسرچ نہیں۔ کسی کو توفیق نصیب نہیں ہوتی، کہ اِسلام کے نظامِ زندگی اور اس کے روحانی اور مادی تصورات کا تجزیہ کر کے دیکھے اور اُن محرکات کا پتہ لگائے، جو اس کی کامیابی، افادیت اور مقبولیت کا باعث ہوئے۔

زمین کھود کھود کر بتوں کے مجسمے برآمد کر کے ان کی قدامت کی تاریخ کا پتہ لگایا جاتا ہے، اور معلوم کیا جاتا ہے کہ فنونِ لطیفہ میں اُن کا درجہ کیا ہے، اور وہ کن قوموں کے تمدن کو ظاہر کرتے ہیں۔ مگر اسلام کا مسلّمہ انقلاب نظروں کے سامنے ہے۔ لیکن کوئی اس کے اسباب و عوامل پر غور کرنے اور اُس کے محاسن کی تحقیق کرنے کے لئے تیار نہیں؟

ایک تو سچائی کا اعتراف نہ کرنا، اور ایک سچائی کو مجرم گردا ننا۔ تہذیب کو اب تک اصرار ہے، کہ اِسلام اور اس کے تصوّرات عہدِ جاہلیت کی یادگار ہیں، اُن میں "نمو" "حرکت" اور "ترقی" کے لئے کوئی صلاحیت نہیں؛ وہ زمانہ کی ترقی کا ساتھ دینے سے قاصر ہیں۔ اُن سے معاشی اور سیاسی نظام میں کوئی ترمیم و اصلاح نہیں کیجا سکتی۔ حتیٰ کہ مسلمانوں کے موجودہ

تنزّل و ادبار کا ذمہ دار اگر کوئی ہے تو وہ اسلام ہے

یہاں ہم ایک تاریخی نکتہ پر قارئین کرام کو متوجہ کرنا چاہتے ہیں۔ وہ یہ کہ مغربی مفکرین کسی سچائی کو بغیر طاقت کے تسلیم نہیں کرتے، ان کے نزدیک سچائی اور عظمت کی کسوٹی صرف طاقت ہے۔ جس قوم کے پاس طاقت ہوگی اُس کی ہر چیز میں حسن پیدا ہو جائے گا۔ جو قوم کمزور ہوگی، اس کے زر و جواہر بھی ردّی سمجھے جائیں گے۔ جب تک جاپان سیاسی، معاشی اور فوجی اعتبار سے کمزور رہا۔ کسی مغربی مفکر نے اس کی تہذیب کو آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ لیکن جوں ہی اُس نے طاقت حاصل کی اور یورپ کی نمبر اول کی طاقت کو شکست دے کر اپنا لوہا منوایا، اس کی قومی عظمت پر ایک بڑا لٹریچر تیار ہو گیا۔ کسی نے اس کے علم الاصنام پر کتابیں لکھیں، کسی نے اس کے مذہب پر مضامین تیار کئے، کسی نے وہاں کی آبادی اور باشندوں کے تمدن پر تحسین کے پھول برسائے۔ کسی نے وہاں کے مناظر کی دلکشی کی تصاویر اور نقشے تیار کئے۔ کسی نے وہاں کے رجال ریاست کو روشناس کرانے کی کوشش کی۔ کسی نے جاپانی فلسفہ میں نئے فلسفے پیدا کئے، غرض جاپان میں توانائی آتے ہی اُس کے اندر حُسن کی تمام رنگینیاں پیدا ہو گئیں۔ اور مغرب کا دماغ اس کے گرد گھومنے لگا

افسوس کہ آج عالم اسلام کمزور ہے۔ کمزور نہیں نڈھال ہے۔ اس مردِ ضعیف پر نگاہ ڈال کر کون وقت ضائع کرے۔ اگر دنیا میں مسلمانوں کی کوئی ایسی طاقت موجود ہوتی جو یورپ کی درجہ اول کی طاقت سے ٹکر لے سکتی اور کسی جنگ میں اپنی قہاریت کا ثبوت پیش کرتی تو آپ دیکھتے۔ یورپ کے علمی دماغ اسلام کی ریسرچ پر فوراً متوجہ ہو جاتے۔ اور ان کی علمی تجربہ گاہوں کو ترب و یثرب کے سنگریزوں میں بھی سیم و زر کی جھلک نظر آ جاتی۔ مگر حال کیا ہے؟

ٹرکی یہ تمام اسلامی ممالک میں طاقتور ہے۔ تمام یورپین طاقتوں میں کمزور۔ اس کے پاس ٹرکی کا جغرافیہ اور دو کروڑ کی آبادی ہے۔ مگر اس کی طاقت انگلستان کے کارخانوں اور امریکہ کی درسگاہوں میں بند ہے۔ امریکہ اس کے لئے ہوائی جہاز اور بحری جہاز مہیا کرتا ہے۔ انگلستان میں اس کے لئے بندوقیں اور مشین گنیں تیار ہوتی ہیں اور یہ اسلحہ اسے اس لئے دئے جاتے ہیں۔ کہ روس کے مقابلہ پر یورپ کے آڑے آ سکے۔ نہ وہاں سائنس داں، نہ وہاں حربی کارخانے۔ نہ وہاں صنعتی ادارے افسوس! ہمیں آج تک وہاں کا بنا ہوا "فاؤنٹین پن" بھی دیکھنا نصیب نہ ہوا۔

افغانستان اس کے پاس اللہ کا دیا سب کچھ ہے بشرطیکہ اسے کوئی نہ چھیڑے۔ وہ ایسا ملک ہے جہاں اخروٹ کی گری نکالی جاتی اور انگور اور شہتوت کا شیرہ تیار کیا جاتا ہے۔ مگر ٹینک اور مشین گنوں کی کاشت نہیں ہوتی۔ اور کسی درخت پر ہوائی جہاز نہیں لٹکتے۔ ایسے ملک کے لئے دنیا کی درجۂ اول کی طاقت سے ٹکر لینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

ایران وہاں مثل مشہور ہے۔ کہ "پائے مار و چشم مور و نان ملا کس ندید"، یعنی وہاں آج تک کسی کو روپیہ حربی

طاقت۔ اور ماہرین دیکھنے نصیب نہ ہوئے۔

مصر، عراق، شام

فلسطین میں نام نہاد حکومتِ یہود سے مقابلہ، مقابلہ میں ناکامی، اور بے بسی، ناکامی سے بدنامی۔ یعنی رہی سہی ساکھ بھی ختم

جب اسلام کی نمائندگی اپنے کمزور ہاتھوں کے سپرد ہو۔ یورپ کا مغرور دماغ اس کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتا امیر شکیب ارسلان رحمۃ اللہ علیہ جب لینن سے ۱۹۲۲ء میں ماسکو میں ملے۔ اور اسلام کے اقتصادی نظام پر گفتگو چھڑی۔ تو لینن نے لاجواب ہو کر کہا۔ بلاشبہ اسلام کا اقتصادی نظام دنیا کے تمام نظاموں پر فائق ہے۔ اور کمیونزم سے اس کے اصول و آئین کا مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ مگر یہ تو بتاؤ کہ اسلامی نظام کا تجربہ کس ملک میں ہو رہا ہے؟ کونسی طاقت اس نظام کو عملی شکل دے رہی ہے؟ کمیونزم جیسا بھی کچھ ہے ایک طاقت کے ساتھ زندہ ہے۔ اور روس میں اس کا تجربہ ہو رہا ہے مگر اسلام کا نظام فائق ہونے کے باوجود صرف کتابی ہے۔ ہم کتاب کو چاٹیں یا عملی دنیا میں کچھ کرکے دکھائیں؟

یہ سنکر امیر شکیب ارسلان مرحوم کو اپنی شکست ماننی پڑی۔ اور ایک اسلام کا معاشی نظام ہی کیا، اس کا نظامِ اخلاق، نظامِ معاملات، نظامِ عبادت عہدِ راشدہ کے بعد۔ کب زیرِ عمل آیا؟ اس لئے اسلام نے اپنے نظام کا محور طاقت کو قرار دیا تھا۔

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ

قوت اور توانائی پیدا کرو! تب کہیں دنیا تمہاری طرف متوجہ ہوگی:-

فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ

بصائر

وہ بہتان جسے آثار قدیمہ میں شامل کرنا چاہیئے

وہ کونسی مطلوب شئے ہے جو آپ کو دستیاب نہیں ہوتی؟

اسلام اور رواداری۔ اسلام اور اس کا چارٹر

آپ کائنات پر ایک نگاہ ڈالئے، اور بتائیے! آپ کو کیا کیا چیزیں نظر آتی ہیں؟ بلند پہاڑ، وسیع سمندر اور کھلے میدان، گھنے جنگل، خوشنما پرندے، خوفناک درندے میٹھے اور لذیذ پھل، دوست و احباب محبت و نفرت، شمار کئے جائیے، عمر ختم ہو جائے گی مگر کائنات کی بوقلمونیاں ختم نہ ہوں گی۔ مگر ذرا دماغ پر زور ڈال کر بتائیے، کوئی ایسی بھی چیز ہے جو آپ کو نظر نہیں آتی؟ کوئی ایسی شئے ہے جس کی آپ کو سب سے زیادہ ضرورت ہو، مگر ڈھونڈنے سے بھی نہ ملتی ہو۔ آپ کی آنکھیں ترستی ہیں مگر وہ مطلوب شئے دستیاب نہیں ہوتی؟ ممکن ہے کہ اس سوال کے جواب میں آپ کے خیالات مختلف ہوں اور مطلوب شئے کی نشاندہی میں آپ کہیں سے کہیں نکل جائیں۔ اس لئے زحمت سے بچنے اور وقت بچانے کی خاطر ہم ہی بتائے دیتے ہیں کہ وہ مطلوب چیز کیا ہے؟

وہ ہے:-

انصاف عدل سچائی

قدم قدم پر آپ کو اس کی ضرورت پڑتی ہے۔ مگر وہ نظر نہیں آتی۔ گھر کے گوشوں میں عدالت کے کمروں میں، لیڈروں کے دماغ میں۔ فقیر کی جھونپڑی میں۔ بادشاہ کے محل میں۔ پارلیمنٹ کے ایوانوں میں محققین کی تجربہ گاہوں میں۔ اہلِ قلم کے خلوت کدوں میں۔ ہر جگہ دیکھ لیجئے۔ ہر چیز نظر آئے گی، مگر انصاف نظر نہیں آئے گا، حالانکہ انصاف کی سب کو ضرورت ہے۔ اُن لوگوں کو بھی جو انصاف کرنا چاہتے ہیں، اور ان لوگوں کو بھی جو ظلم اور ناانصافی کے سوا کچھ نہیں کرنا چاہتے! چار ڈاکو ڈاکہ ڈال کر بہت سا مال لوٹ لیتے ہیں۔ یہ چاروں ظالم ہیں، مگر جونہی مال کی تقسیم ہوتی ہے تو چاروں ظالم چاہتے ہیں، کہ انصاف کے ساتھ تقسیم ہو۔ اور چاروں کو انصاف

کے ساتھ برابر کا حصہ ملے۔ وہ ظلم کرنے کے بعد یہاں ظلم کو برداشت نہیں کرتے۔ صرف انصاف چاہتے ہیں۔ اگر تقسیم میں بے انصافی ہوئی تو ان میں انصاف کے لئے جنگ ہوتی ہے۔ یعنی انصاف ایک ایسی متاع ہے، جس کی ضرورت ظالموں کو بھی پڑتی ہے، اور وہ نا انصافی میں انصاف دیکھنا چاہتے ہیں۔ مگر افسوس سب کچھ ملتا ہے، دنیا میں انصاف نہیں ملتا۔ قحط بھی دور ہو جایا کرتے ہیں، مگر انصاف کا قحط نہ دور ہوا ہے نہ ہوگا۔ اور جب روز یہ قحط دور ہوا، انسان کی تخلیق کا منشا خود بخود پورا ہو جائے گا۔

بیک جنبشِ قلم

خود ہی بتائیے اور واقعات کو سامنے رکھئے۔ کیا دنیا نے کبھی اِسلام کے ساتھ انصاف کیا ہے؟ وہ اِسلام جس نے اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى کا چارٹر سب سے پہلے تیار کیا۔ اور جس نے لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا کہہ کر ظلم اور نا انصافی کی صفیں لپیٹ دیں۔ آج کون اس کے ساتھ انصاف کر رہا ہے؟

دہلی کے ایک ہفتہ وار اخبار نے یورپ کے ایک پادری کے بیان کا سہارا لئے ہوئے ایک طویل مضمون میں لکھا ہے کہ "کسی اِسلامی سلطنت میں غیر مسلموں کو امان نہ ملی، اِسلام کی ساخت ہی ایسی ہے کہ اس میں کوئی غیر مسلم پنپ نہیں سکتا۔ ترکی اور مصر میں، ایران اور افغانستان میں، عراق اور شام میں، جہاں کہیں بھی مسلمانوں کی حکومت ہے، غیر مسلموں سے اچھا سلوک نہیں کیا گیا۔ اور مذہب کی آزادی کو تو مسلمان برداشت ہی نہیں کر سکتے۔ جہاں مسلمان ہوں گے، وہاں مذہبی آزادی کا سوال ہی فضول ہے!"

ظلم اور نا انصافی کے ایک پہاڑ کو ہٹائیے دس پہاڑ اور کھڑے کر دیئے جائیں گے۔ بہتان، الزام، جھوٹ، افترا۔ اے خدا یہ تیری ظالم دُنیا! اے انسان، یہ تیرا مُنہ اور یہ تیری بات! بَلْ اَكْثَرُهُمْ كَاذِبُوْنَ ؕ

آپ کو دور جانے کی ضرورت نہیں، اِس بہتان کا جواب ذیل ہی میں آپ کو مل جائے گا۔ مذہب کی آزادی۔ ہائے مذہب کی آزادی! مگر یہ نعمت بھی اسلام ہی کے آستانہ پر ملتی ہے۔ کتابِ الٰہی کا دنیا میں سب سے پہلا اعلان ہے کہ

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ } دین کے بارے میں کوئی زبردستی نہیں۔ دین و مذہب آزاد ہیں۔ ضمیر و عقیدہ کی آزادی اِسلام کا سرِ عنوان ہے۔ اس کے بعد اس بہتان کے جواب میں غیروں کی شہادت سُنیئے!

سالہائے ماسبق میں جب جلالۃ الملک سُلطان ابنِ سعود والیِ حجاز کے فرزند امیر فیصل امریکہ پہنچے تو وہاں ماؤنی فرقہ کے عیسائی پادریوں کا ایک وفد آپ سے ملاقی ہوا وفد کے صدر نے اپنی تقریر میں اور باتوں کے ساتھ یہ بات بھی پیش کی۔

"عالی جاہ! ہمیں وہ زمانہ یاد ہے۔ جب ہمیں ہمارے عیسائی ملکوں میں بھی پناہ نہ ملتی تھی۔ ہم مظلوم ہمیشہ در در کی ٹھوکریں کھاتے رہے، اور اپنوں کے ہاتھوں ستائے گئے ہمیں جن ملکوں میں پناہ مل سکی وہ اسلامی ملک تھے۔ آپ ہی نے ہم کو پناہ دے کر اور مذہبی آزادی عطا کر کے ہمیں معدوم ہونے سے بچایا۔ اور ہمیں

وہ اعزاز بخشا جسے ہم اپنے ملکوں میں کبھی حاصل نہ کر سکتے۔ عیسائی ملکوں میں ہمیں قتل کرنے کے لئے ہماری تلاش ہو رہی تھی، اور مسلم ممالک ہمیں اور ہم جیسے مظلوموں کو پناہ دے رہے تھے۔ آج ہم محض اسلام کے لطف و احسان کے صدقہ میں زندہ ہیں۔ اگر مسلمان ہمیں زندہ نہ رکھتے تو آج یہاں ہمارا وجود نظر نہ آتا۔ ہم اس لئے حاضر ہوئے ہیں کہ قدیم تعلقات کی تجدید کریں اور تاریخ کے اہم واقعات کو دُہرا کر اسلام کی بخشی ہوئی آزادی پر جناب کی خدمت میں شکر کا ہدیہ گزاریں۔" (کرسچن مانیٹر ۳ ۴۹)

مُعتبر شہادت

اس زبانی شہادت کے بعد، اگر کتابی شہادتوں کی ضرورت ہو تو اُس کی بھی کمی نہیں۔ بطور نمونہ صرف ایک شہادت ملاحظہ فرمائیے!

"ہنگری کے کالوین عیسائی اور ٹری سلوانیا کے موحد عیسائی منصب شاہی خاندان ہاپسبرگ کے ہاتھ میں پڑنے سے ترکوں کی اطاعت کو ترجیح دیتے تھے۔ سائلیشیا کے پروٹسٹنٹ عیسائی انتظار کی آنکھوں سے ترکوں کی راہ تکتے تھے، اور اسلامی حکومت کی اطاعت کو قیمت میں لگا کر ترکوں سے مذہبی آزادی خریدنے کے لئے تیار تھے۔ یہ ترکوں ہی کی سلطنت تھی کہ پندرھویں صدی کے اخیر میں اسپین کے بے شمار یہودی اس میں پناہ لینے کے لئے آئے۔ اور یہ عثمانیہ حکومت ہی تھی جس کے سایہ میں کاسک قوم کو جو قدیم طرز کا عیسوی مذہب رکھتی تھی، اور جس پر روس کے شاہی کلیسا نے سخت ظلم کئے تھے، وہ مذہبی آزادی ملی جس کو ہم مذہب عیسائیوں نے دینے سے انکار کر دیا تھا۔" (آرنلڈ کی پریچنگ آف اسلام صفحہ ۱۴۱)

اس کے باوجود کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں نے رواداری نہیں سیکھی، اور ان کے زیر سایہ کبھی کسی کو مذہبی آزادی نہیں ملی۔ اے انصاف! ہم تجھے کہاں تلاش کریں؟ اے عدل! ہم تیرے نقش کا کھوج کہاں لگائیں؟ دنیا میں ایک اسلام ہی تھا جس کے ساتھ انصاف کیا جا سکتا تھا۔ ایک یہی سچائی تھی جس کے اعتراف میں تامل نہ ہونا چاہئے تھا۔ مگر بُرا ہو "حق دشمنی" اور "طرفداری" کا۔ اس بھٹی میں انصاف کی جو کلیاں ڈالی گئیں سوخت ہو کر رہ گئیں، پس یہ ماننا پڑتا ہے کہ دنیا میں ہر چیز مل سکتی ہے، انصاف نہیں مل سکتا۔

مارشل اسپرٹ

ہم نے دوسری عالم گیر جنگ میں بہادر سپاہیوں کے کارنامے بہت کچھ سنے ہیں۔ جدھر سے گزر گئے انصاف کی کھیتیاں روندتے چلے گئے، جس باغ میں گزرے عصمت کے پھولوں میں ماتم بپا ہو گیا۔ اور پھر دنیا کو مارشل اسپرٹ پر فخر ہے۔ "ہماری فوج نے یہ کارنامہ انجام دیا"۔ "ہمارے جرنیل نے یہ فتح حاصل کی"۔ "ہمارے بہادر سپاہیوں نے کشتوں کے پشتے لگا دیئے"۔ مگر کوئی نہیں بتاتا کہ ہمارے سپاہیوں نے نفس کی مملکت کو بھی فتح کیا، یا نہیں؟ اپنے جذبات کو بھی قابو میں لانے کی کوشش کی یا نہیں

آیئے ہم آپ کو اسلام کی مارشل اسپرٹ کا معائنہ کرائیں اسلام کا سپاہی اگر کبھی نہ دیکھا ہو تو دیکھئے!

جب چارلس دوم نے سلطان ترکی کے پاس سفارت روانہ کی، تو سفارت کے سکرٹری نے

چارلیس کو لکھا کہ "جس وقت ترکی فوج ملک میں سے گزری تو ملک کے باشندوں کو کوئی شکایت اس قسم کی نہیں ہوئی کہ، سپاہیوں نے انکا مال لوٹا ہو، یا ان کی عورتوں کو بے عزت کیا ہو۔ جس راہ سے فوج کا گزر ہوا، تین دن پہلے سب شرابخانے بند کر دیئے گئے، اور حکم تھا کہ کوئی سپاہی رعایا کی کسی عورت پہ نگاہ نہ ڈالے، ورنہ سخت سزا کا مستوجب ہوگا۔"

(ملیٹری ازم اِن اسلام بحوالہ ریکوٹ جلد اول صفحہ ۶۸۹)

غور کیجئے اسلام کا سپاہی اتنا پاکباز کیوں ہوتا ہے؟ صرف اس لئے کہ وہ "اسلام" کا سپاہی ہے۔ سچے اسلام کا نامہ بر، اور اسلام کی اسپرٹ کا علم بردار، اگر سپاہی میں مارشل اسپرٹ موجود ہے، اسلامی اسپرٹ موجود نہیں، تو وہ اسلام کا سپاہی نہیں قیصر کا آلۂ کار ہے۔

جہالت کی گرانی

روائڑ کی ایک اطلاع ہے کہ "امریکہ میں ۱۴ سال سے اوپر کے ناخواندوں کی تعداد دو فیصدی ہے۔ یعنی مجموعی آبادی میں سے ۲۸ لاکھ لوگ ایسے موجود ہیں جو لکھنا پڑھنا نہیں جانتے، مردم شماری کے بیورو نے یہ بھی بتایا، کہ سنہ ۱۹۳۰ء میں ناخواندوں کی تعداد ۴ فیصدی تھی۔" (نیشنل ہیرلڈ ۱۹ اپریل)

یعنی امریکہ میں اُن لوگوں کی تعداد معلوم کیجاتی ہے جو ناخواندہ ہیں۔ کیونکہ امریکنوں کے نزدیک جاہلوں کی یہ مخلوق اسی قابل ہے کہ اس کی نمائش کی جائے بخلاف ہمارے ملک کے کہ یہاں ان لوگوں کی تعداد معلوم کی جاتی ہے جو پڑھے لکھے ہیں، کیونکہ ہمارے نزدیک یہاں کے ناخواندہ نمائش کے قابل ہیں۔ وہاں جاہلوں پر حیرت ہے، یہاں تعلیم یافتہ لوگوں پر۔ وہاں جہل و نادانی کی گرانی ہے، یہاں اس کی بہتات اور ارزانی۔ وہاں ۲ فیصدی جاہل، یہاں ۶ فیصدی عالم۔ وہاں ۹۸ فیصدی خواندہ، یہاں ۹۴ فیصدی ناخواندہ!۔

یہ اس قوم کا حال ہے، جو خدا کی بخشی ہوئی نعمتوں سے یکسر محروم ہے، اور جس قوم کو حکم دیا گیا تھا کہ

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَىٰ كُلِّ مُسْلِمٍ وَمُسْلِمَةٍ

علم کا حصول ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے

جس کے پیغمبر نے رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا کی دُعا کے ساتھ فرمایا تھا

اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَلَوْ كَانَ بِالصِّينِ

علم حاصل کرو، خواہ وہ چین کے اندر ہی کیوں نہ ملے

کیا کوئی موازنہ ہو سکتا ہے۔ جب ہمارے اعمال یہ ہوں تو ضروری ہے کہ نتائج بھی اس کے مطابق نکلیں۔

کیا فرمایا

کیا فرمایا؟

فَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَأُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَأُوذُوا فِي سَبِيلِي وَقَاتَلُوا وَقُتِلُوا لَأُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَأُدْخِلَنَّهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ثَوَابًا مِّنْ عِندِ اللَّهِ وَاللَّهُ عِندَهُ حُسْنُ الثَّوَابِ ۝

(قرآن پ ۴ ع ۱۰)

جن لوگوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور جنھیں میری راہ میں اذیت پہونچی، اور انھوں نے مارا بھی اور مرے بھی۔ تو ہم ان کی تمام برائیوں کو ڈھانک دیں گے، اور نہروں والی بہشت میں داخل کر دینگے۔ یہ ایسے لوگوں کے لئے اللہ کا انعام ہے، اور اللہ کے پاس تو اچھے انعاموں کی کوئی کمی نہیں!

اور کیا ارشاد ہوا؟

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝ (قرآن پ۱۴ ع ۱۲)	جن لوگوں نے ظلم وستم سہنے کے بعد اللہ کی رضا کے لئے ہجرت کی تو ہم انھیں اسی دنیا میں اچھا ٹھکانا دیں گے۔ اور آخرۃ کا انعام تو کہیں بڑا ہے۔ کاش لوگوں کو ہجرۃ کا یہ فلسفہ معلوم ہوجاتا!!)

ابھی کچھ اور!

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْا اَوْ مَاتُوْا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا ۝ (قرآن پ۱۷ ع ۱۵)	جنھوں نے اللہ کی راہ میں وطن کو چھوڑا، اور مارے گئے یا اپنی موت مرے تو اللہ اپنی جناب سے ان کے لئے رزق کا سامان کرے گا۔

هٰذَا بَصَائِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۝ (قرآن)

دعوتِ توحید | قرآن کا اعلان ہے!

اِنَّ هٰذِهٖ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ۝

تم انسانوں کی امت ایک ہی امت ہے کیونکہ میں تم سب کا رب بھی ایک ہی ہوں!

قرآن نے بتایا، کہ خدا کی وحدۃ کا عقیدہ صرف خیالی اور نظری عقیدہ ہی نہیں ہے۔ بلکہ تمہاری زندگی میں اس کا عملی ظہور ہونا چاہئے، توحید باری کے عقیدہ کا تقاضہ ہے کہ امت بھی ایک ہی ہو، کیونکہ انسانیت ایک ہے یعنی امتِ وحدۃ کی تشکیل نہیں ہوسکتی، جب تک ربوبیت وحدت کا عقیدہ راسخ نہ ہو۔ خدا کی خدائی کو مختلف طاقتوں میں تقسیم کرنا، انسانیت کو تقسیم کرنے کے مترادف ہے۔ تم کئی کئی خدا مان کر قومیتِ متحدہ کی بنیاد قائم نہیں کرسکتے لیں خدا کی وحدت کی طرف آؤ، تاکہ تم بھی وحدت کا جلوہ دیکھ سکو!

اس کے بعد تھیوسوفیکل سوسائٹی کے بین الاقوامی صدر مسٹر جِناراجاداسا کی وہ تقریر پڑھئے، جو آپ نے کلکتہ میں ایک مجمع کے سامنے کی:-

میں ہندوستانیوں کو دعوت دوں گا، کہ وہ خدا کی وحدۃ پر اپنی قومیت کی تعمیر کریں۔ یہی وقت ہے کہ ہم خدا کی یکتائی کو عملی جامہ پہنائیں، اور یہ عقیدہ راسخ کرلیں، کہ خدا ایک ہے اور ساری کائنات اسی ایک خدا کی مختلف صفات کا مظہر ہے، اتحاد کے لئے اس عقیدہ کی سخت ضرورت ہے۔ اگر ہم اسے عملی جامہ پہنا کر انسان کی عالمگیر برادری کا تصور قائم کریں گے۔ تو ہندوستان کی تعمیر ایک بڑی قوم کی حیثیت سے ہوسکے گی"

(ہندوستان ٹائمز ۱۶ ۱۲/۴۸)

جس بات کو قرآن نے سادے الفاظ میں فرمایا، اور اس وقت فرمایا جب نیشنلزم (امت) اور برادر ہڈ (اخوۃ) کا کوئی سیاسی مفہوم نہ تھا۔ اسے آج بیشمار تجربات کے بعد سیاست کے رنگ میں پیش کیا جارہا ہے۔

قرآن نے امت وحدۃ کے ساتھ خدا کی وحدانیت

کا ذکر اسی لئے کیا کہ ذاتِ واحد کے تصور کے بغیر انسانیت کو وحدت کی لڑی میں نہیں پرویا جا سکتا۔ اب چاہو قرآن کی بنیادی صداقت پر ایمان لاؤ۔ چاہو پچھلی انڈی دنیا کے تجربات سے فائدہ اٹھاؤ، صداقت ایک ہی ہے، اور ہمیشہ ایک ہی رہے گی۔

مفید مشورہ

بیروت کے ایک ماہنامہ "المشرق" میں پاکستانی مسلمانوں کو مشورہ دیتے ہوئے ذیل کے الفاظ لکھے گئے ہیں:-

"پاکستان ساڑھے چھ کروڑ مسلمانوں کا ملک ہے یعنی دنیا میں سب سے بڑی مسلم حکومت یا مسلم اکثریت کی جمہوری ریاست۔ ہم چاہتے ہیں کہ تمام مسلم ممالک سے اس کا رشتہ قائم ہو۔ اور اس رشتہ کا مقصد یہ ہو کہ وہ تمام ممالک کی صنعتی رہنمائی کرے۔ ہمیں افسوس ہے کہ ہم اپنے پاکستانی بھائیوں سے ملکر اپنی باتیں نہیں سنا سکتے۔ ہماری خوش نصیبی ہوگی، اگر یہ کلمات اُن کے کانوں تک پہونچ جائیں ہم اور دوسرے مسلم ممالک چاہتے ہیں کہ پاکستان کی سائنس ہماری سائنس ہو۔ پاکستان کی صنعت ہماری صنعت ہو۔ پاکستان کی یونیورسٹیاں ہماری یونیورسٹیاں ہوں، ہم اُسے اپنا جیسا نہیں، بلکہ اُس کی شان کے شایاں دیکھنا چاہتے ہیں۔ ہم نے صنعت کو غیر باد کہہ کر بُرے دن دیکھے، کیا پاکستان اس کی تلافی کرے گا؟ ہم اب تک فوجی تربیت کے لئے امریکہ اور برطانیہ کے محتاج رہے، کیا پاکستان ہماری اس ضرورت کو پورا کرے گا؟ مختصر الفاظ میں، کیا پاکستان ہماری قیادت قبول کرنے کے لئے تیار ہے؟"

ضرورت ہے کہ حکومتِ پاکستان اور پاکستانی مسلمان اس کا جواب دیں!!

صدر دفتر دار العلوم حرم صولتیہ (مکۂ معظمہ) اور ماہنامہ ندائے حرم

بعض احباب کو دفتر میں پہنچنے کے لئے دشواریاں پیش آتی ہیں۔ وہ صدر دفتر کے پتہ میں جمشید کوارٹر پڑھ کر جمشید روڈ (متصل اسٹن روڈ) کے سرکاری کوارٹروں میں پہنچ جاتے ہیں یا گاڑی اور رکشا والے زیادہ کرایہ وصول کرنے کی غرض سے قصداً ان کو وہاں پہنچا دیتے ہیں۔ جس سے زیر باری کے علاوہ تضیع اوقات اور تکلیف بھی ہوتی ہے جس کا ہمیں بہت افسوس ہے، حالانکہ یہ جمشید کوارٹر سرکاری کوارٹر نہیں ہیں بلکہ اس علاقہ کا نام ہے۔ جو بندر روڈ ایکسٹینشن (حال محمد علی جناح روڈ) اور سولجر بازار کے درمیان پارسی کالونی سے متصل واقع ہے۔ بندر روڈ ایکسٹینشن پر نمائش کے میدان کے قریب جم خانہ (کھیل کا میدان) ہے جہاں اس مرتبہ نمازِ عید الفطر ہوئی تھی، اسی میدان کے بالکل سامنے مرزا قلیچ بیگ روڈ ہے (شہر کے بورڈ پر "مرزا کلیچ بیگ روڈ" لکھا ہے) اسی مرزا کلیچ بیگ روڈ کی کوٹھی نمبر ۱۱۴ کے پھاٹک پر، صدر دفتر، ماہنامہ "ندائے حرم" اور صولتیہ منزل کا بورڈ لگا ہوا ہے۔ سولجر بازار سے بھی یہ جگہ بالکل قریب ہے۔ سولجر بازار ٹرام کے آخری اسٹیشن سے جو پہلا اسٹیشن ہے اُس سے بمشکل دو منٹ کا راستہ ہے۔ احباب نوٹ فرمالیں تو انشاء اللہ تلاش میں دقت نہ ہوگی۔

اسلام اور سیاستِ عادلہ

انسانی حقوق کا چارٹر

اسلام میں آزادی کا بلند ترین مقام

(۲)

ندائے حرم بابت ماہ شعبان ۶۷ھ میں زیر نظر مضمون کی قسط اول شائع ہو چکی تھی۔ ابتک بعض مجبوریوں اور ناگزیر حالات کی وجہ سے دوسری قسط کی نوبت ہی نہ آئی۔ چونکہ قارئین کرام کا مطالبہ تھا کہ اس مضمون کی تکمیل ہو، لہذا قسط اول کے بعد یہ دوسری قسط ہدیۂ ناظرین ہے۔ قسط اول میں بتایا گیا تھا، کہ اسلام میں آزادی کا مفہوم کیا ہے؟ اور وہ کتنی شاخوں پر مشتمل ہے۔ قسط نمبر اول میں حریتِ فردی (ذات)۔ حریتِ مقام۔ حریتِ ملکیت۔ حریتِ اعتقاد کی تشریح کی جا چکی ہے۔ بسطورِ ذیل میں، حریتِ (آزادی) کی باقی اقسام پر روشنی ڈالی گئی ہے

(ندائے حرم)

رائے کی آزادی

اسلام میں رائے کی آزادی کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ چونکہ انسان ذی فہم اور صاحب الرائے ہے، اس لئے دین الٰہی نے اس کی فطری ساخت پر مصنوعی پابندیاں نہیں لگائیں، اور اس کی فہم کو اس حد تک ڈھیل دی کہ وہ مختلف باتوں میں سے جس کو چاہے اختیار کرلے جن امور کا تعلق دین سے نہیں ہے اس میں ہر انسان کو اپنی ذاتی رائے قائم کرنے کا پورا حق حاصل ہے۔

حریت رائے کے احترام کا ثبوت خود سرورِ کائنات کے زمانے میں ملتا ہے۔ ایک غزوہ میں آپ نے ہدایت فرمائی، کہ مسلمان فلاں جگہ پر اتریں۔ ایک شخص نے پوچھا۔ کیا اس منزل کے متعلق کوئی وحی نازل ہوئی ہے، یا یہ آپ کی ذاتی رائے ہے؟ حضور نے فرمایا یہ میری ذاتی رائے ہے شخص مذکور نے عرض کیا، تو پھر آپ اس منزل پر نہ اتریں۔ قیام کے لئے دوسری منزل مناسب ہوگی۔ چنانچہ حضورؐ نے اپنی رائے سے دست بردار ہو کر اس رائے سے اتفاق کیا۔ خود قرآن کریم میں حضور کا ارشاد مذکور ہے کہ آپنے بار بار حضرت

زیدؓ سے کہا:۔

اَمْسِكْ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ ! اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھو اور اللہ سے ڈرو، لیکن حضرت زیدؓ نے اپنی رائے کو ترجیح دی اور بیوی کو طلاق دیدی۔

جن امور کا تعلق دین سے ہے، اُن میں بھی اجتہاد کا اذن عام ہے۔ اگر اجتہادِ دینی "قوتِ فکری" غلطی بھی کر جائے تو مجتہد کو ایک اجر ضرور ملے گا، ورنہ دوسرے اجر کا مستحق ہوگا۔ رائے کے احترام کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہوگا۔ کہ غلط رائے پر بھی اجر مرتب کیا گیا ہے بشرطیکہ نیت بخیر ہو۔ اور فکری صلاحیتوں کا برمحل استعمال کیا گیا ہو۔

تعلیم کی آزادی

اسلام نے حصول علم پر سب سے زیادہ زور دیا ہے۔ اور جو اس سے کام نہ لینے والوں کو کالانعام کہہ کر پکارا ہے۔ قرآن نے اہل علم اور جہلا کو ایک درجہ دینے سے انکار کر دیا ہے، اور رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا کی پکار ہماری فطرت میں رکھدی ہے۔ اسلام نے کہا:۔

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَةٌ عَلٰی كُلِّ مُسْلِمٍ وَّ مُسْلِمَةٍ۔ ہر مسلمان مرد اور عورت پر علم کا حصول فرض ہے۔ اسلام نے علم کو علم دین میں محصور نہیں کیا۔ بلکہ اس کی حدود کی وسعت کو بحالہ قائم رکھا۔ اس سے معلوم ہو کہ جس علم سے کوئی دینی یا دنیوی مصلحت پوری ہوتی ہے، اس کی تحصیل ضروری ہے۔ غور کیجئے! آیہ کریمہ

اَوَلَمْ یَتَفَكَّرُوْا فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ پر عمل کرنے کے لئے کس قدر علوم کی ضرورت ہے؟ علم الافلاک۔ علم طبقات الارض۔ علم آثارِ قدیمہ۔ علم الحیوان۔ علم نباتات۔ علم الابدان[1] سب اسی آیت میں سما جاتے ہیں۔ اسی طرح

[1] طب و ڈاکٹری۔

جب مسلمان آیہ کریمہ

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ۔ (جہاں تک ہو سکے مقابلہ کے لئے ہر طاقت پیدا کرو)

پر عمل کریں گے تو انہیں سائنس کے کتنے شعبوں میں مہارت پیدا کرنا پڑے گی۔ آفاقی اور انفسی علوم۔ یعنی علم طبعیات اور علم النفس۔ علوم کے سرچشمے ہیں۔ دنیا کے تمام علوم کی سوتیں اسی سرچشمے سے ابلتی ہیں۔ اس کے بعد کونسا علم رہ جاتا ہے، جس کے حصول کو اسلام نے فرض قرار نہیں دیا۔

اسلاف کو دیکھئے! ابن مقفع نے فارسی علوم کا ترجمہ کیا، خلیفہ منصور۔ خلیفہ ہارون رشید۔ خلیفہ مامون رشید کے دور میں، یونانی علوم کو عربی میں منتقل کیا گیا۔ بغداد۔ قرطبہ۔ سمرقند کی یونیورسٹیوں میں ان تمام علوم کی تعلیم ہوتی رہی جن کی ہوا بھی یورپ کو سولھویں صدی تک نہیں لگی تھی۔ اس وقت جب کہ مغرب اس مشہور مقولہ کہ "جہالت زہد و اتقاء کی ماں ہے" پر عمل پیرا تھا۔ مسلمان نظری اور عملی علوم کے باغ لگا رہے تھے۔ ان دلائل سے ثابت ہوا، کہ اسلام حریتِ علم کو نہ صرف تسلیم کرتا ہے، بلکہ اسے ایمان کی پختگی اور عمل کی استواری کے لئے فرض قرار دیتا ہے۔

حریتِ مساوات

مساوات اسلام کا طغرائے امتیاز ہے۔ وہ تمام انسانوں کی وحدة کو تسلیم کرکے ان کی ایک عالمگیر برادری بناتا ہے اور سب کو ایک سطح پر لاکر کھڑا کرتا ہے۔ دراصل یہ اسلام کا وہ انقلاب عظیم ہے۔ جس نے انسانی تاریخ کا رخ بدل ڈالا کہنے کو ہر شخص مساوات کا درس دے سکتا ہے۔ مگر اسے عملی زندگی میں جاری کرنا بہت مشکل ہے۔ مغرب کو قانون اور حقوق کی مساوات پر ناز ہے، اگر وہ آج تک کالے اور گورے

وطنی اور غیر وطنی کا فرق نہیں مانا سکتا۔ اسلام کا کمال اُس کے اصول میں نہیں بلکہ عمل میں ہے۔ پیغمبر اسلام نے بغیر کسی پروپیگنڈہ کے، بغیر مشورہ اور قانون کے، بغیر مطالعہ اور تحقیق کے، ایک پیسہ خرچ کئے بغیر آن کی آن میں مساوات پر عمل کرکے دکھا دیا۔ اور اس تعلیم کو ایسا راسخ کیا کہ آج کا مسلمان بھی اس پر عمل کرتا اور اس کا نمونہ پیش کرتا ہے۔ قانون اور حقوق میں۔ تعزیرات اور معاملات میں اخلاق و معاشرت میں، اور زندگی کے ہر شعبہ میں مساوات ہی مساوات نظر آئے گی۔ حتیٰ کہ غیر مسلموں کے ساتھ بھی اسلام نے اسی مساوات کا برتاؤ کیا، اور کہا کہ لَهُمْ مَا لَنَا وَعَلَيْهِمْ مَا عَلَيْنَا۔ دراصل اسلام کی یہ تعلیم تمام اصلاحات کی سرتاج ہے، اور دنیا نے اس سے بہت سیکھا ہے۔ اگر مسلمان کتابِ فطرت اور قانونِ فطرت دونوں کا مطالعہ کرتے، اور خدا کے قول کی تشریح خدا کے فعل (کائنات) میں تلاش کرتے، تو وہ آج مادیت میں مغرب کی جگہ پر ہوتے۔ اور مادیت و روحانیت کے امتزاج سے ایک ایسے نظام تمدن کی داغ بیل ڈالتے جو زندگی کے تقاضوں کے عین مطابق ہوتا!

آہ پاکستان

ابنِ آدم یہاں سے مخلص ہیں
اہلِ کار فلاح کرتے ہیں
میکدوں میں وہ خطبہ پڑھ پڑھ کر
بخت زر سے نکاح کرتے ہیں

مولانا رحمانی اٹاوی

اور قرآن کی تلاوت سے
قلم کا افتتاح کرتے ہیں
تاکہ برکت ہو اُن کے کاموں میں
جرم و شر مباح کرتے ہیں

عہدِ اسلامی میں

شفاخانوں کی ترقی

از حسین اعظمی صاحب۔ بشکریہ استقلال

اسے مورخین کی بے پروائی کہیئے، یا پرانے طرزِ تاریخ نویسی کی خامی۔ وجہ کچھ بھی ہو، لیکن حقیقت یہ ہے کہ جب کبھی بھی مسلمانوں کی تاریخ لکھی گئی تو ان میں تہذیبی اور مجلسی ترقیوں کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا۔ بلکہ انھیں جنگی فتوحات کی ایک لمبی چوڑی فہرست بنا دیا۔ اگر کسی مورخ نے عام ڈگرے سے ہٹ کر عالم کی گزر بسر لات ماری تو یہ لکھ دیا کہ فلاں بادشاہ کے دربار میں اتنے شاعر تھے اور اتنے گوئیے اس نے بڑے بڑے عالی شان قصر تعمیر کرائے۔ اس کے عہد میں علوم و فنون کی خوب ترقی ہوئی۔ اللہ اللہ خیر صلا۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہمارے کان طارق و خالد کے تذکروں سے تو آشنا ہیں۔ لیکن ہم میں کتنے ہیں جو جابر ابن حیان۔ ابن العربی ابو الخیر۔ ابو الحسن نفاخ کے کارناموں سے واقف ہیں؟ ہمارے ذہنوں میں ماموں رشید اور ہارون رشید کے رومانی عہد کی تو یاد تازہ ہے۔ لیکن اس عہد کے نادرہ روزگار علماء کا نام کتنی زبانوں پر ہے؟ اس قسم کی تاریخ نویسی کا نفسیاتی اثر ہمارے قومی کردار پر بہت گہرا پڑا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض ذی علم لوگوں کے بھی دل میں یہ بات بیٹھ گئی ہے کہ مسلمان صرف اچھا شاعر یا سپاہی بن سکتا ہے۔ اور دوسرے فنون اس کے بس کے روگ نہیں مسلمانوں کا ہر تیسرا آدمی آپ کو شاعر ملے گا۔ لیکن اور دوسرے فنون میں چراغ لے کر ڈھونڈھنے کے بعد بھی اندھیرا ہی اندھیرا نظر آتا ہے۔

آج کی صحبت میں ہم محض انسانی شفاخانوں کا ذکر کریں گے۔ ابھی تک بہت سے لوگ یہی سمجھے بیٹھے ہیں، کہ اسپتال انگریزوں کے عہد حکومت کی یادگار ہے، اور اس سے پہلے ہم اس نعمت سے واقف نہ تھے۔ لیکن تاریخ کی ورق گردانی کرنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ شفاخانوں نے اور دوسرے اداروں کی طرح مسلمانوں کے عہدِ ماضی میں خوب ترقی کی ہے۔ جس طرح شاعری عربوں کی میراث سمجھی جاتی ہے اسی طرح طبابت بھی ان کی گھٹی میں پڑی تھی۔ حارث بن کلاہ نے جو طائف کا باشندہ تھا، حضرت محمد مصطفےٰ کی بعثت سے بہت پہلے ایران میں جاکر طب کی تکمیل کی تھی، اور طبابت میں وہ شہرت پائی کہ عرب اس کو طبیب العرب کے نام سے یاد کرنے لگے، اور تو اور خود نوشیرواں عادل نے اس کے کمالِ فن کے چرچے سن کر اپنے دربار میں طلب کیا۔ حارث بن کلاہ نوشیرواں کے

دربار کی زینت بنا، اور وہاں سے اس نے کافی جاہ و ثروت حاصل کی۔ اس کا بیٹا نضر بن حارث اس فن میں باپ سے بھی زیادہ ترقی کر گیا۔ اب جس جگہ حارث بن کلاہ کے کمال فن کا تذکرہ ہوتا ہے، نضر بن حارث کا بھی ذکر لازمی طور پر آتا ہے۔ ان لوگوں کے علاوہ اس دور میں دوسرے افراد بھی طبابت کا پیشہ اختیار کئے ہوئے تھے۔

رسول مقبول ﷺ کی آنکھ بند ہوتے ہی اسلام کی فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا۔ نئے حالات میں نئے ممالک سے جنگ ناگزیر ہو چکی تھی۔ اس لئے روزانہ دوسرے ممالک پر چڑھائیاں ہونے لگیں۔ ان جنگوں میں سیکڑوں بلکہ ہزاروں افراد ہلاک اور زخمی ہوتے تھے۔ اس لئے ان زخمیوں کی دیکھ بھال اور مرہم پٹی کی ضرورت پیش آئی۔ اس طرح مسلمانوں میں فن جراحی کی ابتدا اور نشو و نما ہوئی۔ اب ملک فتح کرنے کے لئے صرف فوج ہی نہیں جاتی تھی۔ بلکہ اس کے ہمراہ کشتی اسپتال بھی جایا کرتے تھے۔ لیکن جس طرح اور بہت سی دوسری اصلاحات و ایجادات کا سہرا حضرت عمرؓ کے سر بندھا ہے اسی طرح اس فن کی ترقی میں بھی مسلمان اُن کی خدمات کو فراموش نہیں کر سکتے۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جب فارس پر چڑھائی کی گئی تو فوج کے ساتھ ایک طبی یونٹ بھی تھی۔ لیکن چونکہ یہ پہلی کوشش تھی، اس لئے زیادہ بڑے پیمانہ پر اس میں کوئی ترقی نہ ہو سکی۔ البتہ جب شام کی حکومت حضرت معاویہؓ کے ہاتھ میں آئی تو انھوں نے اس فن کی ترقی کی کوشش کی۔ انھوں نے مشہور عیسائی ابن آثال کو اپنے دربار کا طبیب خاص مقرر کیا۔ امیر معاویہؓ کی سرپرستی کی وجہ سے دوسرے لوگوں نے بھی طبابت میں دلچسپی لینا شروع کی، اور ملک میں بہت سے طبیب و جراح پیدا ہو گئے۔ جو اپنے اپنے گھروں پر علاج کیا کرتے تھے۔ کیونکہ اس وقت تک شفاخانوں کا رواج نہیں ہوا تھا۔

باقاعدہ شفاخانے کا سنگ بنیاد تو بنی اُمیّہ کے تیسرے تاجدار ولید بن عبدالملک نے رکھا۔ ولید بن عبدالملک کو رفاہ عام کے کاموں میں بڑی دلچسپی تھی۔ اس نے شروع شروع میں اندھوں اور مفلوجوں کی ایک فہرست مرتب کرائی۔ اس کے بعد ان کے وظائف مقرر کئے۔ بعض لوگوں پر تو ملازم بھی رکھے۔ اور پھر اس کو شفاخانہ قائم کرنے کا خیال آیا۔ علامہ مقریزی کے قول کے مطابق، اس کا شفاخانہ ۸۸ھ میں بن کر تیار ہوا تھا جو عالم اسلام کا پہلا شفاخانہ تھا۔ ولید بن عبدالملک نے اس شفاخانے میں بہت سے طبیب و جراح مقرر کئے۔ اب تک طب کی عمدہ کتابیں صرف یونانی زبان میں تھیں۔ ان کتابوں کا عربی زبان میں ترجمہ کرانے کا خاص اہتمام کیا گیا۔ کیونکہ ان یونانی کتابوں کا ترجمہ کرائے بغیر دوا سازی کے کام میں ترقی کا کوئی امکان نہ تھا۔ طب سے شوق ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کو یہودیوں اور عیسائیوں سے بھی تعلقات بڑھانے پڑے عیسائی اور یہودی جو ابھی تک مسلمان درباروں سے الگ تھلگ رہے تھے۔ وہ اب سمٹ سمٹ کر ان درباروں میں پہنچنے لگے۔ ملک میں شفاخانے قائم کرنے کا جو عام چرچا ہو گیا۔ لیکن جس طرح دوسرے علوم و فنون کی ترقی عہد عباسی میں معراج کمال کو پہنچی، اس طرح فن طب اور شفاخانوں کے کام کو بھی اس عہد میں قابل مثال ترقی نصیب ہوئی۔

عہد عباسی میں شفاخانوں کی ترقی کی تاریخ بھی عجیب و غریب ہے۔ کہا جاتا ہے کہ عہد عباسیہ کا دوسرا خلیفہ منصور ایسا بیمار پڑا کہ اس کی جان کے لالے پڑ گئے۔ منصور

ے علاج کے لئے جارجس کو طلب کیا گیا۔ جارجس اپنے عہد کا شہرۂ آفاق طبیب تھا۔ دربار میں طلبی پر جارجس اپنے مشہور اسپتال جندیسابور کا انتظام اپنے لڑکے کو سونپ کر منصور کے علاج کے لئے حاضر ہوا۔ حسنِ اتفاق کہئے، یا جارجس کی مسیحا نفسی کہ منصور کو شفا ہو گئی۔ منصور نے صحتیاب ہونے پر جندیسابور کے شفاخانہ کو خوب ترقی دی۔ عہدِ منصور میں اس شہرۂ آفاق شفاخانہ میں ڈاکٹر سابور بن سہل کو بھی ملازم رکھا گیا۔

عہدِ عباسیہ کے ابتدائی زمانہ تک تمام شفاخانوں میں یونانی اور فارسی طبابت کے اصولوں کے مطابق علاج ہوتا تھا۔ لیکن خاندانِ برامکہ کے طفیل ویدک کو بھی ان شفاخانوں میں جگہ ملی۔ یحییٰ بن خالد برمکی نے جس کے علم و فن اور جود و سخا کے تذکرے اب تک تاریخ میں سنہرے حروف میں منقوش ہیں، فنِ طب کو ترقی دینے، اور ہندوستانی ویدک کے متعلق معلومات فراہم کرنے کے لئے ایک شخص کو اپنے خرچ پر ہندوستان روانہ کیا۔ ابن الندیم نے اپنی مشہور کتاب "الفہرست" میں لکھا ہے، کہ یحییٰ نے ہندوستان کے نامور ویدوں کو بھی بغداد میں بلایا تھا۔ چنانچہ منکہ۔ سالے اور ابن دہن تو بغداد آئے بھی تھے۔ خاندانِ برامکہ نے بغداد میں ایک بہت بڑا شفاخانہ قائم کیا۔ اور ابن دہن کو اس شفاخانہ کا افسر مقرر کیا۔ بغداد میں اس وقت تک بہت سے شفاخانے قائم ہو چکے تھے۔ لیکن خاندانِ برامکہ کے شفاخانہ ہی کو صرف یہ شرف حاصل تھا۔ کہ اس میں ویدک کے اصولوں پر علاج ہوتا تھا۔ غالباً برامکہ کے ان ہندوستانی رجحانات کی بدولت علامہ سلیمان ندوی کو یہ غلط فہمی ہوئی ہے کہ وہ ہندو نژاد تھے۔ شفاخانوں کے کام میں اتنی ترقی ہو جانے کے باوجود ابھی تک ابتدائی مراحل میں تھے۔ ہارون رشید نے فنِ طب اور شفاخانوں کو ترقی دینے کے لئے ایک علیحدہ محکمہ قائم کیا۔ نئے نظام کی رو سے اب کئی کئی شفاخانے یک ایک طبیب کی نگرانی میں ہو گئے، اور ان تمام شفاخانوں کا ایک انسپکٹر جنرل مقرر ہوا جس کو اُس زمانہ میں رئیس الاطبا کہتے تھے۔ رئیس الاطبا مختلف اسپتالوں کا دورہ کرتا۔ دواؤں کی جانچ پڑتال کرتا، اور جو خرابیاں پاتا ان کو دور کرنے کی ہدایات کرتا تھا۔ اس عہدہ پر سب سے پہلے ایک عیسائی حکیم کو جس کا نام بختیشوع تھا، ۱۷۱ھ میں مقرر کیا گیا۔ بختیشوع کے بعد اس کا بیٹا جبریل اس عہدہ پر مامور ہوا۔ جبریل کی ماہوار تنخواہ دس ہزار درہم تھی۔ اس کے علاوہ پانچ ہزار درہم ماہوار اس کو بھتہ بھی ملتا تھا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے، کہ ہارون رشید کے بعد کافی عرصہ تک اس شعبہ میں کوئی ترقی نہیں ہوئی یا اگر کوئی ترقی ہوئی تو تاریخیں اس کے متعلق بالکل گونگی نظر آتی ہیں۔ لیکن خلیفہ مقتدر باللہ کے زمانے میں مورخوں کی مہرِ سکوت پھر ٹوٹتی ہے، اور اس شعبہ کی ترقی کے واقعات سے پھر ہمارے کان آشنا ہوتے ہیں۔ خلیفہ مقتدر باللہ کے زمانہ میں شفاخانوں کی تنظیم میں دو خاص قسم کی تبدیلیاں ہوئیں ایک تو یہ کہ اب تک جیل خانوں میں علاج کا کوئی طریقہ رائج نہ تھا۔ اب اُن میں علاج کرنے کے لئے خاص طبیب مقرر ہوئے۔ دوسرے عارضی یا گشتی شفاخانے قائم کئے گئے۔ ان گشتی شفاخانوں کے متعلق مشہور مورخ علامہ ہٹی اپنی شہرۂ آفاق تصنیف "تاریخ عرب" میں رقمطراز ہیں "بہت سے طبیب صرف اس لئے

مقرر ہوئے کہ جن جن چھوٹے قصبوں میں شفاخانے نہیں ہیں۔ وہ ان قصبات کا دورہ کریں۔ اور وہاں حسب ضرورت دو دو تین تین دن قیام کر کے بیماروں کا علاج کریں۔ ان طبیبوں کے ہمراہ مختصر سا گشتی دواخانہ ہوتا تھا۔ آج بھی علمی اور تہذیبی ترقی کے باوجود اکثر و بیشتر ممالک میں گشتی شفاخانوں کا رواج نہیں۔

خلیفہ مقتدر باللہ کے عہد تک طبابت کا پیشہ اختیار کرنے پر کوئی روک ٹوک نہ تھی۔ جو چاہتا تھا طبابت شروع کر دیتا تھا۔ چونکہ یہ پیشہ باعزت اور نفع بخش تھا۔ اس لئے بہت سے لوگوں نے اختیار کر لیا۔ جس کے نتیجہ میں بہت سے ناکارہ لوگ بھی طبابت کرنے لگے ۳۱۹ھ میں ایک نیم حکیم کسی مریض کے لئے صرف خطرۂ جان ہی نہیں بنے، بلکہ اس غریب کے جان لیوا بھی ثابت ہوئے۔

مریض کا مرض گیا یا رہا، یہ تو معلوم نہیں، البتہ یہ بات یقینی ہے کہ مریض ضرور چل بسا۔ اس واقعہ کی اطلاع مقتدر باللہ کو ہوئی۔ خلیفہ نے اسی دن سے یہ حکم صادر کر دیا، کہ جب تک کوئی شخص باقاعدہ طور پر امتحان پاس نہ کرے، طبابت نہیں کر سکتا۔ اور ۳۱۹ھ میں سنان بن ثابت کو طبیبوں کا ممتحن مقرر کیا۔ پہلے ہی سال ہزاروں طبیب اس امتحان میں بیٹھے۔ جن میں سے صرف ۸۶۰ افراد کامیاب ہوئے اور ان کو طبابت کرنے کا اختیار مل گیا۔ ان میں وہ افراد شامل نہ تھے۔ جن کا کمال مسلم تھا۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے، کہ اس وقت اس فن کو بغداد میں کتنی ترقی نصیب ہو چکی تھی۔

ابتدائی مراحل طے کرنے کے بعد مقتدر باللہ نے شفاخانے قائم کرنے کا لگا لگایا۔ پہلے اس نے ایک شفاخانہ اپنی ماں کے نام پر قائم کیا۔ جس کا سالانہ خرچ سات ہزار دینار تھا۔ یہ خیال رہے کہ دینار طلائی سکہ ہوتا ہے۔ آب وہوا اور منظر کی خوبی کے لحاظ سے اس شفاخانہ کے لئے دریائے دجلہ کا کنارہ پسند کیا گیا۔ اس کے بعد کئی اور چھوٹے بڑے اسپتال قائم کئے گئے۔

علی ابن عیسیٰ نے بھی جو خلیفہ مقتدر باللہ کا وزیر تھا اپنے خرچ سے ۳۰۲ھ میں ایک شفاخانہ تعمیر کرایا۔ اس کے علاوہ دوسرے عمائدین سلطنت نے بھی شفاخانے قائم کئے۔ چند سالوں کے عرصہ میں ملک کے اندر ۲۴ شفاخانے قائم ہو چکے تھے۔ اب بغداد میں شفاخانوں کی ایسی قلت تو نہ تھی۔ مگر بغداد کی بڑھتی ہوئی آبادی کے پیش نظر ایک آدھ اچھے اسپتال کی ضرورت محسوس ہوتی تھی۔ اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے، عضد الدولہ نے ایک عالیشان شفاخانہ تعمیر کرایا۔ جس کی وسعت، خوبی، عمارت، آلات کی کثرت اور انتظام کے لحاظ سے مورخین نے دنیا کا بہترین اسپتال مانا ہے۔ حقیقت میں اس شفاخانہ کی حیثیت ایک طبی یونیورسٹی کی سی تھی۔ جہاں کثرت سے ہر قسم کا ضروری سامان مہیا رہتا تھا۔ اس طبی تعلیم گاہ میں درس دینے اور لکچر دینے کیلئے علیحدہ علیحدہ طبیب مقرر کئے گئے تھے اور علاج معالجہ کے لئے دور دراز سے مشہور اور کامل طبیب بلائے گئے تھے۔ ابتدا میں ان سب کی مجموعی تعداد ۱۰۰ تھی۔ لیکن انتخاب کے بعد اس میں صرف ۲۴ افراد رہ گئے تھے۔ جن میں ابن یعقوب ابن کشکریا۔ ابو عیسیٰ جیسے نامور اطبا کے نام خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ آج بھی بڑے بڑے طبی کالجوں میں بیک وقت پروفیسروں یا لکچراروں کی تعداد اتنی نہ ہوگی۔

اس شفاخانے میں سرجری (چیرپھاڑ) کا الگ شعبہ تھا جس میں ابو الخیر۔ ابو الحسن نفاح اور ابو الصلت بہت مشہور تھے۔ ابو الصلت تو پٹی باندھنے میں اپنا جواب نہیں رکھتا تھا۔ اسی طرح اور دوسرے شعبوں کے ماہرین الگ نوکر تھے۔

اس ضمن میں اگر ابنِ طولون کا ذکر نہ کیا گیا، تو یہ مضمون تشنہ رہے گا۔ ابن طولون بنی عباسیہ کی طرف سے مصر و شام کا گورنر مقرر ہوا تھا۔ اُس کو بھی رفاہِ عامہ کے کاموں سے بڑی دلچسپی تھی۔ اس نے قاہرہ میں ایک عالی شان اسپتال قائم کیا جس پر تین لاکھ روپیہ سالانہ صرف ہوتا تھا۔ اس اسپتال کو جو خصوصیت حاصل تھی۔ وہ اس سے پہلے کسی اسپتال کو نصیب نہیں ہوئی یعنی جس وقت مریض علاج کے لئے جاتا تھا تو اس کی تمام نقدی۔ کپڑے اور دوسری چیزیں لے لی جاتی تھیں۔ جو شفاخانے کے خزانچی کے پاس بطور امانت جمع رہتیں۔ شفاخانے کی طرف سے اس کو نیا بستر اور کپڑے ملتے تھے۔ دونوں وقت اسپتال میں جرّاح اور طبیب معائنہ کیلئے آتے تھے ان کے پاس بیٹھتے تھے، اُن سے باتیں کرتے تھے۔

جب مریض اس قابل ہو جاتا کہ روٹی اور مرغ کا شوربا کھا سکے تو اُسے اسپتال سے چھٹی دیدی جاتی۔ اور چھٹی ملنے پر اُس کی امانت واپس کر دی جاتی۔ ابن طولون ہر جمعہ کو خود اسپتال جاتا اور ایک ایک مریض سے باتیں کرتا تھا۔ دواؤں اور کھانے پینے کی چیزوں کی جانچ پرتال کرتا تھا۔ اس اسپتال میں ایک اور نمایاں خصوصیت تھی۔ وہ یہ کہ پاگلوں کے علاج کے لئے اُس میں علیحدہ کمرے تھے۔

خلفائے بنی عباسیہ کے علاوہ اُن چھوٹی چھوٹی ریاستوں اور حکومتوں نے بھی شفاخانوں کی تعمیر اور ترقی میں بڑے اہم کام انجام دیئے ہیں۔ جو سلطنتِ عباسیہ کے زوال کے بعد عالمِ وجود میں آئی تھیں۔ نور الدین زنگی نے دمشق میں نوریہ کے نام سے ایک شفاخانہ قائم کیا تھا۔ آج کل کے شفاخانوں کے برخلاف اُس کے عہد کے شفاخانوں میں امیروں اور دولتمندوں کا علاج نہیں ہو سکتا تھا۔ لیکن نور الدین نے اپنے شفاخانے کے لئے جو وقف نامہ تحریر کیا تھا۔ اس میں یہ اجازت دی تھی، کہ جو نایاب دوائیں یہاں کے سوا کہیں اور نہیں مل سکتی ہوں، اس کے استعمال میں امیر و غریب کی کوئی تخصیص نہ کی جائے۔ علامہ ابن جبیر نے بھی اس شفاخانہ کا معائنہ کیا تھا، اور اس کے حسنِ انتظام کی بڑی تعریف کی تھی۔

سلطان صلاح الدین نے ۵۷۷ھ میں قاہرہ کے مقام پر ایک شفاخانہ قائم کیا تھا۔ علامہ ابن جبیر نے اس شفاخانے کے متعلق لکھا ہے۔

"قاہرہ کا یہ شفاخانہ صلاح الدین کے مفاخر میں سے ہے۔ وہ ایک نہایت خوبصورت ایوان ہے اس میں بہت سے کمرے ہیں۔ ہر کمرے میں پلنگ بچھے ہیں جن پر سلیقہ سے بچھونے اور تکیے لگے ہیں۔ دواؤں کے لئے الگ الگ کمرے ہیں دواسازی کے لئے عطّار اور منشی مقرر ہیں عورتوں کے علاج کے لئے ایک علیحدہ قطعہ ہے۔ اُن کی خدمت اور خبرگیری کے لئے عورتیں موجود ہیں۔ پاگلوں کے علاج کے لئے الگ مکانات ہیں، جن کا احاطہ نہایت وسیع ہے۔ دریچوں میں لوہے کی جالیاں ہیں۔ شفاخانہ کا انتظام ایک طبیب کے سپرد ہے جس کے ماتحت بہت

سے نوکر ہیں۔ صبح وشام دونوں وقت
بیماروں کو ملاحظہ کرتے ہیں اور اُن کی غذاؤں
اور دواؤں میں تبدیلیاں کرتے رہتے ہیں۔
سُلطان اکثر شفا خانے کے ملاحظہ کے لئے
آتا ہے اور بیماروں کے معالجہ اور خبر گیری کی
سخت تاکید رکھتا ہے"

علامہ ابن جبیر کے بیان سے یہ چیز واضح ہو جاتی ہے۔ کہ قاہرہ کے اسپتال میں عورتوں کے علاج کا علیحدہ انتظام تھا جس پر عورتیں ہی مامور تھیں۔ گویا عورتیں بھی رفاہ عام کے کاموں میں مردوں کا ہاتھ بٹاتی تھیں۔

ملک منصور قلاؤں نے بھی ۶۸۳ھ میں ایک شفاخانہ تعمیر کرایا تھا۔ علامہ سخاوی نے اس شفاخانے کے حال میں لکھا ہے کہ یہ شفاخانہ قاہرہ کی نامی اور عظیم الشان عمارتوں میں شمار ہوتا تھا۔ قلاؤں نے اُس کے صرف کے لئے بہت بڑی جاگیر وقف کردی تھی۔ جس کی سالانہ آمدنی دس لاکھ درہم سے زائد تھی۔ اس شفاخانہ کی ایک اہم خصوصیت یہ تھی، کہ اُس میں آؤٹ ڈور ڈسپنسری بھی تھی۔ جو لوگ اسپتال میں نہیں رہنا چاہتے تھے، یا اُن کی حالت اس قابل نہ تھی، کہ اُنھیں ہسپتال میں رکھا جائے۔ اُنھیں روزانہ دوائیں تقسیم کی جاتی تھیں۔ اس اسپتال میں ہر مرض کے لئے جُدا جُدا کمرے تھے۔ مردوں اور عورتوں کے علاج کا بھی الگ الگ انتظام تھا۔ شفاخانے کے ساتھ ایک تعلیم گاہ بھی تھی۔ اِس اسپتال میں لوگ بڑی کثرت سے علاج کرانے آتے تھے اسپتال میں روزانہ معمولی شربتوں کے علاوہ صرف شربت انار کے پانسو رطل صرف ہوتے تھے۔

یہ تو تھا عرب اور مصر کا عالم۔ لیکن مسلمان فرماں رواؤں نے اپنے فیض سے ہندوستان کو بھی نہیں چھوڑا۔ مسلمان بادشاہوں نے یہاں بہت سے اسپتال قائم کئے، مقریزی کے قول کے مطابق، محمد تغلق کے زمانہ میں صرف دہلی میں ۷۰ ہسپتال قائم تھے۔ جہانگیر نے تخت نشین ہوتے ہی یہ حکم صادر کیا تھا

"در شہرہائے کلاں دارالشفاہا ساختہ اطبا بجہت
معالجہ بیماراں تعین نمایند و آنچہ صرف می شدہ باشد
از سرکار خالصہ شریفہ می دادہ باشند"

مسلمانوں نے محض شفاخانے قائم کرنے پر اکتفا نہیں کی۔ بلکہ ان کے ساتھ ساتھ دواؤں کی ہم رسانی کا بھی بہترین انتظام کیا۔ حکومت نے عطاروں کی دواؤں کی جانچ پڑتال کے لئے ایک علیحدہ محکمہ قائم کیا تھا۔ جس کے افسر اعلیٰ کا لقب رئیس العشابین تھا۔ اس منصب پر ہمیشہ وہ اطبا مقرر ہوتے تھے جو نباتات کے ماہر ہوتے تھے۔ چنانچہ ساتویں صدی میں اس عہدہ پر ضیا ابن بیطار کا تقرر ہوا۔ اب تک مسلمانوں میں اس کا ہمسر پیدا نہیں ہوا۔ نباتات اور ادویات کے متعلق جتنی کتابیں یونان میں تصنیف ہوئی تھیں۔ اور اُن میں مسلمانوں نے جو کچھ اضافہ کیا، اُسے حفظ تھیں۔ وہ صرف اُن کتابوں پر قانع نہیں رہا۔ بلکہ اُس نے یونان۔ اٹلی اور جزائر بحر روم جا کر خود نباتات کی تحقیقات کی۔ مصور ہمیشہ اس کے ساتھ رہتے تھے۔ وہ اُن سے گھاسوں اور جڑی بوٹیوں کی تصویر کھنچواتا تھا ان کی مختلف حالتوں کی تاثیر جو کچھ تھی قلم بند کرتا تھا۔ اس نے یونانیوں کی بہت سی غلطیاں ظاہر کیں، اور نئی جڑی بوٹیوں کا پتہ لگایا ہے۔

اسلامی اقتدار اور اسلامی تمدن کے اثرات و نتائج

(از مولانا ابوالحسن علی صاحب لکھنوی)

(۱۵)

دُنیا طلبی کا بحران

خدا طلبی کے بجائے اب یہ دنیا طلبی کا دور ہے اور اس سے کہیں زیادہ زور شور کے ساتھ آیا ہے۔ اس مغربی تہذیب و اقتدار کے دور میں دنیا طلبی اور شکم پُری کا جو طوفان آیا ہے، اس کے لئے بحران و ہذیان سے کم الفاظ کفایت نہیں کرتے۔ مال و دولت کی ایک نہ مٹنے والی بھوک اور ایک نہ بجھنے والی پیاس ہے، جس کو جوع البقر کہئے یا استسقاء کا مرض، ہر طرف هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ کی صدا بلند ہے، زندگی کی ہوس اتنی بڑھ گئی ہے اور معیار اتنا بلند ہو گیا ہے کہ مسافر طمع کو کسی منزل پر قرار اور طائرِ حرص کا کسی بامِ بلند پر بھی آشیانہ نہیں۔ دولت اور عزت و جاہ کی کوئی بڑی سو بڑی مقدار اور اونچی سی اونچی سطح تشفی کے لئے کافی نہیں۔

مغربی تہذیب و اقتدار کے اس دور میں درحقیقت نہ علم کا حقیقی ذوق ہے نہ دین کا نہ کوئی اور ذوقِ لطیف کام کر رہا ہے۔ بالشت بھر پیٹ نے زندگی کی ساری وُسعت گھیر لی ہے، عالمِ خیال میں کتابیں تصنیف کرنے والے خوش فکر مصنفین جو چاہیں لکھیں، عملی زندگی میں اس وقت صرف ایک قوتِ محرکہ اور ایک زندہ حقیقت پائی جاتی ہے اور وہ پیٹ یا جیب ہے۔

سٹرجوڈ کا قول صرف یورپ ہی کے متعلق صحیح نہیں ہے، بلکہ ساری مغرب زدہ دنیا کے متعلق صحیح ہے

"جو نظریۂ حیات اس زمانہ پر مستولی اور غالب ہے
وہ اقتصادی نظریہ اور ہر مسئلہ اور معاملہ کو پیٹ
یا جیب کے نقطۂ نظر سے دیکھنا اور جانچنا ہے"

کسی زمانہ کے ذوق اور رُجحان عام اور حقیقی مسئلۂ زندگی کا صحیح اندازہ اُن کتابوں سے نہیں ہوتا جو اس زمانہ میں تصنیف کی جاتی ہیں (اگرچہ عام ذوق و رُجحان کے اثرات سے کتابیں بھی محفوظ نہیں ہوتیں، اور وہ کئی کئی پردوں سے بھی جھلکتا ہے) لیکن بعض اوقات یہ مصنفین اپنے انفرادی ذوق یا قوم کی کسی مختصر جماعت کے رجحان کے نمائندہ ہوتے ہیں، اور بعض اوقات واقعات کے بجائے اپنی خواہشات کو واقعات کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ زمانہ کے ذوق اور رُجحان عام کا حقیقی اندازہ روزمرہ کی زندگی بے تکلف گفتگو مجالس کے موضوع سخن اور لوگوں سے ملنے کے بعد ہوتا ہے۔ بقول اکبر مرحوم ؎

نقشوں کو تم نہ جانچو لوگوں سے مل کے دیکھو
کیا چیز جی رہی ہے کیا چیز مر رہی ہے

اس اصول پر ریل کے طویل سفروں میں، صبح و شام کی سیر میں، چائے اور کھانے کی میز پر، پارک اور سیرگاہوں کے سبزہ اور نشستوں پر، احباب و رفقا کی بے تکلف گفتگو کے موقع پر کان لگا کر سنیئے، کیا موضوع ہے؟

تنخواہوں کی کمی بیشی، افسروں کی رضامندی و نارضامندی، حکام کا تبادلہ اور ان کے مزاج و معاملہ پر تنقید، تجارتوں کا منافعہ ٹیکسوں کے احکامات، بینکوں کے حسابات، شرح سود، کمپنیوں کے حصص، انشورنس کمپنی کی پالسی، پنشن اور پراویڈنٹ فنڈ، سبکدوشی کے بعد ملازمت کے امکانات، فتوحات کے واقعات، خوش قسمتوں پر رشک، بدقسمتوں پر تأسف اور اسی قبیل کی باتوں کے سوا آپ کوشش کے باوجود بھی کوئی موضوع گفتگو نہیں پائیں گے۔

یا پھر سیاسی حالات اور اُن پر تبصرہ لیکن کسی اخلاقی نقطۂ نظر سے نہیں، کسی نظامِ فاسد پر اخلاقی تنقید اور کسی نظامِ صالح کی تمنا کا اس میں کوئی حصہ نہیں۔

مغربی اس بارہ میں امام ہے، اور ہندوستان کے ہندو اس "معاشی ہمہ دست" میں اس کے قدم بقدم، اور افسوس ہے کہ مسلمان بھی اب اُس کے نقشِ قدم پر ہے۔

اَخلاقی تغیر و زوال

مشرق میں جب اوّل مغربی تاجر پھر فاتح آئے ہیں۔ تو یہاں عرصہ سے اخلاقی انحطاط شروع ہو چکا تھا مشرقی اور اسلامی تہذیب کے خصوصیات بقدر و بتنزل تھے، یا ان میں افراط و تفریط اور تحریف شروع ہو چکی تھی لیکن پھر بھی بعض ایسے اخلاقی خصائص پائے جاتے تھے اور اس میں ایسی ترقی ہو چکی تھی جس کا تصور بھی اس زمانہ میں مشکل ہے، مشرقیوں نے بعض اخلاق و خصائل کو ترقی دیتے دیتے ایک مستقل فن بنا دیا تھا اور اس میں ایسی نزاکت و نفاست پیدا کی تھی، جو مغرب میں صرف ادب و شاعری اور فنونِ لطیفہ کا حصہ ہے۔

اسلامی مشرق میں افرادِ معاشرہ کے باہمی تعلقات اتنے مستحکم دیرپا اور عمیق تھے جو اس زمانہ کے تصور سے بالاتر ہیں، اولاد کی محبت والدین کے ساتھ، والدین کی شفقت اولاد کے ساتھ، خورد کی تعظیم بزرگ کے لئے، بزرگ کی تواضع و شفقت، عورت کی عفت مآبی، ازدواجی وفاداری، ملازم کی نمک حلالی اور امانت داری، نوجوانوں کی اخلاقی استقامت، شرفا کا معاملہ و سلوک، تعلقات و ملاقات، اوقات و معمولات، لباس و معاشرت میں کامل یکسانی اور وضعداری، دوستوں کے لئے ایثار و قربانی اور ہمدردی، اس میں سے ہر ایک ایسا وسیع عنوان ہے جس کے ماتحت ایسے واقعات ہیں جن کو زیادہ زمانہ گزر جانے کے بعد آسانی سے باور نہیں کیا جائے گا۔ لیکن ابھی اُن کے باور کرنے کے اسباب و قرائن موجود ہیں۔

اولاد کی اطاعت و سعادت مندی اسلامی مشرق میں ابھی کچھ عرصہ پہلے تک (اور شاید کہیں کہیں اب بھی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی ارشاد کی پوری تعمیل تھی جو آپ نے ایک شخص سے فرمایا تھا کہ [illegible]

یہ حیثیت (تم اور تمھاری ملکیت و دولت سب تمھارے باپ کی ہے)

والدین کی محبت اور ادائے حقوق کا جذبہ اُن کی ذات اور اُن کی زندگی تک محدود نہ تھا۔ ان کے بعد بھی اس کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ ان کے دوستوں اور عزیزوں کے ساتھ سلوک، اعانت، تحائف و ہدایا کے ذریعہ اظہار محبت و تعلق سعادت مند اولاد کے گویا اخلاقی فرائض اور سعادت مندی کے لوازم میں سے تھا، اور یہ بھی دراصل نبوت کی اس اعلیٰ اخلاقی تعلیم کا نتیجہ اور پرتو تھا کہ من ابر البر صلۃ الرجل اھل ود ابیہ بعد ان یولی[1] (سب سے بڑی نیکیوں میں سے ایک نیکی انسان کا اپنے والد کے دوستوں کے ساتھ اُس کے انتقال کے بعد حسن سلوک ہے)

والدین کا تعلق اولاد کے ساتھ صحیح خیرخواہی اور مشرقی ایثار قربانی کا نمونہ ہوتا تھا، وہ اس کے لئے اپنے لذائذ، خواہشات اور راحت قربان کرتے تھے، اور اس کی صحیح تعلیم تربیت اپنا اصلی فرض سمجھتے تھے۔ اور اس کی تعلیم، اخلاقی تنبیہ اور اُستادوں کی سرزنش تادیب کے موقع پر اپنا دل پتھر کا بنا لیتے تھے، ایسے موقع پر بچہ کی جانب داری اور استاد کے فعل سے آزردگی معیار شرافت سے بہت گری ہوئی بات سمجھی جاتی تھی جس کے لئے کوئی شریف باپ تیار نہیں ہوتا تھا، یہاں تک کہ غیر تعلیم یافتہ والدین بھی بعض اوقات استاد کی زیادتی پر استاد ہی کی تائید اور بچہ ہی کو زجر و تنبیہ کرتے تھے۔ یہ فقرہ عام طور پر والدین کے زبان زد تھا کہ "اُستاد کا حق باپ سے زیادہ ہے"۔

اسلامی معاشرہ میں بڑے اور چھوٹے کا تعلق مَنْ لَّمْ یَرْحَمْ صَغِیْرَنَا وَلَمْ یُوَقِّرْ کَبِیْرَنَا فَلَیْسَ مِنَّا (جو اپنے خورد پر شفقت نہ کرے اور جماعت کے بزرگ کی توقیر نہ کرے، وہ ہماری جماعت میں سے نہیں ہے) کی تصویر تھی۔

مشرقی اخلاق و تہذیب کا ایک جوہر وضعداری و استقامت اور زندگی کی یکسانی ہے۔ اس پچھلے دور میں اور اس بر سر تنزل سوسائٹی میں بھی، اس بارہ میں عجیب و غریب مثالیں ملتی ہیں۔ جو شخص جو کام شروع کر دیتا تھا، برسوں کرتا رہتا تھا، جو معمول مقرر کر لیتا تھا، اس میں موسم کے تغیرات، صحت کے اُتار چڑھاؤ، اور بیرونی موانع اور کسل مندی سے فرق نہیں آنے دیتا تھا۔ جس سے جس طرح معاملہ شروع کر دیتا تھا، آخر دم تک نباہتا تھا، خواہ اس پر کچھ بن جائے، اور حالات میں کچھ بھی تغیر ہو جائے۔

اس دور میں خاندانی اور قبائلی زندگی میں فرد کی عزت و توقیر کا معیار اور تعلقات کی وابستگی کی شرط تنہا دولت و تموّل نہ تھی، ایک خاندان میں مختلف افراد خاندان میں مختلف معاشی سطح کے ہوتے کوئی دولت مند ہوتا، کوئی تنگ دست و پریشان حال، لیکن خاندانی اجتماعات و مجالس میں یہ مجال نہ تھی کہ مالی حیثیتوں کے فرق کی بنا پر ایک خاندان کے لوگوں کے درمیان تفریق

[1] صحیح مسلم

یا مختلف معاملہ کیا جاتا۔ اگر کسی کو کوئی ایسی غلطی ہو جاتی تو اس پر سارا خاندان احتجاج اور بعض اوقات مقاطعہ کرتا ایک تنگ دست شریف زادہ دوسرے مرفہ الحال بھائی سے آنکھیں چار کر کے باتیں کرتا، اور وہ اُس کے عُلوئے خاندانی، جوہر شرافت یا لیاقت یا قرابت کی بنا پر مساویانہ سلوک کرتا، اس میں بھی بڑا اہتمام تھا، کہ کسی کی عزت وعسرت کا اظہار قریب ترین متعلقین کے سوا کسی پر نہ ہونے پائے۔

اسلامی ماحول کے دَور آخر تک شریف و با اصول انسان کا ضمیر اس کی عزت و آبرو اور مذہبی عقیدہ کی طرح ایک ایسی ناقابل فروخت چیز سمجھی جاتی تھی۔ جس کا دنیا میں سَودا نہیں ہو سکتا تھا۔ اور جو بڑی سی بڑی قیمت پر فروخت نہیں کیا جاتا تھا۔ ۵۷ء کے آگے پیچھے مسلمان شرفا کی متعدد نظریں ملیں گی کہ انھوں نے اپنا خون گوارا کیا لیکن ضمیر کا خون کرنا پسند نہ کیا، اور اس لئے گولی کھائی یا پھانسی پر چڑھے کہ جھوٹ بولنا منظور نہ تھا، اور جان بخشی کے لئے ضروری تھا کہ وہ جھوٹ بول کر اپنی صفائی پیش کریں۔ اور ہنگامہ میں شرکت سے انکار کریں، جو ان کے نزدیک خلافِ واقعہ اور خلافِ ضمیر بات تھی۔

قومی و ملی باتوں میں بھی وہ اسی طرح سچے ثابت ہوتے تھے، جس طرح شخصی و خاندانی معاملات میں قومی عصبیت و جانب داری کی وہ ہوا جو مغربی قوم پرستی کے دور میں چلی ہے اس وقت تک نہیں چلی تھی۔ وہ قوم کے معاملات میں بھی جھوٹ بولنا۔ جھوٹی شہادت دینا اسی طرح گناہ سمجھتے تھے جس طرح اپنے ذاتی معاملات میں، احکام شریعت کو وہ شخصی اور قومی تمام امور و مسائل کے لئے عام سمجھتے تھے اور قرآن مجید کی حسب ذیل ہدایات پر ان کے پیش نظر تھیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ (النساء)	اے ایمان والو انصاف کے علمبردار اور اللہ کے لئے گواہی دینے والے رہو خواہ تمھیں گواہی خود اپنے خلاف والدین اور اعزا کے خلاف دینی پڑے۔
وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ وَاتَّقُوا اللَّهَ۔ (المائدہ)	کسی قوم کی دشمنی تمھیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم اس کے معاملہ میں انصاف کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دو، انصاف سے کام لو، یہ خداترسی سے زیادہ قریب ہے اور اللہ کا لحاظ کرو!
وَإِذَا حَكَمْتُم بَيْنَ النَّاسِ أَن تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ۔	جب لوگوں کے درمیان حَکَم اور ثالث ہو تو عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔
وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ۔	جب بات کہو انصاف سے کہو چاہے کسی قرابت دار کے خلاف پڑے۔

انگریزی عملداری کی ابتدا کا واقعہ ہے۔ کہ ضلع مظفر نگر کے قصبہ کاندھلہ میں ایک جگہ پر ہندو مسلمانوں کا تنازعہ ہوا، کہ یہ ہندوؤں کا معبد ہے یا مسلمانوں کی مسجد، انگریز مجسٹریٹ نے فریقین کے بیانات سُننے کے بعد مسلمانوں سے تخلیہ میں پوچھا، کہ کیا ہندوؤں میں کوئی ایسا

شخص ہے جس کی صداقت پر آپ اعتماد کر سکتے ہیں اور جس کی شہادت پر فیصلہ کر دیا جائے۔ انھوں نے کہا کہ ہمارے علم میں کوئی ایسا شخص نہیں، ہندوؤں سے پوچھا تو انھوں نے کہا کہ یہ بڑی آزمائش کا موقع ہے، معاملہ قومی ہے، لیکن پھر بھی ایک مسلمان بزرگ ہیں جو کبھی جھوٹ نہیں بولتے، شاید وہ اس موقع پر بھی سچی بات کہیں۔ یہ بزرگ مفتی الٰہی بخش صاحبؒ (تلمیذ حضرت شاہ عبدالعزیز و خلیفہ حضرت سید احمد شہیدؒ) کے خاندان کے ایک بزرگ تھے، مجسٹریٹ نے اُن کے پاس چپراسی بھیج کر عدالت میں طلب کیا، انھوں نے فرمایا کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ فرنگی کا کبھی مُنہ نہیں دیکھوں گا۔ مجسٹریٹ نے کہلوایا، کہ آپ میرا مُنہ نہ دیکھیں، لیکن تشریف لے آئیں، معاملہ اہم ہے اور آپ کے یہاں تشریف لائے بغیر فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ وہ بزرگ تشریف لائے، اور پیٹھ پھیر کر عدالت میں کھڑے ہو گئے۔ مُعاملہ اُن کی خدمت میں عرض کیا گیا۔ اور دریافت کیا گیا کہ آپ کا اس بارہ میں کیا علم ہے، ہندوؤں اور مسلمانوں کی نگاہیں اُن کے چہرہ پر تھیں، اور کان اُن کے جواب پر لگے ہوئے تھے، جن پر اس اہم قومی معاملہ کا فیصلہ تھا، اُن بزرگ نے فرمایا کہ صحیح بات تو یہ ہے کہ یہ جگہ ہندوؤں کی ہے مسلمانوں کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ عدالت سے فیصلہ ہو گیا۔ جگہ ہندوؤں کو مل گئی۔ مسلمان مقدمہ ہار گئے لیکن اسلام کی اخلاقی فتح ہوئی۔ صداقت اور اسلامی اخلاق کے ایک مظاہرہ نے چند گز زمین کھو کر بہت سے غیر مسلم انسانوں کے ضمیر اور دل و دماغ جیت لئے۔ بہت سے ہندو اسی روز اُن کے ہاتھ پر مسلمان ہو گئے۔

ضمیر کے علاوہ علم و دانش اور دماغی قوت و ذہانت بھی ایک ایسی مقدس اور قیمتی چیز سمجھی جاتی تھی، جس کو ہر کس و ناکس کے ہاتھ اونے پونے فروخت نہیں کیا جاتا تھا، جو لوگ اِس بارہ میں بلند مقام پر تھے، وہ تو کسی قیمت پر بھی اُن کو فروخت کرنا پسند نہیں کرتے تھے، اور اس کو اللہ کا بیش قیمت عطیہ اور امانت سمجھتے تھے، خصوصاً کفر و فسق کی بلا واسطہ یا بواسطہ اعانت و تقویت میں اس کو صرف کرنا یا کافر کے نظام میں آلہ کار بننا تو بہت بڑی خیانت اور دین فروشی سمجھتے تھے۔

اِسی ذہنیت اور سیرت کے ایک بزرگ مولانا عبدالرحیم صاحب رام پوری (م ۱۲۴۳ھ) تھے۔ روہیلکھنڈ کے انگریز حاکم مسٹر ہاکنس نے اُن کو بریلی کالج کی تدریس کے لئے ڈھائی سو روپیہ مشاہرہ کی (جو ۱۸۵۷ء سے پہلے وہ حیثیت رکھتا تھا۔ جو اس وقت ہزار بارہ سو کی بھی نہیں ہے) پیش کش کی اور وعدہ کیا کہ تھوڑی ہی مُدت میں اس مشاہرہ میں اضافہ و ترقی ہو جائے گی۔ اُنھوں نے عُذر کیا کہ ریاست سے اُن کو دس روپیہ ماہوار ملتے ہیں، وہ بند ہو جائیں گے۔ ہاکنس نے کہا کہ میں تو اس وظیفہ سے پچیس گنا زیادہ پیش کرتا ہوں۔ اُس کے مقابلہ میں اِس حقیر رقم کی کیا پروا ہو سکتی ہے۔ انھوں نے اس کے بعد یہ عذر کیا۔ کہ میرے گھر میں ایک بیری کا درخت ہے۔ اُس کی بیری بہت میٹھی اور مجھے مرغوب ہے۔ بریلی وہ بیری کھانے کو نہیں ملے گی۔ ظاہر ہیں انگریز اب بھی اُن کے دل کی بات نہیں پا سکا۔ اُس نے کہا کہ رام پور سے آنے کا انتظام ہو سکتا ہے۔ آپ بریلی میں بیٹھے ہوئے بھی اپنے گھر کی بیری

کھا سکتے ہیں، مولانا نے فرمایا، ایک بات یہ بھی ہے کہ میرے طالب علم جو رام پور میں درس لیتے ہیں۔ ان کا درس بند ہو جائے گا اور میں اُن کی خدمت سے محروم رہ جاؤں گا۔ انگریزی منطق نے اب بھی ہار نہیں مانی۔ اُس نے کہا کہ میں اُن کے وظائف مقرر کرتا ہوں وہ بریلی میں آپ سے اپنی تعلیم جاری رکھیں اور اپنی تکمیل کریں، آخر اس مسلمان عالم نے اپنی کمان کا آخری تیر چھوڑا، جس کا انگریز کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ مولانا نے فرمایا۔ کہ یہ سب صحیح ہے لیکن تعلیم پر اُجرت لینے کے متعلق میں قیامت میں اللہ کو کیا جواب دونگا۔ ہندوستان کے فاتح نے مفتوح کے مقابلہ میں اپنی شکست تسلیم کی۔ اور مولانا عبدالرحیم صاحب نے نواب احمد علی خاں والئ رام پور کے دس روپیہ ماہوار پر اپنی زندگی گزار دی، رحمۃ اللہ علیہ۔

اس اخلاقی بلندی اور کردار کا مقابلہ اس زمانہ کی دانش فروشی سے کیجئے۔ اس زمانہ کے اہلِ دانش نے اپنے علم، لیاقت اور ذہانت کو نیلام پر چڑھا رکھا ہے کہ جو زیادہ بولی بولے گا اُس کے ہاتھ فروخت کر دیں گے اگر کوئی اسلامی ادارہ سو دے رہا ہے، اور کسی نصرانی ادارہ نے ایک سو پانچ لگائے۔ تو اُس کی طرف منتقل ہوگئے اور اگر کوئی یہودی اسٹیٹ قائم ہو جائے اور وہ پانچ بڑھا کر بول دے تو اُس کے ہاتھ بک جائیں گے۔ مناسبت، موضوع اور ذوق کی بھی کوئی شرط نہیں، اگر حالات اجازت دیں تو محکمۂ تعلیم کا آدمی برائے نام ترقی پر پولیس کے محکمہ یا جہاز رانی کے صیغہ کی طرف بخوشی منتقل ہو سکتا ہے، ایک فاضل جس نے کسی علمی مقالہ پر ڈاکٹریٹ حاصل کیا اور جو تحقیقی مقالے لکھا کرتا تھا۔ آپ اس کے متعلق سُن سکتے ہیں۔ کہ نہایت ہی معمولی اضافہ کی بنا پر وہ کسی ایسے فوجی سیاسی محکمہ کی طرف منتقل ہوگیا ہے جس سے اس کو کوئی ذہنی اور علمی مناسبت نہیں۔

ایک مسلمان شاعر جس کی ولولہ انگیز اسلامی نظمیں مسلمان نوجوانوں کے سینوں میں اسلامی حمیّت وجذبات کا طوفان برپا کر دیتی ہیں یہ آسانی ممکن ہے کہ وہ کل اسی روانی کے ساتھ فوجی بھرتی کے لئے نظمیں اور گیتیں لکھنے لگے، اور اُس کی یہ نظمیں سیکڑوں مسلمان نونہالوں اور جوانانِ رعنا کو اپنے گھروں سے نکال کر طاغوت کے جھنڈے کے نیچے لڑنے اور جان دینے کے لئے میدانِ جنگ میں پہنچا دیں۔

سُنا ہے کہ مولوی محسن صاحب کاکوروی مرحوم اپنے دائیں ہاتھ پر رومال لپیٹے رہتے تھے کہ جس ہاتھ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت ومنقبت لکھی ہے، بے ادبی ہے کہ انھیں انگلیوں سے کوئی دُنیا وی تحریر لکھی جائے۔ لیکن آج کسی انشا پرداز کو اس میں ذرا تکلف نہیں ہوتا کہ وہ ایک ہی قلم سے ایک مجاہدِ اعظم کی سیرت لکھے پھر اسی قلم سے کسی قوم فروش کی منقبت لکھے۔

بعض شائقینِ کتب جب کوئی نادر و بیش قیمت کتاب خریدتے تھے، تو وجد وسرور میں آکر یہ شعر پڑھتے تھے۔ آج غیر اسلامی حکومتوں اور اداروں کو بھی حق ہے، کہ مسلمانوں کے حق میں یہ شعر پڑھیں ؎

جمادے چند دادم جاں خریدم
بحمد اللہ عجب ارزاں خریدم

اور جانے کے بجائے اگر "ایمان" پڑھا جائے تو بھی واقعہ کے لحاظ سے کیا غلط ہے؟

روابط و تعلقات اور حقوق باہمی کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ اُن کی بنیاد عام حالات میں اکثر غیر مادی اور خالص عقلی روحانی یا قلبی ہوتی تھی۔ اور اُن میں خودغرضی اور نفسانیت کا شائبہ کم سے کم ہوتا تھا۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ بعض ایسے تعلقات اور روابط پائے جاتے تھے اور ان کی جڑیں قلب و دماغ میں اتنی گہری ہوتی تھیں جن کی کوئی مادی اور تاجرانہ توجیہ ممکن نہیں، اُستاد و شاگرد کا ایسا تعلق تھا جس کے سامنے اس زمانہ میں باپ، بیٹے اور محب و محبوب کا تعلق گرد ہے۔ عصر جدید کا ذہن شاید اس پر ہمیشہ حیرت کرے، کہ ہندوستان کے مشہور عالم اور جہاں اُستاد ملا نظام الدین لکھنوی (م ۱۱۶۱ھ) صاحب درس نظامی کی خبر وفات سُن کر ان کے ایک شاگرد، سید کمال الدین عظیم آبادی کا صدمہ سے انتقال ہوگیا۔ اور دوسرے شاگرد سید ظریف عظیم آبادی کی روتے روتے آنکھیں خراب ہوگئیں۔ بعد میں معلوم ہوا کہ خبر غلط تھی۔[۱]

یورپ میں لذتیت اور افادیت کے دو اخلاقی فلسفے اور مکتب خیال پھلتے پھولتے رہے ہیں، مشرقی اور اسلامی اخلاقیت پر دونوں اثر انداز ہیں۔ مشرق کا اسلامی فلسفۂ اخلاق دونوں سے بہت بلند بے غرض اور نفسانیت حظ نفس اور انتفاع کے خیال سے بھی پاک ہے۔

... صدی عیسوی سے افادیت کا غلبہ

ہوتا گیا۔ مغرب کے علمائے اخلاق نے ڈنکے کی چوٹ پر کہنا شروع کیا کہ اخلاق میں سے جس چیز کا فائدہ ظاہر نہ ہو وہ قابل اعتنا نہیں ہے، لیکن اس فائدہ کی تشخیص تعیین کے لئے جو ذہن میزان کا کام دیتا افسوس ہے کہ وہ برابر مادہ پرستانہ بنتا جا رہا تھا۔ اس کی ساخت اور افتاد روز بروز ایسی ہوتی جا رہی تھی کہ کسی غیر مادی نفع کے تصور سے وہ قاصر تھا۔ اور اس بارہ میں اس کی حس اور ذکاوت محدود اور معین تھی، نتیجہ یہ تھا کہ اخلاق کی تحدید و تعریف افادہ اور انتفاع سے کی گئی۔ لیکن یہ نازک کام جس حکم و ثالث کے سپرد ہوا وہ اپنی طبعی افتاد و مزاج کی وجہ سے کسی غیر مادی نفع کے تسلیم کرنے کے قابل ہی نہ تھا، اس طرح انتفاع کی تحدید قدرتی اور غیر شعوری طور پر مادی ہوگئی۔ اور عملاً فلسفۂ اخلاق کا کسی ایسی چیز سے سروکار نہ رہا جس کا کوئی مادی و محسوس نفع نہ ہو رفتہ رفتہ یہ مادی ذہنیت اور افادیت ساری زندگی پر چھا گئی۔

یورپ کے ادبیات میں پچھلی صدیوں میں جن الفاظ کا استعمال سب سے زیادہ ہوا ہے، اور جو الفاظ یورپ کے لئے آج بھی سب سے زیادہ کشش رکھتے ہیں، اُن میں ایک لفظ "فطرت" بھی ہے۔ لیکن جن چیزوں کے مقابلہ میں اور جن مواقع پر یہ لفظ بولا جاتا ہے ان سے صاف تعیین ہوتی ہے کہ "فطرت" سے مراد فطرت حیوانی ہے جو ہر قسم کے لطیف احساسات، اخلاقی ضمیر اور قلب سلیم اور عقل سلیم دونوں سے آزاد ہوتی ہے، جو ہر قسم کی

---

[۱] نزہۃ الخواطر جلد ۶ بحوالہ رسالہ قطبیہ۔

پابندیوں اور حدود سے گھبراتی ہے جس کا تقاضا صرف یہ ہے کہ کھائیے پیجئے اور آزاد رہیے۔ اس کے لئے حقوق و مطالبات اور انسانی ذمہ داریاں نہیں ہیں، انیسویں صدی میں انسان کی اصل قدیم کے متعلق جو تحقیق کی گئی۔ اور جس کو عام طور پر تسلیم کیا گیا۔ وہ ہر شعبۂ زندگی میں اثر انداز ہوئی، اخلاق پر بھی اس کا محسوس وغیر محسوس اثر پڑا۔[1]

اس کے بعد اب اس دور میں یورپ میں میکانکی عہد شروع ہوا، انسان کا تصور خالص جماداتی ہوگیا اور وہ تھوڑی سی چمک اور زندگی بھی جاتی رہی۔ جو حیوانی تصور میں پائی جاتی ہے۔

مسلمان یورپین محمد اسد صاحب نے یورپ کے اس اخلاقی تغیر پر گہرا اور سنجیدہ تبصرہ کیا ہے، اگر مغرب کا ذہنی و سیاسی اقتدار مشرق پر اسی طرح قائم رہا اور خود یورپ میں کوئی بڑا انقلاب نہ آیا تو آج مغرب کے متعلق جو کچھ کہا جارہا ہے، کل مشرق کے متعلق بھی وہی صحیح ہوگا، اور اس کے آثار ابھی سے نظر آرہے ہیں۔ ہر شعبۂ زندگی کی طرح مشرقی اخلاق جدید مغربی سانچہ میں ڈھلتے چلے جارہے ہیں، جو حلقے مغربی تعلیم و تہذیب سے پورے طور پر متاثر ہیں۔ اُن کے اخلاق مغربی فلسفۂ اخلاق کا اعلیٰ نمونہ ہیں۔ محمد اسد صاحب لکھتے ہیں:-

"یورپ میں انسانوں کی ایک ایسی قطع پیدا ہوگئی ہے، جس کی اخلاقیت عملی افادیت کے دائرے کے اندر محصور ہے اور جس کے نزدیک خیر و شر کا بلند ترین معیار مادی کامیابی ہے مغرب کی معاشرتی زندگی موجودہ زمانہ میں جس گہری تبدیلی سے گزر رہی ہے اس میں نئی اخلاقی افادیت روز بروز زیادہ سے زیادہ نمایاں ہوتی جارہی ہے، وہ تمام محاسن جو سوسائٹی کے مادی مفاد پر براہ راست اثر انداز ہوتے ہیں۔ مثلاً صنعتی قابلیت، وطن پرستی، قوم پرستانہ احساس جماعت ان کی قیمت بڑھتی جارہی ہے اور ان کی قیمت میں بعض اوقات غیر معقول طریقہ پر مبالغہ کیا جاتا ہے، اس کے مقابل میں وہ محاسن جن کی ابھی تک محض اخلاقی حیثیت سے قیمت تھی، مثلاً محبت پدری یا ازدواجی وفاداری وہ بڑی سرعت کے ساتھ اپنی اہمیت کھورہے ہیں اس لئے کہ وہ سوسائٹی کو کوئی نمایاں مادی فائدہ نہیں پہنچاتے،

اس زمانہ کی جگہ جس میں خاندانی روابط کا استحکام ہی خاندان اور قبیلہ کی خیر و فلاح کے لئے ضروری تصور کیا جاتا تھا۔ مغرب جدید میں اس زمانہ نے لے لی ہے، جو وسیع تر عنوانات کے ماتحت اجتماعی تنظیم کرتا ہے۔ ایک ایسی سوسائٹی میں جو بنیادی طور پر صنعتی ہے، اور جس کی تنظیم بڑی تیز رفتاری کے ساتھ خالص میکانکی خطوط پر کی جارہی ہے ایک فرد کا برتاؤ اپنے والد کے ساتھ کوئی معاشرتی اہمیت نہیں رکھتا۔ جب تک کہ افراد اس عام معیار شرافت کے حدود کے اندر ایک دوسرے سے برتاؤ کرتے ہیں جو

---

[1] ملاحظہ ہو عنوان "ڈارون کے نظریۂ ارتقا کا اثر"

سوسائٹی نے افراد کے باہمی برتاؤ کے لئے مقرر کردیا ہے، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ یورپین باپ کا اقتدار بیٹے پر برابر کم ہوتا جارہا ہے، اور بیٹے کے دل میں اپنے باپ کی طرف سے عزت و احترام کا جذبہ روبزوال ہے۔ ان دونوں کے باہمی تعلقات تیزی کے ساتھ قابو سے باہر ہوتے جاتے ہیں۔ اور عملاً ایک ایسی مشینی سوسائٹی کے ذریعہ ان تعلقات کا خون ہو رہا ہے جس میں افراد کے باہمی حقوق کے منسوخ کردینے کا رجحان پایا جاتا ہے۔ اور جس کا منطقی نتیجہ یہ ہے کہ خاندانی رشتہ داری کے پیدا کئے ہوئے حقوق بھی ختم ہوتے جاتے ہیں[لہ]"

پستہمتی و تن آسانی اسلامی مشرق میں انسان کی ترقی اور کمال کا معیار بہت بلند تھا۔ اس کے لئے دین و دنیا اور علم و عمل کی جامعیت بہت سی متفرق انسانی صفات سے انصاف اور انسانی کمالات کے بہت سے ایسے منتشر شعبوں کا اجتماع ضروری تھا جن میں اس زمانہ کی پست ہمتی اور کوتاہ نظری تضاد سمجھتی ہے۔ اور کسی فرد و انسان میں ان کے بیک وقت اجتماع کے تصور سے اکثر قاصر ہے۔ پوری دنیائے اسلام میں سے صرف ہندوستان کے مسلمان سلاطین اور ان کے امراء و وزراء کی سیرت پر ایک نظر ڈال لیجئے، آپ کو عالی ہمتی، بلند حوصلگی کمالات و خصوصیات کے تنوع، قبائے شاہی کے اندر درویشی، مہمات سیاسی کے انہماک و تن دہی کے ساتھ عبادت کی مشغولیت، سرگرمی، علمی ذوق و مطالعہ کے ایسے نادر نمونے میں گے جن کی نظیر عام انسانی تاریخ میں ملنی آسان نہیں اور جن کی تصدیق میں اس زمانہ کا تنگ ظرف ذہن اور انسانی ترقی و کمال کا محدود تصور بار بار دقتیں محسوس کرے گا۔

سلطان شمس الدین التمش کی سلطنت کی وسعت اور اس کی ملکی و سیاسی مصروفیت کا حال تاریخ ہندوستان کا ہر طالب علم جانتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ یہ بات بھی قابلِ لحاظ ہے کہ اس کی انتظامی مشغولیت۔ شاہانہ ضروریات و مطالبات جنگوں اور سفروں کی کثرت، اس کی مذہبی پابندی اور معمولات میں مطلق حارج نہ تھی۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی نے وصیت فرمائی تھی کہ میری نماز جنازہ وہ شخص پڑھائے، جس کی کبھی عصر کی سنتیں اور تکبیر اولیٰ فوت نہ ہوئی ہو۔ جب اس وصیت کا اعلان کیا گیا تو سلطان آگے بڑھا اور اس نے نماز پڑھائی:۔

سلطان غیاث الدین بلبن، ناصر الدین محمود، فیروز تغلق کی مذہبی زندگی اور مذہبی پابندی کا حال کوئی چھپا ہوا واقعہ نہیں:۔

سلاطینِ گجرات بالخصوص دین و دنیا کی جامعیت اور "جنیدی و اردشیری" کا بہترین نمونہ تھے۔ محمود شاہ اول (م ۹۱۷ھ) اور اس کے بیٹے مظفر شاہ حلیم (م ۹۳۲ھ) کے حالات اس کی بہترین شہادت ہیں:۔

مؤرخ ہندوستان مولانا حکیم سید عبدالحی صاحب مظفر شاہ حلیم کے تذکرہ "یاد ایام" میں لکھتے ہیں:۔

"محمود شاہ کے بعد اس کا فرزند رشید نعم الخلف، نعم السلف کا صحیح مصداق مظفر شاہ حلیم تاج و

لہ Islam At The Cross Roads.

سریر کا مالک ہوا۔ علوم و فنون میں یہ علامہ محمد بن محمد الایجی کا شاگرد تھا۔ اور حدیث علامہ جمال الدین محمد بن عمر بحرق سے پڑھی تھی۔ قرآن مجید حفظ کر لینے کا شرف ایسی عمر میں اس کو نصیب ہوا تھا جس کی نسبت شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں۔

"در ایام جوانی چناں کہ افتد دانی" اس فضل و کمال کے ساتھ تقوے اور عزیمت کی دولت بھی اُس نے خدا داد پائی تھی، تمام عمر نصوص و احادیث پر عمل رہا، ہمیشہ باوضو رہتا، نماز جماعت کے ساتھ پڑھتا، روزے عمر بھر نہیں چھوٹے، شراب، ب کو کبھی منھ سے نہیں لگایا۔ کبھی کسی پر بے جا سختی نہیں کی۔ بد زبانی سے کبھی اپنے منہ کو گندا نہیں کیا۔ عجیب تر یہ ہے کہ اُس پیکر تقدس میں سپہ گری اور ملک داری کی صفتیں بھی علیٰ وجہ الکمال مجتمع تھیں۔ مالوہ کی فتوحاتِ عظیمہ تاریخوں میں پڑھئے۔ اور اُن سے اس کے اخلاقِ فاضلہ کا اندازہ کیجئے۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جس وقت محمود شاہ دوم مالوہ کی غفلت و سوء تدبیری سے اُس کے وزیر مندلی رائے نے زمامِ حکومت کو اپنے ہاتھ میں لے کر محمود شاہ کو بے دخل کر دیا اور شعائرِ اسلام کو مٹا کر رسومِ کفر کی ترویج شروع کر دی، مظفر شاہ حلیم علیہ الرحمۃ کی رگِ حمیت کو جنبش ہوئی، اُس نے افواج قاہرہ کے ساتھ مالوہ کی جانب نہضت فرمائی اور کوچ در کوچ کرتا ہوا مانڈو پہنچا۔ اور اُس کا محاصرہ کر لیا۔ مندلی رائے نے یہ سمجھ کر کہ وہ خود تاب مقاومت نہیں لا سکتا رانگا سانگا کو جیش بہا تحائف کا لالچ دے کر اپنی مدد کے واسطے بلایا۔ وہ ہنوز سارنگ پور تک نہیں پہنچا تھا کہ مظفر شاہ حلیم نے اس کی مدارات کے لئے اپنی فوج ظفر موج کا ایک معقول حصہ آگے کو روانہ کر دیا جس سے رانا کو آگے بڑھنے کی جرأت نہ ہو سکی۔ اور قبل اس کے کہ مندلی رائے کو اطراف و جوانب سے کمک پہنچے قلعہ کو مسخر کر لیا۔

جانِ سخن یہ ہے کہ تسخیر قلعہ کے بعد جس وقت مظفر شاہ حلیم اندر داخل ہوا، اور امراء ہم رکابِ شاہانِ مالوہ کے سامان تجمل اور خزائن و دفائن کو ملاحظہ کیا، اور اس ملک کی سرسبزی و شادابی سے اطلاع پائی۔ تو انھوں نے جسارت کر کے مظفر شاہ کی خدمت میں عرض کیا کہ اس جنگ میں تقریباً دو ہزار سوار جرار درجۂ شہادت کو پہونچ چکے ہیں یہ مناسب نہیں ہے۔ کہ اس قدر نقصان اٹھانے کے بعد پھر ملک کو اسی بادشاہ کے ۔۔۔ دیا جائے جس کی سوء تدبیر سے مندلی رائے نے اس پر قابو پا لیا تھا بادشاہ نے یہ سنتے ہی سیر موقوف کی اور قلعہ سے باہر نکل کر محمود شاہ کو ہدایت فرمائی، کہ اُن کے ہم رکاب لوگوں میں سے کسی کو قلعہ کے اندر نہ جانے دے،

(بقیہ صفحہ ۔۔)

صحیفۂ سعادت

معاونینِ کرام اور محسنوں کے اسمائے گرامی

فہرست رقوم عطیات و امداد دار العلوم حرم صولتیہ مکہ معظمہ صولتیہ منزل ۱۲/۱۱۳ مرزا قلیچ بیگ روڈ جمشید کوارٹر کراچی ۳

بابت ماہ ذی الحجہ سنہ ۶۷ھ

اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ ہر مہینہ کی فہرست اسمار معاونین کرام کی اشاعت دوسرے ماہ کے نمبر میں ہوا کریگی مندرجہ تفصیلات میں اگر کوئی غلطی ہو تو براہِ کرم دفتر کو مطلع فرمائیے۔ باعثِ شکر گزاری ہوگا :-

نمبر شمار	نمبر رسید جلد	نام نامی	رقم	مد
۱	رسید جلد ۲۳ / ۲۱۱	جناب محمد ضیاء الحق صاحب کراچی	عہ/	وظائف طلبا
۲	۲۵ "	" نانو صاحب معرفت حاجی امیر الدین صاحب بمبئی	۱۱ا/	امداد عام
۳	۲۶ "	" اسحاق نبی صاحب موضع نذور	۲۵ ـــــہ	تعمیرات تعلیم / صدقہ زکوٰۃ ایصال ثواب ۵ ـــــہ
۴	۲۷ "	" ریاضت حسین خاں صاحب "	۳۰ ـــــہ	تعمیرات تعلیم / ایصال ثواب
۵	۲۸ "	" محمد عنایت حسین " چھپرہ	۵ـــ/	امداد عام
۶	۲۹ "	" غلام محمد صاحب بذریعہ حاجی امام الدین صاحب سلانوالی	للعہ/	وظائف طلبا
۷	۳۰ "	" کریم الدین صاحب " " "	عہ/	"
۸	۳۱ "	ایک صاحب خیر جزاہ اللہ " "	عہ/	"
۹	۳۲ "	جناب سراج الدین یار محمد صاحب پشاور	۱۲/ ـــــہ	امداد عام

نمبر شمار	نمبر رسید جلد	نام نامی	رقم	مد
۱۰	رسید جلد ۲۳ / ۲۱۱	جناب محمد کنیز صاحب بذریعہ حکیم کریم بخش صاحب شاہجہاں پور	۱۲۳ ـــــہ	امداد عام
۱۱	۳۴ "	" شفاء الملک حکیم محمد عبد الحمید صاحب لکھنؤ	۲۵ ـــــہ	زکوٰۃ
۱۲	۳۵ "	" حکیم وقار علی خاں صاحب آنولہ	۸/	امداد عام
۱۳	۳۶ "	" الحاج کیپٹن مولوی غلام محمد صاحب بہاولپور بابتہ ۱۰ اکتوبر ۱۹۴۸ء	معہ/	"
۱۴	۳۷ "	" خان بہادر عبد الحامد خاں صاحب پہاڑتلی	۱۲۳ ـــــہ	زکوٰۃ
۱۵	۳۸ "	" عبد الباری صاحب موسیٰ بائی مانگرز	۲۰ ـــــہ	امداد عام
۱۶	۳۹ "	منشی عبد العلی صاحب بذریعہ حاجی عبد الکریم صاحب سہارنپور	۲۵ ـــــہ	"
۱۷	۴۰ "	" پیرجی حبیب احمد صاحب " "	ـــــہ	"

نمبر شمار	نمبر رسید و نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد
۱۸	رسید جلد ۴۱ / ۲۱۱	محترمہ محمودہ خاتون صاحبہ ذریعہ حاجی عبدالکریم صاحب سہارنپور	عـه ۱۰	امداد عام
۱۹	۴۲ ″	جناب حافظ عبدالسلام صاحب ذریعہ حاجی عبدالکریم صاحب سہارنپور	عشه ۱۵	″
۲۰	۴۳ ″	جناب حافظ عبدالغنی صاحب ذریعہ حاجی عبدالکریم صاحب سہارنپور	عشه ۳۵	″
۲۱	۴۴ ″	جناب رندہ حسن صاحب ذریعہ حاجی عبدالکریم صاحب سہارنپور	عشه ۲۵	″
۲۲	۴۵ ″	″ حافظ محمد یوسف صاحب ذریعہ حاجی عبدالکریم صاحب سہارنپور	عـه ۱۰	″
۲۳	۴۶ ″	″ منشی عبدالسلام صاحب ذریعہ حاجی عبدالکریم صاحب سہارنپور	عـه ۲۰	″
۲۴	۴۷ ″	″ مرزا احمد صاحب ذریعہ حاجی عبدالکریم صاحب سہارنپور	عـه ۲۰	″
۲۵	۴۸ ″	″ نواب احمد علی خاں صاحب ذریعہ حاجی عبدالکریم صاحب سہارنپور	عشه ۱۵	″
۲۶	۴۹ ″	″ قمرالدین صاحب ذریعہ حاجی عبدالکریم صاحب سہارنپور	عـه ۱۰	″
۲	۵۰ ″	جناب چودھری محمد اسحاق۔ احسان الحق صاحبان ذریعہ عبدالکریم صاحب سہارنپور	ے ۶	″
۲۸	۵۱ ″	جناب صابر علی صاحب ذریعہ حاجی عبدالکریم صاحب سہارنپور	عشه ۱۵	″
۲۹	۵۲ ″	″ عبدالخالق صاحب ذریعہ حاجی عبدالکریم صاحب	عـه ۱۰	″

نمبر شمار	نمبر رسید و جلد	نام نامی	رقم	مد
۳۰	رسید جلد ۵۳ / ۲۱۱	جناب محمد شفیع صاحب ذریعہ حاجی عبدالکریم صاحب سہارنپور	عـه ۱۰	امداد عام
۳۱	۵۴ ″	جناب شفیق احمد صاحب ذریعہ حاجی عبدالکریم صاحب سہارنپور۔	عـه ۱۰	″
۳۲	۵۵ ″	جناب تاج محمد صاحب ذریعہ حاجی عبدالکریم صاحب سہارنپور	عـه ۱۰	″
۳۳	۵۶ ″	محترمہ والدہ صاحبہ خالد منعم عباسی لاہور بابتہ ماہ جولائی اگست ستمبر ۱۹۴۸ء	ے ۳	″
۳۴	۵۷ ″	جناب حاج خلیل الرحمٰن صاحب کراچی	عـه ۱۰	″
۳۵	۵۸ ″	محترمہ محسن باجرہ بیگم صاحبہ ذریعہ حاجی عبدالکریم صاحب سہارنپور	ے ۳	″
۳۶	۵۹ ″	جناب منا صاحب کانپور	عـه ۱۰	″
۳۷	۶۰ ″	دو صاحب خیر حضرات ذریعہ حاجی قدرت اللہ خاں صاحب آگرہ	عشه ۲۵	وظائف طلباء
۳۸	۶۱ ″	جناب سید عبدالجبار صاحب سجنوا	عشه ۲۳ ۶ر	زکوٰۃ
۳۹	۶۲ ″	بعض اہل خیر حضرات جزاہم اللہ ذریعہ حاجی سید محمد اظہار علی صاحب ریاست بھوپال بابتہ ماہ ستمبر ۱۹۴۸ء	لعـه ۱۱ر	امداد عام
۴۰	۶۳ ″	محترمہ والدہ صاحبہ محمد ارشاد صاحب عنایت آباد	۶	″
۴۱	۶۴ ″	میسرز محمد موسیٰ اینڈ برادرس کراچی بابتہ ۱۰ اکتوبر ۱۹۴۸ء	عـه ۱۰	″
۴۲	۶۵ ″	جناب غلام غوث صاحب ڈنگہ	[illegible]	زکوٰۃ

نمبر شمار	نمبر رسید و نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد
۴۳	رسید جلد ۲۱/۹۶	جناب محمد یوسف صاحب انصاری پوپی	۱۰/-	زکوٰۃ
۴۴	" ۶۷	" انوار الحسن صاحب سید حسین صاحب کانپور	صہ؍	وظائف طلبا و قیمت حرم قرآن
۴۵	" ۶۸	" سید ممتاز الدین احمد صاحب گنگا دھٹی	۱۲/-	زکوٰۃ
۴۶	" ۶۹	" محمد اسمٰعیل صاحب رائے بریلی	۲۵/-	زکوٰۃ۔ امداد عام صہ ۔ وظائف طلبا ۱۰/-
۴۷	" ۷۰	" مولوی محمد بدر الدین صاحب علوی ۔ علی گڑھ	۱۳/-	وظائف طلبا
۴۸	" ۷۱	جمیل اینڈ کو ذریعہ صنعت الٰہی اینڈ کو کلکتہ	۶/-	کتب خانہ
۴۹	" ۷۲	جناب محمد بسم اللہ صاحب مہند اول	سے؍	وظائف طلبا و قیمت حرم قرآن
۵۰	" ۷۳	" عبدالخالق محمد حسین صاحبان جائس	۵/-	زکوٰۃ
۵۱	" ۷۴	" خان محمد فتح محمد صاحبان ساؤتھ افریقہ	۴۲/-	امداد عام
۵۲	" ۷۵	" شیخ حبیب اللہ مسیح اللہ صاحبان گنگوہ	سے؍	"
۵۳	" ۷۶	" قاضی وحید الدین احمد صاحب موضع چکری	عا؍	"
۵۴	" ۷۷	" قاضی التفات نبی واعجاز نبی صاحبان موضع چکری	عا؍	"
۵۵	" ۷۸	" مشیر محمد صاحب موضع چکری	عا؍	"
۵۶	" ۷۹	جسو میاں صاحب " "	عا؍	"
۵۷	" ۸۰	" کریمن میاں صاحب " "	عا؍	"
۵۸	" ۸۱	" محمد دین صاحب " "	عا؍	"
۵۹	" ۸۲	" عبدالشکور برادرس "	عا	"
۶۰	" ۸۳	" سبحان خاں و حافظ سید لسین علی صاحبان بیکانیر	۱۰/-	زکوٰۃ

نمبر شمار	نمبر رسید و نمبر جلد	نام نامی		مد
۶۱	جلد ۲۱/۹۳	جناب ڈاکٹر علی محمد صاحب کھو کر ظفر وال	صہ؍	امداد عام
۶۲	" ۹۴	" ریاض الدین صاحب گیسنیدا	عہ؍	ایصال ثواب
۶۳	" ۹۵	" فقیر محمد صاحب ذریعہ حاجی امام الدین صاحب سلانوالی بابتہ ماہ ذیقعدہ ۶۷ھ	صہ؍	وظائف طلبا
۶۴	" ۹۶	جناب شیخ محمد احسن صاحب بابو پور	صہ؍	"
۶۵	" ۹۷	" فضل احمد صاحب سیوتہ	صہ؍	ایصال ثواب
۶۶	" ۹۸	" انعام الحق صاحب بتوسط جناب حاجی عبدالکریم صاحب سہارنپور	صہ	امداد عام
۶۷	" ۹۹	جناب حافظ عبدالقیوم صاحب مرحوم معرفت منشی عبدالعلی صاحب سہارنپور	صہ؍	"
۶۸	" ۱۰۰	جناب محمد حسن صاحب ذریعہ حاجی عبدالکریم صاحب سہارنپور	صہ؍	"
۶۹	کمث جلد ۲۳/۱	" حاجی رستم علی صاحب ذریعہ حاجی عبدالکریم صاحب سہارنپور	صہ؍	"
۷۰	" ۲	جناب شیخ علی احمد صاحب ذریعہ جناب محمد حبیب الرحمن صاحب	صہ	وظائف طلبا
۷۱	" ۳	مسٹر ظریف احمد صاحب کراچی	صہ	تعلیم
۷۲	کمث جلد ۲۳/۴	جناب حکیم منظور احمد صاحب ذریعہ حاجی امام الدین صاحب سلانوالی	عہ	وظائف طلبا
۷۳	" ۵۱	محترمہ سعیدہ صاحبہ ذریعہ حاجی عبدالکریم صاحب سہارنپور	عہ؍	امداد عام
۷۴	" ۵۲	جناب محمد لعل خان صاحب دیب کڈھ	عہ	ایصال ثواب
۷۵	" ۵۳	" عبدالرحمن صاحب ذریعہ قاضی وحید الدین احمد صاحب موضع چکری	عہ	امداد عام

نمبر شمار	نمبر رسید و نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد
۷۶	رسید جلد ۱۰۶ (۳۹)	جناب غلام محمد نصیر الدین صاحب باسنی (بذریعہ مختار احمد صاحب)	عنه	زکوٰۃ
۷۷	۴۰ "	" غلام حسین حاجی یعقوب صاحب لانبا	عنه	"
۷۸	۴۱ "	" حاجی غلام محمد حاجی موسیٰ منشی جی صاحب لانبا	عنه	"
۷۹	۴۲ "	" حسین یعقوب جی صاحب باسنی بسی جناب سید وزیر احمد صاحب	ما ر	"
۸۰	رسید جلد ۱۳ / ۲۰۴	جناب کے۔ بی۔ چشتی اینڈ سنز لاہور	عنه	امداد عام
۸۱	۱۴ "	" حاجی محمد خدا بخش اینڈ سنز	عنه	زکوٰۃ
۸۲	۱۵ "	محترمہ اہلیہ صاحبہ حافظ مختار احمد صاحب ذریعہ مولوی عبد الحی صاحب لاہور	صر	وظائف طلبا (صدقۂ فطر)
۸۳	۱۶ .	جناب حاجی محمد امین صاحب لاہور	للعہ	زکوٰۃ
۸۴	۱۷ "	" قاضی خورشید حسین صاحب لاہور	۸ر	امداد عام
۸۵	۱۸ "	" عبد الرشید صاحب کاردار لاہور	ما ر	"
۸۶	۱۹ "	میسرز بٹالہ انجینئرنگ کمپنی لاہور	ا ر	"
۸۷	۲۰ "	فضل دین اینڈ سنز لاہور	ا ر	زکوٰۃ

نمبر شمار	نمبر رسید و نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد
۸۸	رسید جلد ۲۱ / ۲۰۴	جناب میاں فضل الرحمٰن صاحب حاجی شاہ	عنه	امداد عام
۸۹	۲۲ .	" قاضی نذیر احمد صاحب راولپنڈی	عنه	"
۹۰	۲۳ "	" سید میر احمد شاہ صاحب کیمبل پور	عنه	"
۹۱	۲۴ "	" ملک محمد جعفر صاحب "	عنه	"
۹۲	۲۵ "	" سردار ممتاز علی خان صاحب "	عنه	"
۹۳	کمت جلد ۲۰۵	" عبد الحمید صاحب "	صر	"
۹۴	.	آمدنی اشتراک ماہنامہ ندائے حرم	[illegible]	.

میزانِ کل ۲۱۶۶۱/ ۱۲ر

احقر ضیاء الدین احمد عفی عنہ

معتمد عمومی

صدر دفتر دار العلوم حرم صولتیہ مکہ معظمہ

صولتیہ منزل ۱۳۴ مرزا قلیچ بیگ روڈ جمشید کوارٹر

کراچی نمبر ۳

(بقیہ صفحہ ۳) محمود نے باصرار تمام اس بات کی التجا کی کہ بادشاہ چند روز قلعہ کے اندر آرام فرمائیں مگر مظفر شاہ نے اس التجا کو قبول نہ فرمایا۔ اور بعد کو خود ظاہر کیا کہ میں نے یہ جہاد و غزا محض خداوند برحق کی رضامندی حاصل کرنے کو کیا تھا۔ مجھ کو اس کی تقریر سے اس بات کا اندیشہ پیدا ہوا، کہ مبادا کوئی خطرۂ فاسد میرے دل میں پیدا ہو اور میرا خلوصِ نیت برباد ہو جائے۔ میں نے محمود پر کوئی احسان نہیں کیا، بلکہ محمود کا مجھ پر بڑا احسان ہے، کہ اس کی وجہ سے مجھ کو یہ سعادت حاصل ہوئی۔" (باقی)

فہرست کتب و قرآن مجید

جو صاحب پانچ روپیہ یا اس سے زیادہ کا مال منگائیں وہ پیشگی دو روپے کا منی آرڈر ضرور روانہ کریں۔ یہ دو روپے حساب میں شامل کر دیئے جاتے ہیں۔ پانچ روپے سے زیادہ مال منگوانے والے کو ایک آنہ فی روپیہ کمیشن دیا جاتا ہے۔ کمیشن اسی حالت میں دیا جائے گا۔ جس وقت مبلغ دو روپے کا منی آرڈر وصول ہو جاتا ہے۔ ابھی اپنا قیمتی آرڈر دے کر کتابیں طلب کیجئے۔ اور بہت جلد وی۔ پی وصول کر کے ممنون فرمائیے۔ ایک روپیہ سے کم کا وی۔ پی روانہ نہیں کیا جاتا۔ محصول ڈاک بذمہ خریدار۔

نوٹ:- اپنا پورا پتہ اُردو یا انگریزی میں صاف اور خوش خط تحریر فرمائیے۔

قرآن شریف مترجم و معرا	ہدیہ	قرآن شریف و حمائل شریف	ہدیہ	پنجسورہ شریف مترجم و معرا	ہدیہ	دعائیں و دیگر کتب	ہدیہ
	پائی۔ آنہ۔ روپے		پائی آنہ روپے		پائی آنہ روپے		پائی آنہ روپے
قرآن مجید دو ترجمے والا	۲۰---۰	قرآن مجید معرا اوسط سائز	۹---۰	پنجسورہ شریف مترجم جیبی سائز	۲---۰	روشن چراغ قرآن مجید مکمل اُردو میں	۸---۰
قرآن مجید مترجم چکنا کاغذ معہ تفسیر	۱۸---۰	قرآن مجید معرا خورد سائز	۹---۰	پنجسورہ مترجم عکسی جیبی سائز	۲-۸--۰	دلائل الخیرات مترجم عکسی	۴-۸--۰
قرآن مجید مترجم عمدہ کاغذ	۱۶---۰	قرآن مجید معرا چکنا کاغذ	۱۰---۰	پنجسورہ شریف مترجم چکنا کاغذ	۲-۴-۰	دلائل الخیرات مترجم کلاں	۵-۸--۰
قرآن مجید مترجم چکنا کاغذ جلد سنہری	۱۸---۰	قرآن مجید معرا مجلد	۱۰-۸-۰	پنجسورہ شریف مترجم کلاں سائز	۲-۶-۰	دلائل الخیرات مترجم صاف حروف	۳-۱۲--۰
قرآن مجید مترجم سفید کاغذ	۱۵---۰	حمائل شریف مترجم سفید کاغذ	۸---۰	پنجسورہ شریف مترجم سفید کاغذ	۶-۱۲-۰	دلائل الخیرات مترجم سفید کاغذ	۴-۱۲--۰
قرآن مجید مترجم صاف چھپائی	۱۲---۰	حمائل شریف مترجم چکنا کاغذ	۱۰---۰	پنجسورہ شریف مترجم صاف چھپائی	۲---۰	دلائل الخیرات مترجم آرٹ پیپر	۴-۱۴--۰
قرآن مجید مترجم چکنا کاغذ	۱۲-۸--۰	حمائل شریف مترجم جیبی سے دوگنا	۹-۸--۰	پنجسورہ شریف مترجم مجلد	۲---۰	دلائل الخیرات مترجم جیبی سائز	۳-۱۲--۰
قرآن مجید مجلد	۱۰-۸-۰	حمائل شریف مترجم جیبی سائز	۹---۰	پنجسورہ مترجم جیبی سے دوگنا	۲-۱۴-۰	دلائل الخیرات مترجم چکنا کاغذ	۴-۴--۰
قرآن مجید مترجم خورد سائز	۱۰---۰	حمائل شریف مترجم عکسی	۷-۸--۰	پنجسورہ مترجم کلاں عکسی	۳--۰	دلائل الخیرات مترجم خورد	۲-۱۲-۰
قرآن مجید مترجم موٹے حروف	۲۰-۸--۰	حمائل شریف مترجم صاف حروف	۶---۰	پنجسورہ شریف مترجم صاف حروف	۲-۱۴-۰	دلائل الخیرات مترجم مجلد	۳---۰
قرآن مجید معرا کلاں موٹے صاف حروف	۱۹-۸--۰	حمائل شریف مترجم عمدہ چھپائی	۶-۸--۰	پنجسورہ شریف معرا سفید کاغذ	۱-۸--۰	سورۂ یٰسین مترجم عکسی	۰-۶-۰
قرآن مجید معرا کلاں موٹے حروف	۱۸---۰	حمائل شریف مترجم مجلد	۴-۸--۰	پنجسورہ شریف معرا کلاں سائز	۲-۴--۰	نماز مترجم جیبی سائز	۰-۶-۰
قرآن مجید معرا عکسی صاف حروف	۱۶---۰	حمائل شریف مترجم جلد سنہری	۱۲-۸--۰	پنجسورہ شریف معرا صاف چھپائی	۱-۱۲-۰	قاعدہ یسرنا القرآن	۰-۱۰-۰
قرآن مجید معرا عکسی جلد سنہری	۱۴-۸--۰	حمائل شریف معرا عکسی	۷---۰	پنجسورہ شریف معرا مجلد	۱-۱۲-۰	حزب الاعظم عکسی	۱-۴-۰
قرآن مجید معرا عمدہ کاغذ سفید	۱۴---۰	حمائل شریف معرا عکسی جیبی سائز	۶-۸--۰	پنجسورہ شریف معرا چکنا کاغذ	۲-۷-۰	دعائے گنج العرش مترجم	۰-۸-۰
قرآن مجید معرا صاف حروف	۱۰---۰	حمائل شریف معرا جیبی سے دوگنا	۷---۰	پنجسورہ شریف معرا جیبی سائز	۲-۴-۰	درود تاج عکسی	۰-۶-۰
قرآن مجید معرا عمدہ کاغذ	۹-۸--۰	حمائل شریف معرا عمدہ کاغذ	۶---۰	پنجسورہ شریف معرا جیبی سے دوگنا	۲-۸--۰	دعائے جمیلہ مترجم	۰-۴-۰
قرآن مجید معرا عمدہ چھپائی	۸---۰	حمائل شریف معرا صاف چھپائی	۴---۰	پنجسورہ شریف معرا کلاں عکسی	۲-۱۲-۰	دعائے نور مترجم	۰-۶-۰
قرآن مجید معرا جلد سنہری	۶-۸--۰	حمائل شریف معرا مجلد	۳-۸--۰	پنجسورہ شریف معرا صاف حروف	۲-۸--۰	دعائے ماثورہ مترجم	۰-۴-۰

منگوانے کا پتہ:- مینیجر فدائی بک ڈپو۔ کوٹھی نمبر ۵۵۵۔ گارڈن ایسٹ۔ کراچی نمبر ۵

میلاد شریف

نام کتاب	قیمت (پائی۔ آنہ۔ روپیہ)
چار قرآن کلاں	۰-۶-۰
تفسیر موضح القرآن	۱۴-۰-۰
تفسیر سورۂ یوسف منظوم	۳-۱۲-۰
خطبات دین محمدی مترجم	۴-۱۲-۰
خطبہ علی مترجم	۰-۱۴-۰
ذکر الشہادتین	۱-۱۲-۰
عناصر الشہادتین	۰-۰-۶
گلزار ابراہیم	۰-۱۴-۰

مسائل کی کتابیں

نام کتاب	قیمت
بہشتی زیور کامل بغیر جلد	۶-۸-۰
بہشتی زیور کامل جلد سنہری	۷-۱۲-۰
تعلیم الاسلام حصہ اول	۰-۶-۰
تعلیم الاسلام حصہ دوئم	۰-۸-۰
تعلیم الاسلام حصہ سوئم	۰-۱۲-۰
تعلیم الاسلام حصہ چہارم	۰-۱۴-۰
رکنِ دین	۲-۱۲-۰
جنت کی کنجی	۳-۱۲-۰
مجموعہ ہزار مسئلہ	۰-۱۴-۰
راہ نجات	۰-۶-۰
اسلام کی پہلی کتاب	۰-۳-۰
اسلام کی دوسری کتاب	۰-۵-۰
اسلام کی تیسری کتاب	۰-۶-۰
اسلام کی چوتھی کتاب	۰-۸-۰
اسلام کی پانچویں کتاب	۰-۸-۰
اسلام کی چھٹی کتاب	۰-۱۰-۰
اسلام کی ساتویں کتاب	۰-۱۲-۰

میلاد شریف

نام کتاب	قیمت (پائی۔ آنہ۔ روپیہ)
میلاد اکبر کلاں	۱-۰-۰
مولود سعدی	۰-۸-۰
مولود سعیدی	۰-۸-۰
مولود شریف شہید	۰-۱۲-۰
مولود رحمت رحیم	۰-۱۴-۰
زیور ایمان (عورتوں کیلئے میلاد)	۱-۴-۰
رسالہ میلاد النبی	۱-۴-۰
مولود طیش	۰-۱۴-۰
مولود شریف جدید	۰-۱۲-۰
مولود بہار ولادت	۰-۱۲-۰

عملیات وتعویذات

نام کتاب	قیمت
نقش سلیمانی	۰-۱۲-۰
نقش رحمانی	۰-۱۲-۰
بیاض سلیمانی	۰-۱۴-۰
تعویذ سلیمانی	۰-۱۲-۰
مجربات سلیمانی	۰-۱۲-۰
نقش روحانی	۰-۱۲-۰
تاثیر سلیمانی	۰-۱۲-۰
جواہر خمسہ	۱-۱۲-۰
اعمال قرآنی	۱-۴-۰
الدعاء والدواء	۱-۴-۰
فالنامہ یوسفی کلاں	۱-۴-۰
فالنامہ	۱-۰-۰
عملیات تسخیر القلوب	۱-۱۲-۰

جنگ نامہ وغیرہ

نام کتاب	قیمت (پائی۔ آنہ۔ روپیہ)
جنگ نامہ حضرت علیؓ	۰-۱۲-۰
جنگ نامہ محمد حنیف	۰-۱۰-۰
جنگ نامہ زیتون	۰-۱۲-۰
جنگ کربلا	۰-۱۴-۰
رحلت بتول	۰-۴-۰
معجزہ ہرنی	۰-۳-۰
معجزہ آل نبی	۰-۳-۰

سوانح حیات

نام کتاب	قیمت
خاتم النبینؐ	۲-۱۲-۰
سوانح عمری رسول مقبولؐ	۲-۰-۰
محبوب خدا	۲-۸-۰
قصص الانبیاء کلاں	۴-۰-۰
قصص الانبیاء خورد	۳-۸-۰
الصدیقؓ	۱-۸-۰
سیرۃ الفاروقؓ	۱-۸-۰
اسد اللہؓ	۲-۱۲-۰
ذوالنورینؓ	۱-۰-۰
تاریخ خلفائے اسلام خورد	۲-۰-۰
سیرۃ حسین ابن علیؓ	۳-۰-۰
سیف اللہ حضرت خالد بن ولید	۲-۱۲-۰
غوث الاعظمؒ	۱-۸-۰
آفتاب اجمیرؒ	۳-۸-۰
خواجہ غریب نوازؒ	۲-۸-۰
سوانح عمری خواجہ اجمیری	۱-۱۲-۰

نام کتاب	قیمت (پائی۔ آنہ۔ روپیہ)
حیات خواجہؒ	۱-۰-۰
مخدوم پاک صابرؒ	۱-۸-۰
حیات فریدیؒ	۷-۰-۰
تذکرۃ الاولیاء کامل	۳-۰-۰
غازی مصطفےٰ کمال پاشا	۲-۴-۰
کمال اتاترک کامل	۱-۰-۰

سیاسیات

نام کتاب	قیمت
قائداعظم محمد علی جناح	۷-۸-۰
ہمارا پاکستان	۷-۴-۰
پاکستان پر ایک نظر	۱-۱۲-۰
امیر پاکستان	۲-۸-۰
منشورات قائداعظم	۲-۰-۰
[illegible] پاکستان	۱-۱۰-۰
پاکستان	۱-۸-۰
لے کے رہیں گے پاکستان	۱-۸-۰
وزارتی مشن کا فیصلہ	۱-۰-۰
نیشنل گارڈ کا ترانہ	۱-۱۲-۰

مرثیے

نام کتاب	قیمت
مرثیہ حضرت حُرؓ	۰-۱۲-۰
مرثیہ حضرت زینبؓ	۰-۱۲-۰
مرثیہ حضرت عباسؓ	۰-۱۲-۰
مرثیہ علی اکبرؓ	۰-۱۲-۰
مرثیہ امام حسینؓ	۰-۱۲-۰
مرثیہ امام حسنؓ	۰-۱۴-۰

ناول شرر لکھنوی

نام کتاب	قیمت (روپیہ آنہ پائی)
جویائے حق حصہ اول	۲-۸-۰
جویائے حق حصہ دوئم	۲-۸-۰
جویائے حق حصہ سوئم	۲-۸-۰
قیس و لبنیٰ	۲-۸-۰
قاہرہ	۲-۰-۰
ماہ ملک	۳-۸-۰
نیکی کا پھل	۱-۱۲-۰
مینا بازار	۲-۰-۰
آغا صادق کی شادی	۱-۰-۰
حسن کا ڈاکو	۱-۱۲-۰
دربار حرام پور	۱-۱۲-۰
یوسف نجمہ	۲-۱۲-۰
غیب دان دلہن	۱-۱۴-۰
لعبت چین	۱-۱۲-۰
فتح اندلس	۳-۱۲-۰
فلپانا	۲-۱۲-۰
فردوس بریں	۱-۱۲-۰
خوفناک محبت	۲-۸-۰
زوال بغداد	۲-۰-۰
[illegible]	۳-۰-۰

تصانیف ڈاکٹر اقبال

نام کتاب	قیمت
بانگ درا مجلد	۵-۰-۰
ضرب کلیم مجلد	۳-۸-۰
بال جبریل مجلد	۴-۸-۰

کلام شعرا و دیوان

نام کتاب	قیمت (روپیہ آنہ پائی)
دیوان جگر مراد آبادی	۱-۱۲-۰
مصحف بہزاد	۱-۸-۰
دیوان غالب خورد	۰-۱۲-۰
دیوان ذوق خورد	۰-۱۲-۰
دیوان ظفر خورد	۰-۱۲-۰
دیوان حافظ مترجم	۸-۰-۰
مسدس حالی	۰-۱۲-۰
دیوان سنجر	۱-۸-۰
مصحف بیدم	۱-۸-۰

دلچسپ قصے

نام کتاب	قیمت
الف لیلیٰ باتصویر کامل ہزار داستان	۳-۸-۰
داستان امیر حمزہ باتصویر کامل	۳-۰-۰
قصہ حاتم طائی باتصویر	۱-۸-۰
قصہ باغ و بہار چہار درویش	۱-۸-۰
قصہ گل صنوبر باتصویر	۰-۸-۰
قصہ گل بکاولی باتصویر	۰-۱۲-۰
قصہ طوطا مینا باتصویر	۱-۱۲-۰
قصہ عورت ڈوتہ باتصویر	۰-۴-۰
انوار سہیلی	۱-۸-۰

انگلش کی مفید کتابیں

نام کتاب	قیمت
انگلش ٹیچر کلاں	۱-۰-۰
انگلش ٹیچر خورد	۰-۱۲-۰

نام کتاب	قیمت (روپیہ آنہ پائی)
پریکٹیکل انگلش ٹیچر	۱-۰-۰
مکمل سیٹ انگلش ٹیچر	۲-۰-۰
انگلش میں محاورات اردو	۰-۸-۰
بول چال انگریزی اردو	۱-۸-۰
اردو انگریزی ڈکشنری	۰-۱۲-۰
میکملنس کنگ ریڈر مکمل انگریزی	۱-۸-۰

مقبول کتابیں

نام کتاب	قیمت
گلابی فریب	۱-۰-۰
پارلیمنٹ مجلد	۱-۴-۰
نظام سلطنت برطانیہ مجلد	۱-۴-۰
مٹی اور اس کے خواص مجلد	۱-۴-۰
اون اور اونی کپڑے مجلد	۰-۸-۰
ریشم اور ریشمی کپڑے مجلد	۰-۸-۰
دو بہادر عورتیں	۱-۰-۰
پھلواڑی (نظم)	-۱۳-
پنجاب میل (ڈرامہ)	۱-۸-۰
سفید خون (ڈرامہ)	۱-۰-۰
لیل و نہار (ڈرامہ)	۱-۸-۰
نیشنل گلدستہ	۱-۰-۰
گھر کا درزی	۰-۱-۰
فغان وطن	۰-۸-۰
علاج بذریعہ پانی	۰-۸-۰
اتم خط و کتابت	۰-۵-۰
جغرافیہ دنیا بطرز جدید	۰-۸-۰
تاریخ انگلستان مجلد	۱-۶-۰
تاریخ ہند	۱-۰-۰

عورتوں کیلئے مفید کتابیں

نام کتاب	قیمت (روپیہ آنہ پائی)
مرأۃ العروس	۱-۴-۰
بنات النعش	۱-۸-۰
توبۃ النصوح	۰-۱۴-۰
خوان نعمت (کھانا پکانے کی کتاب)	۱-۸-۰
باورچی خانہ	۰-۱۲-۰
زنانہ خط و کتابت	۰-۱۲-۰
بیوی محبت کیوں کرے	۴-۰-۰

کشیدہ کاریاں

نام کتاب	قیمت
موز کشیدہ کاری حصہ اول	۱-۴-۰
موز کشیدہ کاری حصہ دوئم	۱-۴-۰
استاد کشیدہ کاری حصہ اول	۱-۰-۰
استاد کشیدہ کاری حصہ دوئم	۱-۴-۰
آئینہ دستکاری حصہ اول	۲-۸-۰
آئینہ دستکاری حصہ دوئم	۲-۸-۰

مشہور کتابیں

نام کتاب	قیمت
گلستان سعدی	۰-۱۰-۰
دو قرآن	۴-۰-۰
شکوہ جواب شکوہ	۰-۴-۰
گنہگار شہزادی	۱-۸-۰
دل کے آنسو	۱-۱۲-۰
پوشیدہ کہانیاں	۱-۸-۰
شیطان کی ڈائری	۲-۴-۰

کتابیں ملنے کا پتہ: **منیجر فدائی بکڈپو۔ کوٹھی نمبر ۵۵۵۔ گارڈن ایسٹ۔ کراچی نمبر ۵**

تاریخی ناول

نام کتاب	قیمت (روپے-آنہ-پائی)
فتح بیت المقدس	3-0-0
خونخوار زنگی	4-0-0
فتح کامل	4-0-0
جنگ بدر	3-8-0
تاریخ ارض مقدس	2-0-0
تاریخ یہود	2-4-0
ایام عرب کامل	4-8-0
روضۃ الکبریٰ	2-8-0
فتح مصر کامل	2-8-0
حور ایران کامل	2-10-0
آستانہ کی حور کامل	3-8-0
معشوقہ ہند کامل	2-12-0
اورنگ زیب عالمگیر حصہ اول	2-10-0
اورنگ زیب عالمگیر حصہ دوئم	2-12-0
جانباز ترک کامل	2-8-0
جوش جہاد کامل	2-8-0
آفتاب رسالت کامل	3-8-0
اسلامی شمشیر حصہ اول	1-8-0
اسلامی شمشیر حصہ دوئم	1-12-0
ایران کا چاند حصہ اول	1-8-0
ایران کا چاند حصہ دوئم	1-12-0
انقلاب ترکی کامل	4-4-0

نام کتاب	قیمت (روپے-آنہ-پائی)
جنگ مصر حصہ اول	1-10-0
جنگ مصر حصہ دوئم	2-0-0
جنگ عرب حصہ اول	1-8-0
جنگ عرب حصہ دوئم	1-12-0

جاسوسی ناول

نام کتاب	قیمت
منیر کی عیاریاں	1-8-0
بے گناہ ملزم	1-6-0
انسپکٹر سلیم	1-4-0
عیار سکریٹری	1-10-0
بہرام ڈاکو حصہ اول	1-8-0
بہرام ڈاکو حصہ دوئم	1-12-0
بہادر حسینہ	1-8-0
خونخوار حسینہ	1-4-0
نرگس	0-12-0
سچی ہیرا	1-8-0

ہنر آموز کتابیں

نام کتاب	قیمت
بجلی کا کارخانہ	2-8-0
موٹر گائیڈ	3-12-0
ہارمونیم گائیڈ	2-0-0
موٹر سائیکل گائیڈ	3-12-0
صابن سازی	1-4-0

متفرق کتب

نام کتاب	قیمت (روپے-آنہ-پائی)
رانی کی بلائیں	3-0-0
پہلا پیار	2-8-0
خونی گناہ	2-8-0
بے پر کی	3-0-0
سچی کہانیاں	2-8-0
قیمتی جہیز	2-0-0
شرمناک افسانے	2-0-0
دردناک افسانے	2-8-0
شوہر کا روگ	1-8-0
آخری کہانیاں	1-12-0
ہم وحشی ہیں	3-0-0
نئی دنیا کو سلام	3-8-0
جہاں آرا	3-0-0
موج کوثر	2-12-0
شہزادی شب نور	3-8-0
رحمت عالم	2-0-0
دو دیوانے	2-8-0
سورج مکھی	2-8-0
شاہنامہ اسلام حصہ اول	5-0-0
شاہنامہ اسلام حصہ دوئم	5-0-0
شاہنامہ اسلام حصہ سوئم	5-0-0
شاہنامہ اسلام حصہ چہارم	5-0-0

نام کتاب	قیمت (روپے-آنہ-پائی)
طلسمی ہاتھ	0-14-0
آخر شب	3-0-0

لغات اردو

نام کتاب	قیمت
کریم اللغات (اردو)	2-8-0
منیر اللغات (اردو)	4-8-0
جدید اللغات (اردو)	3-8-0
غیاث اللغات (فارسی)	4-0-0
فیض اللغات (فارسی)	3-8-0
[illegible] اردو ڈکشنری	4-8-0

فن طب کی مشہور کتابیں

نام کتاب	قیمت
قرابادین محمدی	1-0-0
قرابادین قادری	3-4-0
گنجینہ طبیب	3-12-0
مخزن المفردات	2-12-0
میزان الطب	1-12-0
مجربات اکبری	2-0-0
اکسیر الامراض	2-12-0
علاج الغربا	2-14-0
علاج المفردات	1-14-0
میزان طب (فارسی)	2-0-0

اس فہرست کے علاوہ جن کتابوں کی ضرورت ہو طلب کر سکتے ہیں۔ ہر کتاب کفایت سے ملتی ہے۔ یک صد روپے سے زائد مال منگوانے پر ڈاک خرچ معاف کر دیا جاتا ہے۔ اسی صورت میں جب کہ پیشگی مبلغ دس روپیہ کا منی آرڈر فرم کو روانہ کر دیا جائے رقم وصول ہونے پر حساب میں روپیہ شامل کر دیا جاتا ہے۔ فرمائش کے مطابق تعمیل ہوگی اور کبھی کسی قسم کی شکایت کا موقع نہیں ہوگا۔

نوٹ:- اپنا پورا پتہ انگریزی یا اردو میں صاف اور خوش خط تحریر فرمائیے۔

کتابیں ملنے کا پتہ:- **منیجر فدائی بکڈپو۔ کوٹھی نمبر ۵۵۵۔ گارڈن ایسٹ کراچی ۵**

دارالعلوم حرم صولتیہ (مکۂ معظمہ) کے اہم اغراض و مقاصد

۱۔ مکۂ معظمہ میں ہندوستانی طلبہ کے لئے بالخصوص اور آفاقی طلبہ کے لئے بالعموم تجوید و علمِ قراءت کی صحیح تعلیم کا انتظام کرنا۔

۲۔ ان ہونہار شائقینِ علم پردیسی طلبا کی تعلیم و قیام کا بلامعاوضہ بندوبست کرنا، جو دنیائے اسلام سے تحصیلِ علومِ اسلامیہ کے شوق میں مکۂ معظمہ آتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ مرکزِ اسلام سے کچھ حاصل کر کے جائیں۔

۳۔ مستحق و نادار طلبہ کی حوصلہ افزائی کے لئے اُن کو وظائف امداد دینا۔

۴۔ قابل طلبہ کی حوصلہ افزائی کر کے اُن کو وظائفِ لیاقت دینا۔

۵۔ یتیموں اور خاص طور پر مہاجرینِ حرم کے بچوں کی تعلیم و تربیت۔

۶۔ مرکزی حیثیت سے دنیائے اسلام کے لئے مدرسہ کو جامعہ حرم یا مکّہ یونیورسٹی بنانا۔

۷۔ دینی تعلیم کے ساتھ صنعتی تعلیم کا انتظام اور مکمل دارالصنائع کا قیام اور اُس کی مستقل عمارات بنانا۔

۸۔ مدرسہ کے کتب خانہ کی مستقل عمارت تیار کرنا، اور مرکزی شان کے لحاظ سے اسے وسعت دینا۔

۹۔ صولتیہ دارالشفا کے ذریعہ حجاجِ کرام، اہلِ حرم اور نادار و بیکس بیماروں کے لئے مفت طبی امداد اور علاج کی سہولتیں مہیا کرنا۔

نرخنامہ اشتہارات و قواعد

ندائے حرم کا حلقۂ اشاعت بہت وسیع ہے کم از کم ۲۵ ہزار ذی علم اور باحیثیت حضرات ہندوستان اور پاکستان اور بیرونی ممالک میں اس کا مطالعہ کرتے ہیں۔ اس میں اشتہار دینا تجارتی ترقی اور فروغ کی ضمانت ہے۔

فی اشاعت	پورا صفحہ	نصف صفحہ	چوتھائی صفحہ	$\frac{1}{8}$ صفحہ
(اندرونی صفحات)	۳۰ روپے	۱۶ روپے	۹ روپے	۵ روپے

سرورق کے صفحات کے لئے پچاس فی صدی اضافہ۔

کم از کم ایک سال کی اُجرت یکمشت پیشگی وصول ہونے پر ۲۵ فیصدی کی رعایت۔

اُجرت ہر حال میں پیشگی آنی چاہئے۔

فحش اور غیر مہذب اشتہارات قبول نہ کئے جائیں گے۔

ایجنسی کے خواستگار بذریعہ مراسلت معاملہ طے کر سکتے ہیں۔

رجسٹرڈ ایس نمبر ۱۱۲۰

اقبالیات

بانگِ درا:- مجموعہ کلام علامہ سر محمد اقبال مرحوم ہر نظم زندگی کا پیغام، شکوہ جواب شکوہ سب اس میں شامل ہیں قیمت بلا جلد ہے مجلد للعہ

بالِ جبریل:- اُردو کلام کا دوسرا مجموعہ، ہر نظم اور غزل نئے جذبے اور نئے ولولہ حیات کا پیغام ہے۔ قیمت مجلد للعہ

ضربِ کلیم:- دورِ حاضرہ کے خلاف اعلانِ جنگ، علامہ مغفور کے اُردو کلام کا تیسرا مجموعہ۔ قیمت مجلد تین روپے۔

پیامِ مشرق:- فارسی (در جواب شاعر المانوی گیٹے) مشرق بالخصوص اسلامی مشرق نے صدیوں کی مسلسل نیند کے بعد انگڑائی لی ہے۔ یہ کتاب ہر قسم کے انقلاب میں رہنمائی کرے گی۔ قیمت مجلد للعہ۔

زبورِ عجم:- (فارسی) قوم کے لئے پیغامِ حیات۔ قیمت للعہ۔

جاوید نامہ:- فارسی نظموں کا مجموعہ۔ حیاتِ تازہ کا پیغام۔ قیمت مجلد صہ

پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق:- واپسی افغانستان کے بعد علامہ مرحوم کے تاثرات قیمت مجلد عہ

ارمغانِ حجاز:- علامہ مرحوم کا آخری فارسی اور اُردو کلام جو وفات سے چند روز پہلے مرتب ہوا۔ قیمت مجلد للعہ۔

ندائے حرم کا حوالہ دینا ضروری ہے

ملنے کا پتہ

شیخ مبارک علی تاجر کتب اندرون لوہاری دروازہ لاہور

طابع و ناشر حافظ ضیاء الدین احمد نے مشہور آفسٹ پریس کراچی میں چھپوا کر صدر دفتر دار العلوم حرم مدینہ منورہ (مکہ معظمہ) صولتیہ منزل ۱۲۲ مرزا قلیچ بیگ روڈ جمشید کوارٹر کراچی سے شائع کیا

ندائے حرم

صدر دفتر مدرسہ صولتیہ (مکہ معظمہ) کراچی کا ماہوار رسالہ

مرتبہ

ادارۂ صدر دفتر

عدد ۲ — جلد ۹

ندائے حرم کا مقصد

۱۔ دار العلوم حرم صولتیہ (مکہ معظمہ) کے اغراض و مقاصد کی اشاعت اور اس کی تکمیل کے لئے کوشش۔
۲۔ دار العلوم حرم صولتیہ (مکہ معظمہ) کے سرپرستوں اور معاونین کرام کو اس کے اہم اور ضروری حالات سے روشناس کرانا۔
۳۔ مسلمانانِ ہند کو اسلامی دنیا کی اہم تحریکات علمی و معاشرتی جد و جہد اور علمی و فنی خدمات سے باخبر کرنا۔

ندائے حرم کا مسلک

۱۔ دار العلوم حرم صولتیہ (مکہ معظمہ) کعبہ کے زیر سایہ ایک باہمہ مرکزی تحریک ہے، اس لئے مجلہ ندائے حرم مرکز اسلام کی آواز ہے۔
۲۔ دار العلوم حرم صولتیہ (مکہ معظمہ) غیور و باہمت مسلمانانِ ہند کی خدا کے گھر میں ۹۰ سالہ مشترکہ یادگار ہے۔ اس لئے ندائے حرم کو اختلافی امور سے احتراز ہوگا۔ (۳) سیاسی معاملات اور ملکی و بین الاقوامی سیاست سے تعلق نہ ہوگا۔

ندائے حرم کے قواعد و ضوابط

۱۔ ندائے حرم پابندیٔ وقت کے ساتھ ہر انگریزی ماہ کی ۵ تاریخ کو کم از کم ۴۸ صفحات پر شائع ہوتا ہے۔
۲۔ عدم وصولی کی صورت میں ۲۵ تاریخ تک اطلاع دے کر دوسرا رسالہ طلب فرمائیں۔ اس کے بعد دفتر معذور ہوگا۔
۳۔ ماہنامہ ندائے حرم دار العلوم حرم صولتیہ (مکہ معظمہ) کے سرپرستوں اور خاص معاونین کی خدمت میں ہدیۃً بھی پیش کیا جاتا ہے۔
۴۔ جواب طلب امور کے لئے محصول ڈاک آنا چاہیئے۔
۵۔ اشتراک سالانہ:- تین روپئے، فی پرچہ ۴ بیرونِ پاکستان و ہندوستان سے ۷ شلنگ (۵ر) نمونہ مفت
۶۔ رسالہ کے متعلق تمام ضروری خط و کتابت منتظم رسالہ ندائے حرم سے ہونی چاہیئے۔
۷۔ منی آرڈر کے کوپن پر اپنا نام و پتہ مع چٹ نمبر صاف تحریر فرمایئے تاکہ ارشاد کی تعمیل ہو سکے۔
۸۔ اجرت اشتہار ہر حال میں پیشگی آنی چاہیئے۔

ترسیل زر کا پتہ

معتمد عمومی صدر دفتر دار العلوم حرم صولتیہ (مکہ معظمہ) صولتیہ منزل مرزا قلیچ بیگ روڈ جمشید کوارٹر۔ کراچی ۵۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

زمزم کی موج ہی نہیں بحرِ کرم ہوں میں
اے حق نیوش سُن کہ ندائے حرم ہوں میں

TELE
Address.
SAULATIYA–
Karachi.
SAULATIYA–
Mecca.

تار کا پتہ
صولتیہ، کراچی
صولتیہ، مکہ

ندائے حرم

مدیرِ مسئول: ضیاء الدین احمد عثمانی

عدد ۲ — بابت ماہ صفر ۱۳۶۸ھ مطابق ماہ دسمبر ۱۹۴۸ء — جلد ۹

فہرست مضامین

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

سراجِ اُفق

سلام — بر — رسولِ انام

(خاص برائے ندائے حرم)

از ابوالاسرار مولانا رمزی اٹاوی

(۱)

سلام اُس پر کہ جس کے دم سے دنیا میں بہار آئی   سلام اُس پر معطّر کر رہی ہے جس کی دانائی

سلام اُس پر اور اُس کے آل و اصحابِ مطہر پر   ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ اور حسنینؓ و حیدرؓ پر

سلام اُس پر کہ جس کے شیر دل قدسی سفیروں نے

جہاں کی وسعتوں میں پرچم اسلام لہرایا

(۲)

سلام اُس اسوۂ حسنہ پہ جس کا خُلق قرآں تھا   سلام اُس پر جو خود گنجینۂ اسرارِ یزداں تھا

سلام اُس ناخدا پر، آخری انسانِ کامل پر   سفینہ ڈوبتے انسان کا لایا جو ساحل پر

سلام اُس پر کہ جس نے بیکسوں کو عافیت بخشی

ضعیفوں اور مظلوموں پہ لطف و رحم فرمایا

(۳)

خرامِ پاک سے جلوے بکھر جاتے تھے راہوں میں   ستارے مُعتکف تھے جس کی پاکیزہ نگاہوں میں

حرا میں بولتی تھی جس کی پُر اسرار خاموشی   جہاں فطرت بغیرِ واسطہ کرتی تھی سرگوشی

سلام اُس باخدا پر جس نے کعبہ کے منارے سے

چراغِ غیب لے کر نورِ حق دنیا میں پھیلایا

اثرات

دہلی میں مسلمانوں کی بربادی اور صدر دفتر دار العلوم حرم صولتیہ

سخنہائے گفتنی | انقلاب ۱۹۴۷ء نے ۱۸۵۷ء کے انقلاب کو ماند کر دیا۔ عروس البلاد اور ہندوستان کا دل دہلی اس کا خاص طور پر ہدف بنا۔ آپ کے دار العلوم حرم صولتیہ کا صدر دفتر اسی انقلاب کی خوگر دہلی کے قرول باغ میں واقع تھا، جو ہنگامہ و فساد کی نذر ہوا، دفتر کا اثاثہ لوٹ مار کی بھینٹ چڑھا۔ اور کارکنان کو بمشکل جان بچانے میں کامیابی ہوئی۔ یہ داستان بڑی دردناک ہے اور اس کی تکرار بے سود ہے، ہمیں خدا کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ اُس نے جان و آبرو محفوظ رکھی۔ لٹنے کے بعد اُبھرنے کی ہمت اور حوصلہ دیا اور دفتر کے دوبارہ قیام کی توفیق عطا فرمائی۔ اس کی تفصیلات ان صفحات پر پہلے بھی پیش کی جا چکی ہیں، یہاں اُن کے اعادہ سے ہم اپنے قارئین کو مکدر اور بے کیف کرنا نہیں چاہتے۔ کہ صرف ایک سوال ہے، جو رہ رہ کر دل میں پیدا ہوتا ہے ــــــ

وہ سوال یہ ہے ــــــ اس نقصانِ عظیم کی تلافی اور دار العلوم حرم صولتیہ (مکہ معظمہ) کی علمی و مالی ساکھ کی قائمی و بحالی کا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ جس ربّ اکبر نے ہمیں اس ابتلا اور آزمائش میں پورا اُتار کر سلامتی کے ساتھ یہاں پہونچایا، اور دوبارہ قیام دفتر کی توفیق دی۔ وُہی مشکلات کے بادلوں کو بھی چھانٹ دیگا اور اپنے مقبول بندوں کے دلوں میں دیارِ محبوب کے اس چشمہ فیض کی سیرابی اور آبیاری کے جذبات کو موجزن فرمائے گا۔

ایک عربی شاعر کہتا ہے کہ ــــــ "بلند و بالا نیزوں اور سفید تلواروں سے ہمارے کارناموں کو دریافت کرو کیا کبھی ان توقعات میں ناکامی ہوئی ہے جو ہم سے وابستہ کی گئیں؟ ہمارا کام کوشش کرنا تھا، اور ہم نے کوشش کی، نہ ہمارے پختہ ارادے حصولِ مقصد کی راہ میں کمزور ہوئے، اور نہ ہماری کوششیں کم ہوئیں"

یہ شاعر عربوں کے محاذِ جنگ کا شاعر ہے، اُس نے میدانِ جنگ میں کھڑے ہو کر جو کچھ کہا ہے، ہم وہی الفاظ اس نصب العین کے متعلق کہتے ہیں جس کو ہم نے اپنے دین و دنیا کے لئے پسند کیا ہے اور جس کو ہم تمام اسلامی دنیا کا نصب العین بنانے کا تہیہ کر چکے ہیں آپ حرمِ مقدس میں کھڑے ہو کر بصیرت کی نظر سے اپنے دار العلوم حرم صولتیہ کی بلند و بالا عمارتوں، ممتاز علماء اور معصوم طلباء سے ہمارے اِن بلند ارادوں اور کارناموں کے متعلق دریافت کر سکتے ہیں۔ جو قوم کی عام غفلت شعاری کے باوجود صحنِ حرم سے کچھ ہی دور انجام پا رہے ہیں۔ ہم نے قوم سے جو توقعات وابستہ کیں، وہ ناکام ہوتی رہیں۔ لیکن مراکش سے لے کر خیبر تک اور دوسری طرف جاوا اور ملایا کی سرحدوں تک ہم سے جب کبھی کوئی توقع وابستہ کی گئی، وہ ضرور پوری ہوئی۔ آج بھی ہزارہا حجاج یہ چشم دید شہادت دے سکتے ہیں کہ مکۂ معظمہ

میں دارالعلوم حرم صولتیہ مذ آثار رحمت میں سے ایک رحمت ہے اور ایک ایسا کارنامہ جس کی وجہ سے ہند و پاکستان کے دس کروڑ مسلمان ربّ کعبہ کے سامنے میدانِ حشر میں سُرخ رُو ہو سکتے ہیں۔

آپ کہہ دیں گے کہ ندائے حرم کی ہر سطر میں امداد و اعانت کا سوال ہوتا ہے، اگر ہم ایسا نہ کریں تو آپ ہی بتایئے کہ پھر کیا کریں؟ اگر قوم ایک بڑے مقصد کو بڑا تسلیم کرنے کے باوجود اپنے دستِ کرم کو حرکت نہ دے، تو کیا ہم اُس کو بند کر دیں؟ اور محض اِس لئے بند کر دیں، کہ عام مسلمان دس بار لکھنے پر ایک بار بھی متوجہ نہیں ہوئے —— یاد رکھئے! ہم قیامت کی رات اور حشر کے دن تک توفیقِ ایزدی سے مسلمانوں کو یہ بتاتے رہیں گے، کہ مکۂ معظمہ جیسے برگزیدہ مقام پر ساری دُنیا کے مسلمانوں کی ایک بڑی درسگاہ کا زندہ رہنا مذہبی واجبات میں سے ہے، خواہ سننے والے اپنے دل کے دروازوں کو بند رکھیں، یا کُشادہ —— کوشش کرنا اور حالات کو قوم تک پہنچانا ہمارا کام ہے، اور ہم انشاء اللہ اس کو کئے جائیں گے اور اس مقدس کام میں ہمارا اعتماد انسانوں پر نہیں بلکہ کارسازِ عالَم پر ہوگا۔

ایک زمانہ وہ تھا کہ قسطنطنیہ میں سلطان المعظم کے بابِ عالی کے خزانے اِس درسگاہ کے لئے کُھلے ہوئے تھے۔ مگر درسگاہ کے بانی علیہ الرحمتہ نے منشائے سُلطانی کے باوجود ایک حبّہ بھی قبول نہ فرمایا، یا آج ہم خود اپنا کھلا ہوا دامن لئے مکّہ سے ہند و پاکستان کے دل میں اترے ہیں۔ آخر اس کی کوئی وجہ تو ہے؟ وجہ صاف ظاہر ہے کہ زمانہ نے مسلمانوں کو غفلت میں ڈال دیا ہے، پہلے یہاں سے مکّہ کی طرف خود بخود قدم اُٹھتے تھے، یا اب مکۂ معظمہ علم کی آنکھوں سے یہاں کے مسلمانوں کو دیکھ رہا ہے۔

موجودہ ناموافق حالات میں جن بزرگوں نے ہماری امیدوں کو سہارا دیا، ہم اُن کے دل و جان سے ممنون ہیں۔ یہی وہ بنیاد ہے جس پر ہماری ہمتوں کو بالیدگی حاصل ہوتی ہے۔

خیرے کُن اے فلاں و غنیمت شمار عُمر
زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند

صدر دفتر دارالعلوم حرم صولتیہ (مکۂ معظّمہ) اور ماہنامہ "ندائے حرم"

بعض احباب کو دفتر میں پہنچنے کے لئے دشواریاں پیش آتی ہیں۔ وہ صدر دفتر کے پتہ میں جمشید کوارٹر پڑھ کر جمشید روڈ (متصل مارٹن روڈ) کے سرکاری کوارٹروں میں پہنچ جاتے ہیں۔ یا گاڑی اور رکشا والے زیادہ کرایہ وصول کرنے کی غرض سے قصداً اُن حضرات کو وہاں پہنچا دیتے ہیں جس سے زیر باری کے علاوہ تضیعِ اوقات اور تکلیف بھی ہوتی ہے جس کا ہمیں بہت افسوس ہے۔ حالانکہ یہ جمشید کوارٹر سرکاری کوارٹر نہیں ہیں، بلکہ اس علاقہ کا نام ہے، جو بندر روڈ ایکسٹینشن (حال محمد علی جناح روڈ) اور سولجر بازار کے درمیان پارسی کالونی سے متصل واقع ہے۔ بندر روڈ ایکسٹینشن پر نمائش کے میدان کے قریب جیم خانہ (کھیل کا میدان) ہے جہاں اس مرتبہ نمازِ عید الفطر ہوئی تھی، اسی میدان کے بالکل سامنے مرزا قلیچ بیگ روڈ ہے (سڑک کے بورڈ پر "مرزا کلیچ بیگ روڈ" لکھا ہے) اسی مرزا کلیچ بیگ روڈ کی کوٹھی نمبر ۱۱۲ کے پھاٹک پر صدر دفتر، ماہنامہ "ندائے حرم" اور "صولتیہ منزل" کا بورڈ لگا ہوا ہے۔ سولجر بازار سے بھی یہ جگہ بالکل قریب ہے۔ سولجر بازار ٹرام کے آخری اسٹیشن سے جو پہلا اسٹیشن ہے صرف دس منٹ کا راستہ ہے۔ احباب نوٹ فرمالیں تو انشاء اللہ تلاش میں دقت نہ ہوگی۔

بصائر

انسانیت اور مساوات کا نقشہ

درس گاہِ صفہ اور امریکہ کی یونیورسٹی

عہدِ "تنویر" اور عہدِ "جاہلیت" کا تقابل

اِسلام کا اعلان ہے اور یہ اعلان کس قدر فطرت کے مطابق ہے کہ

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَلٰکِنْ یَّنظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَاَعْمَالِکُمْ	اللہ تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتا وہ تو تمہارے دلوں پر نظر رکھتا اور تمہارے کردار کا جائزہ لیتا ہے۔

گورا رنگ بھی خدا کی نشانی اور کالا رنگ بھی خدا کی نشانی۔ یہ ساری صنعت گریاں ایک ہی کارخانۂ قدرت کی ہیں، رنگ بہرحال دونوں ہیں اور دونوں کی خوبی اس رنگ والے سے پوچھئے جو انسانی نقشہ میں رنگا رنگ کی چمک پیدا کرتا ہے، اور مختلف رنگوں میں اپنی جلوہ نمائی کرتا ہے۔

اِسلام نے رنگ کی بنا پر انسانوں میں کوئی امتیاز پیدا نہیں کیا، گورے انسان کو بڑا اور کالے کو چھوٹا نہیں بنایا، چھوٹائی اور بڑائی تو اعمال سے ہے۔ اگر کوئی گورا بدعمل ہے تو اس پر اُس کالے کو جو نیک عمل ہے بمراتب فوقیت حاصل ہے۔ کیونکہ اعمال میں انسان کے اختیار کو دخل حاصل ہوتا ہے لیکن اپنی صورت بنانے اور اس میں رنگ بھرنے میں اُسے کوئی اختیار حاصل نہیں۔

یہ تو اُس اِسلام کا نظریہ ہے، جسے "عہدِ جاہلیت" کی یاد دیا ہوا گار بتایا جاتا ہے۔ اب ذرا "عہدِ تنویر" کے نظریات ملاحظہ فرمائیے۔ ایک ماہ پہلے کی خبر ہے، کہ امریکہ کے ایک حبشی مسٹر بیں جانسن نے ایک یونیورسٹی میں داخلہ کی درخواست کی، مگر رجسٹرار نے اِس بنا پر درخواست کو مسترد کر دیا کہ یونیورسٹی کی پالیسی یہ ہے کہ اس میں کوئی حبشی داخل نہ ہو، اور یہ پالیسی اسٹیٹ کے دستور اور قانون سے پوری مطابقت رکھتی ہے۔

(ایوننگ نیوز، ۱۷ ستمبر)

اب حال کی ایک اطلاع ملاحظہ فرمائیے، نیویارک کی اطلاع ہے، کہ پچیس [۲۵] امریکن کالجوں کے ڈیلی گیٹوں نے اپنا ووٹ اِس فیصلہ کے حق میں دیا، کہ کالوں کو امریکن کالجوں میں داخلہ کی اجازت نہ ہونی چاہئے!

(ہندوستان ٹائمز)

سب ہی ایک ہوئے سُبحان اللہ! امریکہ۔ وہ امریکہ جو حقوقِ انسانی کا علمبردار ہے۔ جس کا دعویٰ ہے کہ جمہوریت اور مساوات اسی کے دم قدم سے قائم ہے۔ جس کے علماء اور حکماء نے دنیا کی تعمیرِ نو کا نقشہ بنایا ہے۔ اور جو آج ساری دنیا کی سربراہی کار میں پیش پیش ہے۔ آج وہاں کالا رنگ مستوجبِ سزا ہے۔ ایک قوم کو درس گاہوں میں اس لئے داخلہ کی اجازت نہیں،

کہ وہ مجرم ہیں اور اُن کا جُرم یہ کہ اُن کا رنگ کالا ہے! کاش یہ کالے اپنا منہ کالا نہ کرتے، کاش انھیں چہروں کو کھرچ کر گورا بننے کی توفیق نصیب ہوئی ہوتی۔

مگر آئیے! آج سے ڈیڑھ ہزار سال پہلے کی ایک اسلامی یونیورسٹی کا حال بھی سنئے۔ یہ یونیورسٹی (صفہ) اس عرب میں واقع تھی؛ جہاں نہ قانون داں تھے، نہ پارلیمنٹ اور لائبریریاں تھیں، نہ اخبارات تھے نہ کالجوں اور قانونی درسگاہوں کا کوئی وجود تھا۔ صرف ایک کتاب تھی جس کا نام قرآن ہے۔ اور یہی اس یونیورسٹی کا نصاب تھا۔ آیئے دیکھیں کہ اس یونیورسٹی میں کون لوگ تعلیم پا رہے ہیں

خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ونحن نقرء فقال الحمد للہ کتاب اللہ واحد وفیکم الاحمر وفیکم الابیض وفیکم الاسود

(ابوداؤد۔ جلد اوّل)

سہل بن سعد ساعدیؓ کہتے ہیں کہ ایک روز رسول خداؐ تشریف لائے، اور ہم پڑھ رہے تھے ہمیں دیکھ کر حضورؐ نے فرمایا۔ کہ خدا کی کتاب ایک ہے اور پڑھنے والوں میں سُرخ، سفید اور کالے سب ہی رنگ کے ہیں، اور سب قرآن کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں:۔

اسلام کی اِس پہلی یونیورسٹی (صفہ) میں ہر رنگ کا انسان موجود اور اسلام کے داعی کو اِن سب پر فخر۔ انھیں دیکھ کر فوراً الحمد للہ زبان پر جاری ہوگیا۔ یعنی ہر تعریف کی مستحق تو وہ ذات ہے، جس نے ایک قرآن کے صدقہ میں انسانی نسل کو بھی وحدۃ کی لڑی میں منسلک کر دیا ہے۔ کالے اور گورے، سفید اور سُرخ سب اس کے گرد جمع ہیں، اور اعمال کی لیبوریٹری میں اپنے کردار کا تجربہ کر رہے ہیں۔

یہ تھا انسانی حقوق کا چارٹر، جو اسلام نے ہر انسان کو عطا کیا تھا۔ وہ تھا عہدِ "جاہلیت" اور یہ ہے "عہدِ تنویر و ترقی"

اے خدا ہمیں اس روشنی سے بچا، جس میں صرف گورا رنگ نظر آئے، اور وہ روشنی عطا کر جس میں ہر رنگ نظر آتا ہے۔

اسلام کے دو ہتیار

ایک تازہ شہادت سُنئے!

• لوگ اسلام کی ترقی پر حیرت کا اظہار کرتے ہیں مگر قرآن ہماری حیرت کو آناً فاناً میں دور کر دیتا ہے۔ اسلام نے مسلمانوں کو دو ہتیار ایسے دیئے ہیں جو ایٹم بم سے کہیں زیادہ طاقتور ہیں۔ پہلا ہتیار تقدیر کا ہے۔ یعنی یہ عقیدہ کہ خدا کی مشیت کے بغیر کچھ نہیں ہوتا۔ اِس عقیدے نے مسلمانوں کو اِس قدر شجاع بنا دیا تھا، کہ وہ موت کا نام سُنکر خوشی سے پھولے نہ سماتے۔ وہ جانتے تھے کہ موت وقت سے پہلے نہیں آتی۔ لہٰذا ہر وہ کام کرنا چاہئے جو خطرناک سے خطرناک ہو۔ اگر موت مقدر ہے تو گھر میں بھی آ جائے گی، اگر اس کا وقت نہیں آیا تو سمندر میں کود کر بھی سلامت نکل آئیں گے۔ دوسرا ہتیار تھا جہاد۔ یعنی اسلام کے مشن کو جان کی بازی لگا کر پورا کرنا۔ اور ہر بڑی سے بڑی طاقت کے ساتھ ٹکرا جانا۔ پہلے زمانہ کے مسلمان نہ تعداد کی کثرت کو دیکھتے تھے، نہ کسی قوم کی جاہ و حیثیت کو، وہ صرف اپنے کام سے کام رکھتے تھے اور پہاڑوں سے ٹکرانے کے بعد بھی بچکر نکل آتے تھے

(Ancient History of Religion.)

آپ سُن رہے ہیں کیا بات کہی جا رہی ہے؟ آج تقدیر کے مسئلہ کو تعطلِ عمل کا بہانہ بنا لیا گیا ہے، مگر کبھی وقت یہی ایک عقیدہ تھا جس نے مسلمانوں کو احساسِ عمل سے سیماب وار مضطرب بنا دیا تھا۔ اُس وقت کا مسلمان برق و رعد بن کر چمکتا تھا کہ یہی تقدیر ہے۔ آج کا مسلمان مُنہ سے مکھی بھی نہیں اُڑاتا، کہ تقدیر میں ہوگا تو خود اُڑ جائے گی۔ نہیں ہوگا تو وہ سو کوششوں کے بعد بھی نہیں اُڑے گی۔ جب نظریات کا تضاد اِس درجہ ہو چکا ہو تو ضروری ہے کہ نتائج بھی اُسی کے مطابق مرتّب ہوں۔

امریکہ کے پچاس شہروں میں ایسے سینماؤں کی نگرانی ہو رہی ہے، جن میں قتل، اغوا، آتش زنی اور قاتلانہ حملوں کے مناظر دکھائے جاتے ہیں۔ اس کی ضرورت اس طرح پڑی کہ اُن شہروں میں جرائمِ اطفال کی فہرست بڑی طویل ہو گئی ہے، اور ۱۴ سال تک کے بچے اُن جرائم کے مرتکب ہو رہے ہیں، جن کا ارتکاب کسی وقت بڑوں بڑوں سے نہ ہو سکتا تھا۔ لوس انجلز کی ایک عدالت میں حال ہی میں ایک مقدمہ کا فیصلہ ہوا ہے، جس میں جج کا یہ ریمارک بڑی اہمیت رکھتا ہے۔

"یہ بچے جو قوم کی امانت اور سلطنت کے وارث ہیں۔ قوم کی خود غرضیوں سے تباہ ہو رہے ہیں۔ یہ ہمارے سینما جو ہماری ترقی یافتہ ذہنیت کے شاہکار ہیں، در اصل جرائم کی درسگاہیں ہیں، میرا خیال ہے کہ اگر آسمان کے کسی فرشتہ کو بھی سینما کی لت لگا دی جائے تو وہ چند ہی روز میں بجڑ ہاؤس (ایک مشہور بازار) کا تالا توڑتا دکھائی دیگا۔ افسوس اِس بات کا ہے کہ سینماؤں نے ہمارے ۹۸ فیصدی بچوں کو قاتل، چور، زانی اور سنگدل بنا دیا ہے، حتیٰ کہ بعض بچوں نے اپنی ماں کو گولی تک مار دی ہے! جرائمِ اطفال کے تفتیش کنندگان کا متفقہ فیصلہ ہے کہ اگر سینماؤں کی اصلاح نہ کی گئی، تو امریکہ جرائم پیشوں کا ملک بن جائے گا۔"

(نیشنل ہرلڈ ۲۴ر نومبر ۱۹۴۸ء)

کیا ارشاد ہے اِس بارے میں ہمارے مصلحین اور ہماری حکومت کا؟ اگر ہم نے مغرب کی نقالی کو "اپنایا" ہے تو اُس کی بیزاری سے بھی ہمیں سبق لینا چاہئے! (فاعتبروا)

تازہ افکار انگلستان سے ایک کتاب حال ہی میں شائع ہوئی ہے، اُس کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو!

"اِس وقت عالَمِ اسلام میں عام پستی کے آثار نمایاں ہیں۔ اور مسلمانوں نے بہت سے انقلابات دیکھنے کے باوجود کوئی سبق حاصل نہیں کیا۔ جہالت اور ناخواندگی تو عام ہے۔ ان مسلمانوں کو دیکھ کر شاید ہمیں بھی یقین نہ آئے گا، کہ یہی مسلمان تھے جنہوں نے اول اول سمندروں کی پیمائش کی۔ اور اس قدر صحت کے ساتھ کہ آج ہم اس پر کچھ زیادہ اضافہ نہ کر سکے۔ ان ہی مسلمانوں نے سینکڑوں ایجادیں کیں اور یورپ کی سائنس کے لئے میدان صاف کر دیا۔

ابنِ رشد بھی مسلمان ہی تھا، جس کی بعض تحریرات سے امریکہ کی نئی دنیا کا سُراغ لگا۔ ابنِ باجہ بھی مسلمان تھا جس کی رہنمائی سے ہندوستان کا راستہ ملا۔ حتیٰ کہ

ان ہی مسلمانوں کی بدولت یورپ کو سڑکیں بنانے اور سڑکوں کے دو جانب روشنی کرنے کا سلیقہ آیا، اور اُن ہی کی دیکھا دیکھی جسمانی صفائی، غسل اور جسمانی تزئین کا رواج پایا۔ اور ان ہی کی تعلیم نے خرافات اور اوہام کی جڑیں کاٹیں۔ عبرت کا مقام ہے کہ جو مسلمان ہمارے معلم تھے، آج وہ اس قابل بھی نہیں کہ ہمارے شاگرد بھی بن سکیں۔"

([illegible]) صفحہ ۱۳۰

واقعی بے غیرتی اور بے حسی کی حد ہے، کہ سمندروں کی پیمائش کرنے والے آج اپنی جہالت کی پیمائش ہی نہیں کر سکتے۔ جس قوم نے سڑکیں بنانے کا فن ایجاد کیا، آج وہ خود گم کردہ راہ ہے۔

دو تجربے

سڈنی کی عدالت طلاق میں جب ایک نوجوان جوڑا حصولِ طلاق کے لئے حاضر ہوا، تو جج نے اس کے وکیل سے مخاطب ہو کر کہا۔

عدالت میں آنے سے بہتر تو یہ ہے، کہ یہ لوگ کسی پر اعتماد کر کے اُسے اپنا ثالث بنائیں، ایک ثالث پر اعتماد نہ ہو، تو مرد اور عورت اپنے اپنے ثالث مقرر کریں۔ اور وہ معاملہ کی تحقیقات کر کے اول تو یہ کوشش کریں کہ دونوں کی شکائتیں دور ہو جائیں، اور وہ اپنا کیس واپس لے لیں، اگر اس میں کامیابی نہ ہو تو وہ اپنا آخری فیصلہ دے کر دونوں کو جدا کر دیں' قانون دانوں کا تجربہ یہ ہے کہ خانگی معاملات کی چھان بین عدالت سے باہر ہی خوب ہو سکتی ہے عدالت میں آنے کے بعد تو آسان سے آسان کیس بھی اُلجھ کر رہ جاتا ہے اور وکلاء اسے اور زیادہ مشکل بنا دیتے ہیں۔"

(کرسچن مانیٹر مورخہ، نومبر ۶۴ء)

آپنے "قانون دانوں" کا تجربہ سُن لیا۔ اب آئیے اُس شخص کا ارشاد سنئے، جسے قانون و عدالت کا کوئی تجربہ نہیں تھا، اور جو اوپر کی چیز ایک ہاتھ سے لیتا تھا اور دُوسرے ہاتھ سے نیچے والوں کو دیتا تھا۔ اس کی رُوحانی عدالت کا فیصلہ ہے۔

فَابْعَثُوا حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا إِن يُرِيدَا إِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللَّهُ بَيْنَهُمَا ۔

عورت اور مرد کے جھگڑے میں ایسا کرو، کہ ایک ثالث مرد کی طرف سے اور دوسرا ثالث عورت کی طرف سے ہو، اگر اُن کی نیت بخیر ہوگی، تو اللہ مرد اور عورت میں موافقت پیدا کر دے گا۔

یہ ڈیڑھ ہزار سال پہلے کی بات ہے۔ اور وہ بیسویں صدی کا قانونی شاہکار ہے، دنیا خواہ کتنی ہی ترقی کر لے، اسلام پیچھے نہیں رہے گا۔ اور واقعات سے اس کی صداقت برابر ظاہر ہوتی رہے گی۔

ضروری گذارش

اکثر حضرات منی آرڈر کے کوپن میں اپنا نام اور پتہ صاف و خوشخط تحریر نہیں فرماتے۔ بعض حضرات کوپن خالی ہی چھوڑ دیتے ہیں، اُن کی خدمت میں عرض ہے کہ ہمیشہ کوپن میں اپنا نام و پتہ صاف و خوشخط تحریر فرمایا کریں، اس سے دفتر کے وقت میں بچت اور کارکنان کو سہولت ہوگی اور رسید صحیح نام و مقام پر جلد ارسال ہوسکے گی۔ ادارہ آپ کا ممنون ہوگا۔

وقت کا ایک نازک مسئلہ

ایک نامسلمان سے مسلمان کا سلوک

نامسلمانوں نے اسلام اور مسلمانوں کو ہوّا بنا رکھا ہے، تریاق کو زہر سمجھ لینا اور رحمت کو زحمت قرار دے دینا، اپنے آپ پر ظلم کرنا ہے۔ بھلا ایسے شخص کی نسبت آپ کیا رائے قائم کریں گے؟ جو ایک محسن کو جفاکار، ایک ہمدرد کو ستمگر اور ایک فیاض و بخیل قرار دے؟ کیا ایسا شخص اپنا ہی نقصان نہیں کرتا؟ کیا بدنام کرنے کا یہ طریقہ احسان فیاضی، غم خواری کو ظہور میں آنے کا موقعہ دے سکتا ہے؟ ہم ان لوگوں کو مشورہ دیتے ہیں، جو بین الاقوامی قوانین اور آزادی کے منشوروں سے واقف ہیں کہ وہ انسانی حقوق کے چارٹروں کو سامنے رکھ کر اسلام کی اس تعلیم کا موازنہ کریں۔ جو غیر مسلموں کے بارے میں دی گئی ہے اور جس پر کم و بیش ہر اسلامی دور میں عمل ہوتا رہا ہے۔

نامسلمان کا احترام

داعیٔ اسلام کا آخری اور حتمی ارشاد ہے کہ

خبردار جس شخص نے غیر مسلم معاہد پر ظلم کیا یا اس کی برداشت اور تحمّل سے زیادہ بار ڈالا، یا اس کی رضامندی کے بغیر اس کی کسی چیز پر ہاتھ ڈالا تو میں قیامت کے روز اس کے ساتھ دست و گریباں ہوں گا

(ابو داؤد)

ایک دفعہ آپؐ بہت سے لوگوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، کہ آپؐ نے کھڑے ہو کر فرمایا:۔

آؤ ہم سب اپنے پڑوسی یہودی کی بیمار پرسی کو چلیں۔

(کتاب الآثار، امام محمدؒ)

اور تو اور اسلام نے تو "غیر مسلم" میت کی توہین بھی گوارا نہیں کی۔ اسلامی قانون کے شارحین نے مسلمانوں کو ہدایت کر دی کہ اسلامی قلمرو کے غیر مسلم باشندوں کی ہڈیوں کا بھی احترام کرنا چاہئے۔ اور اس احترام میں مسلم اور غیر مسلم کی تمیز نہ کرنی چاہئے۔ غیر مسلم مُردوں کی ہڈیاں کو توڑا بھی نہ جائے۔ کیونکہ جب اسلامی حکومت نے زندگی میں غیر مسلم کے احترام کی ذمہ داری کی ہے تو مرنے کے بعد بھی اس کا احترام کیا جائے گا:۔

(بحر الرائق جلد ۲)

اب آپ لارڈ کچنر کو الزام دے سکتے ہیں، کہ اس نے مہدی سوڈانیؒ کی ہڈیوں کو قبر سے نکلوا کر جلوایا۔ اور اپنے اس کارنامے کی اطلاع ملکۂ معظمہ کو دی!!

نامسلمان کی جان نامسلمان کی جان اور مال بھی مسلمان کی جان و مال کی طرح محترم ہے۔ پیغمبر اسلام کا ارشاد ہے۔

ہم نے جن لوگوں کی جان و مال۔ عزت و آبرو کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہے۔ معاہدہ یعنی ظہار وفاداری کے بعد اُن کا خون ہمارا خون اور اُن کے خون کی قیمت ہمارے خون کے برابر ہو جاتی ہے۔

(کتاب الخراج امام ابو یوسفؒ)

خلیفۃ المسلمین حضرت عمر فاروق رضہ کا یہ ارشاد اسلام کا زبردست قانون ہے کہ

جن غیر مسلموں کی ذمہ داری اسلامی حکومت نے لی ہے میں اُن کے ساتھ بھلائی کی وصیت کرتا ہوں اُن سے جو عہد کیا گیا ہے اُس کو پورا کرنا چاہیئے۔ مسلمانوں کا فرض ہے، کہ اُن پر حملہ کرنے والوں سے جنگ کریں۔ اور اُن پر کوئی ایسا بار نہ ڈالیں جسے وہ برداشت نہ کرسکتے ہوں۔

نامسلمان کا پیٹ اسلام میں حکم دیا گیا ہے، کہ اپنے پیٹ کے ساتھ نامسلمانوں کے پیٹ کا بھی خیال رکھو۔ اور اُن کی خبر گیری میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرو۔

اسلامی قلمرو کے غیر مسلم باشندوں میں جو لوگ معذور ہوں۔ اُن کے مصارف اسلامی بیت المال سے ادا کئے جائیں۔ اُن کے اہل وعیال کی خبر گیری بھی خزانۂ عامہ سے ہو۔ اور جب تک وہ اسلامی قلمرو میں مقیم رہیں، اُن کے نان نفقہ کا انتظام اسلامی حکومت کرے۔ (کتاب الخراج امام ابو یوسفؒ)

حضرت فاروق اعظمؓ نے قرآن کریم کی آیتِ زکوٰۃ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا۔

فقراء سے مُراد تو مُسلمان محتاج ہیں۔ مساکین سے مُراد، غیر مسلموں کا وہ گروہ ہے۔ جس کی ذمہ داری اسلامی حکومت نے لی ہے۔ اور جو کمانے سے معذور رہے۔

(کتاب الخراج۔ امام ابو یوسفؒ)

ایک دفعہ امیر المومنین حضرت فاروق اعظمؓ ایک بوڑھے یہودی فقیر کا بازو پکڑے ہوئے ناظم بیت المال کے پاس لے آئے۔ اور بوڑھے نابینا یہودی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔

خدا کی قسم یہ انصاف کی بات نہیں، کہ جب تک یہ لوگ جوان رہے تو ہم ان کی کمائی کھاتے رہے اور جب وہ بوڑھے ہو گئے تو ہم انھیں چھوڑ بیٹھے تم ان جیسے اندھے فقرا کی خبر گیری کرو اور اُن کے پیٹ کو روٹی دو۔ (کتاب الخراج۔ امام ابو یوسفؒ)

نامسلمان کے ساتھ رواداری مغرب نے صرف الفاظ (رواداری) کا نام سنا ہے مگر اس پر کبھی عمل نہیں کیا حتیٰ کہ خود عیسائیوں میں بھی رواداری کی اسپرٹ پیدا نہیں کی۔ کالوں کے گرجا الگ، گوروں کے گرجا الگ اور افریقہ میں تو کالوں کی سڑکیں، اسکول، پارک، ریل کے ڈبے ہوٹل سب الگ۔ مگر اسلام کے پیغمبر نے طائف کے مشرکوں تک کو اجازت دی، کہ وہ مسجد میں جہاں چاہیں اپنے خیمے نصب کریں اس پر پوچھنے والوں نے پوچھا کہ آپ مشرکوں کو مسجد میں قیام کرنے کی اجازت دیتے ہیں؟ فرمایا کہ، زمین ناپاک نہیں ہوتی۔

یعنی مشرک اور کافر اپنے عقیدہ کے لحاظ سے گندہ ہے مگر جسم کے اعتبار سے پاک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے غیر مسلموں سے چھوت چھات کی اجازت نہیں دی اور ان کی کسی چیز کو ناپاک قرار نہیں دیا۔

مسلمان کو ضمیر کی آزادی آج کل ضمیر کی آزادی کا بڑا شور ہے۔ مگر دغاباز دنیا اسی پردہ میں ضمیر کی آزادی سلب کرتی ہے، اسلام کا اعلان ہے کہ

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ دین کے بارے میں کوئی زبردستی نہیں مَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ۔ جو شخص چاہے ایمان لائے، جو شخص چاہے کفر اختیار کرے۔

حضرت فاروقِ اعظمؓ کے ایک غیر مسلم خادم کا بیان ہے۔ کہ آپؓ نے اسے کبھی اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا جب آپؓ کی وفات ہوئی تو یہ خادم خود مسلمان ہو گیا۔

اسلام کے ہادی نے کبھی کسی شخص کو زبردستی مسلمان نہیں کیا۔ کیونکہ ایمان کا تعلق دل کی تصدیق سے ہے۔ زبردستی سے زبان کو تو خاموش کیا جاسکتا ہے، مگر دل کو مطمئن نہیں کیا جاسکتا اسلام خوب جانتا ہے کہ زبردستی سے لوگوں کو مسلمان بنانے کا مطلب اس کے سوا کچھ نہیں، کہ اسلام میں منافقین کے لئے گنجائش نکالی جائے۔ اور مار ہائے آستین کی پرورش کرکے اسلام کو خطرہ میں ڈالا جائے۔

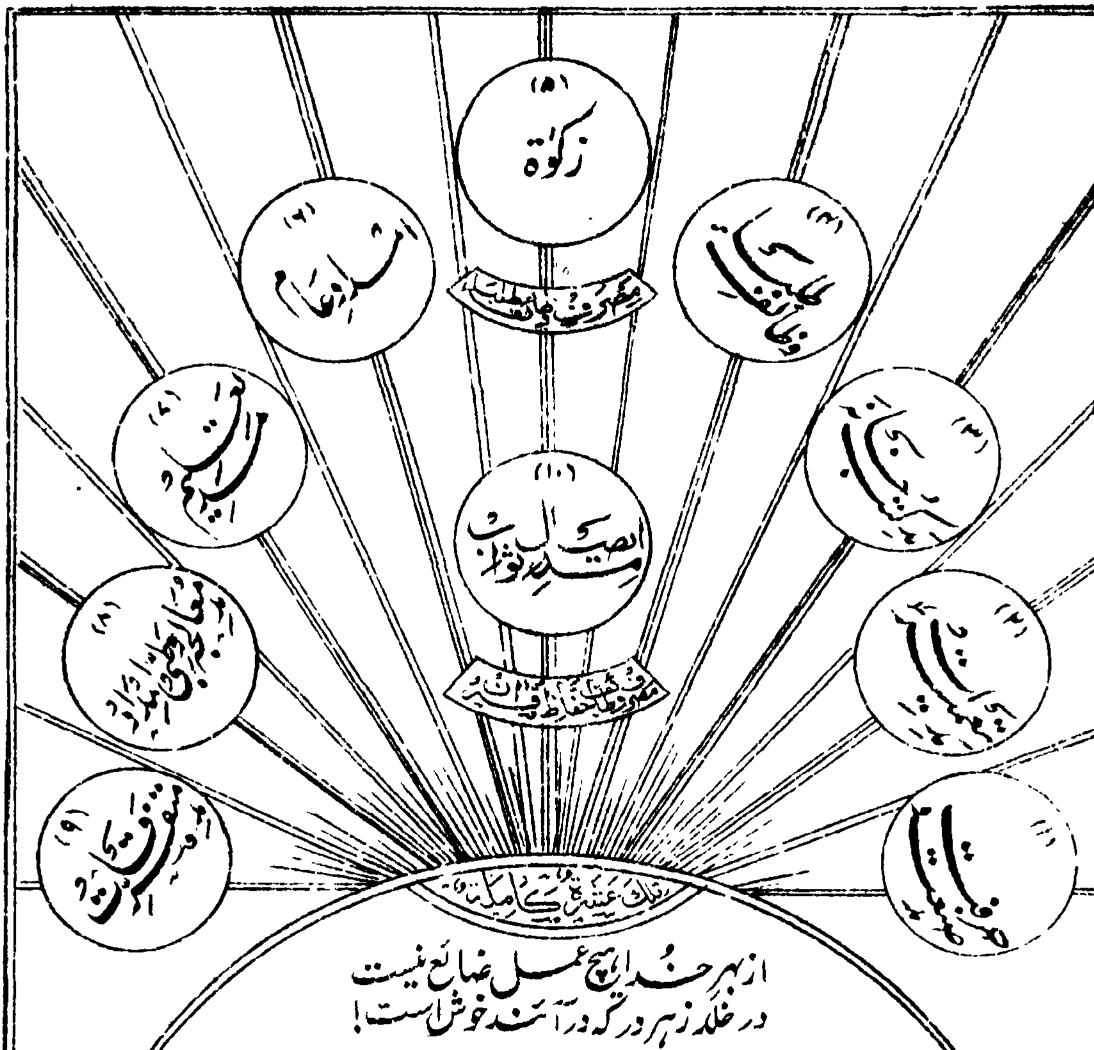
پروفیسر آرنلڈ نے اپنی کتاب پریچنگ آف اسلام میں سینکڑوں واقعات ایسے نقل کئے ہیں کہ جن عیسائیوں پر یورپ میں ظلم ہوئے، وہ اپنا ایمان بچانے کے لئے اسلامی علاقوں میں آبسے۔ خود پادریوں نے لکھا ہے کہ مسلمان ہمارے دین سے کوئی سروکار نہیں رکھتے۔ بلکہ ہم سے محبت کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ اور مذہبی آزادی عطا کرتے ہیں۔

پس کہاں اسلام، اور کہاں غیر مسلموں کا یہ پروپیگنڈا کہ اسلامی حکومت میں اُن کی جان و مال اور مذہب محفوظ نہیں۔ اور اسلام نے اُن کے حقوق کی کوئی ضمانت نہیں رکھی۔

وزارتِ خارجہ حکومتِ پاکستان کا اعلان

خاص برائے حجاج کرام

جن حضرات نے سنہ ۱۹۴۷ء میں یا اس سے قبل کسی سال حج کے لئے جانے کی درخواست دی اور سو روپے پیشگی درخواست کے ساتھ جمع کئے ہوں لیکن کسی وجہ سے حج کو نہ جاسکے ہوں یا جہازوں میں ان کو جگہ نہ مل سکی ہو۔ اُن کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ اگر انھوں نے اب تک اپنی داخل کردہ رقم کی واپسی کا مطالبہ نہ پیش کیا ہو تو اب حج بکنگ آفیسر کناٹ سرکس نئی دہلی سے رقم کی واپسی کا مطالبہ کریں۔ ایسی رقوم کی واپسی کے لئے جس قدر درخواستیں اب تک حکومتِ پاکستان کو کراچی میں موصول ہوئی ہیں وہ سب حکومتِ ہند کو بھیج دی گئی ہیں۔ لہذا متعلقہ اشخاص کو بلا تاخیر مندرجہ بالا پتہ پر اپنی رقوم کی واپسی کے لئے رجوع کرنا چاہئے۔ رزرویشن کارڈ یا رسید جو موجود ہو وہ درخواست کے ساتھ منسلک کی جائے۔



دار العلوم حرم صولتیہ مکہ معظمہ مختلف امور خیر کا مجموعہ ہے اور ہر نیک کام اپنی جگہ نیکی ہے مگر ارشاد پر یقین رکھئے کہ مکہ معظمہ کی ایک نیکی لاکھوں نیکیوں کے برابر ہے دار العلوم حرم صولتیہ کی ان مدات میں سے جس مد کو آپ مفید اور ضروری سمجھیں اس کی ترقی کے لئے اپنی گرامی توجہ مبذول فرمائیے تاکہ خدا کے گھر میں کعبہ کے زیر سایہ آپ کا یہ پچھتر سالہ کار خیر آپ کی نیکیوں کا بہترین نتیجہ پیدا کر سکے۔

لاکھوں میں ایک ہی شے لاکھ نہ تنے ایک تو دے
ایک کے بدلے میں دے لاکھ خدائے اکبر
حد سے باہر نہیں اس ایک کے بدلے ایک لاکھ
دین کا مدرسہ ہے حدِ حرم کے اندر

توشۂ آخرت

دریائے نیل

از گورڈن واٹرفیلڈ۔ بشکریہ استقلال۔

(اس مضمون کے مصنف گورڈن واٹرفیلڈ کے خاندان کا مصر سے پرانا تعلق چلا آرہا ہے۔ لیڈی ڈف گورڈن اس کی دادی تھی۔ جس کی کتاب "مصر سے خطوط" بہت مشہور ہے۔ گورڈن واٹرفیلڈ اخبارنویس کی حیثیت سے سات سال مصر میں رہ چکا ہے۔)

دوسرے ملکوں کو بارش، دریاؤں اور چشموں سے پانی ملتا ہے مصر میں بارش بہت کم ہوتی ہے۔ وہاں صرف ایک ہی دریا ہے۔ بہت بڑا دریا۔ ہزاروں سال تک مصری کسان اس دریا کی پوجا کرتے رہے۔ اگر نیل نہ ہوتا تو فراعنہ بھی نہ ہوتے نہ سکندریہ میں یونانی فلسفی ہوتے۔ نہ قلوپطرہ اپنے حسن وجمال سے انتونی اور سیزر کو مسحور کرتی اور نہ فرزندانِ اسلام حسین ترین مساجد بنا سکتے۔ اور نہ مملوک سلاطین پولو کھیلتے دکھائی دیتے۔ نیل کے بغیر مصر، نپولین کے لئے کوئی حقیقت نہ رکھتا۔ اور نہ اس پر برطانیہ کا قبضہ ہوتا۔ ممکن ہے مشرقِ قریب کا مسئلہ پیدا ہی نہ ہوتا۔ ایک ہی صحرا افریقہ سے لیبیا اور سینا ہوتا ہوا وادیٔ اُردن تک پھیل جاتا۔ چند ایک نخلستانوں کے علاوہ یہ ساری زمین مردہ ہوتی۔ ارضیات کی رو سے "نیل" ایک کم عمر دریا ہے۔ لیکن وہ دنیا کی قدیم ترین تہذیب کا باپ ہے۔

قدیم مصری دریائے نیل کے بارہ میں اتنی ہی معلومات رکھتے تھے جتنی کہ آج سے ایک سو برس پہلے تک دوسرے لوگ رکھتے تھے۔ پرانے مصری نیلِ ابیض اور نیل ازرق کے مقامِ اتصال سے آگاہ تھے وہ حبشہ سے بھی واقف تھے۔ وہ نیل ازرق کے منبع کو بھی جانتے تھے۔ لیکن وہ نیلِ ابیض کے منبع تک نہ پہنچ سکے ان کی راہ میں بڑے بڑے دلدل حائل تھے۔ پانچ ہزار سال تک نیل کے منبع کے بارے میں مختلف نظریے دنیا کے سامنے آتے رہے، اور ہر دو چار سو سال کے بعد یہ کوشش ہوتی رہی کہ وسطی افریقہ کے پراسرار غیبی علاقے میں اس مقام کا پتہ چلایا جائے جہاں سے نیل نکلتا ہے۔ صدیوں تک نیل کا منبع انسانی ذہن کے لئے کشش کا سبب بنا رہا۔ ہیروڈوٹس اور سٹرابو نے اس دریافت کے لئے جد وجہد کی۔ نیرو نے دو مرتبہ بیڑے روانہ کئے، لیکن نیل کا منبع بدستور پراسرار پردوں میں لپٹا رہا۔ نیلِ ابیض

کے منبع کا سراغ لگانے کے لئے انیسویں صدی میں نئی مہموں کا آغاز ہوا۔ مصریوں، انگریزوں، بلجیموں اور جرمنوں نے ان مہموں میں حصہ لیا۔ آخر کار جولائی ۱۸۶۲ء میں سپک اس بڑی جھیل کے کنارے کھڑا تھا، جو نیل کا منبع ہے۔ یہی جھیل بعد میں "وکٹوریہ لیک" کہلائی۔

اس جھیل کا پانی لئے ہوئے نیل ساڑھے تین ہزار میل کا سفر کرتا ہے۔ منبع سے سولہ سو میل تک اس میں کوئی معاون نہیں گرتا۔ اس سارے علاقہ میں جھیل کے دونوں طرف سبزے کا ایک تنگ حاشیہ دکھائی دیتا ہے۔ نیل کے دونوں طرف کا یہ حاشیہ بعض مقامات پر ایک میل سے زیادہ چوڑا نہیں ہوتا۔ اسی سبز حاشیے کے بیچوں بیچ لہلہاتا ہوا یہ دریا قاہرہ میں سے گزرتا ہے قاہرہ ہی سے نیل کا ڈیلٹا شروع ہو جاتا ہے۔ اس مثلث کا قاعدہ بحیرۂ روم کا ساحل اور اس کا راس قاہرہ ہے۔ قاعدہ ۱۵۵ میل اور دونوں اضلاع سو سو میل لمبے ہیں یہ بات عجیب و غریب ہے کہ گرمیوں میں جب کہ دوسرے دریاؤں میں پانی کم ہو جاتا ہے، دریائے نیل میں طغیانی آتی ہے۔ مئی اور اکتوبر کے درمیان نیل کا پانی تین گنا بڑھ جاتا ہے۔ سوڈان اور مصر کی زندگی کا انحصار اسی طغیانی پر ہے۔ طغیانی کے دنوں میں نیل کے پانی کی بلندی کو بڑے غور سے دیکھا جاتا ہے۔ مصری زندگی میں یہ امر اتنا اہم ہے کہ گزشتہ پانچ ہزار سال سے اس کا ریکارڈ رکھا جاتا رہا ہے۔ وادیٔ نیل کی خشک سالی اور فارغ البالی کا انحصار اسی طغیانی پر رہا ہے نیل اپنے ساتھ حبشہ کے کوہستانوں سے ایسے معدنی ذرّے لاتا ہے جو وادیٔ نیل کو سرسبز و شاداب بناتے ہیں۔ جب نیل میں طغیانی آتی ہے تو سوڈان اور مصر کے لوگوں میں خوشی کی لہر دوڑ اٹھتی ہے کسان رنگ برنگ کے کپڑے پہن کر خوشی کا اظہار کرتا ہے۔

پیاسی زمین کو پانی مل رہا ہے۔

نیل کا مدوجزر مصری زندگی کا مدوجزر ہے مصر کی آب و ہوا، پیداوار اور مصر کے لوگوں کی زندگی وہی ہے جو قدیم مصریوں کی تھی۔ بھینس اور اونٹ نووارد ہیں۔ آج سے پانچ چھ ہزار برس پہلے مصری کسانوں کی جو تصویریں کھینچی گئی تھیں وہ آج بھی مصری کسانوں کا سرمایۂ حیات ہیں۔ مختلف وقتوں میں یونانی بحیرۂ روم کے ساحلی باشندے، عرب اور دوسرے لوگ مصر میں آکر بستے رہے۔ ان میں سے بہت سے لوگوں نے اپنے نسلی خدوخال برقرار رکھے ہیں۔ لیکن وہ جو نیل کے کناروں پر دوسرے مصریوں کی طرح صدیوں سے کام کرتے چلے آرہے ہیں، ان عادات و خصائل کے مالک بن چکے ہیں۔ جو ہزارہا سال سے آرہے ہیں۔ مصر کے جنوب میں بہت سے ایسے قبائل آباد ہیں جو شکل و صورت میں ڈیلٹا کے لوگوں سے اتنے ہی مختلف ہیں جتنا کہ نیل کے جنوب اور شمال میں مختلف ہے۔ جنوب کے لوگوں کی اپنی روایات ہیں۔ ان روایات پر قدیم مصری تہذیب کا کوئی اثر نہیں۔

کسی دریا کے متعلق اتنا کچھ نہیں لکھا گیا۔ جتنا دریائے نیل کے بارے میں۔ ایمل لڈوگ نے نیل کے سوانح لکھنے کی کوشش کی۔ نیل کے کناروں کی سیاحت کے بعد، سیاح اس دریا کے بارہ میں جو کچھ لکھتے ہیں، اس سے سوڈانی افسر بہت حیران ہوتے ہیں۔ وہ عام طور پر یہ کہتے ہوئے سُنے جاتے ہیں کہ بہت سے سیاح ایک کافی مدت تک ہم میں رہنے کے باوجود نیل کے بارے میں بہت کم معلومات رکھتے ہیں۔ اسی وجہ سے میں اس نیل ہی کے تذکرے پر اکتفا کروں گا جو ڈیلٹا میں سے بہتا ہے۔ جب میں ایک جننگ فیکٹری میں تھا۔ تو میں طلوع کے وقت نیل کے کناروں اور آس پاس کے دیہات میں جایا کرتا تھا۔ یہی وہ

مقام ہے جہاں مصر کی قدیم زندگی دیکھی جا سکتی ہے۔ زمین کا ہر ایکڑ زیر کاشت ہے، سال میں چار فصلیں ہوتی ہیں۔ دیہات میں مرغ، کبوتر، گدھے اور اونٹ کثرت سے ہوتے ہیں۔ مرد، عورتیں اور بچے سب کے سب زمین پر جھکے رہتے ہیں۔ زمین اتنی ہموار ہے کہ مسجدوں کے مینار اور کھجور کے درخت دور دور سے دکھائی دیتے ہیں۔ ادھر سے اونٹوں کی ایک قطار چلی آ رہی ہے۔ ایک عورت اور مرد اپنے گاؤں کو واپس جا رہے ہیں۔ اُن کا بچہ گدھے پر سوار ہے۔ یہ ہے پرانا مصر ——— اس کاغذ کی مانند جس کی اصل عبارت مٹ گئی ہو۔ اور اُس کے اوپر دوسری عبارت لکھی جائے

ہر موڑ پر بائبل کی روایات سامنے آتی ہیں۔ لوسی ڈف گورڈن لکھتی ہے کہ

"کل میں نے اونٹ کو سوئی کے ناکے میں سے
گزرتے دیکھا۔ ایک مکان کے ایک چھوٹے سے دروازے
میں سے ایک اونٹ کو جھک کر اندر جاتے دیکھا۔
اسی طرح امیر آدمی کو بھی جھکا رہنا چاہیئے"

مصر کی آبادی ہر دس سال میں پندرہ لاکھ بڑھ رہی ہے
ڈیلٹا کی آبادی دنیا کی گنجان ترین آبادیوں میں سے ہے۔ نیل کے پانی کو بندوں کے ذریعہ دور دور تک پہنچایا جاتا ہے۔ ولادتِ مسیحؑ سے تقریباً پانچ سو سال پہلے ہیرو ڈوٹس نے لکھا تھا کہ

"نیل اپنے ساتھ جو مٹی لاتا ہے اُس سے ڈیلٹا کی سطح
اتنی اونچی ہو جائے گی کہ ایک نہ ایک دن دریائے
نیل یہاں سے نہیں گزر سکے گا"

حقیقت یہ ہے کہ ڈیلٹا کی سطح ایک صدی میں ساڑھے چار انچ بلند ہو جاتی ہے۔ معری کسان گھنٹوں نیل کی کیچڑ میں کھڑا رہتا ہے، شام کو وہ اپنے گھر لوٹتا ہے۔ نیل کا پانی کم ہونے لگتا ہے۔ کسان ہونے والی فصل کا اندازہ لگاتا ہے۔ وہ خوش ہے۔ قہوہ پیتا ہے۔ گپ کرتا ہے۔ گپ کے لئے اگر کوئی مقامی موضوع نہ ہو تو نیل کے کسان سیاسیات پر بات چیت شروع کر دیتے ہیں۔ ان میں سے بہت سے لکھ پڑھ نہیں سکتے لیکن آس پاس کے کسی شہر سے کوئی نہ کوئی اخبار لے آتا ہے۔ اخبار پڑھ کر سُنایا جاتا ہے۔ باہمی بات چیت اور بحث سے وہ دنیا بھر کے حالات سے واقف ہو جاتے ہیں۔

ڈیلٹا میں رہنے والے لوگوں کے لئے مصری سیاست ایک دلچسپ موضوع ہے۔ دیہاتی قہوہ خانوں میں آج کل "وادیٔ نیل کے اتحاد" پر زوردار بحثیں ہوتی رہتی ہیں، یہ موضوع مصری کسانوں میں بہت مقبول ہے۔ کیونکہ نیل کے پانی کے ساتھ اُن کی زندگی وابستہ ہے۔ ان دیہاتی قہوہ خانوں میں فلسطین اور امریکہ، مشرقِ قریب کے تیل اور روس ایسے مسائل پر بھی بات چیت ہوتی رہتی ہے۔ وہ اس بات کو بھی جانتے ہیں، کہ بڑے بڑے پاشا (جاگیردار) مصری کسانوں کے لئے کچھ نہیں کرتے مصری کسان بہت غریب ہیں۔ اس وقت تک انھوں نے اپنی حالت کو بہتر بنانے کے لئے سیاست کو استعمال نہیں کیا۔ ہو سکتا ہے کہ سعد زاغولؒ کی طرح مصر کسی ایسے لیڈر کو پیدا کرے جو افراد کی معاشی آزادی کے حصول کے لئے جد و جہد کرے۔ مصری کسان اس بات کو بھی جانتے ہیں کہ ڈیلٹا میں زندگی کا دوسرا رُخ بھی ہے اور وہ رُخ ہے بڑے بڑے پاشاؤں کی عیش پرستی اور غیر ملکی تاجروں کی سرگرمیاں، مصری کسان ہو یا پاشا، تاجر ہو یا محرر، سب کی زندگی کا انحصار نیل اور صرف نیل پر ہے!!

دارالعلوم حرم صولتیہ (مکہ معظمہ) کا غذی نقیب

ندائے حرم:۔ مرکز اسلام میں آپ کی مشترکہ قومی یادگار دارالعلوم حرم صولتیہ مکہ معظمہ کا ترجمان۔ حرم مقدس کی آواز اور خدا کے گھر کا ایک علمی سفیر و کاغذی نقیب ہے جو سال بھر میں تقریباً پانچسو صفحات کے علمی، تبلیغی، تاریخی، اسلامی اور اصلاحی مضامین پیش کرتا ہے۔

ندائے حرم:۔ آپ سے اپیل کرتا ہے کہ آپ اس کی ترقی اور بقا کے لئے اُس کی سرپرستی وخریداری قبول فرمائیں۔ توسیع اشاعت کے لئے اپنے حلقۂ احباب میں کوشش فرمائیں۔ آپ کی ادنیٰ توجہ اس کو اُس کے مجوزہ بلند معیار تک پہنچا سکتی ہے۔

ندائے حرم:۔ کسی کی ذاتی ملک یا تجارتی رسالہ نہیں اور نہ اُس کو دیگر اشتہاری رسائل کی طرح منافع کی امید ہے!!

ندائے حرم کا مطالعہ بالخصوص عازمین حج کے لئے ضروری ہے۔ کیونکہ:۔

ندائے حرم میں حکومت کے جملہ اعلانات بابت حج وجہازرانی اور حجاج کے لئے ضروری ومفید ہدایات وغیرہ پابندی کے ساتھ شائع ہوا کرتی ہیں۔

ندائے حرم:۔ کو جو تعلق بلاواسطہ مرکز اسلام، مہبط وحی اور مولد رحمۃ للعالمین سے ہے۔ وہ پاکستان و ہندوستان کے دوسرے مجلات واخبارات کو میسر نہیں، اور یہ تعلق خود اُس کی حیثیت پر گواہ ہے۔

اس لئے

ندائے حرم:۔ کی خریداری اور اس کے مقاصد میں تعاون کرنا ایک لاکھ نیکیوں کے برابر اور ہم خرما و ہم ثواب کا صحیح مصداق ہے۔

ندائے حرم ـــــ کا ـــــ بدل اشتراک

تین روپے سالانہ۔ بیرون پاکستان وہندوستان سے ۸ شلنگ یا پانچ روپے ـــــ نمونہ مفت

ترسیل زر کا پتہ

معتمد عمومی صدر دفتر دارالعلوم حرم صولتیہ (مکہ معظمہ) صولتیہ منزل ۱۱۴ مرزا قلیچ بیگ روڈ جمشید کوارٹر کراچی ۳

اسلامی اقتدار اور اسلامی تمدن کے اثرات و نتائج

(از مولانا ابوالحسن علی صاحب لکھنوی)

(۱۶)

انتقال کے قریب علماء و ارکانِ دولت کی ایک مجلس میں بادشاہ نے تحدیث بالنعمۃ کے طور پر بیان کیا کہ میں خدا کے فضل و کرم سے قرآن مجید کے حفظ کے ساتھ ہر آیت سے متعلق ضروری مسائل و احکام اسبابِ نزول اور اصولِ تجوید کا علم رکھتا ہوں اپنے اُستاد علامہ جمال الدین محمد بن عمر بحرق سے جن احادیث کی سند لی ہے۔ وہ مع متن و سند اور راویوں کے حال کے مجھے حفظ ہیں فقہ میں مجھے بفضلہ تعالےٰ وہ درک حاصل ہے کہ مجھے حدیث میں مَنْ یرد اللہ بہ خیرًا یفقھہ فی الدین (جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اُس کو دین کا فقیہ بنا دیتا ہے) کا مصداق بننے کی امید رکھتا ہوں۔ اور اب چند مہینوں سے حضرات صوفیہ و مشائخ کے طریق پر تزکیۂ نفس میں مشغول ہوں اور مَنْ تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ فَھُوَ مِنْھُمْ کی بنا پر ان کے برکات کی امید رکھتا ہوں، تفسیر معالم التنزیل ایک بار ختم کر چکا ہوں۔ دوبارہ پھر شروع کی ہے، نصف تک پہونچ گیا ہوں۔ باقی امید ہے کہ انشاء اللہ جنت میں ختم کروں گا۔

جمعہ کی نماز کے قریب استحضار کی کیفیت شروع ہوئی لوگوں کو حکم دیا کہ نماز پڑھنے جائیں، خود ظہر کی نماز پڑھی اور کہا کہ ظہر کی نماز میں نے تمہارے یہاں پڑھی ہے۔ عصر کی نماز انشاء اللہ جنت میں پڑھوں گا۔ انتقال کے وقت حضرت یوسفؑ کی یہ دعا زبان پر تھی جو اس درویش بادشاہ کے بالکل حسب حال تھی۔

رَبِّ قَدْ اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْکِ وَعَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ۔	پروردگار تو نے مجھے حکومت عطا فرمائی۔ اور باتوں کا مطلب اور نتیجہ نکالنا تعلیم فرمایا۔ اے آسمان اور زمین کے بنانے والے تو ہی میرا کارساز ہے۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ ایسا کیجیو کہ دنیا سے جاؤں تو تیری فرماں برداری کی حالت میں جاؤں، اور اُن لوگوں میں داخل ہو جاؤں، جو تیرے نیک بندے ہیں۔

شیر شاہ سوری (م ۹۵۲ھ) کے اوقات و معمولات کی فہرست جو مورخین نے تاریخ میں محفوظ کر دی ہے ملاحظہ ہو، اس زمانہ میں متوسط درجہ کے مشغول انسان کے لئے بھی اُن کا التزام مشکل ہے چہ جائے کہ اس مصروف ترین بادشاہ کے لئے جس کی

۱؎ علامہ بغوی کی ضخیم تفسیر جو کئی ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔

پانچ برس کی مدت میں ایک صدی کا کام کرتا تھا۔ اور جس کو بظاہر اپنی انتظامی و سیاسی مشغولیت سے ایک لمحہ کی فرصت نہیں ہونی چاہئے تھی۔

"شیر شاہ تہائی رات رہتی کہ بیدار ہو جاتا، غسل کرتا اور نوافل پڑھتا، نماز فجر سے پہلے اوراد ختم کر لیتا۔ پھر مختلف صیغوں کے حسابات دیکھتا، اور دن کے اہم کاموں کے متعلق حکام اور اہل کاران سلطنت کو ہدایات دیتا، اور روزانہ کا نظام عمل بتلاتا تاکہ دن کو سوالات سے اُس کو پریشان نہ کریں۔ اس سب سے فارغ ہو کر نماز فجر کے لئے وضو کرتا اور جماعت کے ساتھ نماز فجر پڑھتا، پھر اذکار و اوراد میں مشغول ہو جاتا، اتنے میں حکام سلام کے لئے حاضر ہوتے بادشاہ نماز اشراق سے فارغ ہو کر لوگوں کی ضروریات معلوم کرتا۔ اور گھوڑے، علاقے، جاگیریں اور مال جس کو جیسی ضرورت ہوتی دیتا، پھر اہل مقدمہ اور داد خواہوں کی طرف متوجہ ہوتا۔ اور اُن کی دادرسی اور حاجت برآری کرتا۔ پھر افواج شاہی اور اسلحہ کا معائنہ کرتا، اور فوج کے نئے امیدواروں کی قابلیت کا اندازہ کر کے اُن کے تقرر کا حکم دیتا۔ پھر ملک کی روزانہ آمدنی اور مالیہ کا معائنہ کرتا۔ پھر ارکان سلطنت، امرا اور سلطنتوں کے سفرا و وکلا حاضر ہوتے، اُن سے گفتگو کرتا۔ پھر حکام اور اہل کاروں کی عرضیاں گزرتیں اُن کی سماعت کرتا۔ اور حکم لکھواتا، پھر دوپہر کا کھانا تناول کرتا۔ علماء و مشائخ بھی دستر خوان پر ہوتے، پھر ظہر کی نماز تک دو گھنٹے اپنے ذاتی کام انجام دیتا اور قیلولہ کرتا، پھر ظہر کی نماز جماعت سے پڑھتا، اس کے بعد قرآن مجید کی تلاوت کرتا۔ اس سے فارغ ہو کر پھر امور سلطنت میں مشغول ہو جاتا۔ سفر و حضر میں اس نظام الاوقات میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی تھی۔ کہا کرتا تھا کہ بڑا آدمی وہ ہے جو اپنا پورا وقت ضروری کاموں میں صرف کرے"

سلطان اورنگ زیب عالمگیر کے تفصیلی حالات پڑھئے تو معلوم ہوگا کہ یہ "دنیا دار" بادشاہ جو کابل و قندھار سے لے کر دکن تک حکومت کرتا تھا، اور اس پوری وسیع سلطنت کی بذات خود نگرانی کرتا تھا، اپنی عالی ہمتی اور عزم کی قوت سے اتنا وقت نکال لیتا تھا کہ تمام مہمات ملکی کے ساتھ اول وقت جماعت کے ساتھ نماز پڑھے، جمعہ کی نماز جامع مسجد میں ادا کرے، سنن و نوافل کی پابندی کرے، سخت گرمی میں رمضان کے پورے روزے رکھے، اور رات کو تراویح پڑھے۔ رمضان کے عشرہ اخیر میں مسجد میں اعتکاف کرے۔ دوشنبہ، پنجشنبہ اور جمعہ کو ہر ہفتہ روزہ رکھے، ہمیشہ باوضو رہے۔ اذکار و ادعیۂ ماثورہ کا پابند رہے، روز صبح کو قرآن مجید کی تلاوت کرے۔ اور تمام ملکی و سیاسی مشاغل اور انتشار طبیعت کے ساتھ پوری دلجمعی سے حضرت خواجہ سیف الدینؒ (نبیرۂ حضرت مجدد الف ثانیؒ) سے ایسا استفادۂ باطنی کرتے کہ وہ اپنے والد نامدار (حضرت خواجہ محمد معصومؒ) کو اس میں آثار ذکر کے ظاہر ہونے کی اطلاع دیں۔ روزانہ کی مصروفیتوں کے ساتھ اور اتنا وقت نکال لے کہ فتاویٰ عالمگیری کو جو اس کے حکم سے علماء ترتیب دے رہے تھے روزانہ سنے اور مشورہ دے۔

عالمگیر کی تخت نشینی کا زمانہ کتنا پر آشوب اور تلاطم خیز تھا اسی زمانہ میں اس کو سلطنت کی از سر نو تنظیم کرنی پڑی، اٹھتے ہوئے فتنوں کو دبانا پڑا۔ لیکن یہ عالمگیر ہی کی عزیمت تھی کہ اس زمانہ میں جب اُس کو سر اٹھانے کی مہلت نہ تھی اُس نے قرآن مجید حفظ کرنے کے لئے وقت نکال لیا اور اپنی کتاب "اربعین" کی (جس میں اُس نے چالیس حدیثیں جمع کی تھیں) شرح لکھی۔ عالمگیر کا شعر ہے ؎

غمِ عالم فراوان است و من یک غنچہ دل دارم
چساں در شیشۂ ساعت کنم ریگ بیاباں را

لیکن اس نے اس "شیشۂ ساعت" میں جس طرح اس "ریگ بیاباں" کو بند کیا، وہ اس کی مندرجہ بالا خصوصیا سے ظاہر ہے۔

اُمرا اور وزراء میں دیکھئے تو آپ کو عبد الرحیم بیرم خان خاناں، جملۃ الملک سعد اللہ خاں علامی، خداوند خاں، مجد الدین محمد بن محمد الیدجی، اختیار خاں، افضل خاں اور مسند عالی عبد العزیز آصف خاں جیسے جامع کمالات بزرگ نظر آتے ہیں۔ ان میں سے صرف دو (عبد الرحیم خان خاناں اور آصف علی خاں) کا مختصراً تذکرہ کیا جاتا ہے۔

عبد الرحیم خاں نے درسی کتابیں مولانا محمد امین اندجانی اور قاضی نظام الدین بدخشانی سے پڑھیں اور حکیم علی گیلانی اور علامہ فتح اللہ شیرازی سے علمی استفادہ کیا۔ پھر جب گجرات میں قیام کا موقع ملا تو علامہ وجیہ الدین بن نصر اللہ گجراتی سے مزید تحصیلِ علم کی۔ ان اساتذۂ وقت کے علاوہ اُس کا دربار اہلِ کمال اور ماہرینِ فن کا مرکز تھا۔ ان سے برابر علمی مذاکرہ و استفادہ جاری رہتا تھا۔ یہاں تک کہ تمام علوم و فنون میں تبحر پیدا کرلیا۔ اکثر اصنافِ علم و ادب میں ذوقِ سلیم، ناقدانہ نظر اور فیصلہ کن رائے رکھتا تھا، زبان دانی میں دیکھئے تو اس کو ہفت زبان کہنا صحیح ہوگا۔ عبد الرزاق خوانی "مآثر الامرا" میں لکھتا ہے کہ عربی، فارسی، ترکی، اور ہندی زبانوں میں مہارت کامل رکھتا تھا۔ ان سب زبانوں میں فصاحت و طلاقت سے گفتگو کرتا اور بے تکلف آبدار شعر کہتا۔

ان علمی کمالات کے ساتھ فنونِ جنگ اور سپہ گری میں یکتائے روزگار اور شجاعت و بہادری میں نامدار تھا، گجرات و سندھ اور دکن کی فتوحات اس کی شجاعت و خوش تدبیری کی یادگار ہیں۔

اخلاق و کرم کے لحاظ سے دیکھئے تو تمام مورخ اُس کے حسنِ خلق، نرم خوئی، بردباری، خاکساری اور تواضع کے ثنا خواں ہیں۔

داد و دہش اور سخاوت کی حیثیت سے دیکھئے، تو سید غلام علی بلگرامی شہادت دیتے ہیں، کہ اگر عبد الرحیم خان خاناں کے انعامات ترازو کے ایک پلڑے میں رکھے جائیں اور تمام شاہانِ صفویہ کے انعامات اور زر پاشی ایک پلڑے پر ہو تو عبد الرحیم کا پلڑا بھاری ہوگا۔[1]

علمی ذوق و مطالعہ کے انہماک کا عالم یہ تھا، کہ عین میدانِ جنگ میں گھوڑے کی پیٹھ پر کتاب کے اجزا ہاتھ میں کھلے ہوئے ہوتے، نہانے کا وقت بھی کتاب سے خالی نہ ہوتا، خدام کتاب کھولے ہوئے سامنے کھڑے ہوتے تھے، نہانے کے ساتھ ساتھ کتاب کا مطالعہ بھی جاری رہتا۔

---

[1] خزانۂ عامرہ۔

دینی رجحان اور طبیعت کی صلاحیت کا اندازہ اس سے ہوگا کہ حضرت مجدد الف ثانی کی نگاہِ التفات اور نظرِ انتخاب سے منظور تھا۔ اور اُن خوش قسمت افراد میں شامل تھا جن کو حضرت مجدد کے مکتوب الیہ و معتمد علیہ ہونے کا شرف حاصل تھا۔ مجدد صاحب کے مکتوبات سے اس کے قلبی تعلق اور گہری ارادت کا پتہ چلتا ہے۔

اس جامعیت کی بنا پر ایک وسیع النظر اور محتاط مورخ کے قلم سے اس کے تذکرہ میں یہ الفاظ نکلے ہیں کہ ایسا جامع کمالات انسان ہندوستان میں نہیں پیدا ہوا، اور اقالیم سبعہ میں بھی مشکل سے اس کی نظیر ملے گی۔[۱]

آصف خاں وزیر گجرات کا حال پڑھیے تو جامعیت و باکمالی کی ایک دوسری تصویر نظر آئے گی۔

عبدالعزیز نام تھا۔ سید لنگ کے بڑے بیٹے تھے کچھ کتابیں والد سے پڑھیں، حدیث و فقہ قاضی برہان الدین نہروالے سے حاصل کی، علوم حکمیہ میں ابوالفضل گازرونی اور ابوالفضل استرآبادی کے شاگرد تھے۔ علوم و فنون کی تحصیل سے فراغت ہوئی، تو دربارِ شاہی میں پہونچے۔ بہادر شاہ کے زمانہ میں وزارت ملی۔ محمود شاہ کے زمانہ میں وکالت مطلقہ کے عہدہ پر سرفراز ہوئے، باوجود ان مناصب جلیلہ کے درس و تدریس اور مذاکرہ علمی کا مشغلہ آخر وقت تک قائم رہا۔

بعض سیاسی انقلابات کی وجہ سے ایک عرصہ تک آصف خاں نے مکہ معظمہ میں قیام کیا۔ وہاں علماء حرمین اور بلاد و امصار کے باکمال ان کے علمی و عملی کمالات، دینی استقامت و عزیمت اور عبادت کی مشغولیت دیکھ کر انگشت بدنداں رہ گئے۔ علامۂ عصر ابن حجر مکی نے تو ان کے فضائل و مناقب میں ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔ اور غالباً کسی ہندی کے مناقب میں ایک مسلم الثبوت عرب عالم کی یہ پہلی تصنیف ہے، جس میں اُن کے فضل و کمال، تقوے و تقدس کی بڑی مدح سرائی کی ہے۔

علماء حرمین کی شہادت ہے کہ جواری و خدام اور جاہ و حشم کے باوجود ان کی زندگی مکہ معظمہ میں بالکل زاہدانہ تھی۔ قرآن کے دس پارے تہجد میں پڑھتے، ابن حجر مکی کی شہادت ہے کہ مکہ معظمہ کے دس سالہ قیام میں مسجد حرام میں ان کی کوئی جماعت فوت نہیں ہوئی۔ ان کی قیام گاہ مطاف کے محاذی تھی۔ کبھی نوافل، ذکر، تسبیح، مراقبہ، مطالعہ کے علاوہ اُن کو کسی حال میں نہیں دیکھا گیا۔ اونچی اونچی کتابوں کا درس اور علماء سے علمی مذاکرہ، بحث و تحقیق کا سلسلہ جاری رہتا۔ علماء حرم بڑے شوق سے اُن کی علمی مجالس میں شریک ہوتے۔ اعلیٰ درسی اور دینی فنون کی منتہیانہ کتابوں کے اشکالات پر فاضلانہ و محققانہ گفتگو و تحقیق ہوتی۔

علم پرستی اور قدردانی کا یہ عالم تھا کہ ابن حجر لکھتے ہیں کہ جس زمانہ میں آصف خاں مکہ معظمہ میں آکر رہے تھے تو عجیب طرح کی رونق مکہ معظمہ میں پیدا ہوگئی تھی۔ علماء و فقہاء ان کی صحبت کو غنیمت سمجھتے تھے، علم کا چرچا بڑھ گیا تھا۔ اور مکہ والوں نے تحصیل علم میں بڑی کوشش کی تھی، طلباء ہر طرف سمت آئے تھے، اور انھوں نے حصولِ علم پر مستقل توجہ کی اور دقائق علمی کی اس غرض سے جستجو و تلاش کی کہ آصف خاں کے سامنے ان کو پیش کریں اور رسوخ پیدا کریں۔ اور مشکلات جن کو محفوظ کیا تاکہ ان کے ذریعے اس کا تقرب حاصل کریں۔ یہ سب اس وجہ سے تھا کہ اس نے اہلِ علم پر اپنے احسان و کرم کے دائرہ

---

[۱] نزہۃ الخواطر ج ۵۔

کو اس قدر وسیع کر دیا تھا کہ جس کی نظیر اس کے معاصرین میں بلکہ ایک مدت سے موقوف تھی۔ یہاں تک کہ مکۂ معظمہ میں ہر گلی کوچہ میں اُن کو اس طرح دعائیں دی جاتی تھیں جس طرح لبیک کی صدائیں ایامِ حج میں بلند ہوتی ہیں۔

آصف خاں کے فضائل و کمالات کی دور دور ایسی شہرت ہوئی کہ سلطان ترکی نے اُن کی ملاقات کی آرزو ظاہر کی، اور شریف مکہ کے توسط سے شاہانہ اعزاز و اکرام کے ساتھ قسطنطنیہ بلایا۔ اور بڑی ادب اور اعزاز کے ساتھ اُس جامع کمالات ہستی سے گفتگو کی۔

ایک رفیقِ سفر نے جس نے مکۂ معظمہ سے قسطنطنیہ تک آصف خاں کے ساتھ سفر کیا بیان کیا کہ اس پورے سفر میں آصف خاں نے کبھی کسی رخصت پر عمل نہیں کیا۔ ہمیشہ اسی طرح عزیمت پر عمل کرتے رہے، جیسے اقامت میں کرتے تھے، خسرو پاشا حاکمِ مصر نے آصف خاں کے لئے ایک خلعت بھیجی، اور سفیر نے باصرار عرض کیا، کہ بادشاہ کی خوشی کے لئے آپ اس کو ایک مرتبہ بدن پر ڈال لیں تاکہ کہنے کو ہو جائے، آصف خاں نے معذرت کی کہ یہ قبا ریشمین ہے، میں اس کو کسی طرح بدن پر رکھ نہیں سکتا۔

اس میں کوئی شبہ نہیں، کہ ہر بادشاہ مظفر شاہ حلیم و اورنگ زیب اور ہر امیر و وزیر عبدالرحیم خان خاناں، اور آصف خاں نہیں تھا۔ لیکن اس میں بھی شبہ نہیں کہ انسان کی عظمت و کمال کا معیار اس زمانہ میں عام طور پر بہت بلند تھا، اُس کی بڑائی اور کامیابی کے لئے بہت سی ایسی صفات اور کمالات ضروری سمجھے جاتے تھے۔ جو بعد کے زمانہ میں خصوصاً مغربیت کے مادی اقتدار کے دور میں عظمت کی شرائط سے خارج ہو گئے ہیں۔ وہ معیار لوگوں کی نظر کے سامنے ہر وقت رہا کرتا تھا، عوام بھی اس کی توقع کرتے تھے اور اہلِ ہمت بھی اپنے تئیں ان کا ایسا پابند سمجھتے تھے کہ ہمیشہ ان کی جدّ و جہد میں رہا کرتے تھے اور کبھی اس بارہ میں اپنے کو معاف نہیں کرتے تھے دنیاوی عظمت و ترقی کا بلند سے بلند زینہ ان میں دین کی طرف سے دوں ہمتی نہیں پیدا کرتا تھا۔ دنیاوی مشاغل کا ہجوم اور شدّتِ انہماک حکومت ریاست و وزارت کی ذمہ داریاں مذہبی فرائض بلکہ سُنن و نوافل کی طرف سے بھی ادنیٰ غفلت پیدا نہیں ہونے دیتی تھیں۔ عیش و عشرت کے وسائل اور دولت تن آسانی اور راحت طلبی پیدا نہیں ہونے دیتی تھی۔ دوسری چیزوں اور شعبوں کے انحطاط کے ساتھ اس عالی ہمتی اور جامعیت میں بھی تنزل ظاہر ہوا، اور وہ نمونے جو ہر زمانہ بکثرت نظر آتے تھے، خال خال نظر آنے لگے پھر بھی وہ معیار باقی تھا۔ اور دماغوں اور دلوں پر اس کی حکومت تھی، اپنے اپنے دور کے عالی ہمت اور صاحبِ عزم افراد اس معیار پر پورا اُترنے کے لیے کوشاں رہتے تھے، اور اس کے لئے اپنی راحت و لذّت اور خواہشات قربان کرتے تھے، ۱۸۵۷ء کے انقلاب سے کچھ پہلے اور اس کے بعد ہندوستان کے اہلِ وجاہت اور اہلِ علم پر نظر ڈالیے آپ کو مُفتی صدرالدین خاں، نوّاب قطب الدین خاں، نوّاب وزیر الدولہ مرحوم والی ریاست ٹونک، نوّاب کلب علی خاں والی رام پور، مدار المہام منشی جمال الدین خاں، وزیر ریاست بھوپال، نواب سیّد صدیق حسن خاں، ایسے جامع اوصاف بزرگ ملیں گے جن میں ریاست و امارت اور علم و فضل کے ساتھ زاہدوں کا زُہد عابدوں کی سرگرمی، طالب علموں کا انہماک و شوقِ مطالعہ اور سپاہیوں کی جفاکشی جمع تھی اور اس کا

نتیجہ تھا کہ زندگی کا نمونہ اور معیار (آئیڈیل) بلند تھا، اور ہر زمانہ میں دل و دماغ پر آئیڈیل ہی کی حکومت ہوتی ہے۔

مغرب کے مادی و معاشی دور اقتدار و تہذیب میں انسانی زندگی کا قابلِ تقلید نمونہ اور مثالی تصور پست ہوگیا۔ صرف اچھا کھانا، اچھا پہننا، سوسائٹی میں معزز و ممتاز بننا، اور ہم چشموں میں جاہ و اعزاز حاصل کرنا آئیڈیل بن گیا۔ پیغمبروں سیرت نظروں سے اوجھل ہوگئی۔ دین و دنیا کی جامع اور ذہنی، علمی، روحانی اور انتظامی کمالات اور کسب حلال کی صفت سے متصف ہستیوں کا ذہنی اثر اور تسلط ہٹ گیا اور وہ شخصیتیں ذہن پر چھا گئیں، اور نمونہ و مثال اور زندگی کی کامیابیوں کا منتہیٰ بن کر آنکھوں اور تصور کے سامنے پہاڑ بن کر کھڑی ہوگئیں۔ جو اخلاقی و ذہنی حیثیت سے سخت ناقص، اعمال و کردار کے لحاظ سے بعید پست، علمی کمالات اور حقیقی صفات سے محروم، اخلاقی سطح کے لحاظ سے مبتذل اور عامی گھٹیا درجہ کے انسان، یا معاشی جانور اور روپیہ پیدا کرنے کی بے شعور و بے درد مشینیں ہیں، تن آسانی اور راحت پسندی اتنی غالب آگئی اور تفریحی مشاغل نے زندگی کی اتنی بڑی جگہ گھیر لی کہ عبادت، دینی فرائض کی ادائیگی اور روحانی ضروریات کی طرف توجہ کرنے کے لئے گنجائش نہیں رہی اس وقت کے ترقی یافتہ اور مہذب طبقہ کے نظامِ اوقات پر نظر ڈالئے گا تو قدیم اسلامی تہذیب کے اُن نمائندوں کے نظامِ اوقات میں اور بیسویں صدی عیسوی کے اس نظامِ اوقات میں اِتنا بڑا فرق نظر آئے گا کہ ایک قوم اور ملک کے افراد نہیں معلوم ہوں گے اور درمیان میں برسوں نہیں بلکہ صدیوں کی مسافت اور سمندروں اور ملکوں کا فاصلہ معلوم ہوگا۔

بے حمیتی و پست خیالی

اسلامی ممالک میں مغرب کے سیاسی اقتدار کے استحکام اور مغربی تعلیم و تہذیب کی عمومیت و تاثیر سے پہلے مسلمانوں میں عام طور پر دینی حمیت اور بلند خیالی تھی، غلامی پر قناعت اور رضامندی بالکل نہ تھی۔ مسلمان اپنے کو تنہا دنیا کا حکمراں اور عالم کو نقطۂ مومن جانباز کی میرث، سمجھتے تھے۔ تمام ہمسایہ قوموں کو اپنے زیر حمایت اور ان کی عزت و آبرو اور جان و مال کو اپنے زیر حفاظت و نگرانی سمجھتے تھے، وہ قومیں بھی ان کو اپنا نگراں اور باحمیت و غیرت مند شریف و بلند حوصلہ محافظ سمجھتی تھیں۔ اور بڑے بڑے خطرے آزمائش اور بے امنی کے موقع پر اُن پر اعتماد کرتی تھیں، وطن کی حفاظت حملہ آوروں کے مقابلہ و غاصبوں کے اخراج کی ذمہ داری تنہا مسلمانوں پر تھی، اور مسلمانوں کو اس فرض کا پورا احساس تھا، وہ اس موقع پر تنہا اپنے کو ذمہ دار اور جواب دہ سمجھتے تھے اور اس بارہ میں کسی دوسری قوم کی پیشوائی اور سبقت کو گوارا نہیں کرسکتے تھے، چہ جائے کہ وہ اس موقع پر غیر جانب دار یا بے حمیت تماشائی بنتے۔ بیرونی حملہ آور اور فاتح کو وہ اصلاً اپنا حریف اور مقابل سمجھتے تھے، اور اس حقیقت کا ان کو پورا احساس تھا کہ اس کے غلبہ اور اقتدار سے ان کو سیاسی، اخلاقی اور دینی حیثیت سے سب سے زیادہ نقصان برداشت کرنا پڑے گا، کہ غیر مسلم اور اجنبی فاتح کے نظام و تہذیب، مذہب و تمدن، اخلاق و عادات کا اصل تقابل و تضاد، ان کے مذہب و تمدن اور ان کے نظام زندگی سے ہے، نہ کہ جاہلیت و کفر کی کسی دوسری شاخ سے، نیز یہ کہ زمام اقتدار براہ راست ان کے ہاتھوں سے دوسرے ہاتھوں میں منتقل ہو رہی ہے اس لیے مقابلہ اور جد و جہد کی ذمہ داری

ان پر ہے نہ کہ اس قوم پر جو آٹھ صدیوں سے خود ان کی محکوم چلی آرہی ہے۔

انیسویں صدی کے آغاز سے جب عالم اسلامی پر مغربی قوموں کی تاخت شروع ہوئی ہے اور اسلامی ممالک میں انھوں نے اپنے قدم جمانے شروع کئے اسی وقت سے تقریباً ہر اسلامی ملک میں باحمیت مسلمانوں نے حملہ آوروں کا مقابلہ اور جدو جہد شروع کی۔ اور اگرچہ ان کمزوریوں اور مادی وجنگی عدم مساوات کی وجہ سے جس کی تاریخ کئی صدیوں کی پرانی ہے، ان کو شکست ہوئی، لیکن انھوں نے اپنے ممالک کو ہنسی خوشی حملہ آوروں کے ہاتھوں میں جانے نہیں دیا۔ اور کافروں اور پردیسیوں کی حکومت وغلبہ پر ایک لمحہ کے لئے راضی اور قانع نہیں ہوئے، اُس وقت (اور بعد میں بھی عرصۂ دراز تک) مسلمانوں کی زندگی اور قیادت کا مرکز علماء ومشائخ کی جماعت تھی۔ چنانچہ ہر قسم کی بے سروسامانی کے باوجود یہ جماعت میدان میں آئی اور برسوں حملہ آوروں کا راستہ روکے کھڑی رہی، ان اسلامی ممالک میں مغربی حملہ آوروں سے تصادم سب سے پہلے ان ملکوں میں پیش آیا جہاں عثمانی سلطنت یا دوسری اسلامی حکومت پہلے سے کمزور ہوچکی تھی۔ چنانچہ ایک ہی زمانہ میں ایک طرف مغرب میں الجزائر میں فرانس اور مشرق میں بحر خزر کے مغربی ساحل پر داغستان میں روس کا حملہ ہوا، الجزائر میں فرانسیسی حملہ اور طاقت کا مقابلہ وہاں کے ایک درویش عالم امیر سید عبدالقادر الجزائری (۱۸۰۸-۱۸۸۳) نے کیا۔ اور ۱۸۳۲ء سے ۱۸۴۷ء تک پندرہ برس فرانسیسیوں کے سیاسی اغراض اور جنگی فتوحات میں روک بنے رہے۔[1] داغستان میں مشائخ نقشبندیہ روس کے مقابلہ میں میدان میں آئے، اور ۱۸۳۲ء میں ان کا فاضل اور درویش قائد غازی محمد (ملقب بقاضی ملا) طویل مقابلہ اور جدوجہد کے بعد شہادت سے سُرخرو ہوا۔ دو برس کے بعد اُن کا لائق جانشین حمزہ بک لڑتا ہوا مارا گیا۔ اُس کے بعد اس کے جانشین شیخ شامل نے پینتیس برس تک روسیوں سے مقابلہ جاری رکھا[2]

ہندوستان میں سلطان ٹیپو شہید کی شہادت کے بعد بھی چند مستثنیٰ اہل اغراض کے علاوہ مسلمانوں نے اُن غیر مسلم پردیسیوں کی حکومت کو کبھی خوش دلی سے گوارا نہیں کیا، اور ہندوستان کی آزادی اور حکومت کے قیام کو اپنا ہی فرض سمجھا، اور اس کی جدوجہد سے کُلیۃً غافل نہیں ہوئے، عزلت گزیں مشائخ طریقت بھی اس خیال سے خالی اور اس کام سے غافل نہ تھے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز رح کے جذبات وخیالات، ان کے عربی اشعار اور فارسی خطوط سے اچھی طرح ظاہر ہیں۔ حضرت شاہ غلام علی نقشبندی کے دلی جذبات وخیالات کا اندازہ ایک خط سے ہوتا ہے جو انھوں نے حضرت شاہ عبدالعزیز کو لکھا ہے، اور فتاوئے عزیزیہ میں منقول ہے۔ جب ایسٹ انڈیا کمپنی کے نمائندوں نے اپنی چادر سے پاؤں پھیلائے اور دہلی پر بھی اُن کا دستِ اقتدار بڑھا، تو سلسلۂ چشتیہ کے ایک شیخ شاہ صابر بخش رح (م ۱۲۳۰ھ) نے بادشاہ (اکبر شاہ) کو ایسٹ انڈیا کمپنی کا مقابلہ کرنے پر آمادہ کیا۔ جب بادشاہ نے اپنی کمزوری کا عذر کیا، تو انھوں نے بادشاہ سے ترکِ تعلق کردیا، اور کہا کہ میں اپنے احاطہ کو دارالاسلام قرار دیتا ہوں۔ اب اس سے باہر

---

[1] [2] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو امیر شکیب ارسلان کے حواشی (حاضر العالم الاسلامی جلد ۲)۔

نہیں جاؤں گا۔ مرنے کے بعد بھی یہیں مدفون ہوں گا۔ اگر کوئی کافر مجھ سے امن طلب کئے بغیر میرے احاطہ میں قدم رکھے گا تو اس کا خون مباح سمجھوں گا اور اگر کوئی حکم بھیجے گا، تو اس کو قبول نہیں کروں گا۔ چنانچہ ان کے انتقال تک انگریزوں نے بھی ان سے تعرض نہیں کیا۔

انیسویں صدی عیسوی کے آغاز میں جب سارے ہندوستان پر صورۃً یا معناً پردیسی سوداگروں کا قبضہ ہو گیا تھا، اور ہندو مسلمان دونوں ان کے یکساں غلام بنتے جاتے تھے، مسلمان اہلِ حمیت ہی نے اپنے کو ہندوستان کے آزاد کرنے اور حکومت قائم کرنے کا مکلّف اور ذمہ دار سمجھا اور اس راستہ میں جد و جہد اور سرفروشی و قربانی کو اپنا ہی حق سمجھا۔ انھوں نے امام بن کر برادرانِ وطن کو رفاقت و اعانت کی دعوت دی۔

حضرت سید احمد شہیدؒ نے سرحد سے ریاست گوالیار کے مدار المہام اور مہاراج دولت راؤ سیندھیہ کے وزیر و برادرِ نسبتی راجہ ہندو راؤ کو جو خط لکھا ہے وہ اس کی بہترین شہادت ہے۔ اس سے یہ بھی اندازہ ہوگا، کہ اس وقت یہ اہلِ دل اور اہلِ حمیت ان پردیسیوں کو کس طرح یاد کرتے ہیں۔ اور اس افسوس ناک صورتِ حال کو جو ہندوستان کی ہو گئی تھی، کس طرح محسوس کرتے ہیں؟

برائے سامی روشن و مبرہن است کہ بیگانگانِ بعید الوطن ملوکِ زمین و زمن گردیدہ و تاجرانِ متاع فروش بپایہ سلطنت رسیدہ امارت امرائے کبار و ریاست رؤسائے عالی مقدار برباد نمودہ اند و عزت و اعتبار ایشاں بالکل ربودہ، چوں اہلِ ریاست و سیاست در زاویہ خمول نشستہ اند ناچار چندے از اہلِ فقر و مسکنت کمرِ ہمت بستہ، ایں جماعتِ ضعفا محض بنا بر خدمتِ دینِ ربّ العالمین برخستند :-	جناب کو خوب معلوم ہے کہ یہ پردیسی سمندر پار کے رہنے والے دنیا جہان کے تاجدار اور یہ سودا بیچنے والے سلطنت کے مالک بن گئے ہیں۔ بڑے بڑے امیروں کی امارت اور بڑے بڑے اہلِ حکومت کی حکومت اور ان کی عزت و حرمت کو انھوں نے خاک میں ملا دیا ہے، جو حکومت و سیاست کے مردِ میدان تھے۔ وہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں اس لئے مجبوراً چند غریب بے سر و ساماں ہمت کمر باندھ کر کھڑے ہو گئے اور محض اللہ کے دین کی خدمت کے لئے اپنے گھر والے نکل آئے۔
ہرگز ہرگز از دنیاداراں جاہ طلب نیستند، محض بنا بر خدمتِ دینِ ربِّ ذو الجلال برخاستہ اند نہ بنا بر طمعِ مال و منال۔ وقتے کہ میدانِ ہندوستان از بیگانگانِ دشمناں خالی گردیدہ و تیرِ سعی ایشاں بر ہدفِ مراد رسیدہ آئندہ مناصبِ ریاست و سیاست بطالبینِ آں مسلّم باد۔ و بیخ شوکت و سطوت ایشاں مستحکم شود۔ و ایں ضعفائے را از رؤسائے کبار	یہ اللہ کے بندے ہرگز دنیادار جاہ طلب نہیں ہیں، محض اللہ کے دین کی خدمت کے لئے اٹھے ہیں مال و دولت کی ان کو ذرہ بھر طمع نہیں۔ جس وقت ہندوستان غیر ملکی دشمنوں سے خالی ہو جائے گا اور ہماری کوششیں بار آور ہوں گی حکومت کے عہدے اور منصب ان لوگوں کو ملیں گے جن کو ان کی طلب ہو گی۔ اور ان ملکی حکام اور اہلِ ریاست کی شوکت و قوت کی بنیاد مستحکم ہو گی، ہم کمزوروں کو والیانِ ریاست اور بڑے بڑے سرداروں

[1] منظورۃ السعداء فی احوال الغزاۃ والشہداء، از مولوی سید جعفر علی بستویؒ (م ۱۲۸۰ھ)۔

وعظمائے عالی مقدار ہمیں قدر مطلوب است سے صرف اسی بات کی خواہش ہے کہ
کہ خدمتِ اسلام بجان و دل جان و دل سے اسلام کی خدمت
کنند و بر مسندِ مملکت متمکن کریں، اور اپنے مسندِ حکومت پر برقرار
شوند۔ رہیں۔

ریاست گوالیار کے ایک مسلمان عہدہ دار غلام حیدر خاں کو
تحریر فرماتے ہیں :-

دریں صورت مناسب و قت چناں می نماید ایسی صورت میں مناسب یہی معلوم
کہ ریاست پیرائے سیاست آرائے عظمت ہوتا ہے کہ آپ سردار والا قدر
نشاں راجہ ہندو رائے راایں معنی راجہ ہندو راؤ کے یہ مضمون
بفہمانند کہ اکثر بلادِ ہندستان ذہن نشیں کریں کہ ملک ہندوستان
بدستِ بیگانگاں افتادہ۔ کا بڑا حصہ غیر ملکیوں کے قبضہ میں
۔ ایشاں ہر جا بنیادِ آئین جور چلا گیا ہے۔ اور انھوں نے ہر جگہ ظلم و
ظلم نہادہ۔ ریاست رؤسار زیادتی پر کمر باندھی ہے۔ ہندوستان
ہندوستان برباد رفتہ۔ کے حاکموں کی حکومت برباد ہو گئی۔
کسے تابِ مقاومت ایشاں نمی دارد کسی کو ان سے مقابلہ کی تاب نہیں
بلکہ ہر کس ایشاں را آقائے خود می شمارد بلکہ ہر ایک ان کو اپنا آقا سمجھنے لگا
وچوں رؤسائے کبار ہے۔ چونکہ بڑے بڑے اہلِ حکومت
از مقابلہ ایشاں نشستند۔ ان کا مقابلہ کرنے کا خیال ترک
لاچار چند کس از کرکے بیٹھ گئے ہیں، اس لئے چند
ضعفائے بے مقدار کمزور و بے حقیقت اشخاص نے
کمر بستند۔ پس دریں صورت اس کام کا بیڑا اٹھایا، اس صورت
رؤسائے عالی مقدار را لازم میں ان بڑے سرداروں کے لئے
چنانکہ بر مسندِ ریاست مناسب یہی ہے جو سالہا سال
سالہا سال متمکن ماندہ سے اپنی مسندِ ریاست پر متمکن
اند۔ بالفعل در اعانت چلے آرہے ہیں کہ اب ان کمزوروں
ضعفا ء کہ دریں مساعی جمیلہ بجا آرند۔ کی ہر طرح امداد کریں۔ اور اس بات
آں را باعثِ استحکام بنیانِ ریاستِ خود کو اپنی حکومت کے استحکام کا باعث
شمارند۔ (مجموعہ خطوطِ قلمی) سمجھیں۔

حضرت سید صاحبؒ، مولانا اسمٰعیل شہیدؒ اور ان کے چیدہ
و برگزیدہ رفیقوں کی ۱۲۴۶ھ (۱۸۳۱ء) میں بالاکوٹ میں شہادت کے
بعد بھی ان کے جانشینوں نے آزاد علاقہ میں بیٹھ کر اور ان کے
معاونوں اور ہم خیالوں نے برطانوی ہندوستان میں رہ کر ۱۸۶۳ء
اور اس کے بعد تک اسلامی حکومت کے قیام اور ان بیگانگان
بعید نوس کے مقابلہ کی جد و جہد جاری رکھی، یہ حسن تنظیم، اعلیٰ
دماغی عہداسیب، انتظامی قابلیت، ایثار و قربانی اور سرفروشی
وجاں بازی کی ایسی روشن تاریخ ہے کہ دنیا کے کم ملکوں کی تاریخ
اس کی نظیر پیش کر سکتی ہے۔[1] (باقی)

نوٹ :-

مولانا ابو الحسن علی صاحب کے ان مضامین
کو اگر آپ کتابی شکل میں ملاحظہ فرمانا چاہیں
تو مولانا موصوف کی کتاب "مسلمانوں کے
تنزل سے دنیا کو کیا نقصان پہونچا ؟"
مکتبۂ اسلام گوئن روڈ، لکھنؤ سے
طلب فرمائیں :- قیمت مجلد ۳ ؎ صفحات ۳۰۰ تقطیع [illegible]

---

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "کالا پانی" از مولوی محمد جعفر تھانیسری، الدر المنثور از مولوی عبد الرحیم صادق پوری، ہمارے ہندوستانی مسلمان از ڈاکٹر سر ولیم ہنٹر، سیرت سید احمد شہید، از مؤلف ۔

دسویں صدی عیسوی کا پہلا نصف دور

دورِ المسعودی

(از مولانا محمد عبد الرحمٰن خاں صاحب سابق پرنسپل عثمانیہ کالج، عمد حیدرآباد اکاڈیمی)

یہ دور علم و حکمت اور تہذیب و تمدن کی تاریخ میں بلا اشتباہ مسلمانوں ہی کے معراجِ کمال کا دور تھا۔ دنیا میں اس وقت جو بھی نئے انکشافات اور نئے تصورات و خیالات پیش ہوئے، وہ سب یا تو عربوں کے تھے، یا کم از کم عربی زبان میں پیش کئے گئے تھے

مذہبی پسِ منظر عبرانی مذہبی کتابیں ضبطِ تحریر میں لائی گئیں اور ٹائبریاس (TIBERIDS) کے بن آشر (BENASHER) نے اُن کے صحیح تلفظ کا قطعی فیصلہ کیا۔

۹۲۰ء کے قریب بینے ڈکٹائین (BENEDICTINE) طریقہ رہبانیت جس کو کہ سینٹ بینے ڈکٹ (۴۸۰ء تا ۵۴۳ء) نے بمقام (MONTE.CASSINO) کلونی (CLUNY فرانس) قریب ۵۲۰ء قائم کیا تھا) کی تنظیم بعد اصلاح مکمل ہوگئی۔ کلونی کی ایبی (ABBEY) مغربی عیسائیت کی مذہبی زندگی کا سب سے اہم مرکز بن گئی۔

مسلمانوں میں بھی ایک ہی تحریک رونما ہوئی۔ مؤرخ الطبری نے قرآن مجید کی ایک مفصل تفسیر تیار کی۔ اور فقہ کا ایک نیا طریقہ قائم کرنے کی کوشش کی۔ دینیات پر سب سے زیادہ اثر الاشعری کا محسوس ہوا۔ مسلمانوں میں جو آزاد خیالی پھیل رہی تھی اس کا تشدد سے سدِّ باب کیا گیا۔ اگر الاشعری کو مسلم مدرسیت کا موجد قرار دیا جائے تو بجا ہوگا۔

یہودیت اور اسلام کے تمدنی پسِ منظر اُس دور کے تمام یہودی فیلسوف عربی کے عالم تھے۔ اور عربی رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ ان دنوں یہودی مذہب میں قارائیت کی آزادانہ تحریک پھیل رہی تھی۔

اسپین میں اسلامی تمدن کی شاندار ترقی اموی خلیفہ عبد الرحمٰن سوم کے مساعیِ جمیلہ کا نتیجہ تھی۔ اُس کے عہدِ حکومت میں قرطبہ ساری مغربی دنیا کی تہذیب و تمدن کا مرکز قرار پایا۔ اگرچہ وہاں اس دور میں سائنس کی اشاعت بتدریج ہوئی۔ مشرقی ممالکِ اسلام میں اس کی رفتار نہایت تیز ہوگئی۔ اپنے عہد کا سب سے بڑا فیلسوف الفارابی تھا۔ جس نے الکندی کی تقلید میں یونانی فلسفہ اور سائنس پر دسترس حاصل کیا۔ اور اسلامی عقائد کے ساتھ اُن کو منطبق کرنے کی کوشش کی۔ اُس عہد کا سب سے بڑا جغرافیہ کا ماہر المسعودی بھی فلسفہ کا عالم تھا۔ اُس زمانہ کے تمام علوم و حکمت پر حاوی تھا۔ سارٹن اس کو مسلمانوں کا پلینی (PLINY.) تصور کرتا ہے۔

ان سے بدرجہا کمتر پایہ کے عیسائی مترجم علی الخصوص متا (MATTA) ابنِ یونس اور یحیٰی ابن عدی یونانی فلسفہ کے ترجموں میں مصروف تھے۔)

مسلم ریاضی و ہیئت الافلاک اُس دَور کی تقریباً تمام تحریرات عربی ہی میں شائع ہوئیں۔ سابقہ دَور (دورالرازی) کے مقابلہ میں اگرچہ بہ حیثیتِ مجموعی یہ کہا جاسکتا ہے کہ دنیا میں ریاضی کی تحقیق کمی دکیفی نقطہ نظر سے کمتر تھی۔ لیکن تمام کی تمام (پہلی مرتبہ) صرف مسلمانوں ہی کے غور و فکر کا نتیجہ تھی۔ مسلمان ماہران ریاضی میں خصوصیت کے ساتھ ابو کامل شجاع ابن اسلم اور ابراہیم بن سنان دو ایسے شخص تھے جو تمام دنیا کے اعلیٰ ماہرانِ فن میں شمار کئے جا سکتے ہیں ابن الادمی اور ابن الماجور نے تنجیمی جداول تیار کئے۔ آخرالذکر کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ فلکیات کے بہترین مسلمان مشاہدوں میں سے تھا۔ اس کے مشاہدات ۸۸۵ء اور ۹۳۳ء کے مابین وقوع میں آئے۔ اس کا بیٹا علی اور حملہک مسمیٰ مفلح اُس کے شریک کار تھے۔ ابو کامل نے الخوارزمی کی کتاب الجبر والمقابلہ کی تکمیل کی۔ اُس نے مخمس (PENTAGON) و معشر (Decagon) کے ہندسہ کا غائر مطالعہ کیا۔ ریڈیکلز (RADICALS) جذور کے جمع و تفریق پر بحث کی۔ دو درجی مساوات کی حقیقی حلوں کی دریافت اور ان کی (CONSTRUCTION) ہندسی ترکیب سے اچھی طرح واقف تھا۔ ابو عثمان نے اقلیدس کی دسویں کتاب اور اسپر پاپس (PAPPUS) کی شرح کا ترجمہ کیا۔ البلخی اور طبیب سنان ابن ثابت نے ریاضی فلکیات اور نجوم کے مسائل پر کئی تصانیف تیار کئے۔ الحمدانی نے یمن سے متعلق جتنی جداول مرتب کئے۔ اس نے اس ملک کے آثار قدیمہ پر

جو مشہور کتاب لکھی۔ اس میں زمانہ قبل اسلام کے عربوں کی سائنسی معلومات و تصورات کی نسبت کثیر مواد موجود ہے۔ ابراہیم بن سنان اولاً ایک مہندس (GEOMETER) تھا۔ اپولونیوس کی تصنیفات (متعلق مخروطات) اور بطلیموس کی المجسطی پر اس نے شرحیں لکھیں۔ اور اس کا شکل بکافی کے محدود حصہ کا رقبہ دریافت کرنے کا طریقہ مسلمان ماہرین ریاضی کی سب سے بڑی تحقیقات میں شامل ہے۔ العمرانی نے نجوم پر کتابیں لکھیں اور ابو کامل کے الجبرا پر ایک شرح تصنیف کی۔

مسلم طبیعیات الکیمیا! اور ٹکنالوجی (صنعت) ابن وحشیہ زیادہ تر کیمیاگر اور نقاد (OCCULTIST) تھا الفارابی نے موسیقی پر زبانِ عربی کی اہم کتاب تصنیف کی۔ وہ موسیقی کے پیمانوں سے واقف تھا۔ اور اہلِ یورپ کے اس فن کے ہمعصر نظری محققوں سے بہت آگے بڑھا ہوا تھا۔ مثلاً پرونیم (PRUM) کے ریجینو (REGINO) اور کلونی کے اوڈو (ODO) سے۔

(چین میں فنگ ٹاؤ (FING TAO) نے طباعت کا ڈھنگ بنا رکھا۔ اس نے چینی مستند درسی تصانیف (CLASSICS) اور ان کی شرحوں کی ۱۳۰ جلدوں، جملہ ۹۵۳ کتابوں کی طباعت کا حکم دیا۔)

ابنِ وحشیہ سے منسوب کثیر التعداد کتابوں میں سب سے قیمتی تصنیف نام نہاد "نبطی (NABATAEAN) زراعت" ہے جس میں بہت سی معلومات زراعت اور نباتات سے متعلق شامل ہیں۔

مسلم جغرافیہ اسلامی تہذیب کی نمایاں خصوصیات میں مختلف قسم کی جغرافی پیمائشوں کی اہمیت

اورجغرافی تصانیف کی کثرت شامل ہے۔ اس دور کے مشرقی ممالکِ اسلام میں کم از کم نبارہ جغرافیہ کے مصنف نظر آتے ہیں۔

ابنِ سرافیون (SERAPION) نے جغرافیۂ عالم پر ایک کتاب تصنیف کی۔ اس میں بطور خاص ان ممالک کے سب سے مشہور دریاؤں فرات، دجلہ اور نیل سے متعلق قیمتی اور کارآمد مواد درج ہے۔ شہر بغداد کی نہروں کا نظام سمجھایا گیا ہے۔ ابن رستہ نے ایک مخزن العلوم (ENCYC-OPAEDIA) تیار کیا جس کا ہم تک صرف جغرافیہ کا جزو پہونچا ہے۔ ابنِ الفقیہ نے کتاب الممالک لکھی اور الجیہانی نے راستوں پر ایک کتاب شائع کی۔ افسوس ہے کہ زمانہ کی دستبرد سے یہ دونوں کتابیں تلف ہوگئیں۔ لیکن ان کے متعلق دیگر ذرائع سے معلومات حاصل ہیں۔ ابو زید نے ابنِ وہب کے ۸۷۰ء میں دربارِ چین میں باریاب ہونے کا قصہ بیان کیا ہے۔ جس میں چین کے علاوہ ہندوستان اور دیگر مشرقی ممالک کے حالات بھی درج ہیں۔ یہ تصنیف مارکوپولو (MORCO POLO) کے سفرِ چین سے قبل کے حالات کا سب سے اہم ذخیرہ ہے۔ ۹۲۱ء میں ابنِ فضلان ہی عباسی خلیفہ وقت کے حکم سے دریائے والگا (VOLGA) کی سرزمین کو ایک وفد کے ساتھ بھیجا گیا۔ اس کی تصنیف روس کے متعلق سب سے پہلی قابلِ اعتماد کتاب ہے۔ قدامہ نے جو پہلے عیسائی تھا اور بعد کو مسلمان ہوگیا۔ راستوں پر ایک اور کتاب لکھی جو ابنِ خورداذبہ، الیعقوبی اور ابن رستہ کی تصانیف سے مشابہت رکھتی ہے۔ البلخی ریاضی کے ماہر نے بھی جغرافیہ کی ایک تصنیف مرتب کی جو زیادہ تر نقوش پر مشتمل ہے۔ الحمدانی نے عرب ملک کا جغرافیہ تیار کیا۔ ابو دلف نے وسطی ایشیا اور ہند کا سفر کیا اور اپنا سفرنامہ لکھا، افسوس ہے کہ اس کا بہت سا حصہ مفقود ہوگیا۔ گیارہ مسلمان جغرافیہ نویسوں میں سب کے سب بڑے عالم تھے، جن میں اکثر کی بھی زمانہ کے لئے باعثِ فخر مانے جا سکتے ہیں۔ لیکن ان سب سے ممتاز المسعودی تھا جو سب پر سبقت لے گیا۔ دنیا کے سربرآوردہ سیاحوں میں سے تھا، اور سرزمانے کے بڑے سے بڑے جغرافیہ نویسوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ اُس کا شاہکار ایک خزینۂ علم ہے، جو جغرافیہ کی شکل میں ترتیب دیا گیا ہے۔

عربی طب

اس دور کے تمام نئے طبی خیالات، قیاسیات اور منصوبے عربی زبان ہی میں لکھے گئے (اگرچہ ان کے بانی سب مسلمان نہ تھے) سب سے بڑا طبیب یہودی اسحٰق الاسرائیل تھا۔ لاطینی (ISAAC JUDAEUS) مصنف مشہور کتاب بول۔ یوٹائی کیس ملکائیٹ بطریق یرشلم (EUTYCHIAS, MELCHITE PATRIARCH) نے بھی طب پر ایک کتاب لکھی۔ دو مسلمان ماہرانِ ریاضی جن کا اوپر ذکر آچکا ہے یعنی ابوعثمان و سنان بن ثابت نے بیمارستانوں کو از سرِ نو ترتیب دے کر شہرت حاصل کی۔ ابوعثمان نے جالینوس کی تصنیفات کا عربی میں ترجمہ کیا۔ اور سنان نے پیشۂ طب کی سائنسی قدر و قیمت کو بلند کرنے میں مدد دی۔

عرب تاریخ نویس

الطبری جو اپنے زمانہ کا سب سے بڑا تاریخ نویس تھا۔ تمام دنیا کی تاریخ تکوینِ عالم سے ۹۱۵ء تک لکھی۔ مسعودی کی تصانیف کا موضوع جیسا جغرافی ہے ویسا ہی تاریخی بھی ہے۔ الطبری کی تاریخ کے ساتھ ان کا مطالعہ کیا جانا چاہئے۔ عیسائی طبیب یوٹائی کیس نے بھی تاریخ کی کتابیں لکھیں۔

اس دور کے عربی ادب تاریخ کی خصوصیت یہ ہے

کاس میں عربی کے انساب و آثارِ قدیمہ کو کچھ تو سیاسی اغراض سے یا وجدانی (SENTIMENTAL) اہمیت دی گئی ہے۔

تین مشہور مصنف ابنِ درید، الحمدانی اور ابو الفرج الاصفہانی نے اپنے قدیم عرب نسل کی خصوصیات، کا پتہ چلانے کی کوشش کی۔ (یہ یاد رہنا چاہئے کہ اُس زمانہ میں دیگر اقوام کے نومسلموں نے عربوں کے قائم کردہ تہذیب و تمدن کو اپنے اندر جذب کر کے اس پہ پورا دسترس حاصل کر لیا تھا۔ اس لئے عرب مورخین کو اپنا بنیادی تسلط حاصل کرنا ضروری محسوس ہوا)۔

سب سے پہلا ہسپانی مسلمان مورخ ابوبکر الرازی تھا جس نے اسپین کی مفصل تاریخ لکھی۔ افسوس ہے کہ اصل تلف ہو کر صرف اس کے بعد کا ہسپانی خلاصہ ہم تک پہونچا ہے۔

مسلم عمرانیات الفارابی اپنی تصنیف (MODELBITY) (مدینۃ الفاضلہ) میں ان دنوں کے عمرانی حالات کی نکتہ چینی کرتا ہے اور اُن کی اصلاح کا خاکہ پیش کرتا ہے۔

عبرانی، عربی لسانیات سب سے قدیم عبرانی گرامر اور لُغت کا لکھنے والا سعدیا بن جوزف (SAADIA BEN JOSEPH) تھا۔ لیکن جیسا کہ لاطینی لسانیات یونانی پر مبنی ہے اسی طرح عبرانی لسانیات بھی عربی کے قواعدِ صرف و نحو لسانیات پر مبنی ہے۔ ابنِ درید نے ایک وسیع (مگر عملی استفادہ کے لحاظ سے ناقص) عربی لغت تیار کی جس کا نام جمہرہ ہے۔ ابو الفرج الاصفہانی کی تصنیف میں بھی کافی دلچسپ لسانی نکات، موجود ہیں۔

آخری اشارات اسلامی ممالک کے علمی جدّ و جہد کو چھوڑ کر اُس دَوْر میں تمام دنیا کی علمی پید وار، بمقابل اس سے عین پہلے اور عین بعد کو آنے والے دور کے کمتر ہے۔ چندہی دنوں بعد اسپین کے خاندانِ بنی اُمیّہ نے علم کی سرپرستی شروع کر دی۔ قارائیت کی تحریک یہودیوں کو جگا رہی تھی۔ اور ان کو تحصیلِ علم اور حکمت کا شوق دلا رہی تھی۔ الاشعری کے مساعی بھی قابلِ ذکر ہیں۔ اگرچہ اُن کا اثر سائنس کی تحقیق و تجسس کی حد تک مضر ثابت ہوا۔

(اُس دَوْر میں ہندی، چینی اور جاپانی علمی جدّ و جہد حالتِ تعطّل میں تھی، اگرچہ چین میں فنِ طباعت کو امکان سے آگے بڑھا کر واقعیت کے درجہ تک پہونچایا گیا۔) یورپ کو اس فن سے مستفیض ہونے کے لئے مزید ۵۰۰ برس انتظار کرنا پڑا۔

اِسلامی دنیا میں عیسائی عربی نویس یوحنّی کیس، ماما ابنِ یونس اور یحییٰ ابن عدی تھے۔ بجائے عیسائیوں کے اب یہودی عربی نویس پیدا ہونے لگے (قارائی داؤد بنِ مروان العترقانی، اور مستند اعتقاد والوں میں بنِ آشر (BEN AGHER, بن نفتلی (BEN NEPHTALI) سعد ابنِ یوسف اور اسحٰق الاسرائیلی تھے۔ لیکن دنیا کے تہذیب و تمدن کے جملہ کاروبار مُسلمان انجام دیتے تھے۔ دنیا کا سب سے بڑا فیلسوف الفارابی مُسلمان تھا۔ سب سے بڑے ہندس ابو کامل شجاع ابن اسلم اور ابراہیم بن سنان مسلمان تھے۔ سب سے بڑا جغرافیہ نویس عالمِ متبحر المسعودی مسلمان تھا۔ سب سے بڑا مورّخ الطبری بھی مسلم تھا۔ یہ صحیح ہے کہ دنیا کا سب سے بڑا طبیب اسحٰق الاسرائیلی مسلمان نہیں تھا، یہودی تھا۔ مگر اس کی زبان تقریر و تحریر عربی تھی۔ اِسلامی تمدّن کی وسعت کا اِس سے پتہ چلتا ہے کہ اسحٰق الاسرائیلی مصر میں پیدا ہوا تھا۔ مگر اس کا پیشۂ طبابت

تونس میں جاری تھا۔

بہت سے مسلمان مشاہیر کی سکونت بغداد اور عراق کے دیگر شہروں میں تھی۔ لیکن ان کی اکثریت دیگر ممالک اسلام میں پھیلی ہوئی تھی۔ قومی تقسیم کے لحاظ سے اصل عربی گروہ کے نمایندے الاشعری الحمدانی، ابو یوسف*، ابو الفرج الاصفہانی، ابو دُرَید و المسعودی تھے۔ ایرانی گروہ کے (جو درجہ میں ان سے کسی قدر کمتر قوی تھا) نمائندے ابن رُستہ ابن الفقیہ ابو زید اور الطبری تھے۔ ابو کامل مصری تھا، ابو بکر الرازی ہسپانی، عرب البلخی اور الجیہانی خراسان اور ماوراء النہر سے آئے تھے۔ الفارابی اور ابن جوز ترک تھے۔ یہ تھا ان دنوں کا مسلم تمدن، تمام دنیا میں اعلیٰ اور وسطی ایشیا سے لیکر معلومہ دنیا کے کناروں تک پھیلا ہوا۔

مذہبی پس منظر!! (یہودیوں اور مسلمانوں سے متعلق)

یہوداؤد بابلی، سلیمان المقمص، (یا مقمص) الرقی قارائی فیلسوف جس کا شاہکار عشرون مقالات (یعنی ۲۰ باب) زیادہ تر معتزلہ علم کلام پر مبنی تھا۔ اس میں توریت کے کوئی حوالے نہیں دیئے گئے ہیں، صرف یونانی اور عرب پیشواؤں اور اساتذہ کو پیش کیا گیا ہے۔ ابو یوسف یعقوب (یا یوسف ابو یعقوب) القرقسانی (سرکیشیہ کا متوطن) قارائی عالم دینیات و فقہ تھا۔ اور مستند یا راسخ عقائد کے مصنف اسحٰق الاسرائیلی اور سعدیا گاؤن (Saadia Gaon) اور سعید الفیومی تھے۔ آخر الذکر قارائیوں کے خلاف قدیم روایاتی عقائد کا حامی تھا۔ اس کی تصانیف میں سب سے اہم یہودی تقویم (اقرون AGRON) سب سے پہلی عبرانی لغت (عربی زبان میں عبرانی الفاظ کا ترجمہ) تاریخ تصنیف ۹۱۳ء۔ پہلی عبرانی گرامر اور (OLD TESTAMENT) توریت کا پہلا عربی ترجمہ ہیں۔ اس کے انتقال کے بعد یہودیت کا دماغی و ثقافتی مرکز بابل سے اسپین میں (یہاں بھی مسلم سرپرستی میں) منتقل ہوا۔

مسلم تمدن (Culture ثقافت) اور فلسفہ

عبدالرحمٰن ثالث آٹھویں بنی اموی خلیفہ یا بادشاہ نے قرطبہ میں ۹۱۲ء سے ۹۶۱ء تک ہسپانی عربی تمدن قائم کیا۔ اپنی چہیتی بیوی زہرا کی یادگار میں قرطبہ کے قریب ایک نیا اور خوبصورت شہر الزہرا بنایا۔ اس کے اور اس کے جانشینوں کے تحت عرب اسپین ساری دنیا میں سب سے زیادہ مہذب اور بہتر حکومت کا ملک مانا گیا۔ جرمن نن ہروسوتھیا نے قرطبہ کا لقب "نگینۂ عالم" (JEWEL OF THE WORLD) رکھا۔

ابو نصر محمد ابن محمد ابن ترخان ابن اُزلغ الفارابیؒ!

مقام ولادت وسیج قریب فاراب، ترکستان میں ترک خاندان سے تھا بغداد میں تعلیم پائی، اور حلب میں سکونت۔ دمشق میں ۹۵۰ء یا ۹۵۱ء میں بعمر قریب ۸۰ سال وفات ہوئی۔ مسلم نو افلاطونی طریقہ کا فیلسوف اور عالم متبحر تھا۔ اُس کا نظام فلسفہ افلاطونی

ابو زید البلخی، تاریخ وفات ۹۳۴ء۔ ابن رُستہ نے ۹۰۲ء میں الاعلاق النفیسہ مرتب کیا۔ ابن واضح الیعقوبی (العباسی منصور نے اس کے پردادا کو آزاد کیا تھا) ۸۹۱ء میں کتاب البلدان لکھی۔ ۹۲۰ء کے بعد قدامہ نے کتاب الخراج کی تکمیل کی۔ ابن الفقیہ الہمدانی نے ایک بڑی کتاب جغرافیہ پر لکھی جس کے حوالے المقدسی اور یاقوت نے دیئے ہیں۔ ابن حوقل (۹۴۳ء۔ ۹۷۷ء) مصنف المسالک الممالک۔ الاصطخری (مصنف المسالک و الممالک) المقدسی مصنف احسن التقاسیم فی معرفت الاقالیم۔ الحسن ابن احمد الہمدانی (صنعا میں مرا) مصنف الاکلیل و صفت جزیرۃ العرب۔ مصنفین اخوان الصفا۔
یاقوت ابن عبداللہ الحموی (۱۱۷۹ء۔ ۱۲۲۹ء) مصنف معجم البلدان و معجم الادباء۔

ارسطو کی تعلیمات کے ساتھ صوفیانہ خیالات کی تطبیق ہے جس کی بنا الکندی نے ڈالی، اور بعدہٗ ابن سینا نے اس کو ترقی دی۔ پور فائری کی (PORPHYRY.) ایساغوجی (ISAGOGE) بطلیموس کے المجسطی ارسطو کی طبیعیات (PHYSICS) وجویات (METEOROLOGY) ؛ منطق وغیرہ پر متعدد شرحیں لکھیں۔

قرونِ وسطیٰ کے علما نے اس کا لقب معلّمِ ثانی رکھا ہے (ارسطو کو معلّمِ اوّل قرار دے کر) اس کے اہم تصانیف میں رسالہ فصوص الحکم (ایک مختصر سی فلسفی تمہید) رسالہ فی مبادی آرا مدینۃ الفاضلہ (MODELSITY) اور سب سے بڑھ کر کتاب احصاء العلوم (سائنس کے اصول و درجہ بندی پر جامع تصنیف) ہیں لاطینی (DE SCIENTIIS AND DEORTU SCIENTIARUM) آخر الذکر کا اصل عربی نسخہ مفقود، مگر لاطینی موجود ہے۔

اَلفَارابی اس وقت کی دنیا کے تمام موجودہ علوم پر حاوی تھا۔ موسیقی کے نظریہ پر سب سے اہم مشرقی کتاب (الموسیقی الکبیر) لکھی۔ موسیقی کے پیمانوں سے واقف تھا، اور سرتیوں کے امتداد حالیہ میجر تھرڈ (سوم کبیر) ۴ نسبت ۵ اور مائنر تھرڈ (سوم صغیر) ۵ نسبت ۶ کا فرق بخوبی جانتا تھا۔

عیسائی المذہب عربی نویس فیلسوف

ابو بشر ماتا (MATTA) ابنِ یونس (یا یونان؟) یونانی النسل تھا دیرقنّا شام میں تعلیم پائی۔ بغداد میں رہتا تھا۔ وہیں فوت ہوا تاریخ وفات قریب سنہ ۹۴۰ء۔ الفارابی اس کا شاگرد تھا۔

ابو زکریا ابنِ عَدی

سنہ ۸۹۳ء میں بمقام تکریت پیدا ہوا بغداد میں سکونت اختیار کی اور وہیں سنہ ۹۷۴ء میں مرا۔ جاکوبائٹ فرقہ کا نصرانی تھا۔ سریانی سے عربی زبان میں ترجمے کئے۔ ماتا ابنِ یونس اور الفارابی کا شاگرد تھا۔ ارسطو کے (DE COELO) کی تھیمسٹیوس (THEMISTIOS) نے جو شرح لکھی تھی، اور ماتا نے جس کا ترجمہ کیا تھا۔ اس کی نظرِ ثانی کی۔ اور افروڈیزیاس کے الکزینڈر نے ارسطو کی جویات پر جو شرح تصنیف کی تھی، اُس کا بھی ترجمہ کیا۔

مُسلم رِیاضی و ہیئتُ الافلاک

محمد ابن الحسینی ابن حاتم (ابن الادمی) نویں صدی کے ختم یا دسویں صدی کے آغاز میں بقیدِ حیات تھا۔ اس کی جدولیں اس کی وفات کے بعد اس کے شاگرد القاسم ابنِ محمد ابنِ ہشام الحمدانی نے مکمل کیں، اور ان کو نظم العقد کے نام سے نظری تمہید کے ساتھ جو اب مفقود ہے شائع کیا۔

اَبُو القاسم عبداللہ ابنِ اماجُور

فرغانہ (ترکستان) کا باشندہ تھا۔ مسلمانوں کے سربرآوردہ اور نہایت قابل فلکیات کے مشاہدین میں سے تھا اُس نے سنہ ۸۸۵ء اور سنہ ۹۳۳ء کے مابین اپنے بیٹے ابو الحسن علی اور اس کے آزاد کردہ مملوک مفلح کے ساتھ مشاہدے کئے۔ باپ بیٹے اکثر بنو اماجور کے نام سے مشہور ہیں۔ (ابنِ یونس نے آگے چلکر ان کے بعض مشاہدات کے حوالے دئیے ہیں) انھوں نے ہیئت الافلاک کی کئی جدولیں تیار کیں۔ جو البدائع، المضمر، البدیع کے نام سے مشہور ہیں۔ ایرانی سنواری ترکیب کے لحاظ سے (CHRONOLOGY) مریخ کی حرکتوں کی بھی جدولیں وغیرہ شائع کیں۔

ابو کامل شجاع ابن اسلم ابن شجاع الحاسب المصری

اُس کا وطن مصر تھا۔ اُس کا زمانہ الخوارزمی تاریخ وفات قریب سنہ [illegible]ء کے بعد اور العمرانی رسال وفات سنہ ۹۵۰ء سے پہلے

کا ہے۔ اس لئے فی الوقت دسویں صدی کے آغاز میں تصور کیا جا سکتا ہے۔ عالی قدر ماہر ریاضی تھا۔ الخوارزمی کے الجبرا کی تکمیل کی۔ دو درجی مساواتوں کے حقیقی اصول کی تعین اور ان کی ہندسی تعبیر بتائی۔ نیز الجبری مقادیر کے ضرب و تقسیم کے طریقے۔ جذر المربع کی جمع و تفریق بموجب حالیہ طریقۂ عمل $\sqrt{ا} \pm \sqrt{ب} = \sqrt{ا + ب \pm ۲\sqrt{اب}}$ اور الجبری طریقہ سے اشکال مخمس و معشر کی تحقیق و تعیین۔ الکرخی اور پیزا (۱۲۰۸ء) کے لیونارڈو نے اس کی تصنیف سے بہت مدد لی ہے۔

(جارج سارٹان کہتا ہے کہ ابو کامل کے الجبرا کا انگریزی ترجمہ نہایت ضروری ہے۔ ملاحظہ ہو کارپنسکی (Karpinski) کی تحریر متعلق الجبرائے ابو کامل۔

Bibliotheca Mathematica vol. 12, 40-41)

مخطوط پیرس ۴۷، ۳۴۸

ابوعثمان سعید ابن یعقوب الدمشقی!

المقتدر کے زمانۂ خلافت (۹۰۸ء تا ۹۳۲ء) میں بغداد میں رہتا تھا۔ مسلم طبیب و ریاضی داں تھا۔ اس نے عربی میں ارسطو، اقلیدس، جالینوس (مزاجول (Temperaments) اور نبض پر) اور پورفائری (Porphyry) کی تصنیفات کے ترجمے کئے۔ اس کا سب سے اہم ترجمہ اقلیدس کی دسویں کتاب کا تھا اور پاپوس کی اس پر شرح جو صرف زبان عربی ہی میں موجود ہے۔ ۹۱۵ء میں وہ بغداد، مکہ اور مدینہ کے بیمارستانوں کی نگرانی پر متعین تھا۔

نوٹ۔ ابوعثمان کی کتاب کا انگریزی میں ایک اچھا ترجمہ شرح کے ساتھ ولیم ٹامسن نے ۱۹۲۶ء میں تیار کیا ہے۔

ابوزید احمد ابن سہل البلخی

ولادت بلخ کے صوبہ شامستان میں تاریخ وفات ۹۳۴ء۔ جغرافیہ اور ریاضی کا عالم الکندی کا امامیہ مذہب کا شاگرد تھا۔

ابن الندیم کی فہرست میں اس سے بہت سی کتابیں منسوب ہیں ان میں سے جارج سارٹان مندرجہ ذیل نام پیش کرتا ہے۔

ریاضی کی خوبی (Excellence) نجوم میں قطعیت (Certitude) اس کی صور الاقالیم زیادہ جغرافی نقشوں پر مشتمل تھی۔

سنان ابن ثابت اور الہمدانی کا مفصل ذکر آگے آئیگا۔

ابواسحق ابراہیم ابن سنان ابن ثابت ابن قرہ

۹۰۸ء یا ۹۰۹ء میں پیدا ہوا ۹۴۶ء میں فوت ہوا۔ (اس کا باپ سنان مسلمان ہوگیا تھا۔ اور ۹۴۳ء میں اس کا انتقال ہوا۔ مشہور عالم فلکیات و ریاضی تھا)

ابو اسحق ابراہیم بھی بڑا جید ریاضی کا ماہر اور منجم (ہیئت داں) تھا۔ مخروطات کی پہلی کتاب اور المجسطی پر شرحیں لکھیں۔ ہندسہ اور فلکیات سے متعلق اس نے کئی رسالے لکھے۔ مثلاً دھوپ گھڑی اور دائرے پر۔ قطع مکافی کی تربیع (Quadrature) کا جو طریقہ اس نے بتایا ارشمیدس کے طریقہ سے زیادہ صاف اور آسان ہے بلکہ تکملی احصار (Integral Calculus) کی ایجاد سے پہلے کے تمام طریقوں سے بہتر اور آسان تر ہے۔

(دیکھو ایچ سوٹر See H. Suter Abhandlung über die Ausmessung der Parabel aus dem Arabischen übersetzt und commentiert. (Vierteljahrschrift der

Naturforschenden in Zurich 63,214-18-1918, - Sci IX 890. Also H. Suter: Die Mathematiker und Astronomen der Araber 53, 1900}

علی ابن احمد العمرانی موصل بالائی عراق میں پیدائش۔ وہیں سکونت، وفات ۹۵۵ء یا ۹۵۶ء مسلم ریاضی داں اور نجومی۔ ابو کامل کے الجبرا پر ایک شرح اور نجوم پر کئی کتابیں لکھیں۔ ان میں سے ایک بابتہ انتخاب ایام سعد کا سا داسورڈا (Savasarda) نے بمقام بارسیلونا (Barcelona) ۱۱۳۴ء میں ترجمہ کیا۔ لاطینی نام (De electionibus

مسلم طبیعیات الکیمیا اور ٹکنالوجی الکیمیا کی بابتہ ملاحظہ ہو نوٹ متعلق ابن وحشیہ۔ اور طبیعیات کی بابتہ نوٹ متعلق الفارابی۔

مسلم نباتیات ابوبکر محمد (یا محمد) ابن علی ابن الوحشیہ الکلدانی (یا النبطی) منسوب بہ (Nabataea) Trans خط اور سرائے اردن (Jordan) عراق کے نبطی خاندان میں ۹۱۲ء سے پہلے پیدا ہوا۔ کیمیاگر مصنف کتاب کیمیاگری و افسوں گری، ابن الندیم الوراق کی الفہرست میں اس کا ذکر آیا ہے۔ قریب ۹۰۴ء اس نے کتاب الفلاحۃ النبطیہ لکھی۔ جس کی نسبت مشہور ہے کہ قدیم بابلی ذرائع پر مبنی کسی کتاب کا ترجمہ تھی۔ اور جس کا مقصد زمانۂ قدیم کے بابلی ارامائی (Aramaic) اور سریانی تہذیب کی مداحی تھا۔

اس میں فن زراعت اور پرانے توہمات کی نسبت مفید مواد شامل ہے۔ حقیقت حال یہ ہے کہ ابن الوحشیہ بابل کے فانی شکل (Cuneiform) کی تحریرات پڑھنے سے قاصر تھا۔

مسلم جغرافیہ ابن سرافیون (جس کو گزشتہ دور کے طبیب یحییٰ ابن سرافیون سے ملا نہ دینا چاہئے) عراق عرب کا باشندہ، مسلم جغرافیہ نویس تھا۔ جغرافیہ کی ایک کتاب لکھی جس میں دنیا کے مختلف سمندروں، جزیروں، ملکوں، پہاڑوں اور دریاؤں کے تذکرے درج ہیں۔ خصوصیت کے ساتھ فرات، دجلہ و نیل کے دریاؤں کا ذکر ہے۔ اور بغداد کی نہروں کا نہایت عمدہ نقشہ دیا گیا۔ لی سٹرینج (Le Strange) نے اسی کتاب اور نقشوں کو دوسرے اس موضوع کے مصنفین خصوصاً یعقوبی کی تحریرات استعمال کر کے قرون وسطیٰ کے شہر بغداد کا نقشہ تیار کیا۔

ابو علی احمد ابن عمر ابن رستہ ۹۰۳ء کے قریب اصفہان میں رہتا تھا۔ ایرانی جغرافیہ نویس تھا۔ تاریخ محولہ میں ایک خزینۂ علم موسوم بالاعلاق النفیسہ تصنیف کیا جس کا صرف جغرافی حصہ بچ رہا ہے۔ اس میں کرۂ ارض و کرۂ سماوی کی تمہید کے بعد دنیا کے مختلف ملکوں سے بحث کی گئی ہے۔

ابوبکر احمد ابن محمد ابن اسحٰق ابن الفقیہ ایران میں بمقام ہمدان پیدا ہوا۔ قریب ۹۰۳ء کے کتاب البلدان کی تکمیل کی جس سے المقدسی اور یاقوت نے اکثر حوالے دیئے ہیں۔ اصل کتاب تو مفقود ہے۔ مگر اس کا ایک ناقص حصہ موجود ہے۔ جس کو ممکن ہے،

علی ابن جعفر ابن احمد الشیرازی نے قریب ۱۰۱۲ء لکھا ہو۔

الجیہانی | قریب ۹۱۳ء تا ۹۰۰ء سامانی دربار ماوراء النہر کا وزیر تھا۔ راستوں پر ایک جامع کتاب تصنیف کی جو گم ہو گئی ہے۔ ممکن ہے کہ الادریسی نے (بارھویں صدی عیسوی کے آخری نصف حصہ میں) خود اپنے جغرافیہ کی تیاری میں اس سے استفادہ کیا ہو۔ الجیہانی نے ہی ابو دلف کو ہندوستان بھجوایا۔

ابوزید الحسن السیرافی | خلیج فارس کی بندرگاہ سیراف کا متوطن المسعودی کا ہمعصر عرب تھا۔ قریب ۹۲۰ء کے مسلم مسافروں کے حالاتِ سفر قلمبند کر کے سلیمان تاجر کے بیانات کی تکمیل کی۔ وہ خصوصیت کے ساتھ ابنِ وہب کا ذکر کرتا ہے جو ۸۷۰ء میں چین کے دربار میں باریاب ہوا تھا۔ اور خراسان کے ایک دوسرے تاجر کا بھی۔ ظن غالب ہے کہ اس تالیف کا نام "اخبار الصین والہند" تھا۔ مارکوپولو کے قصائص سفر سے پہلے کے واقعات کے لئے بہترین کتاب ہے۔ اس میں چین، ہند، خراسان اور جنوبی ساحل جزیرہ نمائے عرب اور زنجبار کے ساحل سے متعلق دلچسپ معلومات ہیں۔ اور خانفو (Hangchow) یا کینٹن (Canton) کے ۸۷۸ء کے لوٹ (Sack) کی بھی تفصیل شامل ہے، اس زمانہ میں یہ شہر مسلمانوں کی تجارت کا مرکز تھا۔

احمد ابن فضلان ابن عباس ابن راشد ابن حماد | کو خلیفہ المقتدر نے ۹۲۱ء میں بلغاریوں کے بادشاہ کے پاس (مقام سکونت دریائے والگا) بھیجا۔ اس کی تصنیف روس

کے حالات سے متعلق سب سے پہلی قابلِ اعتماد تحریر ہے۔ یاقوت نے اپنی جغرافیائی لغت معجم البلدان میں اس کو تقریباً کلاً شامل کر لیا۔

ابو الفرج قدامہ ابن جعفر الکاتب البغدادی | تاریخ وفات ۹۴۸ء یا ۹۴۹ء سررشتۂ مال کا محاسب تھا۔ عیسائی پیدا ہوا بعد کو خلیفہ المکتفی کے عہد میں (۹۰۲ء تا ۹۰۸ء) مسلمان ہو گیا۔ مصنف کتاب الخراج جس میں محکمۂ برید (ڈاک) کی تنظیم (بطرز بیان کتاب ابن خرداذبہ) اور بہت سے جغرافی معلومات فراہم ہیں۔ یہ کتاب غالباً ۹۲۸ء کے بعد لکھی گئی۔

(مسلمان مصنفین نے جملہ چار ایسی کتابیں راستوں کی بابت لکھیں جو ایک دوسرے کی تکمیل کرتی ہیں، ان کے مصنف ابنِ خرداذبہ، الیعقوبی، ابنِ رستہ اور قدامہ ہیں الجیہانی کی تصنیف مفقود ہو گئی ہے۔)

ابو محمد الحسن ابن احمد ابن یعقوب ابن احمد الہمدانی ابن الحائک | ابن الحائک یعنی جلاہا یمنی خاندان میں پیدائش صنعا کے محبس میں ۹۴۵ء یا ۹۴۶ء میں انتقال عرب مصنف جغرافیہ و آثارِ قدیمہ و ہیئت الافلاک جغرافیہ کا نام صفاتِ جزیرۃ العرب ہے۔ اور یمن کی تاریخ و آثار قدیمہ کی بلند پایہ تصنیف کا نام الاکلیل ہے۔ آخر الذکر کتاب میں قدیم عربوں کے سائنسی قیاسات دربارۂ تشکیل کائنات، ہیئت الافلاک اور حیاتیات (نیچرل فلاسفی یا فلسفۂ طبیعی) فراہم ہیں۔ اس نے یمن کی تقویم جدولیں بھی تیار کیں۔

مِسعر ابنِ المہلہل الخزرجی الینبوعی | مقامِ پیدائش ینبوع (قریب مکہ) بخارا میں سامانی شہزادہ نصر ابنِ احمد ابنِ

اسمٰعیل کے دربار میں ملازم تھا (تاریخ سلطنت ۹۱۳ء تا ۹۴۲ء) شاعر اور سیاح تھا۔ قریب ۹۴۲ء کے ہندو شہزادہ کلیلی ابن شخبر (Kalatla ibn shakhban) کے وفد کے ساتھ ازراہ تبت جنوبی ہند کو واپس آیا۔ اور پھر کشمیر، افغانستان اور سیستان کے راستہ سے لوٹ آیا۔ اپنی سیاحتوں کا حال عجائب البلدان میں لکھا جس کے اقتباسات یاقوت و قزوینی کی تصنیفات میں محفوظ ہیں۔

ابو الحسن علی ابن الحسین ابن علی المسعودی

۹۱۲ء سے قبل بغداد میں پیدا ہوا۔ اس کی عمر کے آخری دس سال شام اور مصر میں صرف ہوئے۔ اور وہ القاہرہ میں قریب ۹۵۷ء فوت ہوا۔ مُعتزلی عرب تھا۔ سیاح، جغرافیہ و تاریخ نویس۔ اچھی طرح معلوم نہ ہوسکا، کہ آیا وہ فی الحقیقت چین اور مداسکر بھی ہوچکا تھا۔ اس کے شاہکار تصنیفات میں سے مروج الذہب و معادن الجواہر ہے جو تاریخ و جغرافیہ کا خزینہ ہے۔ قریب ۹۴۷ء لکھی گئی، اور ۹۵۶ء یا ۹۵۷ء میں نظرِ ثانی کی گئی۔ ہر ملک اور ہر قوم و ملت کے حالات سے اس کو دلچسپی تھی اور اپنے عہد علم تک اُن کو بڑی صحت کے ساتھ بیان کیا۔ جس کسی ذریعے سے معلومات حاصل ہو سکتے تھے، حاصل کیا اور مظاہر سائنس کے انکشافات میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کی۔ ۹۵۵ء کے زلزلہ میں بحیرۂ فلسطین ڈیڈ سی (Dead sea) (بحر میت) کے پانی کی خصوصیات اور ارضیاتی مباحث اس کے شاہد ہیں۔ اُس نے سب سے پہلے سجستان کی ہواچکیوں کا ذکر کیا ہے۔ اگرچہ حضرت عمرؓ سے متعلق ایک روایت ۶۴۴ء سے معلوم ہوتا ہے کہ ساتویں صدی عیسوی کے پہلے نصف ہی میں عربوں کو ہواچکیوں کا علم ہو چکا تھا۔ (ملاحظہ ہو Muir and weir کی تصنیف The Caliphate مطبوعہ ایڈنبرا) المسعودی کا دوسرا شاہکار کتاب تنبیہ والاشراف ہے جس میں اس نے اپنی عمر بھر کے خدمات کا خلاصہ بیان کیا ہے۔ اس کے مطالعہ سے المسعودی کے فلسفۂ فطرت اور قیاسات متعلق ارتقاء کا پتہ چلتا ہے۔ یہ کہ دنیا میں پہلے معدنیات نمودار ہوئے اُن کے بعد نباتات پھر حیوانات اور حیوانات میں سب سے آخر بنی نوع انسان۔ حکماءِ مغرب نے اس کو عربوں کا پلینی (Pliny) قرار دیا ہے:

عربی طب

ابو یعقوب اسحٰق ابن سُلیمان الاسرائیلی

(لاطینی نام: Isaac Judaeus) (Isaac Israeli The Elder) ولادت مصر میں، سکونت قیروان (تونس) میں۔ وہیں تقریباً ایک سو سال کی عمر میں شاید ۹۳۲ء کے قریب اس کا انتقال بھی ہوا۔ یہودی طبیب اور فیلسوف تھا۔ فاطمی خاندان کے بادشاہ عبید اللہ المہدی (۹۰۹ء تا ۹۳۴ء) کا طبیبِ خاص تھا۔ اس نے عربی زبان میں طب کی بہت سی کتابیں تالیف کیں۔ ان میں چند کا کونسٹین ٹائین (Constantine) افریقی نے ۱۰۸۰ء میں لاطینی میں ترجمہ کیا۔ چند عبرانی اور ہسپانوی زبانوں میں بھی ترجمہ ہوئیں۔ یورپ میں طب کی تعلیم پر اس کا بڑا گہرا اثر رہا ہے۔ اس کی مشہور طبی تصانیف مندرجۂ ذیل ہیں:

کتاب الحمیات (بخاروں سے متعلق)۔ کتاب الادویۃ المفردہ والاغذیہ، کتاب البول (آخر الذکر اس موضوع پر قرونِ وسطیٰ کی سب سے زیادہ جامع کتاب ہے)۔ اس نے طبیب کے اخلاقی فرائض و ہدایات پر بھی (Deontology) ایک کتاب لکھی جو عربی میں تو گم ہوگئی ہے مگر عبرانی زبان میں بہ لقب منہاگ

یا موسیقار و فنیم Harding or Mus or Ka-nafe موجود ہے۔ ان کے علاوہ اس نے عناصر پر ایک طبی فلسفیانہ تصنیف موسوم بہ کتاب الاستقصات اور ایک دوسری تعریفات (Definition) پر تیار کی۔

یونانی کیوس Eutychius

سعید ابن البطریق — ۸۷۶ء میں بمقام فسطاط پیدا ہوا اور ۹۳۹ء یا ۹۴۰ء میں اسکندریہ میں مرا۔ عیسائی طبیب اور مورخ تھا۔ اسکندریہ کا ۹۳۳ء سے تاریخ وفات تک ملکائیت (Melchite) فرقہ کا بطریق تھا۔

ابو سعید سنان ابن ثابت ابن قرہ — بغداد میں سکونت رہی ۹۴۳ء میں وفات۔ بلحاظ نسل حرانی تھا۔ وسط عمر میں مشرف باسلام ہوا۔ طبیب، ریاضی دان و منجم۔ ہیئت پر کئی تصنیفات اس سے منسوب ہیں۔ الراضی، القاہر اور المقتدر کا طبیب خاص تھا (ان کی بادشاہتوں کا سلسلہ ۹۰۸ء سے ۹۴۰ء تک جاری تھا۔) بغداد کے بیمارستانوں کی تنظیم اس کے سپرد تھی۔ اس کے انتظام کی خوبی اور پیشۂ طبابت کا وقار بڑھانے کے لئے کامیاب کوششوں کی وجہ سے اس کو بہت شہرت حاصل ہوئی۔ ۹۳۱ء یا ۹۳۲ء میں قاعدہ نافذ کیا گیا کہ کوئی شخص بیماروں کے علاج کا مجاز نہیں ہو سکتا تاوقتیکہ اس نے باضابطہ اس فن کی سند نہ حاصل کر لی ہو۔ خود سنان نے آٹھ سو امیدواروں کا امتحان لیا۔

عربی تاریخ نویس

ابو جعفر محمد ابن جریر الطبری — آمل طبرستان میں ۸۳۸ء یا ۸۳۹ء میں پیدا ہوا۔ بغداد میں مقیم تھا۔ اور وہیں ۹۲۳ء میں فوت ہوا۔ ایرانی مورخ و عالم دینیات تھا۔ دنیا کے تمام مسلمان مورخوں کی صف اول میں تھا۔ پہلے بہ حیثیت شیعہ کے ایک نئے فقہ کے ایجاد کی کوشش کی اور مجتہد مانا گیا۔ اس کا شاہکار کتاب اخبار الرسل والملوک ہے جس کا موضوع تاریخ عالم حضرت آدم سے لے کر ۹۱۵ء تک ہے۔ نہایت مکمل اور صحیح۔ قرآن مجید پر بھی اس نے ایک جامع تفسیر لکھی، جس میں (Exegetical) تفسیری احادیث کا سب سے بڑا مجموعہ ہے۔

ابو الفرج علی ابن الحسین ابن محمد ابن احمد القرشی الاصفہانی — ۸۹۷ء یا ۸۹۸ء میں پیدا ہوا۔ مروان آخری بنی امیہ حکمران دمشق کی اولاد میں سے تھا۔ اس کی کثیر التعداد کتابوں میں سے چند ایک اس خاندان کے عالی شان بادشاہان اسپین کے نام سے معنون ہوئی ہیں۔ بغداد، حلب، رے وغیرہ میں اس کی سکونت رہی۔ ۹۶۷ء میں فوت ہوا۔ عرب شاعر اور مورخ تھا۔ اس کی کتاب الاغانی، عرب اشعار، موسیقی و آثار قدیمہ کا خزانہ ہے۔ اس میں عربی ادب و فنون لطیفہ کے سابقہ اصحاب قلم کی تحقیق و تجسس کا اندوختہ شامل ہونے کی وجہ سے وہ اپنی نوع کی بہترین کتاب ہے۔ ابن خلدون نے اس کو عربوں کا رجسٹر کہا ہے۔

ابوبکر احمد ابن محمد ابن موسیٰ الرازی — اسپین میں رہتا تھا۔ ۹۳۶ء یا ۹۳۷ء میں مر گیا۔ ہسپانوی مسلم مورخ۔ اور وہاں کا سب سے پہلا مصنف ہے جس کی تصنیفات ہم تک پہنچی ہیں۔ مسلم دور کے بعد کے ہسپانوی اسکو El cronista por Excelencia

کہتے ہیں، یعنی نہایت عالی قدر تاریخ نویس!

افسوس ہے کہ اس کی اصل عربی کتاب مفقود ہے۔ مگر اس کے پرتگالی ترجمہ کا قسطیلی زبان میں ( ) ترجمہ موجود ہے۔ جس سے اسپین کے سب سے آخر دیز گوتھ (مغربی قوتی) بادشاہوں اور مسلم فتح (۷۱۱ء) وغیرہ کی بابت بہت قیمتی معلومات حاصل ہوتی ہیں۔

عمرانیات } الفارابی پر نوٹ ملاحظہ ہو!

عربی لسانیات

ابوبکر محمد ابن الحسن ابن دُرَید الازدی

ایک جنوبی عرب کے خاندان سے بصرہ میں ۸۳۷ء یا ۸۳۸ء میں پیدا ہوا۔ بصرہ اور عمان میں ہا اور ۹۲ء سے ایران میں۔ پھر ۹۲۰ء یا ۹۲۱ء میں بغداد آیا اور وہیں ۹۳۳ء میں فوت ہوا۔

عرب، شاعر، لغت اور نسب نامہ نویس تھا۔ اس کا شاہکار ایک ضخیم عربی لغت موسوم بہ الجمہرۃ فی اللغۃ ہے جو اس نے ایران میں لکھی۔ عرب قبائل کے نسب ناموں پر بھی اس نے کتاب الاشتقاق لکھی ہے۔ کچھ اس غرض سے بھی کہ عربوں کے خلاف اس دور کی شعوبی تحریک کا انسداد ہو۔

> **ضروری گذارش**
>
> براہ کرم خط و کتابت اور منی آرڈر کے کوپن میں اپنا نام اور پتہ صاف و خوشخط لکھئے!

موجِ کوثر

بابت ماہِ محرم الحرام ۱۳۶۸ھ

اپنے جانے والے عزیزوں اور دوستوں اور بزرگوں کو یاد رکھئے، تاکہ آنے والے آپ کو یاد رکھیں۔ اپنے خاندان کے مرحومین کے لئے کعبے کے زیرِ سایہ ایصالِ ثواب کرائیے۔ یاد رکھئے کہ مکہ معظمہ میں ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ نیکیوں کے برابر ہے۔ جو روپیہ آپ اپنے ملک میں خرچ کرتے ہیں۔ اس کو مکہ معظمہ میں خرچ کرکے، ایک لاکھ گنا ثواب حاصل کیجئے۔

اس مد کی آمدنی وظائفِ حفاظ میں صرف کی جاتی ہے۔

نمبر شمار	ایصالِ ثواب	مرسل رقم	رقم
۱	بروحِ پاک سرکارِ دوعالم صلعم و جملہ شہدائے کربلا و بروحِ والدین و ہمشیرۂ معطیہ	محترمہ ایف بی صاحبہ سکھری	[illegible]
۲	بروح والد مرحوم معطی۔	جناب سید عبدالمغنی صاحب پشاور	[illegible]
۳	حسب نیتِ معطی	جناب سید اکرام الدین صاحب جمرود	[illegible]

میزان = [illegible]

صحیفۂ سعادت

معاونین کرام اور محسنوں کے اسماء گرامی

فہرست رقوم عطیات برائے ادارہ دار العلوم حرم مدرسہ صولتیہ (مکہ معظمہ) صولتیہ منزل ۱۱۴ مرزا قلیچ بیگ روڈ جمشید کوارٹر کراچی ۳

بابت ماہ محرم الحرام ۱۳۶۸ھ

اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ ہر مہینہ کی فہرست اسماء معاونین کرام کی اشاعت دوسرے ماہ کے نمبر میں ہوا کرے گی مندرجہ ذیل تفصیلات میں اگر کوئی غلطی ہو، تو براہِ کرم دفتر کو مطلع فرمائیے۔ باعث شکرگزاری ہوگا۔

نمبر شمار	نمبر رسید و جلد	نام نامی	رقم	مد
۱	رسید جلد ۲۱۱ / ۸۴	جناب۔ اے اے بھام صاحب کراچی	للعہ	زکوٰۃ
۲	۸۵ ”	” پروفیسر محمد علی صاحب الٰہ آباد	للعہ	وظائف طلباء بمد قرآن
۳	۸۶ ”	” الیاس احمد خاں صاحب جکن پور	لعہ	قیمت چرم قربانی
۴	۸۷ ”	” عطاء اللہ خاں صاحب ”	للعہ ۱۰	”
۵	۸۸ ”	” الطاف خاں صاحب ”	سے ر	”
۶	۸۹ ”	” قاری محمد عبد الرؤف خاں صاحب ”	۸ ر	”
۷	۹۰ ”	” محترمہ بی بی سردار بیان صاحبہ سکھری	للعہ ۶۰	زکوٰۃ
۸	۹۱ ”	” حاجی عبد الرحیم خاں صاحب خورجہ	للعہ ۲۰	”
۹	۹۲ ”	” حافظ رحمت علی خاں صاحب خلیل صاحب معرفت عمرو صاحب۔ کرامت علی خاں صاحب۔ اکرام علی خاں صاحب۔ حاکم علی صاحب شاہد علی صاحب۔ بہرام گھاٹ ذریعہ دفع فیس منی آرڈر)	[illegible]	وظائف طلباء (قیمت چرم قربانی)
۱۰	۹۳ ”	جناب حاجی سید محمد اظہار علی صاحب بحوالہ معرفت دیگر حضرات	للعہ ۲۱	امداد عام
۱۱	رسید جلد ۲۱۱ / ۹۴	جناب سید حفیظ اللہ شاہ صاحب۔ نیورہ	۹ ر	زکوٰۃ۔ وظائف طلباء (قیمت چرم قربانی)
۱۲	۹۵ ”	” احسان علی خاں صاحب۔ شردا	[illegible]	زکوٰۃ۔ وظائف طلباء
۱۳	۹۶ ”	” نور الحسن خاں صاحب ”	سے ر	[illegible]
۱۴	۹۷ ”	” عبد الحمید خان محمود علی خاں۔ عبد الغفور خاں عزیز احمد خاں۔ حمید خاں۔ اللہ داد خاں فیض محمد خاں صاحبان۔ ذریعہ پوسٹ ماسٹر صاحب۔ نیورہ	۳ ر	وظائف طلباء (قیمت چرم قربانی)
۱۵	۹۸ ”	جناب اللہ داد خاں۔ نوشاد علی خاں۔ شمشاد علی خاں۔ اقبال حسین خاں۔ علی حسین خاں۔ ذریعہ پوسٹ ماسٹر صاحب نیورہ	للعہ	زکوٰۃ
۱۶	۹۹ ”	محترمہ آمنہ خاتون صاحبہ معرفت شاہ غیاث عالم صاحب۔ میرٹھ	۱۵	زکوٰۃ۔ وظائف
۱۷	۱۰۰ ”	جناب حاجی دین محمد صاحب معرفت جناب رفیع الزماں صاحب۔ ڈردا	للعہ	زکوٰۃ

نمبر شمار	نمبر رسید جلد	نام نامی	رقم	مد
۱۸	۱۱ جلد ۲۱۲	جناب جلال چنگیز صاحب۔ صنا چنگیز صاحب حکیم منظور احمد صاحب۔ راجہ احمد الدین صاحب رائے محمد شریف صاحب۔ ذریعہ حاجی امام الدین صاحب سلطانوالی بابت ماہ مئی ۱۹۴۸ء	۱۲ للعـه	وظائف طلباء
۱۹	۲ ″	محترمہ الحاجہ عالیہ بی بی صاحبہ بتوسط جناب حاجی امیر الدین احمد صاحب جون پور	۲ روپے	امداد عام (از وقف)
۲۰	۷ ″	جناب الحاج کیپٹن مولوی غلام محمد صاحب بہاولپور۔ بابتہ ماہ نومبر ۱۹۴۸ء	حمر	امداد عام
۲۱	۸ ″	جناب حکیم اصغر حسین صاحب۔ شیر کوٹ	۳۰ ـه	″
۲۲	۹ ″	″ نور احمد صاحب۔ ایوب خاں صاحب ذریعہ حاجی خدا بخش صاحب۔ کھیڑہ افغان	۲۰ عـه	زکوٰۃ
۲۳	۱۰ ″	جناب مرزا محمد اسحٰق بیگ صاحب جامعہ محمدی	۱۲ ـه	″
۲۴	۱۱ ″	″ عطاء الرحمٰن صاحب۔ علی گڑھ	۱۲ ـه	وظائف طلباء
۲۵	۱۲ ″	″ صادق علی صاحب ″	۶ ـے	″ ″
۲۶	۱۳ ″	محترمہ الیف بی صاحبہ۔ سکھری	۱۰ ـه	ایصال ثواب
۲۷	۱۴ ″	جناب صمد بیگ صاحب۔ سیوتہ	للعـه	وظائف طلبا (فطرہ)
۲۸	۱۵ ″	″ سید عبد المغنی صاحب۔ پشاور	حمر	ایصال ثواب
۲۹	۱۶ ″	″ خان بہادر مولوی محمد عبد الرحمٰن خاں صاحب۔ لاہور	۵۰ ـه	زکوٰۃ
۳۰	۱۷ ″	محترمہ جہاں بیگم صاحبہ ذریعہ حافظ نذیر الدین صاحب دہلی	۱۰ ـه	امداد عام
۳۱	۱۸ ″	جناب عبد الحی صاحب کرسیانگ	۲۵ ـه	″
۳۲	۱۹ ″	محترمہ بیگم صاحبہ جناب حافظ فرید الدین احمد صاحب کراچی	۱	تعلیم
۳۳	۲۰ ″	جناب حکیم مولوی نور محمد صاحب۔ کوئٹہ	۱۲ ـه	امداد عام
۳۴	۲۱ ″	ایک صاحب خیر جزاہ اللہ خان گڑھ	۶۰۰ ـه	زکوٰۃ
۳۵	۲۲ ″	جناب غلام قادر خاں صاحب ″	۳۰ ـه	″

نمبر شمار	نمبر رسید جلد	نام نامی	رقم	مد
۳۶	۲۳ رسید جلد ۲۱۲	جناب شیخ عنایت اللہ صاحب، زید پور	۱۵ ـه	زکوٰۃ
۳۷	۲۴ ″	میسرز محمد موسیٰ اینڈ برادرس۔ کراچی بابتہ نومبر ۱۹۴۸ء	۱۰ ـه	امداد عام
۳۸	۲۵ ″	جناب عبد العزیز صاحب بی۔ اے۔ کراچی	۲۰ ـه	تعلیم
۳۹	۲۶ ″	″ داد بخش صاحب۔ ہنگا بازار	۵ ـه	زکوٰۃ
۴۰	۲۷ ″	محترمہ ممتاز دلہن بیگم صاحبہ ذریعہ جناب قمر الدین بیگ صاحب۔ جے پور	۲۰ ـه	امداد عام
۴۱	۲۸ ″	جناب عبد الرزاق شیخ امیر صاحب مومن پورہ	۱۱ ـه ۴	زکوٰۃ
۴۲	۲۹ ″	″ سید اکرام الدین صاحب۔ جمرود	۱۱ ـه ۴	ایصال ثواب
۴۳	۳۰ ″	″ حاجی خدا بخش صاحب۔ عبد الوحید صاحب کھیڑہ افغان	۱۰ ـه	زکوٰۃ
۴۴	۳۱ ″	″ مولوی [illegible] حسین صاحب ذریعہ مولوی عبد القادر صاحب۔ فیض پور کلاں	۱۰ ـه	وظائف طلبا
۴۵	۳۲ ″	جناب محمد علی صاحب۔ کیمپبل گنج	۱۰ ـه	″ (فطرہ)
۴۶	۳۳ ″	محترمہ زہرہ بیگم صاحبہ ذریعہ حاجی محمد خلیل سراج الدین صاحبان۔ بنارس	۲۵ ـه	″
۴۷	۳۴ ″	جناب یوسف آدم جی تڑکیسر	۶	″
۴۸	۳۵ ″	″ شیخ محمد عارف صاحب محمد آباد گہنہ	۳۰ ـه	″
۴۹	۳۶ ″	″ محمد اصطفیٰ علی صاحب علوی۔ کراچی	۲۵ ـه	امداد عام
۵۰	۳۷ ″	″ حاجی میر شفقت علی صاحب انگلش معتصم پور	۱۰ ـه	وظائف طلبا
۵۱	۳۸ ″	″ منشی شیخ سمیع الدین احمد صاحب	۱۵ ـه	امداد عام
۵۲	۳۹ ″	میسرز حاجی چراغ دین اینڈ سنز ٹیلرز کراچی	۱۵۰ ـه	وظائف طلباء قیام
۵۳	۴۰ ″	جناب حاجی فضل الدین صاحب بذریعہ حکیم نذیر احمد صاحب جیبس آباد	۲۵ ـه	امداد عام

نمبر شمار	نمبر رسید و جلد	نام نامی	رقم	مد
		•		
۵۴	کمٹ جلد ۳۰۳	جناب شیخ محمد الیاس صاحب شیر کوٹ	صہ	زکوٰۃ
۵۵	۵ ″	″ احمد اللہ خاں صاحب۔ ذریعہ قاری محمد عبد الرؤف صاحب جگن پور	صہ	وظائف طلبا
۵۶	۶ ″	″ محمد ذاکر خاں صاحب ذریعہ قاری محمد عبد الرؤف صاحب جگن پور	صہ	″
۵۷	۷ ″	جناب نعمت اللہ خاں صاحب ذریعہ قاری صاحب موصوف	صہ	″
۵۸	۸ ″	″ شیخ علی احمد صاحب ذریعہ جناب محمد حبیب الرحمٰن صاحب۔ کراچی	صہ	″
۵۹	۹ ″	جناب غلام محمد صاحب ذریعہ حاجی امام الدین صاحب سلانوالی	صہ	″
۶۰	۱۰ ″	جناب احمد حسین صاحب ممٹی پور	صہ	″
۶۱	۱۱ و ۱۲ ″	محترمہ والدہ صاحبہ و ہمشیرہ صاحبہ مسٹر عزیز مرزا صاحب۔ کراچی	عــہ	تعلیم
۶۲	۱۳ ″	محترمہ زبیدہ بیگم صاحبہ ذریعہ مولوی عبد القادر صاحب فیض پور کلاں	صہ	وظائف طلبا
۶۳	کمٹ جلد ۲۰۳	جناب مولوی محمد حسین صاحب ذریعہ حکیم رمضان الحق صاحب مجددی	صہ	زکوٰۃ
۶۴	کمٹ جلد ۲۵۱	محترمہ والدہ صاحبہ خالد معظم عباسی لاہور بابتہ ماہ اکتوبر ۱۹۴۱ء	صہ	امداد عام
۶۵	کمٹ تا ۵۵ جلد ۲۵۱	جناب محمد و سلطان و قادر بخش و احمد و یوسف و اللہ دتہ صاحبان ذریعہ حاجی امام الدین سلانوالی۔	۶ے	وظائف طلبا
۶۶	۶۱ ″	جناب حمید اللہ خاں صاحب ذریعہ حکیم رمضان الحق صاحب مجددی	عہ	″
۶۷	■	آمدنی اشتراک ماہنامہ ندائے حرم	۶۹	

میزان کل ۱۲۲۲ (ممالک ...) ۹ر

احقر ضیاء الدین احمد عفی عنہ
معتمد عمومی

صدر دفتر دار العلوم حرم صولتیہ مکہ معظمہ، صولتیہ منزل ۱۱۲ جمشید کوارٹر۔ کراچی ۳

دارالعلوم حرم صولتیہ (مکہ معظمہ) کے اہم اغراض و مقاصد

۱۔ مکہ معظمہ میں ہندوستانی طلبہ کے لئے بالخصوص اور آفاقی طلبا کے لئے بالعموم تجوید و علم قرأت کی صحیح تعلیم کا انتظام کرنا۔

۲۔ ان ہونہار شائقین علم پردیسی طلبہ کی تعلیم و قیام کا باقاعدہ بندوبست کرنا، جو دنیائے اسلام سے تحصیل علوم اسلامیہ کے شوق میں مکہ معظمہ آتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ مرکز اسلام سے کچھ حاصل کر کے جائیں۔

۳۔ مستحق و نادار طلبا کی حوصلہ افزائی کے لئے اُن کو وظائف امداد دینا۔

۴۔ قابل طلبہ کی حوصلہ افزائی کر کے ان کو وظائف لیاقت دینا۔

۵۔ یتیموں اور خاص طور پر مہاجرین حرم کے بچوں کی تعلیم و تربیت۔

۶۔ مرکزی حیثیت سے دنیائے اسلام کے لئے مدرسہ کو جامعۂ حرم یا مکہ یونیورسٹی بنانا۔

۷۔ دینی تعلیم کے ساتھ صنعتی تعلیم کا انتظام اور مکمل دار الصنائع کا قیام اور اُس کی مستقل عمارات بنانا۔

۸۔ مدرسہ کے کتب خانہ کی مستقل عمارت تیار کرنا اور مرکزی شان کے لحاظ سے اُسے وسعت دینا۔

۹۔ صولتیہ دارالشفائی کے ذریعہ حجاج کرام، اہل حرم اور نادار و بیکس بیماروں کے لئے مفت طبی امداد اور علاج کی سہولتیں مہیا کرنا۔

رجسٹرڈ ایس نمبر ۱۱۴

اقبالیات

بانگِ درا:- مجموعۂ کلام علامہ سر محمد اقبال مرحوم۔ ہر نظم زندگی کا پیغام۔ شکوہ، جواب شکوہ سب اس میں شامل ہیں۔ قیمت بلا جلد ہے مجلد للعہ

بالِ جبریل:- اُردو کلام کا دوسرا مجموعہ، ہر نظم اور غزل نئے جذبے اور نئے ولولۂ حیات کا پیغام ہے۔ قیمت مجلد للعہ

ضربِ کلیم:- دَورِ حاضرہ کے خلاف اعلانِ جنگ، علامہ مغفور کے اُردو کلام کا تیسرا مجموعہ۔ قیمت مجلد تین روپے۔

پیامِ مشرق:- فارسی (در جواب شاعر المانوی گیٹے) مشرق، بالخصوص اسلامی مشرق نے صدیوں کی مسلسل نیند کے بعد آنکھ کھولی ہے۔ یہ کتاب ہر قسم کے انقلاب میں رہنمائی کرے گی۔ قیمت مجلد للعہ

زبورِ عجم:- (فارسی) قوم کے لئے پیغامِ حیات۔ قیمت للعہ

جاوید نامہ:- فارسی نظموں کا مجموعہ۔ حیاتِ تازہ کا پیغام۔ قیمت مجلد صہ

پس چہ باید کرد اے اقوامِ مشرق:- واپسی افغانستان کے بعد علامہ مرحوم کے تاثرات۔ قیمت مجلد عہ

ارمغانِ حجاز:- علامہ مرحوم کا آخری فارسی اور اردو کلام جو وفات سے پندرہ روز پہلے مرتب ہوا۔ قیمت مجلد للعہ

ندائے حرم کا حوالہ دینا ضروری ہے

ملنے کا پتہ

شیخ مبارک علی تاجر کتب اندرون لوہاری دروازہ لاہور

طابع و ناشر حافظ ضیاء الدین احمد نے مشہور آفسٹ پریس کراچی میں چھپوا کر صدر دفتر دار العلوم حرم مقدسہ (مکہ معظمہ) مع مکتبہ منزل ۱۱۴ مرزا قلیچ بیگ روڈ جمشید روڈ کراچی سے شائع کیا
کتبہ احمد نبی خان مشہک رقم رامپوری

May. 79

نِدائے حرم

صدر دفتر مدرسہ صولتیہ (مکہ معظمہ) کراچی کا ماہوار رسالہ

مُرتّبہ

عدد | ادارہ صدر دفتر | جلد ۹

ندائے حرم کا مقصد

۱ - دارالعلوم حرم صولتیہ مکہ معظمہ کے اغراض و مقاصد کی اشاعت اور اس کی تکمیل کے لئے کوشش کرنا۔

۲ - دارالعلوم حرم صولتیہ مکہ معظمہ کے سرپرستوں اور معاونین کرام کو اس کے اہم اور ضروری حالات سے روشناس کرانا۔

۳ - مسلمانانِ ہند کو اسلامی دنیا کی اہم تحریکات ملی و معاشرتی جدوجہد اور علمی و فنی خدمات سے باخبر کرنا۔

ندائے حرم کا مسلک

۱ - دارالعلوم حرم صولتیہ مکہ معظمہ کعبہ کے زیر سایہ ایک باہمہ مرکزی تحریک ہے، اس لئے مجلہ ندائے حرم مرکزِ اسلام کی آواز ہے۔

۲ - دارالعلوم حرم صولتیہ مکہ معظمہ غیور و باہمت مسلمانانِ پاکستان و ہندوستان کی خدا کے گھر میں ۷۶ سالہ مشترکہ یادگار ہے اس لئے ندائے حرم کو اختلافی امور سے احتراز ہوگا۔

۳ - سیاسی معاملات اور ملکی و بین الاقوامی سیاست سے تعلق نہ ہوگا۔

ندائے حرم کے قواعد و ضوابط

۱ - ندائے حرم پابندیٔ وقت کے ساتھ ہر انگریزی ماہ کی ۱۵ تاریخ کو کم از کم ۴۰ صفحات پر شائع ہوتا ہے۔

۲ - عدم وصولی کی صورت میں ۲۵ تاریخ تک اطلاع دیکر دوسرا رسالہ طلب فرمائیں۔ اس کے بعد دفتر معذور ہوگا۔

۳ - ماہنامہ ندائے حرم دارالعلوم حرم صولتیہ مکہ معظمہ کے سرپرستوں اور خاص معاونین کی خدمت میں ہدیتاً بھی پیش کیا جاتا ہے۔

۴ - جواب طلب امور کے لئے محصول ڈاک آنا چاہئے۔

۵ - اشتراک سالانہ: پاکستان ہندوستان کیلئے تین روپے فی پرچہ ۴ ر بیرونِ پاکستان ہندوستان سے ½ ۷ شلنگ (۵ ر) نمونہ مفت۔

۶ - رسالہ کے متعلق تمام ضروری خط و کتابت منتظم رسالہ ندائے حرم سے ہونی چاہئے۔

۷ - منی آڈر کے کوپن پر اپنا نام و پتہ معہ چٹ نمبر صاف تحریر فرمائیے تاکہ ارشاد کی تعمیل جلد ہو سکے۔

۸ - اجرت اشتہار ہر حال میں پیشگی آنی چاہئے۔

ترسیل زر کا پتہ

محمد عمومی صدر دفتر دارالعلوم حرم صولتیہ (مکہ معظمہ) صولتیہ منزل ۱۴۵ مرزا قلیچ بیگ روڈ جمشید کوارٹر کراچی ۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

زمزم کی موج ہی نہیں بحرِ کرم بھی ہیں ۔ اے حق نیوش سُن کہ ندائے حرم ہوں میں

TELE Address:- SAULATIYA KARACHI. SAULATIYA MECCA.

ندائے حرم

تار کا پتہ صولتیہ کراچی صولتیہ مکہ

مدیر مسئول ۔ ضیاء الدین احمد عثمانی

عدد ۷ ۔ بابت ماہ رجب المرجب ۱۳۶۸ھ مطابق ماہ مئی ۱۹۴۹ء ۔ جلد ۹

فہرست

تصویرِ مومن

(از جناب مولوی محمد عبدالرشید صاحب شفق سیتائی۔ مقیم کلٹی ۔ بنگال)

مومن بلند ظرف ہے عالی وقار ہے
خود دار ہے غیور ہے تقویٰ شعار ہے

دن میں تو ہے مجاہد و غازی بنا ہوا
اور رات میں وہ زاہد شب زندہ دار ہے

اس کو براہِ راست تعلق ہے عرش سے
اسرار بزم قدس کا وہ راز دار ہے

اپنے عمل سے قول کا دیتا ہے وہ ثبوت
ہر قول اس کے فعل کا آئینہ دار ہے

اس کے دل و زبان میں نہیں مطلقاً تضاد
جو دل میں ہے زبان پہ وہی بار بار ہے

وہ ربِ بے نیاز سے خائف ہے ہر گھڑی
نیز اس کے رحم و فضل کا امیدوار ہے

مشکوٰۃ بزم قدس سے کرتا ہے اقتباس
عرفان و آگہی کا وہ سرمایہ دار ہے

اس کی نظر میں ہستیٔ کون و مکاں نہیں
خمخانۂ الست کا اس کو خمار ہے

ایمان اور یقین کا پتلا بنا ہوا
سرگرم امر و نہی وہ لیل و نہار ہے

بدعت سے کفر و شرک سے بغض و نفاق سے
بیزار و محترز ہے وہ ایماندار ہے

وہ لغو اور فحش سے کرتا ہے اجتناب
اس کو تکلف اور تصنع سے عار ہے

نام و نمائش اور ریا و نمود سے
فارغ ہے قلب اس کا وہ طاعت گزار ہے

بد عہدی و خیانت و جور و جفا سے پاک
وہ محو فکر صنعت پروردگار ہے

کبر و خودی و مکر و دغا جانتا نہیں
اس کی نظر میں جلوۂ روز شمار ہے

مسرف نہیں بخیل نہیں بد زباں نہیں
سرکش نہیں، شریر نہیں دیندار ہے

بے درد و بے وفا ہے نہ بے صاحبِ غرض
ہمدرد و با وفا ہے بڑا جاں نثار ہے

حقد و ہوا و بغض و حسد لعن طعن سے
نا آشنائے محض وہ پرہیزگار ہے

اپنے سے ہر بزرگ کا کرتا ہے احترام
ہر خورد پر اسے شفقت اور پیار ہے

ہے پیکرِ وفا بھی مجسم خلوص بھی
یعنی یقین و علم کا سرمایہ دار ہے

معمور اس کا دل ہے خشوع و خضوع سے
قَدْ اَفْلَحَ سے اس کی صفت آشکار ہے

خَیرُ الاُمورِ اوسطُها پر ہے گامزن
ہر آن اس حدیث کا مصداق کار ہے

دو حال سے کبھی نہیں خالی و حق شناس
گہ شکر گاہ صبر کا آئینہ دار ہے

گو بادی النظر میں ہے وہ مرد سادہ لوح
احمق مگر نہیں ہے بڑا ہوشیار ہے

جملہ معاملات و عبادات میں شفق
المختصر وہ بندۂ طاعت گزار ہے

سہ حدیث شریف ۱۲

سہ اشارہ بہ قد افلح المومنون م قرآن ۱۸

اشراقات

قرآن کا جغرافیہ اور اسلام کا مشرقین و المغربین

مساجد کی تنظیم اور مرکزیت ہی گذشتہ دور کو واپس لاسکتی ہے

اخلاق کی فیکٹری، مساوات کی تجربہ گاہ اور انسانی اخوۃ کا محل

اللہ اکبر۔ اللہ اکبر! اللہ بہت بڑا ہے۔ اللہ بہت بڑا ہے۔ بلاشبہ آپ کی خواہشات بھی بڑی ہیں، آپ کی ضروریات بھی بڑی ہیں۔ آپ کا کاروبار بھی بڑا ہے مگر بڑوں کا بڑا وہ ہے، جس نے آپ کے اندر خواہشات پیدا کیں، جس نے آپ کی ضروریات کی تکمیل کے سامان بنائے، جس نے آپ کے اندر کاروبار کی صلاحیت پیدا کی، آپ کی بڑائی، خدا کی بڑائی کا ایک جلوہ ہے اور اس کی بڑائی پر آپ کی ہر بڑائی کو قربان ہوجانا چاہیے! بتایئے کیا آپ کو خدا کی بڑائی تسلیم ہے؟ کیا آپ بھی خدا کی بڑائی کے سہارے دنیا میں بڑا بننا چاہتے ہیں؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو اس کا ثبوت دیجئے۔ اور ثبوت یہ ہے کہ

حی علی الصلوۃ۔ نماز کی طرف آؤ، نماز کی طرف دوڑو، مسجدوں میں آکر نماز کا اہتمام کرو، مگر اتنی بات یاد رکھو اِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ۔ (خاشعین کے سوا یہ نماز لوگوں پر بہت ہی گراں گزرتی ہے) لیکن اگر آپ یہ سمجھ لیں گے کہ نماز کا نتیجہ کیا ہے تو یہ گرانی دور ہوجائیگی۔

حی علی الفلاح۔ فلاح اور کامیابی کی طرف آؤ، آپ کو صرف نماز کی ہی طرف نہیں بلایا جاتا۔ فلاح اور مراد کی طرف بھی بلایا جاتا ہے، نماز کیا ہے؟ فلاح اور کامیابی ہے، کامیابی کی جگہ نماز کو رکھ دیا جائے یا نماز کو کامیابی کی جگہ، ایک ہی بات ہے مگر کیسی کامیابی؟ کس قسم کی فلاح؟ ذرا کامیابی کا تصور تو کیجئے، دنیا کی کامیابی، دین کی کامیابی، عقلی اور اخلاقی کامیابی۔ معاشی اور معاشرتی کامیابی، امن میں کامیابی، جنگ میں کامیابی، اجتماعی کامیابی، انفرادی کامیابی، ہر وہ کامیابی جو روح اور جسم کے لئے مطلوب ہے، یہ وہ فلاح جو زندگی کا نصب العین ہے!

ذرا دیکھنا! یہ کیا عمارت ہے؟ بیس فٹ چوڑی، پچاس فٹ لمبی، عمارتوں میں سے ایک عمارت، کس قدر خوبصورت اور جاذبِ نظر، مگر چونکہ اس میں نماز ہوتی ہے اس لئے وہ مسجد کے نام سے مشہور ہے۔ آہ آپ اسے ایک عمارت سمجھتے ہیں مگر وہ روحانی انقلاب کی ایک زبردست تجربہ گاہ ہے، یہی وہ مقام ہے جو ہمیشہ اسلام

کی تحریکوں کا مرکز رہا ہے، اور یہی وہ سرچشمہ ہے جس سے اسلامی
عظمت کی سوتیں ابلتی رہی ہیں۔ یہ مقام اسلام کا پورا جغرافیہ ہے،
اسلام کی پوری کائنات ہے، قرآن کا مشرقین والمغربین ہے،
خدا کی عبودیت کی تخت گاہ ہے! اسی مقام سے سب سے پہلے
پیغمبری کا اعلان ہوا، اسی میں صدیق اکبرؓ نے جمال نبویؐ کا نظارہ
کیا، اسی سے فاروق اعظمؓ نے عظمت پائی اور یا ساریۃ الجبل کا
شور اٹھا، اسی میں حضرت عثمان ذی النورینؓ کا سینہ پاک ہوا اور اسی
میں حضرت علیؓ پر خیبر کے راز منکشف ہوئے!

اسلام تمام محاسن وکمالات کا جامع ہے پھر بھلا مسجد جو تمام
مرکزوں کا مرکز کیوں نہ ہو۔ آپ نے تنظیم و اجتماعیت کا نام سنا ہوگا، آپ
نے ربط و اتحاد پر لیکچر سنے ہوں گے، آپ نے قومی وحدۃ کے گیت
خوب گائے ہوں گے، مگر مسجد تنظیم بھی ہے اور وحدۃ بھی، اجتماعیت
بھی ہے اور سیاست بھی! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں ہماری
جان ہے، تم جسے مسجد کہتے ہو وہ دارالعلاج اور دارالشفا ہے، وہ
اخلاق اور کردار کی فیکٹری ہے۔ وہ سیرت اور ضمیر کا محل ہے، اس
مسجد نے خدا کے ان بندوں کو پیدا کیا، جنھوں نے سمندر کی پیائش
کی، یورپ میں اپنی عظمت کے خیمے نصب کئے، بحرالکاہل کے جزائر
میں سلطنتوں کی بنیاد ڈالی۔ سوئٹزرلینڈ میں نصرانی جلال کو چیلنج کیا۔
شمالی افریقہ میں نصرانی شہنشاہوں کو خراج دینے پر مجبور کیا اور
ان پر سمندر کی راہیں روک دیں، قرطبہ میں علوم و فنون اور حکم کے
دریا بہائے!

مسجد اخلاق کی فیکٹری ہے، مساوات کی تجربہ گاہ ہے، انسانی اخوۃ کا محل
ہے۔ اگر مسجد نہ ہوتی تو مساوات کا تصور پیدا نہ ہوتا۔ یہی مسجد ہے
جو ایک بادشاہ اور ایک فقیر کو ایک ہی حیثیت سے معبود کے سامنے
جھکاتی ہے، بادشاہ کا تکبر اسی جگہ ٹوٹتا، امراء کا رنگ اسی جگہ اڑتا
ہے، اور انسانیت اپنے اصلی رنگ میں اس مقام پر جلوہ گر ہوتی ہے!

مساوات! اخوۃ!! انصاف!!!

اَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا

مساجد تو صرف اللہ کے لئے ہیں ان میں دوسروں کے
نام و نمود کا کیا کام؟ یہاں تو وہ آئے جو اپنی خودی کو فنا کر دے
جو مرنے سے پہلے اپنے اوپر موت وارد کرے، جو بلندی اور پستی
ادنیٰ اور اعلیٰ کے مراتب کو پیچھے چھوڑ دے، جو اجتماعیت ہم آہنگی
اور تسخیر خیالات کا سبق لے، جو صلاح الدینؒ بنے، خالد بن ولیدؓ
بنے، طارقؒ بنے، محمد بن قاسمؒ بنے! یہ مسجد؟ —— یہ
سجدہ گاہ؟ —— یہ اجتماعیت اور مرکزیت کا آخری ستون!
انیسویں صدی کے مادہ پرست ہیکل (Haekal) کو مذہب
کا کوئی نشان متاثر نہ کر سکا، اس کی کمر ٹوٹی تو اس مسجد کے سامنے
جو دنیا کو دن میں پانچ وقت تنظیم وحدۃ، اخوۃ اور مساوات
کا سبق دیتی ہے۔

"جرمنی اور اٹلی کے گرجوں سے مجھے کبھی دلچسپی پیدا نہ ہوئی
ان عبادت گاہوں کے اندر اور باہر بزرگوں کی تصاویر سے
عجیب قسم کا خلجان پیدا ہوتا تھا، ایک لمبی عورت اور اس
کی گود میں بچہ، ایک حلقہ جس کے وسط میں حضرت مسیح اور
چاروں طرف بارہ حواریوں کا انبوہ، کسی گرجا پر ایسے لوگوں
کی تصاویر کہ وہ عبادت شاقہ میں مشغول ہیں، اور اپنے
نفس کو طرح طرح کی اذیتیں دے رہے ہیں! کسی عبادت
پر دوزخ کی بھیانک تصاویر کہ گنہگار بندے طرح طرح
کے عذاب میں مبتلا ہیں۔ میں ان تصاویر کو دیکھتا اور

مردم پرستی کے دور کو یاد کرتا۔ لیکن جب مجھے استنبول اور قاہرہ کی مساجد دیکھنے کا اتفاق ہوا تو مجھ پر پہلی بار یہ حقیقت کھلی کہ عبادت و ریاضت کے دوسرے شائستہ طریقے بھی ہو سکتے ہیں! ان مساجد میں نہ تصاویر، نہ مردم پرستی کے مظاہر، نہ عذاب و ثواب کا کوئی تماشہ، حتی کہ اسلام کے بانی محمد (صلعم) کی تصویر بھی دیکھنے میں نہ آئی۔ لوگ آتے ہیں اور خاموشی سے خدائے واحد کی عبادت میں مصروف ہو جاتے ہیں!"

ابھی ہیکل کی عبارت ختم نہیں ہوئی ہے آگے چل کر وہ لکھتا ہے۔

"استنبول اور قاہرہ کی مساجد میں مجھے متعدد بار جانے کا اتفاق ہوا۔ ایک امام کے پیچھے سینکڑوں انسانوں کے اخلاص کو سرنگوں دیکھا، ایک امام کی حرکت پر تمام مجمع حرکت میں اور امام کے سکون میں تمام نمازیوں کا سکون۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ امام اور نمازیوں (مقتدیوں) کو کسی چیز سے پیوست کیا گیا ہے اگرچہ ان میں باہر کی تمام آلائشیں موجود ہیں، مگر مساجد میں مساوات و اخوۃ بلکہ شدید تعلق کا جو نمونہ دیکھا وہ مجھے حیرت میں ڈالے بغیر نہ رہ سکا!

(The Riddle of the universe P. 98.

لالہ راجپت رائے نے ایک دفعہ ایک مسلمان لیڈر سے پوچھا کہ ہم ہندو تو اس لئے برباد ہوئے کہ ہماری کوئی مرکزیت نہ تھی اور ذات پات نے گھر گھر کو تقسیم کر رکھا تھا مگر یہ بتاؤ کہ جو مسلمان دن میں پانچ دفعہ تنظیم اور وحدت کا سبق لیتے ہیں ان میں انتشار کہاں سے آیا؟ وہ نماز کی موجودگی میں کیوں پراگندہ ہوئے اور ان میں نظم و ضبط کی روح کیوں باقی نہ رہی؟ اس کا جواب وہ مسلمان کیا دے سکتا تھا جو نرا لیڈر ہو اور جس کے دل میں وہ رگ خود ہی سوال اٹھاتا ہو، ورنہ جواب صاف تھا کہ عبادت رواج بن گئی اور نماز کو صرف انفرادی نجات کا ذریعہ سمجھ لیا گیا۔ بہرحال لالہ راجپت رائے کا سوال حقیقت پر مبنی تھا کیونکہ نماز خود وحدۃ اور تنظیم ہے اور انکساری، فروتنی اور مساوات کا دوسرا نام نماز ہے۔

. . . . . اے مسلمان! . . . . تیری بد قسمتی کی حد ہو گئی کہ دارالشفا میں داخل ہونے کے بعد بھی تجھے شفا حاصل نہ ہوئی، شاید اس لئے کہ ایک تولہ علاج اور ایک من بد پرہیزی۔ مسجد سے تو حی علی الفلاح کی صدا بلند ہوئی تھی مگر تو نے فلاح کو اپنی ذات تک محدود رکھا!

مسجد کیا تھی اور ہم نے اسے کیا سمجھا! مسجد بیک وقت درسگاہ بھی ہے اور دارالتربیت بھی، مہمان خانہ بھی ہے اور دارالشوریٰ بھی۔ اسی جگہ یہ راز کھلتا ہے کہ اسلام روحانیت اور مادیت کا مرکز اتصال ہے کیونکہ مسجد، سجدہ گاہ بھی ہے اور عدالت العالیہ کا ایوان بھی، اس جگہ دینداری اور دنیاداری کا جوڑ ملتا ہے اور اسی مقام سے معاش و معاد کے سرچشمے ابلتے ہیں۔ اسلام کے ہادی اور انسانیت کے محسن صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد ہی میں معاہدات طے فرمائے، سفراء سے گفتگو مسجد ہی میں فرمائی، بادشاہوں کے نام خطوط مسجد ہی میں لکھے۔ جنگ کی دفاعی تدابیر کے نقشے مسجد ہی میں مرتب کئے اور زندگی کے وہ تمام مراحل خواہ ان کا تعلق معاشیات سے ہو یا سیاسیات سے، مذہبیات سے ہو یا اجتماعیات سے مسجد ہی میں طے ہوتے تھے!

(باقی مضمون صفحہ ۱۱ پر ملاحظہ ہو)

بصائر

تین سو سال پہلے کے چینی مسلمان

شاہی فرمان میں مسلمانوں کا ذکرِ خیر

بادشاہِ چین کی ایک تاریخی دستاویز

ذرا اسلام کی جہانگیری اور آفاقیت کا اندازہ لگائیے کہ اس کا شامیانہ دنیا کے کن کن گوشوں پر تنا ہوا ہے، براعظم ایشیا میں عرب، شام، فلسطین، آرمینیا. کا کیشیا (کوہ قاف) جرجان طبرستان، ایران، خراساں، افغانستان، پاکستان، کشمیر، ہندوستان تبت، ترکستان، سائبریا، چین، چینی تاتار پر اسلام کا پرچم لہرا رہا ہے.

براعظم افریقہ میں مصر، نوبیا، حبش، شمالی ساحل افریقہ، طرابلس، تیونس، الجزائر، مراکو، مغربی ساحل افریقہ، وسط افریقہ کے صحرا، جنوبی حصہ میں کیپ کوسٹ کالونی وغیرہ ممالک میں اسلام کا آفتاب روشن ہوا اور وہاں کی فضا اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کے نعروں سے گونجی۔

براعظم یورپ میں اسپین، یورپین روم کے ممالک ترکی، البانیا بلغاریا، سرویا، بوسینیا، مانٹ نگرو۔ یورپین روس کے بعض حصے اسلام کے نور سے منور ہوئے اور اسپین کے سوا آج بھی وہاں قرآن کا شہرہ ہے۔

جزیروں میں مالدیپ، سماٹرا، جاوا، ملوکا، بورنیو، سلیبز، فلپائن، زدلو، نیوگنی، کریٹ، ملایا، ملاکا وغیرہ آبادیاں اسلام اور قرآن سے مانوس ہیں اور اللہ اکبر کی صداؤں سے وہاں کی مخلوق آشنا ہے۔

ان ممالک میں چین ہی ایک ایسا ملک ہے جہاں مسلمانوں کی تعداد تو پانچ کروڑ کے لگ بھگ ہے لیکن باہر کی دنیا کو ان کا کچھ زیادہ علم نہیں ہے، حالانکہ وہاں کے مسلمان بڑے بڑے سرکاری عہدوں پر مامور ہیں۔ ان میں ایسے مسلمان بھی گذرے ہیں جنہوں نے صنعت و حرفت، علوم و فنون خاص کر علم ہیئت (اسٹرانومی) میں بہت نام پیدا کیا۔ چین کے مسلمان اپنی حکومت کے بڑے جاں نثار اور وفادار ثابت ہوئے ہیں اور حکومت چین نے ان پر ہمیشہ لطف و کرم کی بارش کی ہے۔

قاعدہ کی بات ہے کہ جب حکومت کسی خاص فرقہ پر مہربان ہوتی ہے تو لوگوں کے دلوں میں رشک و حسد پیدا ہو جاتا ہے اور وہ اس کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ کسی طرح اس فرقہ کو حکومت کی نظروں میں مشتبہ کر دیں اور حکومت انکو اپنا باغی تصور کرنے لگے،

چین کی تاریخ میں بھی ہم کو اس قسم کی سازشوں کا پتہ چلتا ہے۔ آج سے صدیوں پہلے چینی مسلمانوں پر چینی حکام نے از راہ حسد مختلف قسم کے الزام لگا کر انھیں حکومت کی نظروں سے گرانا چاہا تھا، لیکن وہ زمانہ "تہذیب" کا نہ تھا اس لئے تحقیق کے بغیر چین کے بادشاہ نے ان الزامات کو باور نہ کیا اور حکام کی تائید میں ان کی رپورٹوں پر آمنا و صدقنا ایمان نہیں لائے۔ اگر آج کا زمانہ ہوتا تو کوئی حکومت اپنے حکام کی اطلاعات کو رد نہ کرتی اور ان کی رپورٹوں پہ بھروسہ کر کے مسلمانوں کو مشکوک سمجھنے لگتی، چنانچہ جب حکام نے چینی مسلمانوں پر مختلف قسم کے الزامات لگائے تو شاہ چین نے ان کی تحقیقات کی اور جب یہ معلوم ہو گیا کہ یہ الزامات بے بنیاد ہیں تو اس نے ایک فرمان جاری کیا جس میں ایک ایک الزام کی تردید کی گئی۔ یہ شاہی فرمان ۱۷۳۱ء میں جاری کیا گیا تھا جسے پروفیسر آرنلڈ نے اپنی کتاب پریچنگ آف اسلام میں کتاب م دے تیرسان سے من وعن نقل کر دیا ہے۔ ہم یہ فرمان یہاں اس لئے نقل کر رہے ہیں تاکہ موجودہ حکومتوں اور تین سو سال پہلے کے فرمانرواؤں کی مذہبی رواداری کا موازنہ ہو جائے اور اس بات کا یقین ہو جائے کہ صدیوں پہلے کے بادشاہوں نے مذہبی حقوق کے جو دائرے مقرر کر دیئے تھے آج کی مہذب دنیا ان سے ایک انچ بھی آگے نہ بڑھ سکی بلکہ حقوق کے معاملہ میں اور پیچھے ہٹ گئی۔ چین کے بادشاہ کا فرمان یہ ہے۔

"ہماری سلطنت کے ہر صوبہ میں صدہا برس سے مسلمان موجود ہیں جو ہماری رعایا کا ایک حصہ ہیں اور جس طرح اور لوگ ہماری اولاد کی مانند ہیں یہ مسلمان بھی ہماری اولاد ہیں، ہم مسلمانوں میں اور ان لوگوں میں جو مسلمان نہیں ہیں کچھ فرق نہیں سمجھتا۔ بعض حکام نے ہم سے مسلمانوں کی خفیہ شکایتیں کی ہیں جن کی بنا صرف یہ ہے کہ مسلمانوں کا مذہب چینیوں کے مذہب سے مختلف ہے، مسلمان وہ زبان نہیں بولتے جو اور چینی بولتے ہیں اور ان کا لباس بھی اور چینیوں سے مختلف وضع کا ہے۔ ان پر نافرمانی، گستاخی اور باغیانہ خیالات رکھنے کا الزام لگایا گیا ہے اور ہم سے درخواست کی گئی ہے کہ ہم مسلمانوں کے خلاف سخت طریقے اختیار کریں، لیکن تحقیق کے بعد ہم کو معلوم ہوا کہ ان شکایات اور الزامات کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔ مسلمان جس مذہب کے پابند ہیں وہ درحقیقت ان کے اپنے بزرگوں کا مذہب ہے۔ یہ سچ ہے کہ ان کی وہ زبان نہیں ہے جو اور چینیوں کی زبان ہے۔ لیکن چین کے ملک میں بہت سی مختلف قوموں کی زبانیں بولی جاتی ہیں۔ ان کی مسجدوں کی نسبت اور ان کے لباس اور طرز تحریر کے بارے میں جو چینیوں کی وضع اور طرز سے مختلف ہیں جس قدر شکایتیں کی گئی ہیں وہ ہرگز لحاظ کے قابل نہیں۔ یہ سب رواج اور دستور کی باتیں ہیں۔ مسلمانوں کا چال چلن ایسا ہی اچھا ہے جیسا اور ہماری رعایا کا چال چلن، کسی بات سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ بغاوت کرنے پر آمادہ ہیں۔ پس ہماری خواہش یہ ہے کہ مسلمان اپنے مذہب کی پیروی میں آزاد رہیں۔ ہماری گورنمنٹ کے اصولوں کو مسلمانوں کا مذہب تسلیم کرتا ہے، مسلمانوں میں سے بہت سے لوگ مالی اور فوجی حاکم ہوئے ہیں جو اپنے عہدوں میں اونچے سے اونچے درجہ تک پہنچے، وہ علم و ادب کے امتحانوں میں اور لوگوں کی طرح امتحان دے کر کامیاب ہوئے ہیں اور ہمارے قانون کے بموجب جو رسمیں ادا کرنی ضروری ہیں وہ ادا کرتے ہیں۔ مختصر یہ کہ چینیوں کے

بڑے بھاری کنبے کے ایک رکن مسلمان ہیں اور وہ انتظامی اور ملکی فرائض کو ٹھیک طور پر ادا کرنے کی کوشش کرتے ہیں، جس وقت کسی حاکم کے سامنے مقدمہ پیش ہوگا تو فریقین کے مذہب سے اسے کچھ بحث نہیں ہو سکتی میری رعایا کے لئے صرف ایک قانون ہے اور وہ یہ ہے کہ جو لوگ بھلائی کریں گے ان کو انعام ملے گا اور جو برائی کریں گے انہیں سزا دی جائے گی۔"

آپ اس فرمان کا تجزیہ کرکے دیکھئے، مذہبی آزادی کے باب میں وہ موجودہ زمانہ کے ہر قانون سے بڑھا ہوا ہے گا شاید اس لئے کہ یہ تین سو سال پہلے کا فرمان ہے!

خدا اور سائنس

سائنس کے سر یہ بہتان باندھا گیا ہے کہ اسے خدا سے انکار ہے، حالانکہ سائنس خود خدا کا عطیہ ہے اور اس کے جگر میں خدا کی ہستی کے بیشمار نقوش ابھرے ہوئے ہیں۔ اس سلسلہ کا ایک تازہ لطیفہ سنئے۔

"میں پہلے خود بھی خدا کا قائل نہ تھا، گرجا گھر میں ضرور جاتا مگر خدا کی تلاش میں نہیں۔ پادری صاحب سے سند لینے کیلئے، مگر زندگی کے ایک معمولی تجربہ نے مجھے خدا کا قائل بنا دیا۔ میں نے پڑھا تھا کہ نیستی سے ہستی نہیں ہو سکتی، ہستی ہمیشہ وجود سے ہی ظہور پذیر ہوتی ہے۔ میں نے سوچا میرے اندر کون بول رہا ہے؟ اتنا محسوس ہوا کہ میں زندہ ہوں۔ اور اپنی زندگی سے آگاہ بھی ہوں۔ بس میں دوڑتا ہوا ایک نوری تھنکر کے پاس گیا۔ یہ صاحب منکرین خدا کے اچھے خاصے وکیل تھے۔ میں نے جاتے ہی سوال کیا بتائیے میرے اندر کیا چیز بول رہی ہے؟ انہوں نے کہا زندگی! عرض کیا کہ یہ زندگی کہاں سے آئی؟ کہنے لگے زندگی مادہ کے امتزاج سے خود بخود پیدا ہو گئی ہے۔ پوچھا تو پھر زندگی قدیم ٹھہری؟ جواب دیا کہ زندگی کی اصل جو مادہ ہے وہ ہمیشہ سے ہے۔ میں نے کہا گویا مادہ خود بخود ہے۔ بولے کہاں خود بخود ہے! میں نے ہاتھ پکڑ کر عرض کیا جناب مذہب والے خود بخود ہستی کو خدا کہتے ہیں۔ کیا اجازت ہوگی کہ میں مادہ کا نام خدا رکھ لوں؟ اس پر انہوں نے ارشاد فرمایا کوئی ہرج نہیں، آپ اسے خدا بھی کہہ سکتے ہیں۔ اس پر مجھے بولنے کی اور زیادہ جرأت ہوئی اور عرض کیا کہ پھر آپ خدا کا کیوں انکار کرتے ہیں؟ ہنس کر بولے، ہم زندہ خدا کا انکار کرتے ہیں اس خدا کا نہیں جو مردہ (یعنی مادہ) ہے!

یہ سن کر میں حیران رہ گیا! میں الٹے پاؤں پھرا اور اس سوچ میں پڑ گیا کہ زندہ خدا کا ماننا بہتر ہے یا مردہ بے حس، اندھے اور بہرے خدا کا؟ دل نے گواہی دی کہ خدا کی ہستی پر کوئی جھگڑا نہیں، زندہ اور مردہ خدا کا جھگڑا ہے، میں نے فیصلہ کیا کہ میرا عقیدہ زندہ خدا پر ہونا چاہئے کیونکہ زندہ خدا ہی نے مجھے زندگی بخشی ہوگا۔"

(جلد ۱ ملک، شکر تھامسن My Experienc of Life)

کس قدر عجیب بات ہے کہ جو بات مشکلوں کے بعد بھی سمجھ میں نہیں آتی بعض دفعہ وہ باتوں ہی باتوں میں سمجھ میں آجاتی ہے۔

حجاج منزل جدہ

(۴)

(بیان: جناب سید عزیز احمد صاحب)

([illegible] مقیم کراچی)

مسلمانوں کے لئے ان کی ساری زندگی کی عبادتوں میں حج کو دینی و دنیاوی فلاح و بہبود اور تجربات کے لحاظ سے بڑی جامعیت حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے ہم کو بھی جامع المنافع عبادت کی توفیق مجھے ارزانی فرمائی، اور اس سال مجھے بیت اللہ شریف اور زیارت مدینہ منورہ کی سعادت سے مشرف ہوا اور واپسی پر حجاج منزل جدہ میں قیام کا موقع ملا۔

آج کے وقت کی اہم ضرورت ہے کہ وقت کی جدہ پر ہندوستانی و پاکستانی حاجیوں کے لئے ایک اعلیٰ درجہ کی منزل ہے۔ جہاز سے اترتے ہی کوئی حاجی مکہ معظمہ کے لئے روانہ ہو سکتا ہے اور نہ مدینہ منورہ سے واپسی پر فوراً جہاز پر سوار ہو کر وطن کی راہ لے سکتا ہے بلکہ اس کے لئے ضروری ہے کہ جدہ میں کچھ دن قیام کرے۔ خصوصاً واپسی کے وقت جہازوں کی [illegible] تکلیف دہ تغافل شعاریوں کی بدولت کئی کئی ہفتے ہندوستانی اور پاکستانی حجاج کو جدہ میں ڈیرہ ڈالنے پڑتے ہیں۔ حالانکہ جدہ میں جگہ نہیں ملتی، معلمین کے یہاں قیام کیلئے جگہ کافی نہیں ہوتی [illegible] مسافر خانوں کو ڈھونڈنا پڑتا ہے [illegible]۔ غرض اس سلسلہ میں بہت سی تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ہندوستان و پاکستان کے علاوہ دوسرے ممالک کے حجاج کو جدہ میں لمبے قیام کی نوبت ہی نہیں آتی۔ مثلاً مصر کے حجاج کے لئے ہفتہ میں دو مرتبہ جہاز روانہ ہوتے ہیں ان کا سفر بھی چھوٹا ہوتا ہے۔ مسافت کی کمی کے سبب سے ان کو ان تکالیف سے دوچار ہونا ہی نہیں پڑتا۔ ان مصائب کے علاوہ ہندوستانی و پاکستانی حاجیوں کے لئے جدہ میں اترتے ہی عربی زبان سے عدم واقفیت ایک خاص زحمت کا باعث ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ جو عربی داں حضرات آتے ہیں ان کو بھی یہاں کی نئی عربی چکر میں ڈال دیتی ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ سفر کے ہر معاملہ میں بیوقوف سے دکھائی دینے لگتے ہیں۔ زبان سے بے بہرہ ہونا ہر قدم پر ان کو دشواریوں اور نقصان کا موجب ہوتا ہے۔ ان مشکلات کے علاوہ اور بھی بہت سی مشکلات ہیں جن کے حل کرنے کے لئے خصوصی رہنمائی درکار ہے۔ لہٰذا اس ضرورت کو محسوس کرکے ارباب خیر نے تجویز کیا کہ ایک "حجاج منزل" جدہ میں تعمیر کی جائے۔ جلالۃ الملک سلطان عبدالعزیز دام اقبالہ نے حجاج منزل کیلئے زمین عطا کرنے کے احکام صادر فرمائے۔ قطعہ زمین بہت ناہموار تھا۔ کمیٹی حجاج منزل نے انتھک کوشش کرکے ہندوستانی و پاکستانی حجاج کے قیام کے لئے عارضی طریقہ پر انتظامات شروع کردیئے۔ قیام کا سلسلہ شروع ہوتے ہی ہزارہا حجاج نئی حجاج منزل کی طرف ٹوٹ پڑے یہاں تک کہ جو انتظام کیا گیا تھا وہ ناکافی ہوا۔ . . . انتظامات مذکورہ میں فوری توسیع کی ضرورت محسوس کرکے کافی تعداد میں ڈیرے اور خیمے

بھی محروم نہیں رکھا۔ حجاج کی آسائش کے لئے بجلی کی روشنی کا انتظام نالہ کے لئے عارضی طور پر ایک مسجد کا قیام۔ اور مریض حجاج کے لئے مکمل معالجہ اور تیمارداری کا بندوبست اور دیگر ایسے لوازمات نہایت خوش اسلوبی سے مہیا کئے گئے۔ مجھے یقین ہے کہ ہندوستانی و پاکستانی حجاج جن کو ان مخلصانہ کوششوں سے استفادہ کرنے کا موقعہ حاصل ہوا وہ دل سے دعائیں دیں گے۔

منتظمین حجاج منزل کی مکمل تعمیر کے لئے نقشہ جات مرتب کر رہے ہیں جن میں سے بعض نقشوں کو میں نے بغور مطالعہ کیا ان کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حجاج منزل ایک بے مثال اور عالی شان ادارہ حجاج کی دینی و دنیوی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے ہوگا، جس میں وسیع پیمانہ پر ایک مسجد مناسب موقعہ پر تعمیر کی جائیگی۔ ایک جدید طرز کا شفاخانہ ہوگا۔ دینی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے ایک کتب خانہ بھی ہوگا حج اور زیارت حرمین شریفین کے متعلق مسائل اور آداب کی تعلیم کا خاص انتظام ہوگا، ظاہر ہے کہ ان تجاویز کو تکمیل تک پہنچانے کے لئے کثیر مالیات کی ضرورت ہے میں ہندوستان و پاکستان کے اہلِ خیر حضرات سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ ارض مقدس میں اس مفید مرکز کو شاندار طریقہ پر مکمل کرنے میں عجلت اور فراخدلی کے ساتھ اپنی اعانت پیش کریں۔ اس مضمون کو ختم کرنے سے پیشتر خان بہادر حاجی شیخ وجیہ الدین صاحب صدر سنٹرل حج پروٹکشن لیگ اور شیخ محمد سرور صبان صاحب مستشار وزارۃ مالیہ سعودیہ بھی مستحق شکر و امتنان ہیں جن کی بیش قدر توجہ و امداد ابتدا سے اس وقت تک حجاج منزل کے شامل حال رہی ہے ان کے علاوہ دیگر معاونین و کارکنان بھی مستحق شکریہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

۲ر دسمبر ۱۹۴۸ء

(جدہ)

معائنہ
(الحاج مولوی) محمد زبیر بن ظہور علی (صاحب) ٹونکی
مقیم جنوبی افریقہ)

ناچیز اپنے پرمسرت تاثرات کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتا جو زیارت حرمین شریفین زادہما اللہ شرفا وتعظیما کے بعد پیدا ہوئے اور وہ ہے حجاج منزل کا وجود جو فی الحال ایک آرام دہ کیمپ کی شکل میں ہے۔ عموماً ایک پردیسی کے لئے جو محبت و اخوت کا بھوکا ہوتا ہے ایک ایسی جگہ کی ضرورت ہوتی ہے جہاں پیر ٹکانے اور سر چھپانے کا سہارا مل جائے۔ اسی کے ساتھ اگر صاحب خانہ خلیق اور شریف ہو تو پھر نور علیٰ نور۔

چنانچہ حجاج منزل میں قدم رکھتے ہی کارکنان حجاج منزل کے متبسم و خنداں چہرے اس طرح خیر مقدم کرتے ہیں کہ گویا ہمارے منتظر تھے اور بڑی دیر سے راہ دیکھ دیکھ کر قریب تھا کہ بددل ہو جاتے اپنے ملک سے آنیوالا حاجی ہو یا مدینہ منورہ سے آیا ہو دونوں بیحد انجان یا تھکے ہوئے ہوتے ہیں ایسی حالت میں اپنے عزیز کی جستجو ہوتی ہے چنانچہ جب وہ یہاں حجاج منزل میں آتا ہے تو تمام حجاج منزل کو اپنے عزیز احباب سے پُر دیکھ کر وہ خوب اطمینان کا سانس لیتا ہے۔ زبان سے کم مگر دل سے دعائیں نکلتی ہیں، اُن حضرات کے لئے جو اس کے بانی ہیں۔ حجاج منزل کی کس قدر ضرورت تھی اس کا اندازہ صرف وہی کر سکتے ہیں جو خوش نصیبی سے حرمین شریفین کی زیارت کر چکے ہیں۔

اس وقت یہ کیمپ کی شکل میں لکڑیوں اور چٹائیوں سے کمرے بنا کر کھڑا کر دیا گیا ہے مگر ارادے بلند ہیں جو قوم کی معاونت چاہتے ہیں۔ کاش ہم میں سے ہر حساس و ہمدرد شخص اس میں شریک ہو کر سعادت دارین حاصل کرے تاکہ یہ پختہ و شاندار بن جائے۔

جن حضرات نے اس میں آرام حاصل کیا ہے خواہ وہ بچہ ہو یا بوڑھا مرد ہو یا عورت اس کوشش کو سراہے بغیر نہیں رہ سکتا ہے، نماز باجماعت ہوتی ہے۔ ضروری ہر چیز قریب ملتی ہے اور پردیس کی غربت بالکل محسوس نہیں ہوتی۔

۵ صفر سنہ ۔۔۔ ۶ دسمبر سنہ ۔۔۔ (جدہ)

معائنہ الحاج مولوی (م) شاہ تفضل حسین (صاحب) وارثی
سیاح بلاد اسلامیہ

میں ایک سیاح ہوں تقریباً جملہ بلاد اسلامیہ کی میں نے سیاحت کی ہے۔ مصر، شام، عراق، فلسطین اور ترکی ممالک کے ہر ایک بڑے شہر میں حکومت کی طرف سے ایک ایک مسلم مسافر خانہ مخصوص ہندوستان کے مسلم باشندوں کے لئے میری سیاحت کے زمانہ میں موجود تھا بعض مسافر خانوں میں صرف قیام کا انتظام بلا قیمت کا یہ تھا اور بعض مسافر خانوں میں قیام و طعام کا انتظام ہر ایک نو وارد مسلم مسافر کے لئے مفت تھا جو "ہندی تکیہ" کے نام سے موسوم ہوا کرتا تھا۔ مگر افسوس ہے کہ ملک حجاز کے شہر جدہ میں جسکو باب مکہ کہنے کا حق ہے جہاں ہر سال ہندوستان و پاکستان کے ہزارہا مسلم باشندوں کی آمد و رفت ہوتی ہے ایسا مسافر خانہ کوئی موجود نہیں ہے اور اس کی اشد ضرورت ہے۔

حجاز میں تقریباً پینتیس سال سے میری آمد و رفت ہے۔ دو حکومتیں میرے سامنے تبدیل ہو چکی ہیں تیسری حکومت موجود ہے مگر افسوس کہ آج تک کسی کی طرف سے بھی اس طرف توجہ نہیں کی گئی۔ خدا کا شکر ہے . . . . کہ اس سال چند ماہ ہی میں ایک عارضی مسافر خانہ ہندوستان و پاکستان کے مسلم حجاج و مسافرین کیلئے قائم کر دیا گیا ہے۔ خوش قسمتی سے حکومت سعودیہ نے ساڑھے پندرہ ایکڑ زمین بلا قیمت اس کار خیر کے لئے مرحمت فرمائی . . .

. . . چونکہ اس کار خیر میں بہت بڑے سرمایہ کی ضرورت ہے لہذا جملہ برادران اسلام کی خدمت میں التجا ہے کہ دامے، درمے قدمے۔ اس کار خیر میں حصہ لیکر سعادت دارین حاصل کریں۔ نیز جن جن صاحبان نے حجاج منزل کے قیام میں حصہ لیا ہے اللہ تعالی ان کو ثواب دارین عطا فرمائے۔ آمین

۳ صفر سنہ ۶۸ / ۴ دسمبر سنہ ۶۸ (جدہ) (باقی آئندہ)

بقیہ اثرات از صفحہ ۵

مختصر یہ کہ مسجد آج بھی اسلامی زندگی کا سرچشمہ ہے مسجد ہی سے مسلمانوں پر ترقی کے دروازے کھلے اور آج بھی مسجد ہی کے ذریعہ فلاح کی راہیں کشادہ ہوں گی، مسجد کی حفاظت کرو، مسجد خود تمہاری محافظ بن جائے گی۔ جس مسجد نے اسلام اور مسلمانوں کو پناہ دی اسی کو آج بھی پناہ گاہ بنایا جا سکتا ہے۔ غرض مسجد اول بھی ہے اور آخر بھی۔ ظاہر بھی ہے اور باطن بھی، دین بھی ہے اور دنیا بھی۔ مذہب بھی ہے اور سیاست بھی، تنظیم بھی ہے اور وحدۃ بھی

حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ

پس فلاح کی طرف آؤ اور مسجد کو اپنی طاقتوں کا مرکز بناؤ۔

تاریخ اسلام پر ایک طائرانہ نظر

(از جناب مولانا محمد عبدالرحمٰن خانصاحب صدر حیدرآباد اکاڈیمی۔ حیدرآباد دکن)

آغاز خلافت بنی امیہ

(۱)

حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد اہل کوفہ نے جامع مسجد میں جمع ہو کر حضرت حسنؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس کی اطلاع امیر معاویہؓ کو ہوئی تو آپ نے اپنے لئے دوبارہ بیعت لی اور ساٹھ ہزار فوج لیکر کوفہ کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت حسنؓ بھی چالیس ہزار فوج کے ساتھ مقابلہ کے لئے نکلے۔ ساباط پہنچکر اہل لشکر کو دیکھا تو وفاداری مشتبہ پائی گئی۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ آیا وہ جنگ پر آمادہ ہیں یا نہیں، اگر نہیں تو وہ مجبور نہیں کئے جاتے۔ اس پر ایک ہنگامہ برپا ہوا اور بدمعاشوں نے آپ کے ساتھ بدتمیزی کی۔ بالآخر ربیعہ اور ہمدان کے قبیلوں نے ان کو سزا دی۔ جب آپ مدائن کی طرف چلے تو راستہ میں جراح بن قبیصہ خارجی نے آپ کو نیزہ مار کر مجروح کیا۔ مدائن میں علاج کرنے پر زخم مندمل ہو گیا۔ تب آپ نے قیس بن سعد بن عبادہ کو بارہ ہزار سپاہ دیکر بطور مقدمۃ الجیش آگے بھیجا وہ انبار میں ٹھیر گئے۔ امیر معاویہؓ نے اس لشکر کا محاصرہ کر لیا اور عبداللہ بن عامر کو پیغام صلح کے ساتھ حضرت حسنؓ کی خدمت میں بھیجا۔ اہل عراق کا جو عمل پہلے ہی سے مشتبہ ہو چکا تھا اب وہ صلح کے حامی ہو گئے۔ یہ رنگ دیکھکر حضرت حسنؓ امیر معاویہؓ کے پیش کردہ شرائط صلح منظور کرنے پر مجبور ہو گئے۔ (ربیع الاول ۴۱ھ)

شرائط حسب ذیل بیان کئے جاتے ہیں:۔ اہل عراق کو امن عام دیا جائے گا۔ حضرت حسنؓ کو خزانہ کوفہ کی مجتمعہ رقم ۵۰ لاکھ درہم یکمشت دی جائے گی۔ اس کے علاوہ اہواز کا سالانہ خراج آپ کو ملا کریگا اور حضرت حسینؓ کو سالانہ ۲۰ لاکھ درہم وظیفہ مقرر ہوگا۔ عطیات وغیرہ میں بنی ہاشم کا حق دوسروں پر مرجح ہوگا۔

دس سال کی مسلسل اسلامی خونریزی اور خانہ جنگی کے بعد اس طرح صلح قرار پانے کی وجہ سے اس سال کا نام عام الجماعت قرار پایا۔ افسوس کہ اس صلح کے ساتھ ہی حسن عہد حضرت حسنؓ نے ۴۵ سال کی عمر میں (۵۰ھ) انتقال فرمایا۔ مورخین اسلام کی متفقہ رائے ہے کہ آپ کو زہر دیکر شہید کیا گیا۔ شامی مورخین اس طرف گئے ہیں کہ اس قتل میں آپ کے حرم کی سازش تھی۔ عراقی مورخ اس سازش کو سیاسی بیان کرتے ہیں۔

امیر معاویہؓ

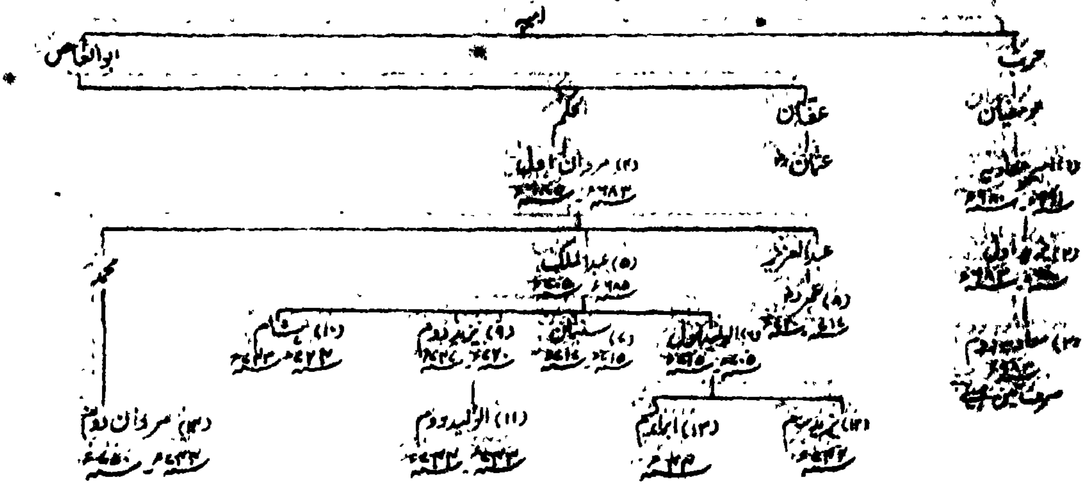
بنی ہاشم کی طرح [illegible] امیر [illegible] ان [illegible] [illegible] تعلق تھا کہ ہاشم و عبد شمس عبد مناف [illegible]

ان کے نام طالب، ابولہب، عبداللہ، عباسؓ و حمزہؓ تھے۔

آنحضرت کے سلسلۂ نسب میں ہاشم کے بھائی عبد شمس کے بیٹے کا نام امیہ تھا۔ امیہ کے بیٹے حرب و ابوالعاص تھے۔ ابوسفیان حرب کے بیٹے تھے اور امیر معاویہؓ ابوسفیان کے۔ خلفاء بنی امیہ میں صرف تین ابوسفیان کے سلسلے سے ہوئے، باقی گیارہ مروان بن الحکم کے۔ ملاحظہ ہو شجرہ۔

کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت اور بعد کی خانہ جنگیاں رونما نہ ہوتیں تو سلطنت روما کے معتد بہ حصہ کا اس زمانہ میں فتح ہونا ناممکن نہ تھا پھر بھی امیر معاویہ اور ان کے جانشینوں خصوصاً سلیمان بن عبدالملک کے زمانہ میں بلاد روم پر عرب برابر حملے کرتے رہے جن کا ذکر مفصل

شجرۂ بنی امیہ



ابوالعاص کے دو بیٹے عفان اور الحکم تھے۔ حضرت عثمانؓ عفان کے فرزند تھے۔

امیر معاویہؓ کی خلافت کا اعلان ۴۱ھ (۶۶۱ء) میں بمقام ایلیا (بیت المقدس) کیا گیا۔ آپ نے مدینہ کے عوض دمشق کو (جہاں شامی عرب اور عیسائی آپ کے بڑے حامی تھے) دارالخلافہ بنایا۔ آپ کے دستِ راست عمرو بن عاص نے قبل ازیں حضرت علیؓ کے طرفداروں سے مصر چھین لیا تھا۔ عراق کے باشندے کچھ دنوں حضرت حسنؓ کے تابع رہے۔ بعد ازاں جب آپ نے امیر معاویہؓ سے صلح کر لی تو عراق پر بھی ان کا تسلط قائم ہو گیا۔

امیر معاویہ کے اہم اسلامی خدمات عرب بحری بیڑے کی تیاری ... اور مشرقی سلطنت روما سے جنگیں

عربی کتابوں میں اور تھیوفینز (Theophanes) کی تاریخ میں بھی موجود ہے۔ جب تک امیر معاویہ خانہ جنگیوں میں الجھے رہے انھیں شہنشاہ روما کونسٹینز دوم (Constans II) سے روپیہ دے کر صلح خریدنی پڑی۔ ۳۸ھ یا ۶۵۹ء جونہی خانگی جھگڑے ختم ہوئے انھوں نے روما کا خراج بند کر دیا اور لڑائی چھیڑ دی۔ ان کے زمانہ میں دو مرتبہ قسطنطنیہ پر بحری راستہ سے فوج کشی کی گئی۔ لیکن ان حملوں سے ایشیائے کوچک اور باسفورس کے قرب و جوار کے خطۂ زمین پر عربوں کا مستقل تسلط قائم نہ ہو سکا۔ اس لئے یہاں کی زبان کبھی عربی نہ ہو سکی۔ صدیوں بعد سلجوقیوں اور عثمانی ترکوں نے اس خطۂ زمین کو اسلامی ممالک میں شامل کیا اور یہاں کی زبان بھی بدل کر ترکی ہو گئی۔ سلطنت روما عہد بنی امیہ میں

کافی طاقتور تھی۔ اس کی مزاحمت کو روکنے کے لئے امیر معاویہؓ اور ان کے جانشینوں کو سرحد پر قلعوں اور فوجی چھاونیوں کے دوہرے سلسلے قائم رکھنا ناگزیر ہوا۔ اس لئے بالائی فرات، ملاطیہ، قسطبول اذانہ، المصیصہ اور مرعش بحرِ وسط الارض (میڈیٹرینین) کے ساحل تک فوجی شاہراہوں اور پہاڑی راستوں کی حفاظت کے لئے قلعے تیار کرلئے گئے۔ جو عواصم کہلاتے تھے۔ یہ سرحد کے اندرونی حصہ میں واقع تھے۔ بیرونی حصہ میں بھی ان کے متوازی ایک سلسلہ فوجی چھاونیوں کا قائم تھا جو ثغور کہلاتے تھے۔ بنی عباسؓ کے زمانہ میں ثغور کے سلسلہ کو سرحد کے بہت پیچھے ہٹالینا پڑا۔ چنانچہ بحرِ وسط الارض کے ساحل پر اس کا سرا اولاس قرار پایا اور فرات پر شمیساط۔ بیچ میں کوہ ٹارس (Taurus) کے مشہور راستہ کلیشین گیٹس (Cilian gates.) کے جنوبی سرے پر بھی بمقام طرطوس ایک قلعہ تھا۔ ان ثغور سے عرب سپاہ وقتاً فوقتاً روما کی سرزمین پر حملے کیا کرتی تھی۔ ثغور کا یہ سلسلہ براہ راست ۵۰۰ میل لمبا تھا۔ ان علاقوں میں دونوں جانب سے بیشمار سپاہی مارے گئے۔ ایشیا کی کوئی زمین اس شدت کے ساتھ خون میں نہیں رنگی گئی۔ ٹارس کے زنجیرہ کو عبور کرنے کا ایک اور مشہور راستہ درب الحدث کہلاتا تھا جو مرعش سے ابلستین کو جاتا تھا۔

حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں جبکہ امیر معاویہؓ ملک شام کے محض گورنر یا حاکم تھے ۳۴ھ (۶۵۵ء) میں ان کا بحری بیڑہ بسر ابن ابی ارطاہ کے تحت عبداللہ ابن ابی سرح کے مصری بیڑے کے ساتھ مل کر شہنشاہ روما کونسٹینز دوم (ہرقل کے بیٹے) کی بحری افواج کو لائسیہ کے ساحل پر بمقام فینیقیہ (Phoenix) نہایت زبردست شکست دی۔ یہ اسلام کی سب سے پہلی بحری فتح تھی جس نے ذات الصواری کے لقب سے شہرت پائی۔ اس کی اہمیت خالدؓ بن ولید کی بری فتح یرموک سے کم نہ تھی۔ افسوس کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے الجھنوں کی وجہ سے عربوں نے اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا۔

قسطنطنیہ پر پہلا حملہ ۴۹ھ (۶۶۹ء) میں ہوا۔ امیر معاویہؓ نے اپنے فرزند یزید کو جن کی خلافِ شرع زندگی سے عامۂ مسلمانان ناخوش تھے اپنا جانشین نامزد کرنا چاہا تو مناسب سمجھا کہ پہلے کچھ دینی خدمت بھی اس کے ہاتھوں انجام پائے۔ اس لئے قسطنطنیہ پر بری راستہ سے فضالہ ابن عبید الانصاری کے تحت جو فوج بھیجی گئی تھی اور کیلسیڈن (قسطنطنیہ کے ایشیائی ساحل پر) موسم سرما میں خیمہ زن تھی اس کی مدد کے لئے بحری راستہ سے یزید کی سرکردگی میں عرب سپاہ روانہ کی گئی۔ اس کے ساتھ حضرت ابوایوبؓ انصاری بھی (جنھوں نے آنحضرتؐ کو بوقت ہجرت اپنا مہمان بنایا تھا۔ اور بعد کو اسلامی سپاہ کے علمبردار مقرر ہوئے تھے) بغرض خیروبرکت اس مہم میں شامل کئے گئے۔ یزید کو جب معلوم ہوا کہ رومی فوج کے ایک خیمہ میں شہنشاہ کونسٹینٹائین چہارم، (Constantine IV) کی لڑکی اور دوسرے خیمہ میں جبلہ ابن ایہم غسانی عرب بادشاہ کی لڑکی مقیم تھی تو بڑی بہادری سے اپنی سپہ گری دکھائی (جیسا کہ الاغانی اور دیگر عربی کتب میں بیان ہوا ہے) لیکن ان حملوں سے کوئی مفید نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ حضرت ابوایوب انصاریؓ کا (۵۲ھ) میں پیچش سے انتقال ہوگیا اور فوجیں واپس ہوگئیں۔ [اس مہم کا اہم اثر جو مسلمان عربوں عیسائی یونانیوں اور صدیوں بعد مسلمان ترکوں پر محسوس ہوا حضرت ابوایوبؓ انصاری کے تقدس کا اس نواح کے باشندوں کے دلوں میں احترام تھا۔ چنانچہ ان کے مزار پر فاتحہ پڑھے جانے لگے اور منتیں مانی جانے لگیں۔ ۱۴۵۳ء میں جب عثمانی سپاہ قسطنطنیہ کی دیوار کے محاذ پر لڑ رہی تھی عام روایت کے بموجب حضرت ابوایوبؓ کے مزار کے

اندر ایک عجیب و غریب روشنی مشاہدہ کی گئی جس سے بالآخر ترکی سپاہ کے حوصلے بڑھ گئے اور شہر بالآخر فتح ہو گیا۔ ان وجوہ سے گرد و نواح کے باشندوں میں حضرت ابو ایوبؓ کا احترام اور بھی زیادہ ہو گیا)

قسطنطنیہ پر دوسرا حملہ ہفت سالہ جنگ کے نام سے مشہور ہے (۵۴ھ تا ۶۰ھ مطابق ۶۷۴ء تا ۶۸۰ء) عرب فوج بحیرۂ مارمورا کے جزیرہ نمائے ارواد (Cyzicus) پر ایک بحری قیام گاہ تیار کر رکھی تھی جہاں سے ہر سال موسم گرما میں دیار روم پر حملے کئے جاتے تھے۔ (کچھ مدت کے لئے ۶۷۲ء میں جزیرہ روڈس (Rhodes) فتح کر لیا گیا تھا اور ۶۷۴ء میں جزیرہ اقریطش (Crete) روڈس کی لوٹ میں وہاں کے مشہور کولوسس (Colossus) کے دھات کے ٹکڑے نو سو اونٹوں پر لاد کر فروخت کے لئے بھیجے گئے تھے۔ عربوں کے ہاتھ سے نکل جانے کے بعد اس جزیرہ پر اسپین کے عرب بحری قسمت آزماؤں نے قبضہ کیا۔ پھر عثمانی ترکوں نے)۔ روغن نفط کے استعمال سے عربوں کے جہازوں کو آگے بڑھنے کا موقعہ نہ ملا۔ اس اثنا میں امیر معاویہؓ کا انتقال بھی ہو گیا (۶۸۰ء) اس لئے سپاہ واپس بلا لی گئی۔

(امیر معاویہ کے بعد بھی عہد بنی امیہ میں بزمانہ سلیمان (ساتواں حکمراں) قسطنطنیہ پر ایک تیسرا حملہ کیا گیا۔ اس مرتبہ بھی شہر کا محاصرہ کیا گیا۔ آنحضرتؐ سے عموماً یہ پیشین گوئی منسوب تھی کہ کسی پیغمبر کے نام والے مسلمان حکمراں کے ہاتھوں شہر قسطنطنیہ فتح ہو گا۔ سلیمان کو خیال ہوا کہ شاید یہ سعادت اس کے نصیب میں لکھی گئی ہو۔ اپنے بہادر بھائی مسلمہ بن عبدالملک کے ساتھ ایک بھاری فوج کئی سو جہازوں کے ساتھ جو روغن نفط منجنیق اور دیگر آلات حرب سے کافی مسلح تھے روانہ کی۔ اگست ۷۱۶ء سے ستمبر ۷۱۷ء تک لڑائی جاری رہی۔ مسلمہ کا سپہ سالار فوج عبداللہ البطال بڑی بہادری کر دکھاتا رہا۔ باوجود وفات سلیمان مسلمہ بھی عزم بالجزم کے ساتھ مصروف کارزار رہے لیکن قحط اور وبا کی وجہ سے شہر فتح نہ ہو سکا۔ آخر حضرت عمرؓ ابن عبدالعزیزؒ خلیفہ وقت کے حکم سے بحری فوج اور جہازوں کو شام کی طرف واپس ہونا پڑا۔ واپسی کے وقت سمندر کو طوفان سے تلاطم ہوا اور بہت سے جہاز غرق ہو گئے۔ ۷۱۷ء سے ۷۴۰ء تک سلطنت روما کا شہنشاہ لیو آئیساورین (Leo the Isaurian) ایک شامی نژاد غریب خاندان کا سپاہی تھا جو عربی بھی بولتا تھا۔ اس نے عرب سپاہ کا بڑے استقلال سے مقابلہ کیا۔ چنانچہ اسی کے زمانہ میں عبداللہ البطال ایک بعد کے حملہ میں حالت جنگ میں شہید ہوئے۔ ۷۴۰ء۔ ان کے مزار پر بھی خوش عقیدہ باشندگان ملک مسلمان اور عیسائی بڑے خلوص سے جمع ہوتے تھے۔ ایک عیسائی کلیسہ میں ان کا ایک مجسمہ بھی تیار کیا گیا۔ ترکی دور میں سید غازی البطال کا بڑا احترام کیا گیا۔ بعد کے عرب مورخین و جغرافیہ نویسوں نے مسلمہ سے مبالغہ آمیز کارنامے منسوب کئے ہیں۔ قسطنطنیہ میں ایک مسجد کی تعمیر اور خلیفہ وقت کا خطبہ پڑھا جانا۔ ایا صوفیہ کی کلیسا میں گھوڑے پر سوار ہو کر داخل ہونا۔ بمقام ابدس (Abydos) ایک پیل اور مسجد کا تیار کرانا وغیرہ۔

ان جنگوں سے متعلق یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ امیر معاویہ کے زمانہ ہی سے عرب بائزنطائنی سرحد پر ایک مجہول النسب عیسائی قوم (جو مرڈایٹ یعنی باغی کہلاتی تھی) اور اللکام کی پہاڑیوں میں گھومتی پھرتی تھی مسلمانوں سے مسلسل برسرپیکار رہا کرتی تھی۔ ان کے روکنے کے لئے ہی امیر معاویہ اور عبدالملک کو سلطنت روما سے روپیہ دیکر صلح کرنا پڑا تھا۔ عربوں نے ان کا نام جراجمہ رکھا۔

تعلق کے لحاظ سے اس موقعہ پر عہد بنی عباس کے حملۂ قسطنطنیہ کا ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے۔ ہارون الرشید کو اپنے باپ مہدی کے حکم سے بلاد روم پر فوج کشی کرنی پڑی۔ اس نے ۷۸۲ء میں اسقوطو

(Sardinia) فتح کر کے کریسو پولس (Chrysopolis) پر قبضہ کر لیا ان دونوں روما کی ملکہ آئرین (Irene) نے گھبرا کر خراج ادا کرنے کا وعدہ کر کے صلح کر لی اور ہارون الرشید فتح و نصرت کے ساتھ بغداد واپس آیا۔ اس کے بعد مسلمانوں کا اس طرف کوئی حملہ سنہ ۱۴۵۳ء تک نہیں ہوا۔)

امیر معاویہ کے عہد میں عرب خانہ جنگیوں کی وجہ سے رُکے ہوئے تھے اسلامی فتوحات کا سلسلہ پھر سے جاری ہو گیا۔ چنانچہ مغرب میں عقبہؓ ابن نافع نے شمالی افریقہ کے بربر اقوام کو فتح کر کے قیروان کا شہر (سنہ ۶۷۰ء) میں آباد کیا۔ مشرق میں عرب افواج بصرہ سے (سنہ ۶۶۳ء) میں نکل کر خراسان پہنچیں اور سنہ ۶۷۱ء تک اسے فتح کر لیا۔ پھر دریائے جیحون کو عبور کر کے سنہ ۶۷۴ء میں بخارا پر ابتدائی تسلط قائم کیا۔ امیر معاویہؓ نے فوج کی ترتیب میں چند جدید طریقے رائج کئے جن کی وجہ سے بھی شام کی عیسائی فوج ان کی بڑی مدد و معاون بن گئی۔ عمرو ابن عاص حاکم مصر، مغیرہ ابن شعبہ حاکم کوفہ، اور زیاد ابن ابیہ (جو بعد کو ابن ابوسفیان کہلانے لگے) حاکم بصرہ ان کے پرخلوص شریک کار رہے۔ عرب مورخین نے ان تین ناموں کے ساتھ خود امیر معاویہ کا نام شریک کر کے ان کے لئے چار دُہاتِ اسلام کا لقب تجویز کیا۔ انتظام حکومت کے ضمن میں انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ امیر معاویہ نے زمانہ حال کے دفتر رجسٹری کے مماثل ایک دفتر بھی قائم کیا اور محکمہ برید ڈاک کا ادارہ جو عبدالملک کے عہد میں مکمل ہوا انہی کا تجویز کیا۔

مورخین عموماً بالخصوص ملک شام کے مثلاً ابن عساکر وغیرہ ان کے حلم کی بڑی تعریف کرتے ہیں۔ خلافت راشدہ کے معیار اور خالص دینی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو ان کے متعدد عمل قابل گرفت ضرور تھے لیکن افسوس کہ ان کے جانشینوں میں (باستثناء حضرت عمر بن عبدالعزیز جو حضرت عمر ابن الخطاب کے پڑنواسے اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرتے تھے) ان کی خوبیاں بھی کسی میں نہیں پائی گئیں۔ یزید کی خلاف شرع زندگی اور اس کے زمانہ میں حضرت حسینؓ کی شہادت اور اہل بیت نبوی کے ساتھ برا سلوک ایسے واقعات ہیں کہ بنی امیہ کے دیگر تمدنی، فوجی و سیاسی خدمات کو پس پردہ ڈال دیتے ہیں۔ اگرچہ بحیثیت مجموعی بنی امیہ کے حکمرانوں کی معاشرت کا طرز (بخلاف طرز بنی عباس) زیادہ تر عربی ہی تھا۔ آئندہ صفحوں میں کوشش کی جائے گی کہ اختصار کے ساتھ ان امور کا ذکر کیا جائے۔ یہاں صرف اتنا بیان کر دینا کافی ہے کہ بنی امیہ کے عہد حکومت میں دمشق کے غوطوں اور باغات کی آب رسانی کا انتظام کیا گیا جو آج تک بھی جاری ہے۔ عبدالملک اور الولید نے بڑی بڑی مسجدیں اور عبادت گاہیں تیار کرائیں مثلاً قبۃ الصخرا، مسجد اقصا وغیرہ۔ اگرچہ اس زمانہ میں عہد بنی عباس کی طرح سائنس کی طرف عرب متوجہ ہو کر کوئی یادگار نہ چھوڑ سکے تاہم انہوں نے عربی زبان (نظم و نثر دونوں) کی کافی خدمت کی۔ (باقی)

پاکستان کا دستورِ اساسی اور "ملائیت"

(از شمس الاسلام)

پاکستان دستور ساز اسمبلی میں ۷ مارچ ۱۹۴۹ء کو وزیر اعظم پاکستان مسٹر لیاقت علی خان صاحب نے جو قرار دادِ مقاصد پیش کی تھی اور چند روز زیر بحث رہنے کے بعد آخر ۱۲ مارچ ۱۹۴۹ء کو بلا ترمیم منظور ہو گئی ہے اس کے پیش ہونے سے قبل جب اس کا متن اخبارات میں شائع ہوا تھا تو معلوم ہوا تھا کہ چند بنیادی باتوں کو اس میں مبہم بیان کیا گیا ہے۔ حالانکہ ضرورت تھی کہ بنیادی امور کو صاف و صریح الفاظ میں ادا کیا جاتا۔ اور خصوصاً قرآن و حدیث کو ماخذِ قانون قرار دینے اور تمام خلافِ شریعت احکام کی منسوخی اور آئندہ کے لئے کسی خلافِ شریعت قانون نہ بن سکنے کی تصریح ایک مستقل دفعہ میں بہت ضروری تھی۔ اور اس توضیح و تشریح کی ضرورت کو بہت سے علمائے کرام اور قانون داں حضرات نے محسوس کیا تھا۔ مگر ۷ مارچ کو قرارداد پیش کر کے وزیر اعظم صاحب نے اس کے متعلق جو توضیحی تقریر کی ہے اس سے کافی حد تک تسلی ہو جاتی ہے اور کچھ اندازہ ہونے لگتا ہے کہ "روشنی کی تحریر افق پر ظاہر ہو کر طلوع ہونے والے روزِ روشن کا پیش خیمہ بن رہی ہے۔" اس ضمن میں ہم تقریر کے بعض دوسرے حصوں کے متعلق کسی دوسرے موقع پر ذکر کریں گے۔ البتہ تقریر کے ایک خاص حصہ کے متعلق آج کی صحبت میں کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں۔

یورپ کی تاریخ میں ایک ایسا دور گذرا ہے کہ چونکہ عیسائی پاپاؤں اور پادریوں کے پاس مسیح علیہ السلام کی چند اخلاقی تعلیمات کے سوا کوئی شریعت تھی ہی نہیں۔ لہٰذا وہ اپنی مرضی سے اپنی خواہشاتِ نفس کے مطابق قوانین بناتے تھے۔ اور یہ کہہ کر نافذ کرتے تھے کہ یہ خدا کی طرف سے ہیں۔ وہ اپنی نفسانی خواہشات اور ذاتی اغراض و مصالح کو احکامِ خداوندی کا درجہ دیکر لوگوں سے اس کی اطاعت کا مطالبہ کرتے تھے اور اس طرح خدا کی بادشاہت حکومتِ الٰہیہ (تھیوکریسی) کے نام سے ایک مخصوص مذہبی طبقہ اپنے قوانین نافذ کرتا اور عملاً اپنی خدائی عام باشندوں پر مسلط کر دیتا تھا۔ اور پھر اس طرز کی "خدائی بادشاہت" نے وہ اندھیر مچایا تھا اور وہ وہ مظالم ڈھائے تھے کہ اس کی دراز دستیوں اور ستم رانیوں سے تنگ آکر ردِ عمل کے طور پر آخرکار خدا کا انکار، دہریت و الحاد، مذہب سے تنفر و بیزاری اور کم سے کم خدا و مذہب کو سیاسی معاملات اور اجتماعی زندگی سے خارج کر دینے کا جذبہ عام طور سے پیدا ہوا۔ اور میکاولی جیسے لوگوں کے فلسفۂ الحاد کو فروغ حاصل ہوا اور مذہبی حکومت کے نام تک سے لوگ بیزار و متنفر ہونے لگے۔ یہی کلیسائیت اور پاپائیت تھی۔ اور انہی پاپاؤں اور پادریوں کے خود ساختہ فتووں کی بنا پر ان کے منظورِ نظر حکمران انتہائی جبر و ظلم اور خود رائی و استبداد کے باوجود ظل اللہ اور مبرا عن العیوب قرار دیئے جاتے تھے۔ اور جس کا ردِ عمل پھر یہ ہوا کہ آخرکار مظلوم انسانوں نے خاندانی بادشاہوں اور مستبد حکمرانوں کے اس نظام کو توڑ پھوڑ کر موجودہ مغربی طرز کی جمہوریت و

اور بقول حکیم مشرقؒ آزادی کی نیلم پری کے نام سے جمہوری قبا میں دیو استبداد کی پا بہ کوبی ہے۔

ہمارے محترم وزیر اعظم صاحب کے سامنے یورپ کا وہ تاریخی زمانہ ہے دماغ پر اس دور کے واقعات کا اثر ہے۔ نیز ہاؤس کے ارکان اور عموماً انگریزی تعلیم یافتہ طبقہ کے لوگوں سے وہ خطاب کرنا چاہتے ہیں اور ان لوگوں کو تاریخ اسلام پر عبور کم اور تاریخ یورپ سے واقفیت زیادہ ہے۔ اس لئے مذہبی حکومت اور حکومت الٰہیہ کے نام سے ان یورپی معانی کی بنا پر پیدا ہونے والے توحش و گھبراہٹ دور کرنے کیلئے انہوں نے اپنی تقریر میں اس چیز کو صاف کیا ہے اور فرمایا ہے۔

لیکن میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ اس سے ہماری مراد یہ نہیں ہے کہ ہم حکمرانوں اور بادشاہوں کی ظل الٰہیت کے نظریہ کو پھر سے زندہ کر رہے ہیں، کیونکہ اسلامی تعلیم کی روشنی میں اس قرارداد کی تمہید میں خدا کی حاکمیت کو تسلیم کیا گیا ہے الخ

اور فرمایا کہ ـــــ میں نے ابھی یہ عرض کیا کہ اصل میں جمہور ہی اختیارات کے حقیقی حامل ہیں اور اس طرح قدرتی طور پر تھیوکریسی یعنی پاپائیت کی قسم کی تنگ نظرانہ مذہبی حکومت کے قیام کا خطرہ دور ہو جاتا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ تھیوکریسی کے لغوی معنی خدائی حکومت ہیں۔ لیکن اصطلاح میں تھیاکریسی کلیسائی حکومت کو کہتے ہیں جس سے مراد وہ نظام ہے جو ایسے مقدس رہبان کے ہاتھ میں ہو جس کے اختیارات کو مفوض کرنے والے وہ اہل تقدس ہوتے ہیں یا جن کے حقوق ان کی رہبانی حیثیت سے متعلق ہوں۔ یہ تصور اسلام سے قطعاً بعید ہے۔ اور میں اس پر جتنا بھی زور دوں کم ہوگا کہ اسلام رہبانیت اور کلیسائی سیادت کو تسلیم نہیں کرتا الخ

تقریر کے لب و لہجہ اور سیاق و سباق سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ محرک کا مقصد تو یہ ہے کہ پاکستان میں خدا تعالیٰ کی حاکمیت تشریعی کا نظریہ بنیادی طور سے تسلیم کیا جائے اور یہاں کی حکومت ایک مذہبی حکومت ہوگی جو اپنے اختیارات خدا تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود کے اندر نیابتاً استعمال کرے گی۔ لیکن اسی خطرہ کے پیش نظر کہ حکومت الٰہیہ کا نام سنکر تاریخ یورپ کا مطالعہ کرنے والے کہیں گھبرا نہ جائیں کہ شاید وہی پاپائیت اور ایک مخصوص مذہبی طبقہ کی ذاتی خواہشات اور ظل الٰہی قسم کی حکومت ہم پر مسلط کی جارہی ہے۔ محرک توضیحاً کچھ ذکر کر رہا ہے اور بتاتا ہے کہ یورپ اور یا یورپ کے شاگرد جس تھیوکریسی سے واقف ہیں اسلامی تھیوکریسی اس سے بالکل مختلف ہے۔ البتہ یہاں پر جناب وزیر اعظم صاحب کو ذرا کھل کر کہنا چاہئے تھا کہ اسلام جس تھیوکریسی کو پیش کرتا ہے وہ کسی مخصوص مذہبی طبقہ کے ہاتھ میں نہیں ہوتی۔ بلکہ عام مسلمانوں کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ اور یہ عام مسلمان اسے خدا کی کتاب اور اس کے رسولؐ کی سنت کے مطابق اپنے منتخب اور قوم میں اعلیٰ اخلاق و کردار والے نمائندوں کے ہاتھ چلاتے ہیں مگر اس کو "جمہور کے اختیارات" کے پردہ میں انہوں نے بیان فرمادیا۔

اس تقریر کو سن کر دو مختلف نظریات کے لوگوں نے مختلف قسم کے اثرات لئے اور کچھ بعض اخبارات اور ریڈیو کے خبروں والے حصہ کے ترجمے نے جو کہ اصل نشر کردہ اردو ترجمہ کے خلاف تھا ان کے اس تاثر میں مدد دی۔ ریڈیو کی خبر میں اور بعض اخبارات میں اصل الفاظ کلیسائیت و پاپائیت کی بجائے ملائیت و پیر پرستی کے الفاظ شائع کر گئے۔ بعض مذہبی خیال کے دیندار لوگوں نے جب یہ سنا اور اخبارات میں دیکھا تو یہ سمجھکر ناراض و متاثر ہوگئے کہ وزیر اعظم صاحب کا یہ مطلب ہے کہ پاکستان میں قرآن و حدیث یا احکام الٰہی کی وہ تعبیر و تشریح نہیں مانی جائیگی جو علماء دین پیش کریں گے۔ اور اسی کو ملائیت و پیر پرستی قرار دیکر اسلام سے بعید کہا گیا ہے۔ اور آئندہ ہوگا یہ کہ

قرآن وحدیث سے بالکل ناواقف اور علماً وعملاً اسلام سے کوسوں دور چند مغرب زدہ لوگ جس چیز کو اسلام قرار دیں گے وہ اسلام اور احکام خداوندی کے نام سے پاکستان میں جاری ونافذ ہوگا اور جب یہ ہے تو پاکستان اسلامی حکومت کیسے بنی؟

اور اسی طرح یہی مراد لیکر بعض مغرب زدہ اور اسلامی نظام کے خائف حضرات خوش ہوئے کہ اچھا ہوا مُلّا ازم سے تو بچ گئے یعنی علماء کرام کی تشریحات سے نجات ہوئی۔ ہم یا ہم جیسے مغربی ذہنیت رکھنے والے جس کو اسلام بتادیں گے وہی اسلام حکومت کے ہاں مقبول ہوگا۔ اور ہمیں اپنی موجودہ زندگیوں میں کوئی تبدیلی نہیں کرنی پڑے گی۔ بلکہ اسی کو ہم اپنے وکیلانہ زورِ استدلال سے اسلام ثابت کرکے من مانی کارروائیاں کریں گے۔

لیکن سیاق وسباق اور وزیر اعظم صاحب کے لب ولہجہ سے جہاں تک ہم سمجھے ہیں نہ اول طبقہ کی ناراضگی درست ہے اور نہ دوسرے گروہ کی خوشی بلکہ معاملہ بالعکس ہونا چاہئے۔

وزیر اعظم صاحب نے کلیسائیت وپاپائیت یا اس طرز وانداز کی ملائیت کی تردید کی ہے جس نے یورپ میں تباہی وبربادی مچائی تھی اور جس میں کسی خدائی سند اور پیغمبر کے قول وعمل کے ثبوت کے بغیر خود اپنی خواہشاتِ نفس کو قانون اور حکم الٰہی کا درجہ دیا جاتا تھا اور علماء کرام نے کبھی یہ نہیں کہا کہ ہم کو براہِ راست حکم دینے قانون بنانے اور تحلیل وتحریم کا کچھ اختیار حاصل ہے یا صرف ہم میں کسی خاص طبقہ وگروہ اور خاص نسل وخاندان کے سوا کسی اور اہل اور ماہر قرآن وحدیث کو تشریح وتعبیر کتاب وسنت کا حق حاصل نہیں ہے۔ علماء کرام نے جب بھی کہا صرف اتنا ہی کہا کہ قرآن وحدیث کی سند سے ان اصول استدلال کے ماتحت ہم یہ بتادیتے ہیں کہ اس معاملہ میں خدا کا حکم یہ ہے۔ اور اس میں کیا شک ہوسکتا ہے کہ قرآن وحدیث کی تعبیر وتوضیح اور منشاءِ شریعت کو معلوم کرکے متعین کرنے کا حق یقیناً ان لوگوں کو حاصل ہوسکتا ہے جنھوں نے اپنی عمر کا بیشتر حصہ بلکہ ساری زندگی اس کے حصول ومطالعہ اور اس کے معانی ومفہوم کے ادراک وفہم میں گزاری ہو۔ آخر یہ تو ایک حقیقت ہے کہ کسی قانون کی تعبیر وتشریح وہی قانون داں بخوبی کرسکتے ہیں جنھوں نے اس قانون کے سمجھنے سمجھانے میں کوششیں کی ہوں سو وزیر اعظم صاحب کی تقریر میں علماء دین اور ماہرین قرآن وحدیث کے اس حق تشریح کا کوئی انکار نہیں کیا گیا۔ بلکہ ساری تقریر سے یہی مترشح ہوتا ہے کہ ان بنیادوں پر اٹھنے والی عمارت صرف وہی لوگ تعمیر کرسکیں گے جو اسلام کے بنیادی تقاضوں سے خوب واقف اور قوانین اسلام کے اچھے ماہر ہوں اور جنھیں اسلامی معاشرہ قائم کرنے کے علمی اور عملی طریقے بخوبی آتے ہوں۔ اور اگر صرف اسی چیز کا نام بھی ملائیت رکھا جائے تو پھر ساری تقریر مسلمان قوم کو مُلّا بننے کی دعوت ہے۔ الغرض تقریر کے اس حصہ سے دینداروں کو ناامید نہ ہونا چاہئے اور مغرب زدوں کی مسرت بے جا ہے۔

نیز وزیر اعظم صاحب نے ظل اللٰہیت کے نظریہ کی تردید کرکے قوم کو بتا دیا ہے کہ حکومتِ پاکستان کا کوئی صدر اعظم، اور کوئی وزیر وامیر یا چھوٹا بڑا افسر مختار مطلق اور بے عیب قرار نہیں دیا جائے گا بلکہ قوم کے ہر فرد کو قرآن وحدیث کے قوانین کی رو سے اس پر جائز تنقید کا پورا حق حاصل ہوگا۔ اور ایک عام مسلمان کی طرح حکمران کابینہ کے ارکان بھی قانون خدا ورسول کے مطابق قابل مواخذہ ہوسکیں گے۔

دستور ساز اسمبلی میں مولانا عثمانی کی تقریر

مسٹر لیاقت علی خاں وزیر اعظم پاکستان کی قرارداد مقاصد پر مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی زید مجدہم نے جو مدلل اور مبسوط تقریر ارشاد فرمائی ہے وہ بہت جامع اور تمام گوشوں کو خوب اچھی طرح سے بے نقاب کرنے والی اور حکیمانہ ہے۔ آج ضرورت ہے کہ مولانا کی تقریر کا ایک ایک لفظ پاکستان کے ہر مسلم و غیر مسلم کے کانوں تک پہنچایا جائے۔ مولانا ممدوح کا علم و فضل، تفقہ فی الدین اور بے نظیر خطابت و فصاحت پاکستان بھر میں ممتاز درجہ رکھتی اور ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ مسلمانانِ پاکستان کے مطالبہ اور اسمبلی کے اندر مولانا ممدوح کی جدوجہد سے قرارداد مقاصد اس طور پر مرتب ہو کر منظور ہو گئی ہے۔ جس سے آئینی طور پر مملکت پاکستان کو اسلامی ریاست کی حیثیت حاصل ہو گئی ہے۔ مولانا نے اپنی تقریر میں ان باتوں کا صاف صاف ذکر کیا ہے جن کو واضح طور سے تسلیم کرنے ہی سے وہ مقاصد حاصل ہو سکتے ہیں جن کا قرارداد میں ذکر کیا گیا ہے۔

اس لئے اب امید ہے کہ حضرت مولانا دستور ساز کمیٹی میں یہ جدوجہد جاری رکھیں گے کہ اس قرارداد کے الفاظ اور ان کے مضمرات و مقتضیات کی روح اور منشا کے عین مطابق دستور پاکستان مرتب کیا جائے اور اس صورت میں یقیناً یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ ریاست کے قانون کا ماخذ کتاب و سنت کے سوا کوئی اور شے نہیں۔ مولانا ممدوح تو اپنی جدوجہد جاری رکھیں گے لیکن ضرورت ہے کہ جمہور مسلمین بھی اپنے نمائندوں پر بار بار یہ واضح کریں کہ وہ دستور کو قرارداد مقاصد کے عین مطابق مرتب کریں۔ اور اس سلسلہ میں ان ماہر علوم دینیہ علماء کرام کا جو تقاضائے وقت کو بھی خوب اچھی طرح جانتے ہیں تعاون حاصل کریں۔ نیز اسلامی ماحول پیدا کرنے کے لئے ابھی سے ایک منظم پروگرام بنا کر عملی اقدام کریں۔

[مولانا ممدوح کی وہ بصیرت افزا تقریر دفتر جمعیۃ علماء اسلام کراچی سے کتابی صورت میں شائع ہو چکی ہے جو درج ذیل ہے (ندائے حرم)]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب صدر محترم!

"قرارداد مقاصد" کے عنوان سے جو مقدس اور محتاط تجویز آنریبل مسٹر لیاقت علی خاں نے ایوانِ ہذا کے سامنے پیش کی ہے میں نہ صرف اس کی تائید کرتا ہوں بلکہ آج اس بیسویں صدی میں جبکہ ملحدانہ نظریاتِ حیات کی شدید کشمکش اپنے انتہائی نقطۂ عروج پر پہنچ چکی ہے ایسی چیز کے پیش کرنے پر موصوف کے عزم و ہمت اور جرأت ایمانی کو مبارکباد دیتا ہوں۔

اگر غور کیا جائے تو یہ مبارکباد فی الحقیقت میری ذات کی طرف سے نہیں بلکہ اس پسی ہوئی اور کچلی ہوئی روحِ انسانیت کی جانب سے ہے جو خالص مادہ پرست طاقتوں کی حریفانہ حرص و آز اور رقیبانہ ہوسناکیوں کے میدانِ کارزار میں مدتوں سے پڑی کراہ رہی ہے اس کے کراہنے کی آوازیں اس قدر درد انگیز ہیں کہ بعض اوقات اس کے سنگ دل قاتل بھی گھبرا اٹھتے ہیں۔ اور اپنی جارحانہ حرکات پر نادم ہو کر تھوڑی دیر کے لئے دوا تلاش کرنے لگتے ہیں مگر پھر علاج و دوا کی جستجو میں وہ اس لئے ناکام رہتے ہیں کہ مرض کا جو اصلی سبب ہے اسی کو دوا اور اکسیر شفا سمجھ لیا جاتا ہے یہ تو وہی بات ہوئی کہ ؎

میرؔ کیا سادہ ہیں بیمار ہوئے جس کے سبب
اسی عطار کے لڑکے سے دوا لیتے ہیں

یاد رکھئے! دنیا اپنے خود ساختہ اصولوں کے جس جال میں پھنس چکی ہے اس سے نکلنے کے لئے جس قدر پھڑپھڑائے گی، اسی قدر جال کے حلقوں کی گرفت اور زیادہ سخت ہوتی جائے گی۔ وہ

صیح راستہ گم کرچکی ہے جوراستہ اب اختیار کر رکھا ہے اس پر جتنے زور سے بھاگے گی وہ حقیقی نوزو فلاح کی منزل سے دور ہی ہوتی چلی جائے گی۔

ہم کو اپنے نظام حیات کے درست طور کامیاب بنانے کے لئے ضروری ہے کہ ہمارا انجن جس لائن پر اندھا دھند چلا جارہا ہے اسے تبدیل کریں۔ اور جس طرح بعض دفعہ لائن تبدیل کرتے وقت گاڑی کو کچھ پیچھے ہٹانا پڑتا ہے ایسے ہی صیح لائن پر آگے بڑھنے کی غرض سے ہم کو کچھ پیچھے ہٹنا پڑے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ اگر ایک شخص کسی راستہ پر بے تحاشا دوڑ رہا ہے اور ہم دیکھیں کہ چند قدم آگے بڑھنے پر وہ کسی ہلاکت کے غار میں جا پڑے گا تو ہم خاموش نہیں رہ سکتے۔ اسے ادھر سے پیچھے ہٹا کر صاف اور سیدھی شاہراہ پر ڈالنے کی کوشش کریں گے۔

یہی حال آج دنیا کا ہے۔ اگر ہماری اس نئی اور بے چین دنیا کو اپنے تباہ کن مصائب سے چھٹکارا حاصل کرنا ہے تو اسے حالات کا بالکل جڑ بنیاد سے ازسرِ نو جائزہ لینا ہوگا۔ کسی درخت کی شاخوں اور پتوں پر پانی چھڑکتے رہنا بے کار ہے۔ اگر اس کی جڑ جو سینکڑوں من مٹی کے نیچے دبی ہوئی ہے مضبوط نہ ہو۔ آج کے بہت سے بکھرے ہوئے مسائل خواہ ان سے آپ کو کتنی ہی دلچسپی اور شغف کیوں نہ ہو کبھی ٹھیک طور پر سنور اور سلجھ نہیں سکتے جب تک ان کے اصول بلکہ اصل الاصول درست نہ ہو جائیں۔ قدامت پرستی اور رجعت پسندی کے طعنوں سے نہ گھبرائیے بلکہ کشادہ دل و دماغ کے ساتھ ایک متجسسِ حق کی طرح الجھی ہوئی ڈور کا سرا پکڑنے کی کوشش کیجئے۔ جو باتیں طاقتور اور ذی اقتدار قوموں کے زبردست پروپیگنڈہ یا غیر شعوری طور پر ان کے حاکمانہ اقتدار اور مسحور کن مادی ترقیات کے زور و اثر سے بطور مسلمات عامہ۔ اصول موضوعہ اور مفروضہ عنہا صداقتوں کے تسلیم کرلی گئی ہیں، ان ہی پر تجدیدِ فکر و نظر کی ضرورت ہے۔ اس پکے ارادے کے ساتھ کہ جس چیز پر ہم صدیوں کی کاوشوں کے نتیجہ میں اعتقاد جمائے بیٹھے تھے۔ وضوحِ حق کے بعد ایک لمحہ کے لئے اس پر قائم رہنا ہم جرم عظیم سمجھیں گے اگر دنیا کو انسانیت کی حقیقی فلاح کے لئے کسی نتیجہ پر پہنچنا ہے تو اسے ان قدیم اور راسخ نظریات پر ضرور غور کرنا ہوگا جنھیں مادی و معاشی مسابقت کی بے تحاشا دوڑ میں بہت سی قومیں پیچھے چھوڑ آئی ہیں۔ اسے یوں خیال کیجئے کتنی صدیوں تک سکون ارض کے متعلق بطلیموس کا نظریہ دنیا پر مستولی رہا۔ فیثاغورس کی آواز پر کسی نے توجہ نہ کی۔ پھر ایک وقت آیا کہ ہزاروں من مٹی کے نیچے دبا ہوا بیج جو فیثاغورس دبا گیا تھا۔ زمین کے سینہ کو چاک کرکے باہر نکلا اور برگ و بار لاکر رہا۔ سچائی کا پرستار کبھی اس کی پروا نہیں کرتا کہ کسی زمانہ میں یا طویل عرصہ تک لوگ اس کے ماننے سے آنکھیں چرائیں گے۔ یا ناک بھوں چڑھائیں گے۔ حق اکیلا رہ کر بھی حق ہی رہتا ہے اسے یقین ہے کہ ایک دن ضرور آئیگا جب اس کے جھٹلانے والے زمانہ کے دھکے کھا کھا کر اسی کے دامن میں پناہ لینے پر مجبور ہوں گے۔ آج وہ دن قریب آرہا ہے اور جیسا کہ آنریبل مسٹر لیاقت علی خاں نے فرمایا

"روشنی کی تحریر افق پر ظاہر ہو کر طلوع ہونے والے روز روشن کا پیش خیمہ بن رہی ہے"

ضرورت ہے کہ ہم اپنے کو خفاش صفت ثابت نہ کریں جو دن کی روشنی کو دیکھنے کی تاب نہیں لاسکتی۔ پاکستان مادیت کے بھنور میں پھنسی ہوئی اور دہریت و الحاد کی اندھیریوں میں بھٹکتی ہوئی دنیا کو روشنی کا ایک مینار دکھانا چاہتا ہے۔ یہ دنیا کے لئے کوئی چیلنج نہیں بلکہ انسانیت کے لئے پرامن پیغام حیات و نجات ہے

اور اطمینان وخوش حالی کی راہ تلاش کرنے والوں کے لئے سہولت مہیا کرتا ہے۔ ہمارا غیر متزلزل عقیدہ ہے کہ دنیا کے لئے عموماً اور پاکستان کے لئے خصوصاً کسی قسم کا نظام تجویز کرنے سے پہلے پوری قطعیت کے ساتھ یہ جان لینا ضروری ہے کہ اس تمام کائنات کا جس میں ہم سب اور ہماری یہ مملکت بھی شامل ہے مالک اصلی اور حاکم حقیقی کون ہے؟ اور ہے یا نہیں۔ اب اگر ہم اس کا مالک کسی خالق الکل اور مقتدر اعلیٰ ہستی کو مانتے ہیں (جیسا کہ میں خیال رکھتا ہوں کہ اس ایوان کے تمام ارکان واعضاء کا یہ عقیدہ ہوگا) تو ہمارے لئے یہ تسلیم کرنا ناگزیر ہوگا کہ کسی مالک کی خصوصاً اس مالک علی الاطلاق کی ملک میں ہم اسی حد تک تصرف کرنے کے مجاز ہیں۔ جہاں تک اپنی مرضی سے وہ ہمیں اجازت دیدے ملک غیر میں کوئی غاصبانہ تصرف ہمارے لئے جائز نہیں ہوسکتا۔ پھر ظاہر ہے کہ کسی مالک کی اجازت ومرضی کا علم اس کے بتلانے ہی سے ہوسکتا ہے۔ سو اللہ تعالیٰ نے پیغمبر اسی لئے بھیجے اور وحی ربانی کا سلسلہ اسی لئے قائم کیا کہ انسانوں کو اس کی مرضی اور اجازت کی صحیح حدود معلوم کرادی جائیں۔ اسی نقطۂ خیال کے پیش نظر ریزولیوشن میں "اسی کی مقرر کردہ حدود کے اندر" کے الفاظ رکھے گئے ہیں۔ اور یہ وہی بنیادی نقطہ ہے جہاں سے دینی اور خالص مادی حکومتوں کی لائنیں ایک دوسرے سے الگ ہوجاتی ہیں۔

یہ نظریہ کہ دین ومذہب کا تعلق انسان اور اس کے مالک سے ہے۔ بندوں کے باہمی معاملات سے اسے کچھ سروکار نہیں نہ سیاست میں اس کا کوئی دخل ہے، اسلام نے کبھی تسلیم نہیں کیا ممکن ہے دوسرے مذاہب جو آجکل دنیا میں موجود ہیں، ان کے نزدیک یہ نظریہ درست ہو اور وہ خود کسی جامع وحاوی نظامِ حیات سے تہی دامن ہوں۔ مگر جہاں تک اسلام کا تعلق ہے ایسے تصور کی اس میں کوئی گنجائش نہیں بلکہ اس کی تمام تر تعلیمات اس باطل تصور کی دشمن ہیں۔

قائداعظم مرحوم نے اگست ۱۹۴۴ء میں گاندھی جی کے نام جو خط لکھا تھا اس میں لکھتے ہیں کہ

"قرآن مسلمانوں کا ضابطۂ حیات ہے۔ اس میں مذہبی اور مجلسی، دیوانی اور فوجداری، عسکری اور تعزیری، معاشی اور معاشرتی، غرضیکہ سب شعبوں کے احکام موجود ہیں۔ مذہبی رسوم سے لیکر روزانہ کے امور حیات تک۔ روح کی نجات سے لیکر جسم کی صحت تک۔ جماعت کے حقوق سے لیکر فرد کے حقوق وفرائض تک۔ دنیوی زندگی میں جزا وسزا سے لیکر عقبیٰ کی جزا وسزا تک ہر ایک فعل، قول اور حرکت پر مکمل احکام کا مجموعہ ہے لہذا جب میں یہ کہتا ہوں کہ مسلمان ایک قوم ہے تو حیات ومابعد حیات کے ہر معیار اور پیمانہ کے مطابق کہتا ہوں۔"

۱۹۴۵ء میں قائداعظم نے عید کا پیغام دیتے ہوئے کہا

"ہر مسلمان جانتا ہے کہ قرآنی تعلیمات محض عبادات واخلاقیات تک محدود نہیں بلکہ قرآن کریم مسلمانوں کا دین وایمان اور قانونِ حیات ہے۔ یعنی مذہبی، معاشرتی، تجارتی، تمدنی، عسکری، عدالتی اور تعزیری احکام کا مجموعہ ہے۔ ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم کو یہ حکم ہے کہ ہر مسلمان کے پاس اللہ کے کلام پاک کا ایک نسخہ ضرور ہو اور وہ اس کو بغور وخوض مطالعہ کرے تاکہ یہ اس کی انفرادی واجتماعی ہدایت کا باعث بھی ہو۔"

قائداعظمؒ نے بارہا ان خیالات وعزائم کا اظہار کیا ہے، کیا ایسی واضح ومکرر تصریحات کے بعد یہ کہنے کی کوئی شخص جرأت کرسکتا ہے کہ سیاست وحکومت مذہب سے کوئی علاقہ نہیں رکھتی۔

یا یہ کہ اگر آج قائد اعظم زندہ ہوتے تو یہ تجویز مقاصد پیش نہیں ہوسکتی تھی؟

قرآن حکیم میں صاف صاف ارشاد ہے۔ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا۔ اور وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ ۔ ۔ ۔ ۔ الظَّالِمُونَ ۔ ۔ ۔ الْفَاسِقُونَ۔

(رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں فرمایا کہ تم سے پہلی امتوں کی زمام سیاست انبیا کے ہاتھ میں رہتی تھی جب ایک نبی اٹھایا جاتا تو دوسرا نبی آتا تھا۔ لیکن میرے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے۔ ہاں خلفاء ہوں گے جو انبیاء کے کام کو سنبھالیں گے۔) (صحیح بخاری بمعناہ)

اس موقعہ پر یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اسلام میں دینی حکومت کے معنی "پاپائیت" یا "کلیسائی حکومت" کے نہیں۔ بھلا جس بت کو قرآن نے اِتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ کہہ کر توڑا ہے کیا وہ اسی کی پرستش کو جائز رکھ سکتا ہے۔

اسلامی حکومت سے مراد وہ حکومت ہے جو اسلام کے بتائے ہوئے اعلیٰ اور پاکیزہ اصول پر چلائی جائے۔ اس لحاظ سے وہ ایک خاص قسم کی اصولی حکومت ہوگی۔ ظاہر ہے کہ کسی اصولی حکومت کو چلانا خواہ مذہبی ہو یا غیر مذہبی (جیسے روس کی اشتراکی حکومت) درا‌صل ان ہی لوگوں کا کام ہوسکتا ہے جو ان اصول کو مانتے ہوں۔ جو لوگ ان اصولوں کو نہیں مانتے۔ ایسی حکومت انتظام مملکت میں ان کی خدمات تو ضرور حاصل کر سکتی ہے مگر مملکت کی جنرل پالیسی یا کلیدی انتظام کی باگ ان کے ہاتھ میں نہیں چھوڑ سکتی۔

اسلامی حکومت اصل سے انسانی حکومت نہیں بلکہ نیابتی حکومت ہے۔ اصل حاکم خدا ہے۔ انسان زمین پر اس کا خلیفہ (نائب) ہے۔ جو حکومت در حکومت کے اصول پر دوسرے مذہبی فرائض کی طرح نیابت کی ذمہ داریوں کو بھی خدا کی مقرر کردہ حدود کے اندر پورا کرتا ہے۔

مکمل اسلامی حکومت۔ حکومت راشدہ ہوتی ہے لفظ "رشد" حکومت کے انتہائی اعلیٰ معیار حسن و خوبی کو ظاہر کرتا ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ حکومت۔ حکومت کے کارکن اور مملکت کے عوام کو نیکو کار ہونا چاہئے۔ قرآن نے حکومت اسلامی کی یہ ہی غرض و غایت قرار دی ہے کہ وہ انسانوں کو اپنے دائرہ اقتدار میں نیکیوں کا حکم دے اور برائیوں سے روکے۔

اسلام آجکل کی سرمایہ پرستی کے خلاف ہے۔ اسلامی حکومت اپنے خاص طریقوں سے جو اشتراکی طریقوں سے الگ ہیں جمع شدہ سرمایہ کی مناسب تقسیم کا حکم دیتی ہے۔ اس کو دائر و سائر رکھنا چاہتی ہے۔ مگر اس کام کو اخلاقی نیز قانونی طریقہ پر عام خوشدلی عدل اور اعتدال کے ساتھ کرتی ہے۔ اسلامی حکومت شخصی ملکیت کی نفی نہیں کرتی۔ مناسب حد تک رائس المال رکھنے کی اجازت دیتی ہے۔ زائد سرمایہ کے لئے ہی بیت المال قائم کرتی ہے جس میں سب کے حقوق مشترک ہیں اور اس سرمایہ کی تقسیم سے سرمایہ اور افلاس کے درمیان توازن اور اعتدال کو بحال رکھتی ہے۔ شوریٰ اسلامی حکومت کی اصل ہے۔ (وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ) اسلامی حکومت دنیا میں پہلا ادارہ ہے جس نے شہنشاہیت کو ختم کرکے استصواب رائے عامہ کا اصول جاری کیا اور بادشاہ کی جگہ عوام کے انتخاب کردہ امام (قائد حکومت) کو عطا فرمائی۔ محض توریث یا جبر و استبداد کے راستوں سے بادشاہ بن بیٹھنا اور اسی طرح ڈکٹیٹرشپ قائم کرنا اسلام کے منشاء کے سراسر خلاف ہے۔ وہ جمہور کی مرضی اور

ان ہی کے ہاتھوں سے اسٹیٹ کو اقتدار و اختیار دلاتا ہے۔ ہاں انھیں یہ حق نہیں دیتا کہ وہ امارت کی کوئی تنظیم نہ کریں اور اقتدار اپنے ہی پاس روک کر انتشار، ابتری اور طوائف الملوکی پھیلادیں۔

یہ اونیت کا ایسا شرف ہے جو اسلامی حکومت کو دنیا کی تمام جمہوریتوں کو حاصل ہے۔

اسلامی سلطنت کا بلند ترین منتہائے خیال یہ ہے کہ سلطنت کی بنار جغرافیائی، نسلی، لونی، حرفتی اور طبقاتی قیود سے بالاتر ہوکر انسانیت اور ان اعلیٰ اصولوں پر ہو جن کی تشیید و ترویج کے لئے وہ قائم کی جاتی ہے۔ اسلامی حکومت پہلی حکومت ہے جس نے اس منتہائے خیال کو پورا کرنے کے لئے اپنی خلافتِ راشدہ کی بنیاد انسانیت پر رکھی۔ یہ حکومت اپنے کاموں میں رائے عامہ، مساوات حقوق، آزادئ ضمیر اور سادگی کا امکانی حد تک خیال رکھتی ہے۔

اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ اپنے قلمرو میں بسنے والے تمام غیر مسلموں کی (جو معاہد یعنی وفادار ہوں) جان و مال، آبرو، مذہبی آزادی اور عام شہری حقوق کی پوری حفاظت کرے۔ اگر کوئی طاقت ان کے جان و مال وغیرہ پر دست اندازی کرے تو حکومت اس سے جنگ کرے اور ان پر کوئی ایسا بار نہ ڈالے جو ان کے لئے ناقابل تحمل ہو۔ جو ملک صلحاً حاصل ہوا ہو وہاں کے غیر مسلموں سے جو شرائط طے ہوئی ہوں، ان کی پوری پوری پابندی کی جائے۔ پھر غیر مسلموں کے یہ حقوق محض اکثریت کے رحم و کرم پر نہیں بلکہ خدا کا عائد کیا ہوا ایک فرض ہے جس سے کسی وقت انحراف جائز نہیں۔

اس کے بعد دینی حکومت کی مزعومہ خرابیوں کا جہاں تک تعلق ہے۔ جواب میں اتنا کہنا کافی ہوگا کہ علم و تحقیق کی روشنی میں موجودہ ترقی یافتہ حکومتوں کے طور طریقوں کو خلفاء اربعہ کے بے داغ عہد حکومت کے مقابلے میں رکھکر مفاد عامہ کے لحاظ سے وزن کرلیا جائے۔ آج ظلم و جبر، عہد شکنی، مالی دستبرد، کشت و خون، بربادی و ہلاکت، انسانی جماعتوں کی باہمی دشمنی، افراد کی عدم مساوات اور جمہور کے حقوق کی پامالی کی جو مثالیں دور بین سے دیکھے بغیر نظر آرہی ہیں۔ خلفاء کے ترقی یافتہ عہد میں اس کا خفیف سا نشان بھی نہ ملے گا۔ غرضیکہ بیان کردہ خرابیاں مذہبی طرز حکومت کی خرابیاں نہیں ہیں، بلکہ ان انسانی گمراہیوں سے اخذ کی گئی ہیں جنھوں نے خالص مادی طرزِ حکومت کی داغ بیل ڈالی ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ گاندھی جی نے اسی نکتہ کی طرف اشارہ کیا تھا جب ۱۹۳۷ء میں اپنے کانگریسی وزراء کو یہ ہدایات دیں کہ تم ابوبکرؓ اور عمرؓ کی سی حکومت قائم کرو۔ نیز قائد اعظم مرحوم نے دستور کی اسی اساس کی طرف اشارہ کیا تھا۔ جب ۱۹۴۳ء میں بمقام جالندھر آل انڈیا اسٹوڈنٹس فیڈریشن کی صدارت کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے خیال میں مسلمانوں کا طرز حکومت آج سے ساڑھے تیرہ سو سال قبل قرآن حکیم نے منفصل کردیا تھا۔"

انھوں نے نومبر ۱۹۴۵ء میں پیر صاحب مانکی شریف کے نام جو خط لکھا اس میں صاف صاف لکھدیا تھا کہ "اس بات کے کہنے کی ضرورت ہی نہیں کہ قانون بنانے والی جماعت جس میں بہت زیادہ اکثریت مسلمانوں کی ہوگی پاکستان کے لئے ایسے قانون بنا سکے گی جو اسلامی قانون کے خلاف ہو اور نہ ہی پاکستانی غیر اسلامی قانون پر عمل کرسکیں گے۔"

اس قسم کے اعلانات قیام پاکستان سے پہلے قائد اعظم اور دوسرے زعماء لیگ کی طرف سے برابر ہوتے رہے جن کا بخوف طوالت ہم استیعاب نہیں کرسکتے۔ بہرحال ان بیانات کے پڑھنے کے بعد

کسی مسلم یا غیر مسلم کو ہمارے مقصد اور مطمح نظر کو سمجھنے میں کوئی ابہام واشتباہ نہیں رہ سکتا۔ اور جس قدر باتیں آئین و نظام اسلامی کے متعلق بطور اعتراض آج کہی جارہی ہیں، ان سب کے سوچنے کا وقت وہ تھا جب پوری صراحت کے ساتھ یہ اعلانات کئے جارہے تھے۔ جب یہ سب کچھ جان کر اور سمجھ کر دوسری قوم نے تقسیم ہند کے فیصلہ پر دستخط کئے اور پاکستان کی اقلیت نے ان مقاصد کو مانتے ہوئے ہمارے ساتھ اشتراک عمل کیا۔ اب پاکستان قائم ہونے کے بعد اس نقطۂ نظر سے انحراف کی کوئی وجہ جواز ان کے پاس موجود نہیں۔ انہیں یہ بھی معلوم ہے کہ انڈین یونین کا قیام تو ہندو اور نیشنلسٹ مسلمانوں کی مخلوط مساعی سے عمل میں آیا ہے۔ لیکن پاکستان کا حصول خالص مسلم قوم کی مساعی اور قربانیوں کا رہین منت ہے اور ان کی قومی خصائص و ممیزات کے تحفظ کا داعیہ اس کا محرک ہوا ہے۔ اب اگر ایسی سیدھی اور صاف بات کو بھی بھلا دیا جائے تو اس کا کچھ علاج ہمارے پاس نہیں۔ اس موقع پر یہ بات بھی فراموش نہ کیجئے کہ آج دنیا میں معاشی اختلال اور اقتصادی عدم توازن کی وجہ سے ملحدانہ اشتراکیت (کمیونزم) کا سیلاب ہر طرف سے بڑھتا چلا آرہا ہے۔ اس کا صحیح اور اصولی مقابلہ اگر دنیا میں کوئی نظام کر سکتا ہے تو وہ صرف اسلام کا اقتصادی نظام ہے۔ اگر ہم پاکستان یا عالم اسلامی کو اس بھیانک خطرہ سے بچانا چاہتے ہیں تو اس کی واحد صورت یہی ہے کہ پاکستان میں صحیح اسلامی نظام کا اعلان و آغاز کریں اور تمام اسلامی ممالک کو اسلام کے نام پر اسی کی دعوت دیں۔ اگر اس طرح تمام اسلامی ممالک آئینی طور پر متحد ہوگئے تو قدرتی طور پر وہ وحدت اسلامی قائم ہو جائے گی جس کی ہم سب مدت سے آرزو رکھتے ہیں۔ اور جو اشتراکیت و سرمایہ پرستی دونوں کی روک تھام کیلئے مضبوط آہنی دیوار کا کام دے گی۔

بہت سے لوگوں کو یہ خیال گذرتا ہے کہ ابھی تک ہمارا کاروبار جس ڈگر پر چل رہا ہے اسلامی نظام اور اسلامی آئین کا اعلان کر کے ہم اسے ایک دم کیسے بدل سکتے ہیں۔ یہ تو ہمارے اجتماعی حالات میں ایسا انقلاب عظیم ہوگا جو ہماری قومی زندگی کی کایا پلٹ کر دے گا اور جس کے لئے ہمیں جدید کانسٹی ٹیوشن کے کے چلانے کے لئے کثیر تعداد میں مناسب رجال کار تیار کرنے پڑیں گے اور بہت طویل عرصہ درکار ہوگا۔ میں کہتا ہوں کہ ان حضرات کا یہ خیال ایک حد تک صحیح ہے لیکن اسلامی نظام کا مطالبہ کرنے والے بھی اسے بخوبی محسوس کرتے ہیں۔ اسلامی آئین و نظام کے اعلان سے غرض یہ ہے کہ مملکت کا اصلی نصب العین اور اس کی انتہائی منزل مقصود واضح اور مستحضر ہو جائے تاکہ اسی کی روشنی میں ہمارا جو قدم اٹھے وہ ہم کو آخری منزل سے قریب تر کرنے والا ہو۔ یہ کام ظاہر ہے کہ بتدریج ہوگا اور بتدریج ہی ہو سکتا ہے جو کام فی الحال کئے جا سکتے ہیں وہ فوراً کرنے ہوں گے اور جن کاموں کے لئے سردست حالات سازگار نہیں۔ وہ فوراً نفاذ پذیر نہ ہوں گے بلکہ حکیمانہ اسلوب پر حالات کو سازگار بنانے کی ہر امکانی کوشش عمل میں لائی جائے گی۔ بہرحال انسان اسی چیز کا مکلف ہے جس کی وہ استطاعت رکھتا ہے۔ یہی وہ بات ہے جو میں تقسیم سے قبل اپنے مختلف بیانات و خطبات میں کھول کر کہہ چکا ہوں۔ چنانچہ خطبۂ لاہور میں میں نے عرض کیا تھا کہ یہ اعلیٰ اور پاک نصب العین ممکن ہے بتدریج حاصل ہو۔ تاہم ہر دوسرا قدم جو اٹھایا جائے گا انشاء اللہ پہلے قدم سے زیادہ مسلم قوم کو اس محبوب نصب العین سے قریب تر کر دے گا جس طرح رات کی تاریکی آہستہ آہستہ کم ہوتی اور دن کی روشنی

بتدریج پھیلتی ہے۔ یا جس طرح ایک پرانا مریض دھیرے دھیرے صحت کی طرف قدم اٹھاتا ہے دفعتاً و بغتۃً بیماری سے چنگا نہیں ہو جاتا اسی طرح پاکستان ہماری قومی صحت اور ہماری مکمل ترین آزادی کے نصف النہار کی طرف تدریجی قدم اٹھائیگا۔

جناب صدر محترم! آخر میں ایوان ہذا کے معزز ممبران کی خدمت میں میں عرض کروں گا کہ اس ڈھیلے ڈھالے ریزولیوشن سے گھبرانے اور وحشت کھانے کی کوئی وجہ نہیں" رہے اسلامی فرقوں کے اختلافات وہ تحریک پاکستان کی برکت سے بہت کم ہو چکے ہیں اور اگر کچھ باقی ہیں تو انشاء اللہ برادرانہ مفاہمت سے صاف ہو جائیں گے۔ کیونکہ تمام اسلامی فرقے اور ملک آج اسلامی نظام کی ضرورت کو بہت شدت کے ساتھ محسوس کر رہے ہیں اور میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ ہمارے غیر مسلم دوست بھی اگر ایک مرتبہ تھوڑا سا تجربہ کر کے دیکھ لیں گے تو اگلی پچھلی سب تلخیاں بھول جائیں گے اور بہت مطمئن رہیں گے بلکہ فخر کریں گے کہ ہم سب پاکستانیوں نے مل کر عام ہیجان و اضطراب کے زمانہ میں انسانیت عامہ کی اس قدر عظیم الشان خدمت انجام دی۔

وَمَا ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ بِعَزِيزٍ

اب بڑا اہم کام ہمارے سامنے یہ ہے کہ دستور سازی کی مہم ایسے قابل، فہیم، مضبوط اور محتاط ہاتھوں کے سپرد ہو جو اس ریزولیوشن کے خاص خاص نکتوں کی حفاظت کر سکیں اس کے فحوا کو بخوبی سمجھ سکیں اور جو دستور تیار کیا جائے وہ صحیح لائن سے ہٹنے نہ پائے۔ یہ بہت کٹھن مرحلہ ہے جو اللہ ہی کی توفیق سے آسان ہوگا۔ بہر حال ہم آئندہ کام کرنے میں ہر قدم پر اسی چیز کے منتظر رہیں گے و باللہ التوفیق

(مولانا) شبیر احمد عثمانی

۹ مارچ ۱۹۴۹ء

فردوس سینما

ہمارے ایک دوست نے غم و غصہ کے لہجہ میں اور نہایت حیرت و استعجاب کے انداز میں یہ واقعہ بیان کیا کہ "پشاور میں کچہری دروازہ کے باہر کچھ عرصے سے ایک نہایت شاندار سینما بنایا گیا ہے اور اس کا نام جلی حروف میں "فردوس سینما" لکھا گیا ہے۔ ہمارے دوست کا خیال یہ ہے کہ "فردوس" جنت کا نام ہے۔ جس کا قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں ذکر آیا ہے۔ سینما کو جو تخریب اخلاق اور فحش کاری و لہو و لعب کا ایک اڈہ اور صنعت آذری کا ایک مضر ترین مظاہرہ ہے "فردوس" کے نام سے یاد کرنا ایک خالص اسلامی نام کی توہین و استخفاف اور ایک قرآنی اور اسلامی اصطلاح کا بے جا استعمال ہے!

ہم اپنے دوست کے ان ایماندارانہ اور غیورانہ جذبات و احساسات کا احترام رکھتے ہوئے عرض کرتے ہیں کہ کیا اسلامی اصطلاحات کو بے جا استعمال کرنے اور مقدس اسماء کو ناپاک مقامات کے لئے مقرر کر دینے کا بس یہ ایک ہی واقعہ ان کی نظروں سے گزرا ہے۔ یہاں اس تاویل کا بھی امکان تو ہے کہ سینما کے مالک کا نام فردوس ہو اور اس مناسبت سے یہ نام رکھا گیا ہو اور نام مقرر کرتے وقت جنت الفردوس کے معنی کو ادا کرنے والا لفظ فردوس بالکل ذہن میں بھی نہ ہو۔ اگرچہ فردوس نام رکھنے والے شخص یعنی ایک مسلمان کا مالک سینما ہونا بجائے خود محل نظر ہو مگر اب تو ہر طرف نگاہ دوڑائیے ہر غیر اسلامی چیز کے ساتھ اسلامی اصطلاح اور اسلامی نام لگا ہوا ملیگا۔ کیا اسلامی بنک وغیرہ کے بورڈ ہماری نظر سے نہیں گزرے۔ اور سینما کے خاص فلموں کے اور رقص و سرود اور ناچ رنگ کے محفلوں کے افتتاح کے وقت

"کالا بولت" کی صدارتوں میں قرآن مجید کی تلاوت کی خبریں ہمارے محترم دوست نے اخبارات میں نہیں پڑھیں؟ نعت شریف اور قوالی شریف کے نام سے مزامیر و معازف سے کس بے پرواہی کے ساتھ لوگ لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ اور اسی طرح اسلامی سیاست، اسلامی صحافت، اسلامی ساوات، اسلامی جمہوریت، اسلامی سوشلزم، اسلامی حکومت وغیرہ اصطلاحات کس قدر بے موقع و بے محل استعمال کی جاتی ہیں۔ اور پوری جرأت کے ساتھ علی الاعلان ان اصطلاحات کے غلط استعمال کا سلسلہ جاری ہے اور ہر طرف سے ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا۔

جو گنہ کیجئے ثواب ہے آج

اب ایسی فضا میں ایک سینما کو "فردوس" کہنے سے اسلامی اسماء و اصطلاحات پر ظلم صریح ہونے میں کونسی خاص زیادتی ہوئی جب تک مسلمان اسلام کی پوری حقیقت کو نہ سمجھیں اور ایمان کے تقاضوں کو نہ پہچانیں اس وقت تک اس قسم کے مفاسد کا کوئی انسداد نہیں ہو سکتا۔ کسی ایک آدھ واقعہ کو دیکھکر اور متأثر ہو کر اس کی جزئی اصلاح کی بجائے اصلی بنیادی کام کی طرف متوجہ ہونا زیادہ اہم ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک طرف عام مسلمانوں کے قلوب میں خدا اور رسول کی واقعی عظمت بٹھا دی جائے اور ان کی اطاعت کا جذبہ پیدا کیا جائے۔ اور دوسری طرف یہ جدوجہد جاری رکھی جائے کہ پاکستان کے آئین میں بنیادی طور سے خدا تعالیٰ کی حاکمیت اور صالح بندوں کی خلافت تسلیم کی جائے اور یہاں ہر ریاست کا قانون قرآن مجید اور احادیث نبویہ ہو۔ تاکہ حکومت کے تمام ذرائع و وسائل صحیح اسلامی معاشرہ قائم کرنے، نیکی پھیلانے اور بدی مٹانے میں صرف ہو سکیں۔

حج ۱۳۶۸ھ

کی بابت

حکومتِ پاکستان کا اعلان

عام اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ حکومتِ پاکستان سال گذشتہ کی طرح امسال بھی بحری جہازوں کی کمی کی وجہ سے رمضان کے بعد روانہ ہونے والے حجاج کا انتظام خود کریگی اس مقصد کے لئے ایک بکنگ آفس مغربی پاکستان کے لئے کراچی میں اور دوسرا بکنگ آفس مشرقی پاکستان کے لئے چٹاگانگ میں کھولدیئے گئے ہیں۔ لیکن عازمین حج کو ہدایت کی جاتی ہے کہ رمضان کے بعد روانہ ہونے والے جہازوں میں جگہ حاصل کرنے کیلئے ابھی درخواستیں نہ دیں اس کے متعلق بعد میں اخبارات میں اعلان کیا جائے گا۔

حکومت پاکستان نے کراچی اور چٹاگانگ سے رمضان سے قبل جانے والے حجاج کے لئے بھی انتظام کیا ہے بشرطیکہ ایسے حجاج کی تعداد کافی ہو، رمضان سے قبل جانے والے حجاج کو چاہیئے کہ میسرز گراہمس ٹریڈنگ کمپنی، وڈ اسٹریٹ، کراچی
(M/s Grahms Trading Co
Wood Street Karachi.)
سے براہ راست رجوع کریں۔ رمضان سے قبل چٹاگانگ سے بھی جہاز اسی طرح روانہ ہوں گے جس طرح رمضان کے بعد اس سلسلہ میں ایگزیکیٹو آفیسر پورٹ حج کمیٹی چٹاگانگ اعلان کریں گے۔

کرایہ اور روانگی کی تاریخوں کا اعلان جہازران کمپنیاں

خود کریں گی۔ سال گذشتہ رمضان سے قبل جانے والے حجاج کے لئے مندرجہ ذیل کرایہ تھا!

فرسٹ کلاس ۹۰۰ روپیہ

ڈیک کلاس ۳۰۵ روپیہ

توقع ہے کہ حکومت سعودیہ عربیہ کے نمائندگان اپنی حکومت کے واجبات جو پہلے حجاج کے جدہ پہنچنے پر فوراً وصول کئے جاتے تھے امسال بندرگاہ روانگی پر ہی وصول کریں گے، عازمین حج اس بات کو نوٹ کرلیں۔ حکومت سعودیہ عربیہ کا ٹیرف ملتے ہی اخبارات میں اشاعت کے لئے دیدیا جائے گا۔

(نوٹ:۔ حکومت سعودیہ کا یہ اعلان ہمیں مکہ معظمہ سے بالواسطہ موصول ہوگیا ہے جو درج ذیل ہے۔ (ترجمانِ حرم))

حکومتِ سعودیہ کا اعلان

بابت مصارف حج ۱۳۶۸ھ

یہ خبر یقیناً مسرت کے ساتھ پڑھی جائے گی کہ جدہ کی بندرگاہ پر جہاز سے اترتے ہی جو للعاسہ کی رقم بطور ٹیکس ہر حاجی سے وصول کی جاتی تھی امسال حکومت سعودیہ نے اس میں ۲۵ فیصدی کی تخفیف کردی ہے اور غالباً تخفیف شدہ رقم حکومت سعودیہ کے نمائندگان بندرگاہ روانگی پر وصول کریں گے۔ تخفیف شدہ ٹیکس اور مصارف کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

سرکاری ٹیکس معہ حق مطوفی و وکیل جدہ و زمزمی مکہ معظمہ و چندہ امور خیریہ مالعہ ر

بذریعہ چھوٹی موٹر درجہ اول ٹیکسی	کرایہ آمدورفت جدہ، مکہ	کرایہ آمدورفت مکہ، منیٰ، عرفات	کرایہ آمدورفت جدہ مدینہ
بذریعہ چھوٹی موٹر درجہ اول ٹیکسی	سعہ ر	لعہ ر	مالعہ ر
" درجہ دوم آٹو بس کار	سعہ ر	للعہ	ماعہ ۱۲۰
" درجہ سوم کرسی والی لاری	عہ ر	سعہ ر	لعہ ر
" درجہ چہارم معمولی لاری	عہ ر	صعہ ر	للعہ ر
" اونٹ	عہ ر	عہ ر	معہ ر

ملاحظہ:۔ پانچ سال تک کے بچہ پر نہ ٹیکس ہے نہ کرایہ۔ پانچ سال سے زائد دس سال کی عمر تک نصف ٹیکس اور نصف کرایہ۔ دس سال کی زیادہ کی عمر کے ہر حاجی سے پورا ٹیکس اور پورا کرایہ واجب الوصول ہے۔

دارالعلوم حرم صولتیہ (مکہ معظمہ) کا کاغذی نقیب

ندائے حرم ۔ مرکزِ اسلام میں آپ کی مشترکہ قومی یادگار، دارالعلوم حرم صولتیہ مکہ معظمہ کا ترجمان، حرم مقدس کی ایک آواز، اور خدا کے گھر کا علمی سفیر ہے جو سال بھر میں تقریباً پانچسو صفحات کے علمی، تبلیغی، تاریخی، اسلامی اور اصلاحی مضامین پیش کرتا ہے۔

ندائے حرم ۔ آپ سے اپیل کرتا ہے کہ آپ اس کی ترقی و بقا کے لئے اس کی سرپرستی و خریداری قبول فرمائیں۔ توسیع اشاعت کے لئے اپنے حلقۂ احباب میں کوشش فرمائیں۔ آپ کی ادنیٰ توجہ اس کو اس کے مجوزہ بلند معیار تک پہنچا سکتی ہے۔

ندائے حرم کسی کی ذاتی ملک یا تجارتی رسالہ نہیں اور نہ اس کو دیگر اشتہاری رسائل کی طرح منافع کی امید ہے۔

ندائے حرم کا مطالعہ بالخصوص عازمینِ حج کے لئے ضروری ہے۔ کیونکہ:۔

ندائے حرم میں حکومت کے جملہ اعلانات بابت حج و جہازرانی اور حجاج کے لئے ضروری و مفید ہدایات وغیرہ پابندی کے ساتھ شائع ہوا کرتی ہیں۔

ندائے حرم کو جو تعلق بالراست مرکزِ اسلام، مہبطِ وحی اور مولدِ رحمۃ اللعالمین سے ہے وہ پاکستان و ہندوستان کے دوسرے مجلات و اخبارات کو میسر نہیں اور یہ تعلق خود اس کی حیثیت پر گواہ ہے۔

اسلئے

ندائے حرم کی خریداری اور اس کے مقاصد میں تعاون کرنا ایک لاکھ نیکیوں کے برابر اور ہم خرما و ہم ثواب کا صحیح مصداق ہے۔

ندائے حرم ــــــ کا ــــــ بدلِ اشتراک

تین روپے سالانہ۔ بیرونِ پاکستان و ہندوستان ۷ شلنگ یا پانچ روپیہ نمونہ مفت

ترسیلِ زر کا پتہ

معتمد عمومی صدر دفتر دارالعلوم حرم صولتیہ (مکہ معظمہ) صولتیہ منزل۔ ۱۲/۱۴ جمشید کوارٹر۔ کراچی ۳

مسئلۂ فلسطین مجلسِ اقوامِ متحدہ میں

(حافظ نذر احمد صاحب۔ استاذ اسلامیات، اسلامیہ کالج لاہور بشکریہ آفاق)

پہلی جنگِ عظیم (۱۹۱۴ء-۱۸ء) میں حکومت برطانیہ نے خود مختاری کے سبز باغ دکھا کر عربوں کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ چنانچہ عثمانی فوجوں سے لڑنے کے لئے جنرل ایلن بی کی زیر کمان فوج میں تین چوتھائی فوجی عرب اور ہندوستانی تھے۔ ارضِ مقدس ترکوں سے خالی کرالی گئی اور برطانیہ نے اپنا قبضہ جمالیا۔

۱۹۲۰ء میں اتحادیوں کی اعلیٰ کونسل نے باقاعدہ برطانیہ کو فلسطین کا انتداب عطا کر دیا اور ۲۴ر جولائی ۱۹۲۲ء کو مکفن چوروں کی انجمن یعنی لیگ آف نیشنز نے بھی اس فیصلہ پر اپنی مہر تصدیق ثبت کر دی۔

حکومت برطانیہ کے ذمہ دار افراد نے ایک طرف تو عربوں کو خود مختاری اور آزادی کا یقین دلایا۔ دوسری طرف اعلانِ بالفور کے ذریعہ ۱۹۱۷ء میں یہودیوں سے وعدہ کیا کہ فلسطین کو ان کا قومی وطن بنا دیا جائے گا۔ اس اعلان کے ساتھ ہی دنیا بھر سے نوآباد کار یہودی ارضِ مقدس میں داخل ہونے لگے۔ یہود نے سرمایہ اور تنظیم کی تعمیری طاقت کے بل بوتہ پر زمینوں کی خرید اور نوآبادیوں کا قیام شروع کر دیا۔

آہستہ آہستہ یہودی ارضِ مقدس کی منڈیوں پر چھا گئے اور کثیر زمینوں کے مالک بن گئے۔ برطانیہ نے ان کی پوری امداد کی۔ عرب اپنی غربت اور انتشار کی تخریبی لعنت کا شکار تھے۔ امداد و اعانت کے وعدوں اور اظہار ہمدردی کے علاوہ کسی نے ان کی کوئی امداد نہ کی اور نہ وہ خود اپنی امداد کو تیار ہوئے۔

تقسیم فلسطین

جوں جوں برطانوی انتداب کے خاتمہ کا وقت قریب آرہا تھا یہود و عرب کی آویزش کشیدگی سے بڑھ کر فرقہ دارانہ شدید فسادات کی صورت اختیار کرتی جارہی تھی۔ عرب اپنی خود مختاری اور یہودی اپنے قومی وطن پر مصر تھے اور ان متضاد دعاوی میں سمجھوتہ کی کوئی صورت نہ تھی ـــــ ان حالات سے فائدہ اٹھانے کیلئے حکومت برطانیہ نے عرب اور یہود کو پیشکش کی کہ وہ مزید پانچ سال کے لئے ارضِ مقدس میں تولیت برقرار رکھنے کو تیار ہو جائیں تاکہ اس طرح کوئی مفاہمت کی صورت نکل آئے ساتھ ہی برطانیہ نے یقین دلایا کہ اس دوران میں برطانوی اقتدار کی حیثیت وہی ہوگی جو آزاد ممالک میں پارلیمنٹ کی ہوا کرتی ہے۔ مگر یہ چال کارگر نہ ہوئی اور دونوں نے مزید تولیت کی پیشکش کو ٹھکرا دیا۔ یہ تھی برطانیہ کی پہلی شکست۔

اندرونی طور پر اس ناکامی کے بعد حکومت برطانیہ نے ۱۹۴۷ء کے آغاز میں سارا معاملہ "مجلسِ اقوام متحدہ" (United Nations Organisations) کے سامنے رکھ دیا۔ سکیورٹی کونسل نے مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر غور کرنے کے لئے "فلسطین سپیشل کمیٹی" مقرر کی۔ کئی ماہ تک اس کمیٹی کے اجلاس ہوتے رہے۔ بالآخر کمیٹی نے دو سفارشات کیں (۱) فلسطین کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ (۲)

بیت المقدس کو غیر جانبدارانہ نظام کے تحت رکھا جائے۔ عربوں نے تقسیم فلسطین کی ہر ممکن مخالفت کی اور فیصلہ کیا کہ اس خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہونے دیں گے۔

یہ معاملہ پھر مجلس اقوام متحدہ کی جنرل کونسل کے سامنے آیا۔ کونسل نے تقسیم کی سفارش منظور کر لی۔ اس کے ساتھ تھوڑی سی ترمیم اور کی گئی کہ پانچ ممبروں پر مشتمل ایک کمیشن مقرر کیا جائے جو اس تجویز کو پولیس یا فوجی امداد کے ذریعہ نافذ کرے۔ مگر یہ عقدہ حل نہ ہو سکا کہ پولیس یا فوج کہاں سے آئے، کیونکہ کوئی ملک اس ذمہ داری کو قبول کرنے کے لئے تیار نہ ہوا۔

عرب ممالک کی متحدہ مخالفت پر برطانیہ کو اعلان کرنا پڑا کہ وہ کوئی فیصلہ دونوں قوموں کی منظوری کے بغیر نہ ہونے دے گی۔ اور ۱۵ مئی ۱۹۴۸ء کو بہرصورت فلسطین سے ۲۵ سالہ انتداب اٹھا لیا جائے گا۔ اس موقع پر یہود دوست امریکہ نے ایک نہایت خطرناک اقدام کیا کہ وہ تقسیم فلسطین کے سلسلہ میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی سے اپنا تعاون واپس لیتی ہے۔

تین اتحادی ثالث

امریکہ کا عدم تعاون کا اعلان ایک بم تھا جو یہ ایٹمی۔ اور پھر اپریل ۱۹۴۸ء میں سکیورٹی کونسل کا خاص اجلاس طلب کیا گیا اور اس میں امریکہ کی یہ تجویز زیر غور آئی کہ مجلس اقوام متحدہ عارضی طور پر فلسطین کو اپنی تولیت میں لے لے۔ یہ اجلاس دو ہفتے تک جاری رہا مگر سوائے غلط بحث کے کوئی نتیجہ نہ نکلا اور اجلاس اس نکتہ پر برخاست ہو گیا کہ تقسیم فلسطین تو بہرحال ہو چکی ہے اور اگر جنگ چھڑ جائے تو جنرل کونسل اسے روکنے میں بے اختیار ہے۔

جنگ کا خدشہ درست ثابت ہوا اور اپریل ۱۹۴۸ء میں ہی عام ملک میں جھڑپیں شروع ہو گئیں۔ بیت المقدس (یروشلم) خاص طور پر فوجی سرگرمیوں کا مرکز بن گیا۔ جگہ جگہ بم پھٹنے لگے اور ہر طرف دہشت انگیزی کا دور دورہ ہو گیا۔ مقامات مقدسہ اور تاریخی عمارات بھی خطرہ میں پڑ گئیں اور جنگ کی مکمل کیفیت طاری ہو گئی ——— سکیورٹی کونسل نے فلسطین میں امریکی، بیلجیم اور فرانسیسی کونسل جنرل صاحبان کو ثالث مقرر کیا۔

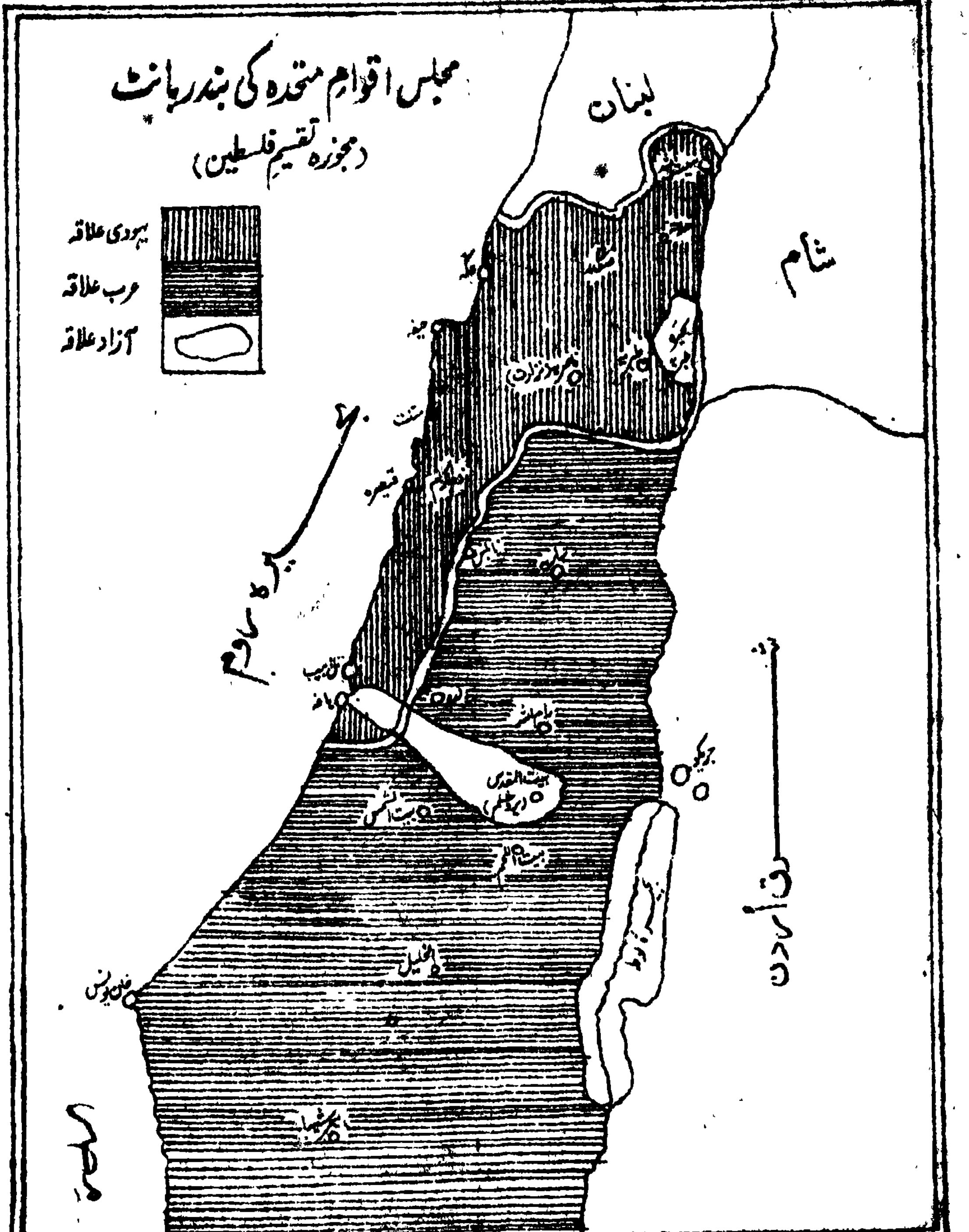
تینوں ثالثوں نے برطانوی ہائی کمشنر کی وساطت سے بیت المقدس میں جنگ بند کر دینے کی درخواست کی اور ۸ مئی ۱۹۴۸ء کو جنگ بند کرا دینے میں کامیاب ہو گئے۔ لیکن یہ حالت ایک ہفتے سے زیادہ قائم نہ رہ سکی اور ۱۵ مئی ۱۹۴۸ء کو برطانوی انتداب اٹھتے ہی عرب ممالک کی افواج اور یہودی دستوں میں باقاعدہ جنگ شروع ہو گئی۔ بری اور فضائی حملے شدید صورت میں ہونے لگے۔ یہودی ہر محاذ پر پسپا ہوئے۔ غزہ، بیرشیبہ، ذوالکرام اور نابلس شہر یہود کو خالی کرنے پڑے اور ایک ہفتہ کے اندر بیت المقدس کے پرانے حصہ پر عربوں کا قبضہ ہو گیا۔

عارضی صلح

(۱۱ جون ۱۹۴۸ء سے ۹ جولائی ۱۹۴۸ء تک)

عربوں کی تیز رفتاری اور پیش قدمی سے یہودی گھبرا اٹھے اور ہر محاذ پر ہتھیار ڈالنے یا پسپا ہونے پر مجبور ہوئے۔ یہود نواز امریکہ، برطانیہ اور روس نے سکیورٹی کونسل میں جنگ بند کرنے کی مختلف تجاویز پیش کیں آخر ۲۵ مئی کو جنگ بند کرنے کی قرارداد کونسل سے منظور کرا لی مگر کسی نے اس پر عمل نہ کیا۔ دو دن کی مہلت بڑھا دی گئی۔ یہ بھی بے کار ثابت ہوئی۔ یکم جون ۱۹۴۸ء کے اجلاس میں پھر مدت مہلت بڑھا دی گئی۔

۳ جون ۱۹۴۸ء کو برطانوی قرارداد کا یہ حصہ سکیورٹی کونسل نے منظور کر لیا کہ عرب اور یہود چار ہفتے کے لئے جنگ بند کر دیں اور اپنے فیصلے کی اطلاع ۴ جون ۱۹۴۸ء کو لیک سکس میں رات کے ۱۲ بجے تک پہنچا دیں۔ کونسل نے کاؤنٹ برنا ڈوٹ کو اتحادی ثالث مقرر کیا


مجلس اقوامِ متحدہ کی بندربانٹ
(مجوزہ تقسیمِ فلسطین)
یہودی علاقہ
عرب علاقہ
آزاد علاقہ
لبنان
شام
شرق اردن
بحیرۂ روم
مصر
عکہ
حیفہ
قیصریہ
تل ابیب
یافا
بیت المقدس (یروشلم)
الخلیل
خان یونس
جریکو

اور وہ مبصرین کے ہمراہ فوراً فلسطین روانہ ہو گئے!

عربوں کو رائے عامہ کے احترام اور بین الاقوامی دباؤ کے ماتحت جنگ بند کرنا پڑی۔ یہود پہلے ہی تیار تھے۔ چنانچہ ۱۱ر جون ۱۹۴۸ء کو ۱۱ بجے جنگ بند ہو گئی۔ اور عارضی صلح کی مندرجہ ذیل شرائط قرار پائیں:۔

(۱) صلح کی مدت میں کوئی غیر ملکی ارضِ مقدس میں داخل نہ کیا جائیگا۔

(۲) دونوں اپنے اپنے مقبوضہ علاقے پر قابض رہیں گے۔

(۳) جھگڑے کے علاقوں میں اتحادی مبصرین کو آزادانہ طور پر آنے جانے کا اختیار ہوگا۔

(۴) اس مدت میں کوئی فریق جارحانہ اقدام نہ کرے گا۔

(۵) باہر سے اسلحہ درآمد نہ کیا جائے گا۔

اتحادی ثالث کاؤنٹ برنا ڈوٹ نے دونوں کے نمائندہ اور سربرآوردہ افراد سے ملاقاتیں شروع کر دیں اور مفاہمت کی بنیادیں معلوم کرنے کی کوشش کی۔ آخر ۲۹ر جون ۱۹۴۸ء کو اپنی طرف سے مستقل صلح کی مندرجہ ذیل شرائط دونوں کو بیک وقت ارسال کر دیں۔

(۱) بیت المقدس عربوں کے زیرِ اقتدار ہو۔

(۲) حیفہ آزاد بندرگاہ رہے۔

(۳) ایک ہفتہ کے لئے عارضی صلح کی مدت بڑھا دی جائے۔

(۴) جنوبی فلسطین کا علاقہ عربوں کو مل جائے باقی یہود کو۔

(۵) عرب اور یہودی علاقوں میں فیڈرل طرز پر حکومتیں قائم کی جائیں۔

یہود نے بیت المقدس کا مطالبہ کیا اور تجاویز کو مسترد کر دیا۔ عربوں نے تقسیم سے اتفاق نہ کرتے ہوئے یکم جولائی ۱۹۴۸ء کو اپنی تجاویز ارسال کر دیں جن میں کہا گیا کہ تمام فلسطین میں ایک جمہوری حکومت قائم کی جائے گی جس میں ہر شخص کو آزادی ہو گی۔ نمائندگی تناسب کے اعتبار سے ہو گی اور یہودی علاقوں کی سرکاری زبان عبرانی قرار دی جائے گی۔

صلح کی مدت میں توسیع

۱۰ر جولائی ۱۹۴۸ء کے اجلاس میں سکیورٹی کونسل نے عارضی صلح کی مدت بڑھانے کا فیصلہ کر دیا تاکہ مفاہمت کے لئے وقت اور مل جائے مگر اس فیصلہ پر کسی نے عمل نہ کیا۔

۱۴ر جولائی ۱۹۴۸ء کو یہود نواز امریکہ نے یہودیوں کو مزید مہلت اور تیاری کا وقفہ دلانے کے لئے سکیورٹی کونسل میں تجویز پیش کی کہ تین روز کے اندر اندر جنگ بند کر دی جائے۔ جو فریق ایسا نہ کرے اس کے خلاف اقتصادی، سیاسی اور فوجی کارروائی کی جائے!

یہ فیصلہ عربوں کے لئے کھلا چیلنج تھا۔ اور عوام عرب اسے قبول کرنے کو تیار نہ تھے مگر عرب لیگ نے بین الاقوامی رائے عامہ سے مجبور ہو کر عوام کے احتجاج اور مظاہروں کے باوجود جنگ بند کرنے کا فیصلہ کر دیا۔ یہ دوسری غلطی تھی اس لئے کہ اس طرح یہود کو تیاریوں کے واسطے مزید وقت مل گیا۔

صلح کی اس مدت کے دوران میں یہودیوں نے ایک ایک کر کے عارضی صلح کی شرائط کو توڑا۔ ۸ر اگست ۱۹۴۸ء کو امریکہ کے نمائندے اتحادی مبصر کو قتل کر دیا۔ کچھ دن بعد اتحادی قوموں کے اعلیٰ سلامتی افسر مسٹر بیل نیلگی اور بیلجیم کے کونسل جنرل پر قاتلانہ حملہ کیا۔ اتحادی مبصرین کی نقل و حرکت میں رکاوٹیں پیدا کیں۔ چنانچہ ۱۸ر اکتوبر ۱۹۴۸ء کو مبصرین نے سکیورٹی کونسل کو اطلاع دی کہ اس وقت مبصر اور عرب علاقہ میں مبصر موجود ہیں مگر یہودی علاقہ میں کوئی نہیں جا سکتا، اس لئے کہ وہ اجازت نہیں دیتے۔

۲۰ر اکتوبر ۱۹۴۸ء تک چار مبصر ہلاک ہو چکے تھے ــــ ان تمام چیرہ دستیوں کے باوجود سکیورٹی کونسل خاموش رہی۔

اتحادی ثالث کا قتل

۱۷ر ستمبر ۱۹۴۸ء کو اتحادی ثالث کاؤنٹ برنادوٹ اپنے ایک مصری ساتھی کے ہمراہ کار میں بیٹھے بیت المقدس کے یہودی علاقے سے گزر رہے تھے کہ کسی نامعلوم یہودی نے ان پر گولی چلا دی اور وہ دونوں ہلاک ہوگئے۔ یہ جارحانہ اقدام دوسرے لفظوں میں سکیورٹی کونسل کا یہود کا چیلنج تھا۔

۱۸ر ستمبر کو سکیورٹی کونسل کا فوری اور ہنگامی اجلاس ہوا۔ برنادوٹ کے اعزاز میں ایک منٹ کے لئے خاموشی رہی۔ مرنے والے کی تعریف کی گئی، مگر مارنے والوں کے خلاف کوئی تادیبی کارروائی عمل میں نہ آئی ـــــ اس امر سے امن پسندوں کی بے بسی، جانبداری اور یہود نوازی جس حد تک ظاہر ہو جاتی ہے وہ محتاج بیان نہیں۔

سکیورٹی کونسل کے اس اجلاس میں کاؤنٹ برنادوٹ آنجہانی کی آخری رپورٹ زیر بحث آئی جو سات نکات پر مشتمل تھی۔

(۱) عارضی صلح کے بجائے مستقل امن قائم کیا جائے۔

(۲) فریقین کی فوجوں کو غیر مسلح کر دیا جائے۔

(۳) سرحد بندی کمیشن مقرر کر کے یہودی حکومت کی حدود متعین کر دی جائیں۔

(۴) بیت المقدس کے معاملہ میں خاص برتاؤ کیا جائے۔

(۵) حیفہ شہر اتحادی اقوام کی نگرانی میں دیدیا جائے اور مذہبی عمارات کا خاص خیال رکھا جائے۔

(۶) عرب مہاجرین کو ان کے علاقوں میں دوبارہ آباد کیا جائے اور نقصانات کا تاوان ادا کیا جائے۔

(۷) فلسطین کے عرب حصے کا نظم و نسق عرب حکومتوں پر چھوڑ دیا جائے اور بہتر صورت یہ ہو کہ یہ علاقہ شرق اردن سے ملحق کر کے شاہ عبداللہ کو دیدیا جائے۔

ان تجاویز کو عرب حکومتوں نے متفقہ طور پر مسترد کر دیا۔

صحرائے نجب کی جنگ

۱۸ر ستمبر ۱۹۴۸ء کے اجلاس میں کاؤنٹ برنادوٹ کی جگہ امریکن پروفیسر ڈاکٹر رالف بنچ کو قائم مقام اتحادی ثالث مقرر کیا گیا۔ جو کئی ماہ سے برنادوٹ کے ہمراہ فلسطین میں کام کر رہے تھے۔

قائم مقام ثالث نے موسیو شرتوک وزیر خارجہ ریاست اسرائیل کی امن سوز تقاریر کے خلاف سخت احتجاج کیا اور فوری تادیبی کارروائی کی اپیل کی۔ ۲۸ر ستمبر ۱۹۴۸ء کو دوبارہ بذریعہ تار فوری اقدام کا مطالبہ کیا ـــــ دوسری طرف نجب کے علاقے میں یک لخت جنگ کے شعلے بھڑک اٹھے۔ اس سلسلہ میں ۱۵ر اکتوبر ۱۹۴۸ء کو سکیورٹی کونسل کا اجلاس ہوا۔ مگر کوئی ممبر رائے زنی کیلئے تیار نہ تھا۔ اس لئے اجلاس ملتوی ہوگیا۔

۱۹ر اکتوبر ۱۹۴۸ء کے اجلاس میں صحرائے نجب میں فوراً جنگ بند کر دینے کا فیصلہ متفقہ طور پر کیا گیا۔ ۲۲ر اکتوبر کو ½ ۵ بجے دونوں نے جنگ بند کر دینے کا اعلان کر دیا مگر جنگ بدستور جاری رہی اس لئے کہ یہودی اپنی طاقت کے بل بوتہ پر کوئی حکم ماننے کو تیار نہ تھے۔

۲۴ر اکتوبر ۱۹۴۸ء کو قائم مقام اتحادی ثالث نے یہود کی چیرہ دستیوں پر زبردست احتجاج کیا۔ ۲۶ر اکتوبر ۱۹۴۸ء کو حکومت مصر کے احتجاجی مراسلہ پر سکیورٹی کونسل کا اجلاس ہوا۔ اس اجلاس میں شام، لبنان اور مصر کے نمائندوں نے تفصیلی حالات پیش کئے مگر صدرِ اجلاس نے یہ کہکر اجلاس ملتوی کر دیا کہ عربوں کا بیان یک طرفہ ہے کوئی تادیبی کارروائی نہیں کی جا سکتی۔

۲۹ر اکتوبر ۱۹۴۸ء کو سکیورٹی کونسل کا اجلاس پھر منعقد ہوا۔ فرانس، روس اور یوکرین کے نمائندوں کی مخالفت کی وجہ سے تادیبی کارروائی کی قرارداد نامنظور ہوگئی اور اجلاس کنیڈا کے نمائندہ کی اس قرارداد کو منظور کر کے ختم ہوگیا کہ ایک سب کمیٹی برطانیہ، چین، بلجیم، یوکرین اور فرانس کے

نمائندوں پر مشتمل مقرر کر دی جائے جو ثالثی کارروائی کے طریقوں پر غور کرے۔

قائم مقام اتحادی ثالث کی کوششوں سے یکم نومبر ۱۹۴۸ء کو صحرائے نجب کی جنگ بند ہوئی مگر جلد ہی پھر شعلے بھڑک اٹھے۔ چنانچہ ۱۵ر نومبر ۱۹۴۸ء کو دوبارہ جنگ بند کر دینے کا حکم دینا پڑا۔ اتحادی ثالث نے مطالبہ کیا کہ دونوں فوجیں اپنے اپنے مقامات کو لوٹ جائیں اور جھگڑے والا منطقہ غیر جانبدار علاقہ قرار دیدیا جائے۔ اس ہفتہ میں سکیورٹی کونسل نے کینیڈا کی یہ تجویز منظور کر لی کہ موجودہ عارضی صلح کو مستقل صلح کی صورت دیدی جائے اور عرب یہودی خود مفاہمت کی گفتگو کریں۔

نیا مصالحتی کمیشن

مجلس اقوامِ متحدہ کی سیاسی کمیٹی تین ہفتہ تک مسئلہ فلسطین پر بحث وتمحیص کرتی رہی۔ مختلف تجاویز پر غور و فکر ہوا۔ یکم دسمبر ۱۹۴۸ء کو برطانوی قرارداد پر بحث ہوئی کہ "تین ارکان پر مشتمل ایک مصالحتی کمیشن مقرر کیا جائے اور عرب فلسطین کو شرقِ اردن سے ملحق کر دیا جائے"۔

۲ر دسمبر ۱۹۴۸ء کو قرارداد کا دوسرا حصہ متفقہ طور پر مسترد کر دیا گیا اور پہلا حصہ امریکی ترمیم کے ساتھ ۱۶ کے مقابلہ میں ۲۵ ووٹوں کی اکثریت سے منظور ہوا کہ "تین ارکان پر مشتمل مصالحتی کمیشن اس قدر اختیارات رکھتا ہو کہ صرف وہ فیصلہ نافذ کر سکے جن پر عرب اور یہودی دونوں متفق ہوں"۔ اس ترمیم سے تین ہفتہ کی سردردی بیکار ہو گئی۔

۱۱ر دسمبر ۱۹۴۸ء کو سیاسی کمیٹی کی یہ سفارش جنرل اسمبلی میں پیش ہوئی تو جنرل اسمبلی نے بھی اس قرارداد کو منظور کر لیا۔ مصالحتی کمیشن کو ہدایات دی گئیں کہ :-

(۱) بیت المقدس میں بین الاقوامی اصولوں پر حکومت قائم کرے۔

(۲) بیت المقدس کو غیر فوجی علاقہ بنانے کی صورت پیدا کرے۔

(۳) شہر میں مقامی عرب اور یہودیوں کو زیادہ سے زیادہ آزادی دے۔

(۴) بیت المقدس میں بری، بحری اور فضائی راہوں سے آنا دانہ داخلہ اور مذہبی عبادت کی آزادی دلائے۔

منظور شدہ مصالحتی کمیشن کے لئے فرانس، امریکہ اور ترکی کے نمائندوں کے ناموں کی سفارش کی گئی۔ جنرل اسمبلی نے آسٹریلیا کے نمائندہ کی یہ ترمیم بھی منظور کر لی کہ "کمیشن کو یہ حق نہیں ہونا چاہئے کہ مستقل صلح کی تجویز جبراً نافذ کر سکے"۔

پاکستان، عرب ممالک، مشرقی ممالک اور روس کے نمائندہ نے اس تجویز اور ان ترامیم کی انتہائی مخالفت کی۔ لیکن یہود نوازی اور جانبدارانہ رویہ نے حق و صداقت پر کان نہ دھرے اور مسلسل بحث وتمحیص اور سردردی کا نتیجہ "ڈھاک کے تین پات" سے زیادہ کچھ نہ نکلا ـــــ اس کے باوجود ۲۳ر دسمبر ۱۹۴۸ء کو حکومتِ شام نے یقین دلایا کہ اگر کمیشن نے غیر جانبداری سے کام کیا تو عرب یقیناً اس سے تعاون کریں گے۔

یہ ہے مختصر روئداد مسئلہ فلسطین کے سلسلہ میں مجلس اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی، سکیورٹی کونسل، اور سیاسی کمیٹی کے رویہ کی ـــــ اگر عرب ابتدا میں "عارضی صلح" پر آمادہ نہ ہوتے تو یقیناً انھیں یہ روز بد دیکھنا نصیب نہ ہوتا اور شاہ عبداللہ جیسے لوگ وحدتِ عربیہ کو پارہ پارہ کر کے محاذِ فلسطین کی کمزوری کا باعث نہ بنتے۔ اگر یہود کو عارضی صلح کے پردہ میں تیاری کا وقفہ نہ ملتا اور "متمدن" حکومتیں ناجائز اسلحہ سے یہود کی امداد نہ کرتیں تو محاذِ فلسطین اس قدر طویل نہ ہوتا اور جنگ اس قدر طول نہ پکڑتی۔

اس داستان میں مسلمانانِ پاکستان کے لئے عبرت اور دعوتِ فکر و عمل موجود ہے کہ وہ غیروں کے وعدوں اور امداد پر تکیہ کرنے کے بجائے اپنی قوتِ بازو پر یقین کرنا اور اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا سیکھیں اور محاذِ کشمیر پر اس داستان کے دہرائے جانے کے امکانات کو ختم کر دیں۔

موجِ کوثر

بابت ماہِ جمادی الاُخریٰ ۱۳۶۸ھ

اپنے جانے والے عزیزوں، دوستوں اور بزرگوں کو یاد رکھیے تاکہ آنے والے آپ کو یاد رکھیں، اپنے خاندان کے مرحومین کے لئے کعبہ کے زیرِ سایہ ایصالِ ثواب کرائیے۔ یاد رکھئے کہ مکہ معظمہ میں ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ نیکیوں کے برابر ہے جو روپیہ آپ اپنے ملک میں خرچ کرتے ہیں اس کو مکہ معظمہ میں خرچ کر کے ایک لاکھ گنا ثواب حاصل کیجئے۔

اس مد کی آمدنی وظائفِ حفاظ میں صرف کی جاتی ہے۔

نمبر شمار	ایصالِ ثواب	مرسل رقم	رقم
۱	بروحِ والدین و برادر و ہمشیرہ مرحومہ	جناب منشی محمد فضل عظیم صاحب آگرہ	عـہ/
۲	ایصالِ ثواب حسبِ نیت معطیہ	محترمہ اہلیہ صاحبہ جناب ظہور احمد صاحب گونڈہ	صـہ/
۳	"	محترمہ اہلیہ صاحبہ جناب اولاد حسین صاحب "	عـہ/
۴	"	محترمہ بیگم صاحبہ جناب خان صاحب چودہری محمد مسعود صاحب مرحوم بارہ بنکی	صـہ/
۵	حسبِ نیت معطی	جناب سید اکرام الدین صاحب جمرود	عـہ/
۶	بروحِ سید محمد فصیح صاحب مرحوم واحمدی بی بی صاحبہ مرحومہ	جناب سید نثار احمد صاحب	صعـہ/
۷	بروحِ غلام المرسلین صاحب مرحوم	"	عـہ/
۸	حسبِ نیتِ معطی	جناب میاں محمد شریف صاحب بہ ج میاں جیوے خاں	ما/
۹	ایصالِ ثواب بروحِ والد مرحوم معطی	جناب حافظ تحسین احمد صاحب جیوئی	صہ/

میزانِ کل سا عـہ/

صحیفہ سعادت

معاونین کرام اور محسنوں کے اسماء گرامی

فہرست رقوم عطیات و امداد دارالعلوم حرم صولتیہ (مکہ معظمہ) صولتیہ منزل۔ ۱۱۲ مرزا قلیچ بیگ روڈ۔ جمشید کوارٹر۔ کراچی ۳

بابت ماہ جمادی الأخریٰ ۱۳۶۸ھ

اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ ہر مہینہ کی فہرست اسماء معاونین کرام کی اشاعت دوسرے ماہ کے نمبر میں ہوا کرے گی۔
مندرجہ ذیل اندراجات میں اگر کوئی غلطی ہو تو براہ کرم دفتر کو مطلع فرمائیے باعث شکر گذاری ہوگا۔

نمبر شمار	نمبر رسید و جلد	نام نامی	رقم	مد
۱	رسید ۱۵ جلد ۲۱۵	جناب مرزا رضا صاحب وغیرہ بتوسط جناب منشی محمد یوسف صاحب موضع مورا	سے ر	قیمت چرم قربانی، فطرہ عہ ر
۲	۱۰ ۔	جناب شیخ وحید الحق صاحب موضع ستل پور	معہ ر	امداد عام
۳	ٹکٹ ۱۳ جلد ۳۰۳	محترمہ اہلیہ صاحبہ جناب محمود حسن صاحب بتوسط جناب منشی ضمیر احمد صاحب جبوئی	صہر	زکوۃ
۴	۱۲ ۔	جناب الیس عزیز احمد صاحب سہارنپور	صہر	۔
۵	۲۵ ۔	محترمہ حجن فاطمہ بیگم صاحبہ ذریعہ حاجی امام الدین صاحب سلانوالی	صہر	۔
۶	۲۱ ۔	جناب حکیم فقیر محمد صاحب ۔ ۔	صہر	نفقہ طلبا یتامیٰ
۷	۲۴ ۔	جناب غلام محمد صاحب ۔ ۔	صہر	۔
۸	ٹکٹ ۵ جلد ۳۰۳	جناب محمد رفیق صاحب ۔ ۔	عہ ر	۔
۹	۔ ۔	۔ سلطان صاحب ۔ ۔	عہ ر	۔
۱۰	۔ ۔	۔ خان ولد رمضان صاحب ۔ ۔	عہ ر	۔

نمبر شمار	نمبر ٹکٹ و جلد	نام نامی	رقم	مد
۱۱	ٹکٹ ۸ جلد ۳۰۳	جناب احمد صاحب ذریعہ حاجی امام الدین صاحب سلانوالی	عہ ر	نفقہ طلبا یتامیٰ
۱۲	۹ ۔	۔ محمد صاحب ۔ ۔	عہ ر	۔
۱۳	۱۰ ۔	۔ سلطان صاحب ۔ ۔	عہ ر	۔
۱۴	۱۱ ۔	۔ غلام صاحب ۔ ۔	عہ ر	۔
۱۵	۱۲ ۔	محترمہ نوران صاحبہ ۔ ۔	عہ ر	۔
۱۶	۱۳ ۔	۔ جندان صاحبہ ۔ ۔	عہ ر	۔
۱۷	۱۴ ۔	جناب محمد یوسف صاحب ۔ ۔	عہ ر	۔
۱۸	۱۵ ۔	محترمہ امتیاز پروین صاحبہ ۔ ۔	عہ ر	۔
۱۹	۱۶ ۔	۔ افتخار نسرین صاحبہ ۔ ۔	عہ ر	۔
۲۰	۱۷ ۔	جناب نور محمد صاحب ۔ ۔	عہ ر	۔
۲۱	۱۸ ۔	محترمہ اہلیہ نور محمد صاحب ۔ ۔	عہ ر	۔
۲۲	رسید ۱۱ جلد ۲۱۵	جناب منشی محمد فضل عظیم صاحب آگرہ	سے ر	ایصال ثواب

نمبر شمار	نمبر رسید و جلد	نام نامی	رقم	مد
۲۳	ملت جلد	جناب شیخ علی احمد صاحب بوسط محمد حبیب الرحمن صاحب کراچی ۱۰ مارچ ۱۹۴۶ء	[illegible]	وظائف طلبا
۲۴	رسید جلد	میسرز محمد موسیٰ اینڈ برادرس کراچی ۱۰ اپریل ۱۹۴۶ء	[illegible]	امداد عام
۲۵	•	جناب حاجی مستری محمد نبی صاحب ... فروری و مارچ ۱۹۴۶ء	[illegible]	وظائف طلبا
۲۶	•	جناب محمد افضل اللہ صاحب کیمپر گنج فارم	[illegible]	”
۲۷	•	محترمہ اہلیہ صاحبہ جناب ظہور احمد صاحب گونڈہ	[illegible]	ایصال ثواب
۲۸	•	اہلیہ صاحبہ جناب اولاد حسین صاحب گونڈہ	[illegible]	”
۲۹	•	بیگم صاحبہ جناب خان صاحب چودہری محمد مسعود صاحب مرحوم ...	[illegible]	•
۳۰	•	جناب ایس عبدالحی صاحب کرسیانگ	[illegible]	امداد عام
۳۱	•	سیٹھ احمد حاجی موسیٰ جی بھانوجی صاحبان افریقہ	[illegible]	زکوٰۃ
۳۲	•	محترمہ آمنہ خاتون صاحبہ معرفت جناب ایس شاہ عنایت عالم صاحب فتح گڈھ	[illegible]	”
۳۳	•	جناب حاجی مفتی سید اظہار علی صاحب و بعض اہل خیر حضرات بھوپال	[illegible]	امداد عام
۳۴	•	جناب شیخ تسلیم احمد صاحب شیرکوٹ	[illegible]	وظائف طلبا
۳۵	•	جناب کپتان الحاج مولوی غلام محمد صاحب بہاولپور ...	[illegible]	زکوٰۃ
۳۶	•	بعض اہل خیر حضرات معرفت جناب کپتان الحاج مولوی غلام محمد صاحب بہاولپور	[illegible]	امداد عام
۳۷	•	محترمہ چندہ بیگم صاحبہ متولیہ وقف حاجی محمد حسین خان صاحب مرحوم اسلام نگر۔ سال مختتمہ مارچ ۱۹۴۶ء	[illegible]	وظائف طلبا
۳۸	•	جناب عبدالسلام صاحب سکندر آباد	[illegible]	امداد عام
۳۹	•	جناب سید اکرام الدین صاحب جمرود	[illegible]	ایصال ثواب
۴۰	ملت جلد	عبداللہ صاحب الہ آباد	[illegible]	امداد عام
۴۱	رسید جلد	سید نثار احمد صاحب گورکھ پور	[illegible]	ایصال ثواب

نمبر شمار	نمبر رسید و جلد	نام نامی	رقم	مد
۴۲	رسید جلد	جناب سید نثار احمد صاحب گورکھ پور	[illegible]	ایصال ثواب
۴۳	”	عبدالغفور صاحب موضع لوری	[illegible]	زکوٰۃ
۴۴	•	محترمہ بیگم صاحبہ جناب خان بہادر محمد یونس خاں صاحب رئیس مرحوم۔ علیگڈھ	[illegible]	تعلیم بالجملہ [illegible]
۴۵	”	جناب میاں محمد شریف صاحب مع میاں جیوے خاں	[illegible]	ایصال ثواب
۴۶	ملت جلد	حافظ تحسین احمد صاحب جبونی	[illegible]	•
۴۷	رسید جلد	جناب چودہری محمد داؤد علی خانصاحب مارہرہ	[illegible]	زکوٰۃ
۴۸	”	حاجی شیخ محمد حسن صاحب بابو پور	[illegible]	•
۴۹	•	محترمہ زاہدہ بی بی صاحبہ ذریعہ جناب حاجی امیرالدین احمد صاحب جونپور	[illegible]	امداد عام
۵۰	•	محترمہ رقیہ خاتون صاحبہ مرسلہ مولانا محمد زکریا صاحب سہارنپور بابت تین سال	[illegible]	•
۵۱	•	جناب محمد ذاکر صاحب کراچی	[illegible]	زکوٰۃ
۵۲	•	جناب محمد اسحٰق صاحب [illegible]	[illegible]	امداد عام
۵۳	ملت جلد	جناب حکیم اصغر حسین صاحب شیرکوٹ	[illegible]	تعلیم
۵۴	ملت جلد	محترمہ زبیدہ خاتون صاحبہ ذریعہ جناب تحسین احمد صاحب جبونی	[illegible]	وظائف طلبا
۵۵		اشتراک ماہنامہ ندائے حرم	[illegible]	
		میزان کل	[illegible]	

احقر ضیاء الدین احمد عفی عنہ

معتمد عمومی

صدر دفتر دارالعلوم حرم صولتیہ (مکہ معظمہ) صولتیہ منزل

جمشید کوارٹر۔ کراچی (پاکستان)

قوم کی فوجی تربیت کا پہلا سبق ... نشانہ بازی

ان ایام میں جبکہ چڑیوں اور پرندوں کا شکار انڈے دینے اور بچے سینے کی بنا پر بند ہو جاتا ہے۔ شکاریوں کیلئے نشانہ بازی کے مواقع مسدود ہو جاتے ہیں اور بندوقوں کو ناکارہ سمجھ کر بکسوں میں بند کر دیتے ہیں ـــــــ تو یہ

ٹریپس ـــــــ اور اس کے ـــــــ کلے پی جن

تجربہ کار شکاریوں کی تفریح طبع اور نو آموز شکاریوں کے لئے مصنوعی پرندوں کو اڑا کر ان پر نشانہ بازی کا موقع ہم پہنچاتے ہیں۔

آج ہی ان کو منگا کر پاکستان کی نئی قوم کو صحیح نشانہ دہی کا موقع ہم پہنچانے کے لئے اپنے گھر یا کلب میں نصب کرائیے۔ ... تاکہ پاکستانی نونہال نشانہ بازی کی صحیح مشق کر کے قوم کے قابلِ فخر سپاہی اور جانباز مجاہد بن سکیں۔

یہ

ٹریپس اور ان کے

کلے پی جن

بہ تعداد کثیر اسٹاک میں موجود ہیں



آئی۔ سی۔ آئی

ٹریپس

قیمت ایکسو اسی روپے 180/-

ایلی کائی نک

کلے پی جن

(ایکسو پچیس کا بکس)

قیمت ۷۵ روپے علاوہ سیلز ٹیکس

ہر قسم کی مشہور اور اعلیٰ بندوقیں، رائفلیں، ریوالور اور پستول اسٹاک میں موجود رہتے ہیں۔

خان بہادر حاجی وجیہہ الدین ٹرسٹ

(آرمس اینڈ ایمونیشن ایمپوریم)

الیکٹرک ہاؤس الفنسٹن اسٹریٹ۔ کراچی صدر

تار کا پتہ "CARTRIDGES"

عسکری تعمیر کا پہلا قدم ہے ...... نشانہ بازی

دار العلوم حرم صولتیہ (مکہ معظمہ) کے اہم اغراض و مقاصد

۱ - مکہ معظمہ میں پاکستانی و ہندوستانی طلباء کیلئے بالخصوص اور آفاقی طلبا کیلئے بالعموم تجوید و تعلیم قرأت علوم عالیہ دینیہ کی صحیح تعلیم کا انتظام کرنا۔

۲ - ان ہونہار شائقین علم پردیسی طلبہ کی تعلیم و قیام کا بلا معاوضہ بندوبست کرنا جو دنیائے اسلام سے تحصیل علوم اسلامیہ کے شوق مکہ معظمہ آتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ مرکز اسلام سے کچھ حاصل کرکے جائیں۔

۳ - مستحق و نادار طلبا کی حوصلہ افزائی کے لئے ان کو وظائف امداد دینا۔

- قابل طلبا کی حوصلہ افزائی کے لئے ان کو وظائفِ لیاقت دینا۔

- یتیموں اور خاص طور پر مہاجرین حرم کے بچوں کی تعلیم و تربیت -

- مرکزی حیثیت سے دنیائے اسلام کے لئے مدرسہ کو جامعہ حرم یا مکہ یونیورسٹی بنانا۔

- دینی تعلیم کے ساتھ صنعتی تعلیم کا انتظام اور مکمل دار الصنائع کا قیام اور اس کی مستقل عمارات بنانا۔

- مدرسہ کے کتب خانہ کی مستقل عمارت تیار کرنا اور مرکزی شان کے لحاظ سے اسے وسعت دینا۔

- صولتیہ دار الشفاء کے ذریعہ حجاج کرام، اہل حرم اور نادار و بیکس بیماروں کے لئے مفت طبی امداد اور علاج کی سہولتیں مہیا کرنا۔

- اہل حرم اور مہاجرین کی بچیوں کی دینی تعلیم اور خانہ داری کی تربیت کا حتی الوسع انتظام اور اس کے لئے سعی کرنا۔

اشتہار کے لئے خاص جگہ

اقبالیات

بانگِ درا ۔ مجموعۂ کلام علامہ سر محمد اقبال مرحوم، ہر رنگ کا [illegible] شکوہ، جوابِ شکوہ سب اس میں شامل ہیں قیمت بلا جلد [illegible] مجلد [illegible]

بالِ جبریل ۔ اردو کلام کا دوسرا مجموعہ، ہر نظم اور غزل نئے جذبے اور نئے ولولۂ حیات کا پیغام ہے۔ قیمت مجلد للعہ

ضربِ کلیم ۔ دورِ حاضرہ کے خلاف، علامہ مغفور کے اردو کلام کا تیسرا مجموعہ۔ قیمت مجلد سے ر

پیامِ مشرق ۔ فارسی (در جواب شاعر المانوی گوئٹے) [illegible] بالخصوص اسلامی مشرق نے صدیوں کی مسلسل نیند کے بعد آنکھ کھولی ہے۔ یہ کتاب ہر قسم کے [illegible] میں رہنمائی کرے گی۔ قیمت مجلد للعہ

زبورِ عجم ۔ (فارسی) قوم کے لئے پیغامِ حیات۔ قیمت [illegible]

جاوید نامہ ۔ فارسی نظموں کا مجموعہ۔ حیاتِ تازہ کا [illegible]۔ قیمت مجلد عہ

پس چہ باید کرد اے اقوامِ مشرق ۔ واپسی [illegible] افغانستان کے بعد علامہ مرحوم کے تاثرات۔ قیمت مجلد [illegible]

ارمغانِ حجاز ۔ علامہ مرحوم کا آخری فارسی اور اردو کلام جو وفات سے چند روز پہلے مرتب ہوا۔ قیمت مجلد للعہ

[illegible] کا حوالہ دینا ضروری ہے۔

ملنے کا پتہ: شیخ مبارک علی تاجر کتب اندرون لوہاری دروازہ لاہور

طابع و ناشر حافظ ضیاء الدین احمد نے مشہور آفسیٹ پریس [illegible] میں چھپوا کر صدر دفتر دارالعلوم حرم صولتیہ [illegible]
۱۳۱ مرزا قلیچ بیگ روڈ۔ جمشید کوارٹرز کراچی ۵ سے شائع کیا